مسیحی

امرت سر

جلد ۲ جنوری نمبر ۱

۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مفید عام پریس لاہور

جنوری ۱۸۹۷

نیا سال اور مسیحی

آج اس رسالہ کی عمر ایک سال کی ہوئی ہے اور بفضلِ خدا دوسرے
سال میں قدم رکھا ہے۔ یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ کس قدر فائدہ اِس کی اشاعت سے
کسی شخص کو ہوا ہے۔ اس کو بڑے اعلےٰ مقاصد کے انجام دینے کے لئے اُسی قادرِ مطلق
کے نام سے شروع کیا تھا۔ اور اگر کوئی خوبی اس میں ہے تو یہ اُسی کی مدد سے ہے۔
ناشر اپنی کوتاہیوں سے واقف اور اپنی نالائقیوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جو
[illegible] رہے اس کو پورا پورا انجام نہیں دے سکے۔ ان سے بہت سی غلطیاں
بھی ہوئی ہوں گی [illegible] اُن کو یقین ہے کہ جو خدمت صدقِ دلی اور نیک نیتی سے
[illegible] وہ ضرور خدا کی طرف سے برکت حاصل کرتی ہے۔ آج وہ اپنی کلیسیا
[illegible] از سرِ نو خدا کے سامنے اپنا سب کچھ وقف اور مخصوص کرتے ہیں
[illegible] اس سال میں خدا کی مدد سے اپنے مسیحی بھائیوں کی سوشل اور
[illegible] اور بہبودی کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھینگے۔

[illegible] سال گزشتہ میں بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے
[illegible] کی سرد مہری اور عدم توجہی کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ ع
[illegible] کی توجہ ادھر نہیں۔ جن اصحاب سے ہم کو بہت سی امیدیں
[illegible] ہماری ہمت بڑھانے میں کما حقہٗ امداد نہیں دی۔ ہم اُن کو

الوہیتِ مسیح

از تصنیف پروفیسر گوڈی

[illegible]پنی جائیلی خدمت کے اخیر میں ایک روز مسیح اپنے شاگردوں کو تنہائی میں لیگیا اور اُن سے یہ سوال پوچھا۔ "لوگ کیا کہتے ہیں۔ کہ میں جو ابنِ آدم ہوں کون ہوں" شاگر اُسی وقت اپنا پہلا مشنری دورہ جلیل کے میدانوں میں ختم کرچکے تھے۔ اپنے وسیع کام کے درمیان انہوں نے لوگوں کی زبانوں سے مسیح کی نسبت قسم قسم کے خیالات اور رائیں سُنی تھیں۔ اور اب اُن کی رپورٹ اپنے اُستاد کے پاس لائے۔ بعض کی یہ رائے تھی کہ وہ یُوحنّا [illegible] اور مُردوں میں سے زندہ ہُوا ہے۔ اوروں کا خیال تھا کہ وہ [illegible] ہے۔ یرمیاہ یا ایلیاہ سب کا خیال تھا کہ وہ محض ایک انبیا سرے چلے [illegible] حقیقت یا بھید اپنے آپ میں رکھتا ہے۔ یہ سب باتیں سُن کر مسیح نے [illegible] اپنی رائے اپنی نسبت دریافت کی۔ اُس کا جواب پطرس نے دیا۔ کیا تعجب [illegible] اُس وقت سے آجتک کلیسیائے جامع کا اقرارِ ایمان مانے گئے ہیں لئے اُس [illegible] زندہ خدا کا بیٹا ہے۔"

[illegible] کے درمیان [illegible] بہت خوش ہُوا۔ اور اِن الفاظ میں پطرس کے اقرار پر مُہر اور سند کر دی۔ "اے شمعون بریونس تو مبارک ہے۔ کیونکہ جسم اور خون نے یہ بات تجھ پر ظاہر نہیں کی بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے"۔

جس طرح کہ اُس زمانے میں لوگوں کی رائیں مسیح کی نسبت رنگارنگ اور قسم قسم کی تھیں اسی طرح اس زمانے میں بھی لوگ اُس کی نسبت مختلف خیالات رکھتے ہیں۔

پھر یقین دلاتے ہیں کہ یہ رسالہ آپ صاحبان ہی کا خادم ہے۔ اگر آپ اس کو کافی طور پر مفید یا دلچسپ نہیں سمجھتے تو آپ ضرور اس کے ایڈیٹران کو اپنے خیالات اور رائے مبارک سے مطلع فرمائیں۔ ایسی تحریروں پر نہائت شکرگزاری کے ساتھ توجہ کی جائیگی ✣

اس موقعہ پر اس رسالہ کے مضامین کی بابت بھی کچھ عرض کرنا [illegible] ہے۔ شائد بعض اوقات ہماری رائے ہمارے مشنوں اور [illegible] ہے۔ ہم اُن تحریرات کو واپس نہیں لیتے۔ کیونکہ ہم نے [illegible] تعصب یا ضد یا دلی عناد سے نہیں لکھی۔ جہاں تک ہم کو راستی نظر آئی [illegible] درست درج کردی۔ خواہ کسی کو ناگوار ہی گذری ہو۔ اور آئندہ بھی مسیحی محبت کے ساتھ [illegible] کلیسیا اور مشنوں کی حالت پر بحث کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مسائل کی نسبت [illegible] اس قدر کہنا کافی ہے کہ ناظرین کلامِ مقدس کے ساتھ مقابلہ کر کے اپنی قوتِ فیصلہ [illegible] کریں۔ کہ کونسا خیال کہاں تک درست ہے۔ لیکن ملحوظ خاطر [illegible] دیدہ و دانستہ صرف بحث مباحثہ کی خاطر درج کرنا ہم کو منظور نہیں [illegible] ضرور ہے کہ جو خیالات ہمارے لئے نئے ہوں اُن کو بدعتی یا [illegible] نہیں چاہئے۔ بلکہ اُن پر روح القدس کی ہدائت سے غور کرنا ہمارے [illegible] اس نے ہمیں [illegible] طرف توجہ [illegible] ارادہ تو تھا کہ اگر کافی تعداد خریداروں کی ہو جائے تو اس سال [illegible] اسی قیمت پر یہ رسالہ کسی صورت سے بڑھایا جائے۔ لیکن تعداد پرواز کی ازراہ [illegible] نہیں۔ کیونکہ اگرچہ اس کی اشاعت منافع کی خاطر نہیں تو بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ خیر فی الحال ہم اس کا معمولی حجم اور صورت قائم رکھتے ہیں۔ اور جیسا خدا ہماری ہدائت کریگا آئندہ کرنے کو تیار ہیں۔ اب آؤ اس سال میں سب ملکر کوشش کریں کہ اس چھوٹے سے رسالہ کی ہر صورت سے ترقی ہو۔

اِن خیالات میں جس طرح اُس زمانے میں ردّو بدل تھا اسی طرح اس زمانے میں بھی ایک تدریج پائی جاتی ہے۔ اور آخری رائے (یعنی پطرس کی) سب سے بلند اور اُوپر کا درجہ رکھتی اور صحیح ہے۔ ظاہر ہے کہ جو رائے مسیح اپنی نسبت خود رکھتا تھا وہی درست ماننے کے لائق ہو سکتی ہے۔ اسی کو کلیسیا تسلیم کر سکتی ہے +

مسیحی کلیسیا کے اس بلند عقیدے کے بعض مخالف کہتے ہیں کہ مسیح خدا تو نہیں تھا لیکن نوعِ انسانی کا سب سے اعلےٰ نمونہ اور مذہبی خیالات کا سب سے اعلےٰ اور بلند مرکز بلکہ آفتاب تھا۔ اخلاق اور پاکیزگی اور نیکی کے وہ خیالات جو نوعِ انسانی کا ہر فردِ بشر اپنی ماہیت میں رکھتا ہے۔ مسیح میں پوری طرح کاملیت کے ساتھ اور صاف صاف نمودار ہوئے اور آفتاب صداقت کی طرح اپنا جلوہ دُنیا پر ڈال گئے شائد اُن مخالفوں میں سے بعض یہ بھی مانتے ہیں کہ جتنی نیکی جتنی پاکیزگی جتنی بلندی بلکہ جتنی خدائی ایک آدمی میں ظاہر ہونی ممکن ہے (زمانۂ ماضی - حال یا مستقبل میں) اُتنی مسیح میں ظاہر ہو چکی +

جو شخص خواہ دوست ہو خواہ مخالف اس اقرار کی بلندی پہنچ چکا ہے اُس کے لئے معرفت کی اَور بڑی بلندیاں باقی ہیں اور اس کمزور اور ادھورے اقرار سے ترقی کر کے وہ مسیح کی اصلی اور حقیقی شان کو دریافت کر سکتا ہے۔ معرفت اور خدا اور اُس کے رُوحانی انتظام کی سیڑھی پر قدم رکھکر اوپر کی طرف توجہ کی ہے۔ اور اگر وہ اپنی کمزور عقل کو خاموش کر کے ایمان سے بلند وازی اور وسیع خیالی کا قصد کرے تو ضرور مسیح کی اُلوہیت کی پہچان کو حاصل کریگا +

ہم اتنا تو ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اب تک مسیح سے بڑا کوئی ظاہر نہیں ہُوا۔ (مسلمانوں کو مسیح کی طرف لانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ مسیح کی انسانی خوبیوں اور بلندیوں کا مقابلہ محمد کی خوبیوں اور بلندیوں کے ساتھ کر لو) لیکن مذکورہ بالا معترض

لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں اس سے بھی کوئی بڑا ظاہر ہو *

بعض ایسے آدمی گذرے ہیں کہ وہ ابتدا میں مسیح کو فقط ایک اعلےٰ درجے کا نسان مانتے تھے۔ لیکن آخرکار مجبوراً اس کی الوہیت کے قائل ہوگئے۔ مسیح ی بلندی کا مقابلہ جب انہوں نے اُس کے گرد و نواح کی پستی کے ساتھ کیا تو اُن کے ل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس شخص اور باقی نوعِ انسانی کے درمیان آسمان اور زمین کا فرق حائل ہے۔ یہ فرق **درجہ** کا فرق نہیں بلکہ **نوع** اور **قسم** اور **ذات** اور **ماہیت** کا فرق ہے۔ مسیح فقط اَوروں کی نسبت درجے میں بڑھا ہوا ہے بلکہ س کی قسم اور ماہیت ہی اَور ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے کہ اُس سے بہتر آدمی بنانا خدا کے لئے بھی ناممکن ہے۔ خدا کو سارے دل سے پیار کرنا اور اپنے ہمسائے کو اپنے برابر۔ اس سے زیادہ کاملیت کا خیال دل میں لانا یا اُس کو پیدا کرکے دکھانا ناممکن ہے۔ اور یہ کاملیت مسیح میں ظاہر ہوئی۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا کامل دمی۔ ایک ازحد ناکامل متعصّب اور مکّار پشت اور قوم میں دفعتاً کیونکر ظاہر ہوگیا۔ نیا سڑے جلے کوڑھی جسم میں سے ایک کامل جسم برآمد ہوسکتا ہے مسیح کی پیدائش ِکسی خاص قانون کے زیرِ سایہ ہوئی ہوگی۔ نرالی شے نرالی حکمت سے پیدا ہوسکتی ہے۔ کیا تعجّب ہے اگر یہ نرالا آدمی کوئی نرالی حقیقت رکھتا ہو۔ اُس کا کام نرالا تھا۔ اسی لئے اُس کی ذات نرالی تھی۔ یہ شخص خدا کا مخصوص کیا ہوا تھا تاکہ نوعِ انسانی کے درمیان سب سے اعلےٰ خدمت بہم پہنچائے *

ایک مشہور اور فاضل مصنف یوں لکھتا ہے " ہمارے درمیان ایک کامل سچا آدمی ظاہر ہوچکا ہے۔ اُس آدمی کے اندر وہ الٰہی تخم جو ہر آدمی کے اندر بویا گیا ہے ایک خاص معجزے کے ذریعے اُگا اور پورے نشو و نما کو پہنچا۔ خدا سے رفاقت جس کا رجحان ہر شخص کے سینے میں ڈالا گیا ہے۔ مسیح میں کمال کو پہنچا۔ اور اُس کے

پہنچنے کا طریقہ اور وسیلہ اعجازی تھا۔ مسیح کامل آدمی ہے۔ زمانہ ازل سے خدا اُس کو دیکھتا اور اُس سے محبت کرتا تھا۔ وہ کائنات کا تاج ہے۔ اُس کو دیکھکر خالق کی تمام محبت آمیز خواہشیں پوری ہوتی ہیں۔ کیونکہ اُس کامل انسانی نمونے میں خدا نہ فقط اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی انسانیت کمال کو پہنچی ہوئی دیکھتا ہے۔ بلکہ اُس سے بدرجہا بڑھکر اپنے آپ کو اس میں دیکھتا ہے"۔

اگر یہ خیال درست ہے تو کیا مناسب نہیں کہ ہم مسیح کو نجات دہندہ اور خداوند یعنی مالک تسلیم کریں +

شائد بہتوں کو مسیح کی نسبت مذکورہ بالا اعتقاد کافی و وافی معلوم ہوگا۔ ہرگز نہیں ہم ابھی پوری بلندی پوری پہچان پوری معرفت کو نہیں پہنچے۔ ہم نے ابھی خدا کی بخشش کی لمبان چوڑان اس کی گہران اور اونچان کا اندازہ نہیں کیا۔ جب تم کسی پہاڑ پر چڑھ رہے ہو تو اگر تمہاری مرضی ہو تو آدھ میں ٹھیر سکتے ہو۔ البتہ جو نظارے اور خوبصورتیاں وہاں سے تم دیکھتے ہو نہایت ہی دلکش و دلربا ہیں۔ لیکن اس سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ چڑھنے کی گنجائش نہیں۔ نہیں۔ اوپر دیکھو۔ ترقی کرو۔ چڑھتے جاؤ۔ انسان کے دیدار سے خوش ہو کر بیٹھ نہ رہو۔ تمہارے لئے خدا کا دیدار ممکن ہے۔ رسولوں کی نسبت کئی دفعہ لکھا ہے کہ انہوں نے دیکھا اور ایمان لائے۔ وہ ایک قدم چڑھے اور دیکھا اور ایمان لائے۔ پھر ایک اور قدم چڑھے اور دیکھا اور ایمان لائے۔ پھر ایک اور قدم چڑھے اور دیکھا اور ایمان لائے۔ وہ بلندی سے بلندی تک اور قوت سے قوت تک اور ایمان سے ایمان تک اور جلال سے جلال تک ترقی کرتے چلے گئے۔ اُس اندھے کا بھی یہی حال ہوا۔ جس کو مسیح نے بصارت عنائت کی۔ پہلے اُس نے مسیح کو ایک راستباز آدمی سمجھا۔ وہ کہتا ہے ہم جانتے ہیں کہ خدا گنہگاروں کی نہیں سُنتا۔ تو اُس کی بابت جس نے

تیری آنکھیں کھولیں کیا کہتا ہے۔ اُس نے جواب دیا وہ ایک نبی ہے یہ دوسرا درجہ تھا۔ کیا تو خدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے۔ وہ کون ہے کہ میں اُس پر ایمان لاؤں تو نے اُس کو دیکھا ہے اور وہ وہی ہے جو تجھ سے بول رہا ہے۔ اے خداوند میں ایمان لاتا ہوں اور اُس نے اُسے سجدہ کیا ۔

جب وہ شخص جس کو ہم نبی مان چکے ہیں ہم سے کہتا ہے کہ میرا درجہ نبی سے بڑا ہے تو ظاہر ہے کہ ہمیں ایمان میں ترقی کرنی پڑتی ہے۔ یا تو ہم بڑھکر اُس کے بڑے دعوے کو مان لینگے۔ یا پیچھے ہٹکر ٹھوکر کھائینگے اور مسلمانوں کی طرح سخت ہو جائینگے ۔

الُوہیت مسیح کے ثبوت کا حصر مسیح کے اپنے دعووں پر ہے۔ ہم اُس کے چار حصے کرینگے۔

(۱) مسیح کی شہادت اپنی شخصیت کی نسبت۔ آیا یہ گواہی قابل تسلیم ہے ؟

(۲) کیا مسیح نے فی الحقیقت الُوہیت کا دعوے کیا ؟

(۳) بالفرض اُس نے یہ دعوے کیا۔ آیا اس کے دعوے اور اُس کی مانی ہوئی اور ظاہری انسانیت کے مابین تناقض ہے یا نہیں ؟

(۴) اگر ہم مسیح کو خدا مان لیں۔ تو کیا اس سے وہ ہماری انسانی برادری سے خارج ہوتا ہے یا نہیں ؟

(۱) گنہگار انسان کے دعوے اپنی نسبت قابل تسلیم نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے کہ غرور کے باعث وہ اپنا درجہ بڑھاتا ہو۔ یا اُس کے دل میں اپنے تئیں دنیا میں ممتاز کرنے کی بڑی خواہش ہو۔ لیکن ایسے آدمی کی حالت پر غور کرو جو مقدس ہے اور خدا کے جلال اور انسان کی بہبودی کے لئے بڑی کوشش کرتا ہے۔ جب اس کی یہ حالت ہے تو کبھی اپنے تئیں غرور میں اور غرور کے دھوکوں میں مبتلا

مسیحی

نہ ہونے دیگا۔ مسیح ایسا آدمی تھا۔ اُس کا حلم اور اُس کی محبت اِس بات کی دلیل
ہیں کہ جو کچھ وہ اپنی نسبت کہتا تھا سچ تھا۔ "وہ جو اُس کی بزرگی ڈھونڈتا ہے
جس نے اُسے بھیجا اعتبار کے لائق ہے۔ اور اُس میں ناراستی نہیں"۔ "میری
گواہی حق ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں کہاں سے آیا اور کہاں جاتا ہوں" ٭
جب آدمی اپنے آپ کو خدا کی رفاقت کی روشنی میں دیکھتا ہے اور اس کی رُوحانی
زندگی کا صاف آئینہ اُس کی اصلی صورت اس کو سچائی اور صفائی کے ساتھ دکھاتا ہے
تو خود پسندی کی دغاباز روشنی اُس کی آنکھوں کو چُندھیا نہیں سکتی۔ جب کوئی شخص
خود انکاری کی محبت کے باعث کچھ کہتا ہے تو اُس کے کلام میں جھوٹ کا احتمال
نہیں ہو سکتا۔ مسیح کی گواہی کی سچائی اُس کے حلم و فروتنی اور محبت پر موقوف ہے۔
مسیح کی قدسیت اس کی گواہی کی سچائی کی دلیل ہے ٭

لیکن خدا نے مسیح کی گواہی پر خود مہر کر دی ہے۔ مسیح کی قیامت اُس کی گواہی
کی سچائی کی مہر ہے۔ مسیح کی قیامت اس طرح ثابت ہو سکتی ہے جس طرح کوئی حق اور تاریخی
واقع پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی مکّار مُردوں میں سے زندہ ہو جاتا۔ پس
اگر مسیح کی قیامت فی الواقع حق ہے تو اُس کے دعوے جو اُس نے اپنی نسبت کئے
قابلِ تسلیم اور سچے ہیں ٭

مسیح خود مقدس ہے۔ اس پر خدا کی مہر ہے۔ پس مسیح کی گواہی قابلِ تسلیم ہے ٭

ایک قدیم روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیطان ایک قدیس کو دکھائی دیا اور کہا کہ "میں
مسیح ہوں"۔ اُس مقدس نے فوراً دریافت کیا کہ "آپ کے ہاتھ پاؤں میں کیلوں کے
نشان کہاں ہیں"؟ یہ بات سُنکر شیطان بہت گھبرایا اور وہاں سے دم دبا کر
بھاگ نکلا ٭

کفّارہ

۲

ہم نہیں کہہ سکتے کہ تجسّم کے بغیر گناہ دور نہ ہو سکتا تھا۔ ایسا کہنا شیطان کو خدا پر فتحمند کرنے کے برابر ہے۔ البتہ گناہ ایک بڑا ہولناک معاملہ ہے۔ ہماری توجہ اس کی طرف زیادہ رہتی ہے۔ اس کے ساتھ لڑنا ہماری زندگی کا ایک جزو اعظم ہے اس کے خوفناک نتائج کو دیکھ کر البتہ دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بغیر کسی خدائی قربانی کے ہم اس کے قبضہ سے چھوٹ نہ سکتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ انسان کا گناہ غیر محدود تھا اسلئے اس کا فدیہ بھی غیر محدود ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے گناہ ایک محدود شے ہے۔ ہمارے دل اور مرضیاں بھی محدود ہیں۔ اسلئے ہمارے گناہ کا بوجھ خدا کی خدائی کے ساتھ تل نہیں سکتا۔ ہمارے گناہ کا بوجھ خدا کی خدائی کے ساتھ ہموزن نہیں۔ اگر خدا کی غرض صرف اتنی ہوتی کہ گناہ کو دور کرے تو اس کے لیے اس کام کو پورا کرنا بغیر اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجے ممکن تھا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ تجسّم کا عظیم الشان وزن اپنے نتائج اور اغراض میں اس چھوٹی غرض سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس سے خدا نے زیادہ بڑے نتیجے پیدا کئے ہیں۔ تجسّم کا ارادہ خدا کی مرضی میں آدم کے گناہ کے بعد نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ یہ اُس کے ابتدائی اور ازلی ارادے کا جزو اعظم تھا۔

کلام کا تجسّم اور مسیح کی موت گناہ دور کرنے کے علاوہ اَور بڑی بڑی برکتیں ہمارے واسطے مہیا کرتی ہیں۔ تجسّم کے ذریعہ سے خدا اور اس کی مخلوقات کے درمیان ایک نیا اور پہلے کی نسبت زیادہ اعلیٰ رشتہ اور تعلق پیدا ہوا ہے۔ اُلوہیت اپنی مخلوقات کے ساتھ مل گئی ہے۔ خدا کا وہ انکشاف جو مسیح کی زمینی زندگی پر غور کرنے سے

ہمیں حاصل ہوتا ہے پہلے انکشاف کی نسبت بدرجہا صاف ہے۔ ہم سمجھ نہیں سکتے کہ ایسا صاف انکشاف ہمیں اور کس طرح سے حاصل ہونا ممکن تھا۔ مسیح کی زندگی نے آدمی کو نہ فقط اس کی ابتدائی حالت پر بحال کیا ہے بلکہ اس کا درجہ کہیں زیادہ اونچا کر دیا ہے۔ گو ابتک ہم اس مرض میں مبتلا ہیں جو آدم کے گناہ سے پیدا ہوا تاہم مسیح کے ذریعہ سے ہم خدائی میں وہ دخل پا سکتے ہیں جو آدم کے واسطے ممکن نہ تھا۔ مسیح اپنی انسانیت کے سمندر میں انسانیت کے سب دریاؤں کو جمع کر کے (اور انسان کے ساتھ باقی عالم بھی مسیح میں جمع ہوتا ہے) اس کو یعنی انسانیت کو وہ یگانگت اور اتحاد بخشتا ہے کہ اور کسی طریقہ سے اس کا پیدا ہونا خیال میں آ نہیں سکتا۔ مسیحی یگانگت مسیحی اتحاد اور مسیحی مضبوطی اس یگانگت اتحاد اور مضبوطی سے بدرجہا بڑی ہے جو گناہ میں پھنسنے سے پیشتر آدم میں دکھا سکتے تھے ✢

پس کیا ہم کہیں کہ یہ برکتیں ہمیں حاصل نہ ہوتیں اگر ہم گناہ نہ کرتے۔ کیا نافرمانی فی الحقیقت تمام برکتوں کا سرچشمہ ہے۔ کیا خدا کا ابتدائی ارادہ انسان کی نسبت اُس کے موجودہ ارادے سے کمزور اور کم درجہ کا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اس زمانے میں جب گناہ نسل انسانی سے جدا ہو جائیگا ہم تجسّم کے لئے خدا کے زیادہ شکرگذار ہونگے اور اس کے پھلوں کو زیادہ شیریں پائینگے۔ تجسّم کا وقوع گناہ کے وقوع سے بدرجہا عظیم ہے۔ اور جب گناہ زائل ہو چکا ہوگا اس وقت بھی اس میں سے نئے نتیجے اور نئے مقاصد برآمد ہونگے ✢

مقدّس پولوس کی تعلیم اس رائے کی تائید کرتی ہے۔ وہ افسیوں کو لکھتا ہے کہ "جہان کی پیدائش سے پیشتر (اسلئے آدم کے گناہ سے پہلے) خدا نے ہم کو چن لیا اور اسلئے مقرر کیا کہ مسیح کے ذریعہ ہم کو اپنے لیپالک بنائے۔ اور کہ آخرکار اُس نے اپنی مبارک مرضی کے مطابق اپنے ارادے کا بھید ہم پر کھولا جس ارادے کو اس نے مسیح میں معین وقت پر پورا کرنے کے لئے باندھا" یعنی خدا نے اپنا کامل ارادہ ہماری نسبت ظاہر نہ کیا۔ جبتک کہ معین وقت آنہ پہنچا۔ آگے پولوس بیان کرتا ہے کہ وہ ارادہ کیا تھا "سب

چیزوں کو مسیح میں جمع کرنا۔ اُن کو جو آسمان پر ہیں اور اُن کو جو زمین پر ہیں"۔ "مجھے جو سارے حقیر ترین مقدسوں میں حقیر ہوں یہ فضل عنایت ہُوا کہ میں غیر قوموں کے درمیان مسیح کی بیقیاس دولت کی خوشخبری دوں اور سب پر یہ بات روشن کروں کہ اس بھید میں شرکت کیونکر ہوتی ہے جو ازل سے خدا میں جس نے سب کچھ یسوع مسیح سے پیدا کیا پوشیدہ تھا"۔ خدا کا ابدی ارادہ" تھا کہ ہم کو مسیح میں اتحاد بخشے۔ یہ ارادہ دنیا کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا +

مسیح کا کفارہ خدا کے ارادوں میں جملہ معترضہ کے طور پر آ گیا جبکہ آدم گناہ کر بیٹھا۔ لیکن تجسّم کا ارادہ اصلی اور ازلی ارادہ تھا +

خدا کو انسان پر ظاہر کرنا مسیح کے کفارے کا جزو اعظم اور پہلا قدم ہے۔ کفارہ ایک قانونی معاملہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی اثر ہے۔ مسیح کے کفارے نے صرف گذشتہ گناہ کا بدلا ادا نہیں کیا بلکہ زمانہ استقبال کے لئے گناہ کو دور کیا ہے۔ زمانہ استقبال میں گناہ فقط اس حالت میں دور ہو سکتا تھا جبکہ انسان اس بات پر کمربستہ ہو جاتے کہ ہم گناہ سے کنارہ کش ہونگے۔ اور یہ ارادہ نوع انسانی میں فقط اس حالت میں پیدا ہو سکتا تھا جبکہ ان کا رشتہ اور تعلق خدا کے ساتھ درست کیا جاتا۔ یہ بات انسان کی اپنی بساط سے بہت بعید تھی۔ اس کی جدائی خدا سے بہت گہری ہو چکی تھی۔ بلکہ انسان کا خیال خدا کی نسبت بھی بگڑ چکا تھا۔ آدمی نے فرضی اور جھوٹے اور مصنوعی خداؤں کو پوجنا شروع کر دیا تھا۔ جس قدر انسان خدا سے علیحدہ ہوتا گیا اسی قدر اُس کے دل میں یہ خیال زیادہ پیوست ہوتا گیا کہ خدا میری مانند ہے (زبور ۵۰: ۲۱) بنی آدم بھول گئے تھے کہ خدا ہمارا باپ ہے +

مسیح نے اس کھوئے ہوئے اور بھولے ہوئے علم کو پھر جگایا۔ اور آدمی کو باپ کی طرف کھینچا۔ نبیوں نے اسی باپ کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن الفاظ کی تاثیر ایسی نہیں ہوتی جیسی کہ واقعی زندگی کی ہوتی ہے۔ مسیح کہہ سکتا تھا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے اس نے باپ کو دیکھا ہے +

پتھروں کی آواز

۲

ہم نے ماہ نومبر کے پرچے میں حیرت ظاہر کی تھی کہ اُن قدیم میخ نما حروف کو کس نے اور کس طرح پڑھا ہوگا۔ آج ہم مختصر طور پر اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرینگے۔ تاکہ جن عجیب حالات نے ہماری حیرت کو فرو کیا اور جو ہم کو نہائت دلچسپ اور خدا کی پروردگاری کے یقینی ظہور معلوم ہوئے ہیں ہمارے مسیحی برادران پر بھی ظاہر ہوں +

موجودہ صدی میں دو باتیں ایسی دریافت ہوئی ہیں کہ جن کے باعث یہ زمانہ تواریخ میں ہمیشہ تک یادگار رہیگا۔ اول قدیم اسور اور بابل کا کھنڈرات میں سے اُٹھا کھڑا کرنا اور دوم ملک مصر کے قدیم نوشتوں کے حروف تہجی قائم کرنا۔ قریب دو سو سال تک یورپ کے عالم ملک فارس کے شہر ہرسی پولس کے کھنڈرات میں سر پٹکتے رہے۔ لیکن اُس کے قدیم حروف میں سے ایک کا پتہ بھی نہ لگا۔ یہ حروف زینوں اور عمارات پر کثرت سے منقش تھے۔ صورت میں نہائت عجیب یعنی تیر کی طرح زاویہ نما ہیں۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں ایک شخص نے اِن کتبوں کو نقل کرکے شاہ ڈنمارک کی امداد سے مشتہر کیا۔ مدت تک اِن کے حروف شناخت کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں ملک جرمنی کے ایک جوان طالب علم کو یہ کتبے اپنے شہر کی یونیورسٹی کے کتب خانے میں دستیاب ہوئے۔ ہرسی پولس کے چند کتبوں سے جو مروجہ حروف میں تھے یہ دریافت ہو چکا ہوا تھا کہ شاہانِ متقدمین کے القاب مقررہ الفاظ میں قلمبند ہوا کرتے تھے۔ مثلاً زید شاہِ عظیم شہنشاہ ابن بکر شاہِ عظیم شہنشاہ الخ۔ اس سے اُس جوان کو یہ خیال گذرا کہ ان تیر نما حروف میں وہی یا اُسی قسم کے القاب و آداب کے فقرے

ضرور مروج ہونگے۔ یہ سوچکر اُس نے ان قدیم کتبوں کے نقوش میں سے دو کتبے جو وہ بادشاہوں کے حالات معلوم ہوتے تھے اُٹھا لئے اُن میں ہر ایک پر اس قسم کے الفاظ موجود تھے۔

اَ شاہِ عظیم شہنشاہ ابن بَ شاہِ عظیم شہنشاہ۔

بَ شاہِ عظیم شہنشاہ ابن جَ

بَ کا نام دوسرے کتبے میں درج تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اول کتبے میں بَ اَ کا باپ تھا اور دوسرے میں جَ کا بیٹا۔ لیکن بظاہر ان تین ناموں میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ کون بادشاہ تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کیونکر درحالیکہ ایک حرف اُٹھانا بھی ناممکن تھا۔ لیکن عقل خداداد کی آنکھیں بہت دور تک دیکھ سکتی ہیں۔ کیا ہمارے ناظرین میں سے کسی کو مندرجہ بالا کتبے میں جَ کے متعلق کوئی نئی بات سوجھی ہے؟ ہاں اُس میں ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ اُس کے ساتھ کوئی شاہی القاب استعمال نہیں کئے گئے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جَ خود بادشاہ نہ تھا لیکن اس کا بیٹا بَ اور اُس کا پوتا اَ تخت نشین ہوئے۔ اس لئے اس خاندان کا شروع کرنے والا اول بادشاہ بَ تھا۔ اب تواریخی لیاقت کا کام باقی تھا۔ ھرسی پولس شاہانِ فارس کے ایام سلطنت میں تعمیر ہوا تھا اور اس سلسلے کا بانی شاہ خورس تھا۔ کیا اس کتبے میں بَ شاہ خورس کا نام تو نہیں؟ نہیں۔ کیونکہ خورس کے والد اور فرزند دونو کا ایک ہی نام تھا۔ لیکن کتبے میں اَ اور جَ مختلف صورت رکھتے تھے۔ اسلئے یہ خورس نہیں ہو سکتا۔ اب کسی اور بانی خاندان کی تلاش کی گئی۔ تواریخ کے رو سے دارا اس قسم کا بادشاہ تھا۔ چنانچہ دارا کا باپ بادشاہ نہ تھا اور اُس کا بیٹا شیرشاہ بادشاہ بنا اور ایک مختلف اور نیا نام رکھتا تھا۔ اس لئے بَ کا شاہ دارا ہونا ممکن ثابت ہو گیا۔ اب اُس جوان نے ان ناموں کو فارسی زبان میں فرض کر کے اُن کے حروف کا مقابلہ کیا اور چند مشابہ حروف کو دریافت کر کے قائم

کرلیا۔ اس طرح پر ان تیرنما حروف کی شناخت میں اول قدم رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۸۳۶ء
تک اور حروف دریافت کرنے میں خاطرخواہ ترقی نہ ہوئی۔ لیکن عالموں کو اسکی کلید
کا سُراغ مل چکا تھا اور یہ از مدت تک سربستہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ہمتِ مرداں مدد خدا۔
اب محققوں اور عالموں کی عرقریزی کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے کہ ہم اسور اور بابل کے قدیم حالات
کو یقینی طور پر معلوم کر سکتے ہیں +

مصر کے تصویری حروف کا دریافت کرنا ان بابلی تیرنما حروف سے کم مشکل
نہ تھا۔ لیکن یورپ کے عالموں نے خدا کی مدد سے ان کو بھی پڑھ لیا ہے سَو سال
پیشتر ازیں مصر ایک گمنام خطہ تھا۔ سیاحوں نے ملک کے بہت سے حالات قلمبند کئے
تھے۔ لیکن ان سے کوئی مفید مطالب یا دلچسپ نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ ۱۷۹۸ء میں ایسا
واقع ہوا جس نے یورپ کے عالموں کی عنانِ توجہ اس ملک کی طرف پھیری۔ شاہ
نپولین نے اس سال میں مصر پر چڑھائی کی اور اس کا ارادہ تھا کہ سکندر اعظم کی
طرح ممالک کو تسخیر کرتا ہؤا ہندوستان کی طرف بڑھے اور اُس کو انگریزوں کے
ہاتھ سے فتح کر لے۔ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہؤا۔ لیکن خدا نے اس بیش
قیمت موقعہ پر اپنی پروردگاری عجیب طور پر ظاہر کی۔ فرانسیسی علما کی ایک بڑی
بھاری جماعت اس مہم میں شاہ نپولین کے ہمراہ ہو لی۔ مصوروں نے قدیم مصر
کی عماراتِ عظیم کے نقشے نہایت صفائی کے ساتھ کھینچے اور علم ادب کے مشاقوں نے
اُن عمارات کی عظمت کو ایسی وضاحت سے بیان کیا کہ تمام یورپ دنگ ہو گیا۔
اس عالمگیر حیرت کا ایک نتیجہ یہ ہؤا کہ اُن قدیم عمارات کے نوشتوں کو مطالعہ کرنیکا
شوق بہتوں کے دل میں گدگدانے لگا۔ شاید ناظرین نے سُنا ہوگا کہ ان مصری
نوشتوں کے حروف پرندوں اور حیوانات اور دیگر مختلف اشیا کی تصویروں کی
صورت میں ہیں۔ ان حروف کو دریافت کرنا ایک نہایت دقیق معما تھا۔ کیا کوئی

مُردوں میں سے اُٹھ کر اُن تصاویر کا راز کھولیگا نہیں۔ خدا نے اَور سامان تیار کر رکھے تھے۔ ۱۷۹۹ء میں چند فرانسیسی سپاہی شہر روزٹا میں ایک قلعہ کی بنیاد کھود رہے تھے۔ وہاں اُن کو ایک پتھر دستیاب ہوا جس پر تین زبانوں میں کتابہ لکھا تھا یعنی قدیم تصویری حروف میں اور اُس کے بعد کے مصری حروف میں جن کو ڈیماٹک یعنی جمہور کے حروف کہتے ہیں اور سب سے نیچے یونانی ترجمہ تھا۔ چونکہ یونانی حروف کا پڑھنا چنداں دشوار نہ تھا اُس سے معلوم ہوگیا کہ یہ کتبہ شاہ طالمی ایپفنی کی سالگرہ پر مصری کاہنوں کی ایک تجویز کا مسودہ تھا کہ شاہ موصوف کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے باعث ایک روز تعطیل عام کے لئے مقرر کیا جائے۔ اسی قسم کا ایک اَور کتبہ مصر کے جنوب میں فلائی نام مقام پر دستیاب ہوا جس میں اوّل الذکر کتبہ کی طرح تین قسم کے حروف مندرج تھے یہ کتبہ ملکہ کلیوپیٹرا کی سالگرہ کی یادگار میں لکھا گیا تھا۔

اب ان ہر دو نوشتوں کا مضمون تو سمجھ میں آگیا لیکن حروف کیونکر قائم کئے جائیں۔ یہ بڑا مشکل سوال تھا اور عالم اپنی اپنی من گھڑت رائیں اور خیالات پیش کرنے لگے۔ اٹھارھویں صدی کے آخری حصے میں کسی نہ کسی طور سے یہ تو دریافت ہوگیا تھا کہ اِن نوشتوں میں تصاویر خیالات یا جُملے نہیں بلکہ حروف ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ شاہان اور رانیوں کے اسماء بیضوی خطوط میں محدود ہُوا کرتے ہیں۔ مدّت تک اس سے آگے کوئی عالم قدم نہ بڑھا سکتا تھا۔ اب روزٹا اور فلائی کے کتبوں نے عالموں کو پھر امید دلائی کہ پتھر اپنے اندرونی راز افشا کر دینگے۔ ۱۸۰۲ء میں روزٹا کے کتبے کا نقش بڑے بڑے زباندانوں کے پاس بھیجا گیا۔ بہتوں نے اپنے اپنے خیالات مشتہر کئے لیکن کوئی شخص درست اور یقینی طور پر ان حروف کو پڑھ نہ سکا۔ یورپ میں اس کتبے پر عجب گڑبڑ مچ گیا۔ اس شور و طوفان کے درمیان فرانس کے کسی گمنام کونے میں ایک شخص چمپولین نام جو قدیم مصری زبان میں ماہر تھا اس کتبے پر غور و فکر کرنے لگا

اُس نے سوچا کہ یونانی تحریر کا ترجمہ مصری زبان میں کرنا ممکن ہے لیکن طالمی یا کلیوپٹرا ناموں کا کوئی ترجمہ ہو نہیں سکتا۔ اس کنجی کو لے کر اُس نے اس قفل کو کھولنے کی کوشش کی۔ اُس نے روزیٹا اور فلائی دونو کتبوں میں طالمی اور کلیوپٹرا ناموں کے حروف کا مقابلہ کر کے جو جو حروف اُن دونو میں مشابہ اور مشترک تھے قائم کر لئے۔ اس طرح اور ناموں کو لیکر اُس نے بہت سے حروف معلوم کر لئے۔ نو سال تک یہ بہادر شخص کمال جانفشانی سے قدیم مصری کتبوں کے پڑھنے میں مشغول رہا۔ آخر ایک بڑے سخت بخار میں مبتلا ہوا لیکن اُس کی ثابت قدمی قابل تحسین ہے۔ مرتے دم تک اپنے بھائی کو اس زبان کی صرف و نحو تحریر کراتا رہا۔ اُس کے انتقال کے بعد ہر سال قدیم مصری نوشتوں کے پڑھنے میں ترقی ہونے لگی اور آج کے دن ہم قدیم مصر کے حالات سے ایسے واقف ہو گئے ہیں کہ گویا ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ۔

ان قدیم نوشتوں کے پڑھنے سے وہ وہ باتیں معلوم ہوئی ہیں جن کا کسی تواریخ میں ذکر نہیں ہے۔ اور کتاب مقدس کے بیانات کی پورے پورے طور پر تصدیق ہو رہی ہے اس کا مختصر بیان آئندہ کسی وقت کرینگے ۔

خدا اپنے مخاطبوں کے ساتھ ایسے طور پر اور ایسے فقروں میں کلام کرتا ہے جس کو وہ بخوبی سمجھ سکیں۔ داؤد کو جو چوپان تھا۔ اُس نے اپنے لوگوں کا چرواہا مقرر کیا۔ ستارہ شناس مجوسیوں کی ایک ستارہ کے وسیلے سے بیت اللحم میں مسیح کی طرف ہدایت کی۔ جو لوگ کفرناحوم میں روٹی کے لئے مسیح کے پیچھے دوڑے گئے اُس نے اُن کو روحانی روٹی کا بیان سنایا۔ کنوئیں پر سامری عورت کو نجات کے پانی کی خوشخبری دی ۔ (ڈون)

مسیحی شہادتیں

مسیح کا جی اُٹھنا

نمبر ۶

(۲) دھوکا خواہ وہ نظر میں ہو خواہ کانوں میں ایک قسم کا مرض ہوتا ہے۔ اور یہ مرض یا انسان کے جسم میں ہوتا ہے یا اُس کے مارل نیچر یعنی اُس حصے میں جس میں نیکی اور بدی کی شناخت اور تمیز ہوتی ہے۔ جن اشخاص کی طبع یا جسم میں اس قسم کی بیماری ترقی کر جائے وہ آخرکار دیوانے ہو جاتے ہیں۔ لیکن رسولوں کی باقی زندگی اور چال چلن میں ہم اس مرض کا کوئی نشان یا اثر نہیں پاتے۔ البتہ مقدس پولس کسی جسمانی کانٹے کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا اشارہ کسی دردناک مرض کی طرف ہے جسے سہنے پر وہ مجبور تھا۔ تاہم باوجود اس کانٹے مرض یا رکاوٹ کے وہ تیس برس تک کمال استقلال و محنت کے ساتھ تمام شائستہ دنیا میں اپنا مقرری کام کئے گیا۔ وہ رات کے وقت ہاتھوں سے محنت کر کے دن کے لئے خوراک پیدا کرتا تھا۔ اور دن کے وقت اس بوجھ کو جسے مسیح مصلوب نے اس کے کاندھے پر رکھ دیا تھا۔ اُٹھاتا تھا۔ یہانتک کہ قیصر کی تلوار نے اس کے سر کو جسم سے علیحدہ کر دیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس شخص کی زندگی میں وہم کے مرض کا کوئی نشان بتاؤ۔ اس کی کسی بات کسی کام کسی خیال کسی ارادے میں وہم دکھاؤ۔ اس کے خیالات ایسے مستقل اور مضبوط اور صاف ہیں کہ شاید ہی کسی تندرست کے ہوئے ہونگے۔ شائد کوئی کہے کہ دمشق کی سڑک کی رویا ایک وہمی رویا تھی۔ اس کا کیا ثبوت ہے۔ اس رویا کا حال پڑھو۔ وہ وہم نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ ایک حقیقی معجزہ تھا۔ کون پولس کو دیوانہ کہہ سکتا ہے۔ اس کے خطوط کو پڑھو۔ اگر یہی دیوانگی ہے تو کاش ہم سب پولس کی طرح دیوانے ہو جائیں۔ فقط پولس نے دمشقی رویا نہیں دیکھی۔ اس کے ساتھیوں نے بھی آواز سنی اور

[illegible] سکے۔ انہوں نے کبھی [illegible] اس شخص کی [illegible] روشنی
بھی [illegible] سکیگے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ سب باتیں مکر اور بناوٹ ہیں تو ہم زیادہ
[illegible] کلام نہ کرینگے۔ یہ باتیں مکر اور بناوٹ نہیں ہو سکتیں۔ انہوں نے دنیا کو
بدل ڈالا ہے۔ اس میں زور ہے [illegible] کی صداقت اور آوازتے جو اُن کو
جھوٹ یا بناوٹ کہے وہ خود جھوٹا [illegible] ہے ❊

علاوہ ازیں پطرس اور باقی شاگرد تیس برس سے لیکر ساٹھ برس تک زندہ
رہے۔ ان برسوں میں کسی نے ان کی عقل اور دماغ کی روشنی پر شک نہیں کیا۔
اپنی موت کے وقت وہ قریباً باقی [illegible] دنیا میں [illegible] ان کی عقل
اور استقلال کا نتیجہ تھے۔ مقدس پطرس کی بابت یہی تحقیق معلوم ہے کہ وہ
۶۴ء کے قریب روم میں شہید ہوا۔ اس نے تیس برس محنت کی۔ کیا یہ طویل محنت اس
کے دماغ کی روشنی کا ثبوت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے اس کی تحریر ہمارے پاس
موجود ہے۔ اس کو پڑھکر دیکھو۔ کیا وہ دیوانے یا ناقص دماغ والے کا کلام ہے؟

(۳) لیکن فرض کرو کہ ہم مان لیویں کہ دیگر رسولوں کی حالت میں مسیح
کا ظہور اُن کے دماغ کے فتور کا نتیجہ تھا۔ ان کا دماغ خراب تھا۔ ان کی آنکھیں چندھیائی
ہوئی تھیں۔ ان کے کان بھی کمزور تھے۔ دیگر نے خیال کیا کہ ہم نے خداوند کو
دیکھا ہے۔ حالانکہ خداوند کا پتہ بھی نہ تھا۔ لیکن کیا مریم مگدلینی۔ پطرس۔ یوحنا
یعقوب۔ [illegible] شاگرد جو اماؤس کو جا رہے تھے اور دو گھنٹے اُس کے ساتھ باتیں
کرتے رہے۔ کیا ان سب کے دماغ میں فتور تھا۔ کیا بارہ کے بارہ دیوانے تھے
[illegible] بڑا شکی آدمی تھا۔ کیا وہ بھی دفعتاً دیوانہ ہو گیا۔ اور باوجود اپنی طبیعت کی
[illegible] مان لیا کہ میں نے خداوند کو دیکھا ہے۔ حالانکہ [illegible] تھا
[illegible] کا سوال محققانہ سوال تھا۔ لیکن اس کی تحقیق [illegible] کا قائل ہو گیا [illegible]

تھی جس نے اس نبی کے دل میں سچا ایمان ڈالدیا۔ اگر اس نے فی الحقیقت
خداوند کو دیکھا نہ ہوتا تو وہ کبھی ایمان نہ لاتا۔ لیکن فرض کرو ہم یہ بھی مان لیں کہ
عورتوں نے کبھی دھوکا کھایا اور مسیح کی ایک [illegible] صورت دیکھی۔ کیا ان پانسو
آدمیوں کا بھی یہی حال تھا جن کی بابت لکھا ہے کہ انہوں نے خداوند کو دیکھا۔
پانسو آدمی بیہوش ہوگئے پانسو آدمی [illegible]
مسیح قبر میں پڑا ہوا تھا۔ وہ اس کی صورت [illegible] نہیں [illegible] بلکہ وہ اس کی
باتیں سنتے ہیں اور وہ اُن سے وداع ہونے کے کلمات کہتا ہے اور وہ پانسو
ان الفاظ کو سُنکر اس کے فی الحقیقت زندہ ہونے پر گواہی دیتے ہیں۔ کیا کوئی ڈاکٹر
ہے جو ایسی دیوانگی یا بیہوشی کا بیان کرسکے ٭

(۴) ایک اور امر غور طلب ہے۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی شخص کو وہمی اور فرضی
صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ تو وہ صورتیں اس شخص کے دلی خیالوں خوف یا امید
کے ساتھ ایک ضروری اور ظاہری تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن یہ قاعدہ رسولوں کی حالت
میں پورا نہیں ہوتا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ رسولوں کے دل میں امید تھی کہ وہ مُردہ
جسم جس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کفنا کر قبر میں رکھا تھا پھر زندہ ہو جائیگا
جب عورتوں نے اُن سے کہا کہ مسیح مردوں میں سے اُٹھا ہے تو اُنہوں نے
ان عورتوں کو دیوانہ سمجھا۔ یہ عورتیں بھی قبر پر اس امید سے نہ گئی تھیں۔ وہ
فقط خوشبویاں لیکر گئی تھیں تاکہ لاش پر ملیں۔ ان کے دل میں یقین تھا۔
کہ وہ مُردہ ہے اور مردہ ہی رہیگا۔ مریم مگدلینی خاص اسی غرض سے قبر پر
گئی تھی۔ پس ہم یقین کرسکتے ہیں کہ جس بات کی دل میں بڑی خواہش محبت
اور قوی امید ہوتی ہے وہ کبھی کبھی ایک فرضی صورت میں ہمیں نظر آتی ہے
لیکن ایسی کسی بات کا دکھائی دینا جو مطلق خیال اور امید سے باہر ہے۔

جس کا مطلق یقین ہی نہیں - یہ ذرہ قیاس سے باہر ہے اور یہ بیان مخالف کو بالکل کام نہیں دے سکتا ۔

جو امید رسولوں کے دل میں تھی وہ یوں بیان ہو سکتی ہے - وہ سمجھتے تھے کہ مسیح بڑے جلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہوگا بموجب ان الفاظ کے جو اس نے خود کہے تھے کہ "میں باپ کے پاس جاتا ہوں" - اسی خیال کے مطابق تائب چور نے کہا تھا کہ اے خداوند جب تو اپنی بادشاہت میں آئے مجھے یاد کیجئیو - یعنی جب تو مسیح بادشاہ ہو کر آسمان سے نزول کریگا - یہی خیال رسولوں کے دل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے وہ یقین نہ کر سکے کہ خداوند مردوں میں سے زندہ ہوا ہے - ان کا خیال تھا کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا - اور اسی غلط امید کو دور کرنے کے لئے شاید خداوند نے مریم مگدلینی سے کہا کہ "میں ابھی تک اپنے باپ پاس نہیں گیا" - جبکہ رسولوں کے دل میں مسیح کے آسمان سے ظاہر ہونے کی کامل امید تھی تو چاہئے تھا کہ وہ یہ بات دیکھتے یا ایجاد کرتے کہ ہم نے خداوند کو آسمان سے نازل ہوتے دیکھا ہے - ایسے نزول کو مردوں میں سے جی اٹھنے سے کیا تعلق - کہاں آسمان سے جلال کے ساتھ نازل ہونا اور کہاں ایک کمزور جسم کو لیکر قبر سے نکل آنا ۔

لیکن شائد کوئی کہے کہ شاگردوں کو مسیح کی پیشینگوئی جو اس نے اپنے جی اٹھنے کی نسبت کی تھی یاد تھی - ہم مان لیتے ہیں کہ شاگردوں کو وہ پیشینگوئی یاد تھی اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ مسیح نے پہلے سے کہدیا تھا کہ میں مارا جاؤنگا اور پھر زندہ ہو جاؤنگا - اور جب مخالف نے اتنی بڑی بات جو معجزے کا درجہ رکھتی ہے مان لی - تو اس کو اس پیشینگوئی کے پورا ہونے میں بہت شک نہ لانا چاہئے جو شخص ایسی پیشینگوئی کر سکے اگر وہ مردوں میں سے جی اٹھے - تو چنداں جائے تعجب نہ ہونی چاہئے ۔

مخالفوں نے مسیح کی قیامت کو جھٹلانے کیلئے ہر طرح کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ آخری کوشش اس امر میں چند جرمن فیلسوفوں کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مسیح جسم کے ساتھ زندہ نہیں ہؤا۔ فقط اُس کی روح نے بعد عالم ارواح میں داخل ہونے کے شاگردوں کی روحوں پر کوئی ایسا اثر ڈالا کہ جس سے وہ اس کو زندہ سمجھنے لگے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ ہمارا اُستاد معدوم نہیں ہو گیا۔ بلکہ کہیں موجود ہے۔ اس اثر اور اس خیال سے ان کے دلوں میں ہمت پیدا ہوئی اور وہ دلیری سے یہ نیا مذہب پھیلانے لگے۔

یاد رہے کہ مخالف قیامت کا انکار اسلئے کرتے ہیں کہ معجزوں کو وہ ماننا نہیں چاہتے۔ لیکن کیا روح کا غیبی اثر معجزے کا مرتبہ نہیں رکھتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو معجزے کا انکار کرتے ہیں روحوں کے غیر محسوس اثر کے قائل ہو سکتے ہیں۔ جب کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ عالم محسوسات کے علاوہ ایک دوسرا عالم یعنی عالم روحانی بھی ہے تو پھر اُس کو معجزے کے ماننے میں کیا دقت ہے یسوع کی روح شاگردوں کی روحوں کو دکھائی دی۔ یسوع کی روح نے اُن کے سامنے کھایا اور پیا۔ ہم کیوں نہ مان لیں کہ یسوع فی الحقیقت مُردوں میں سے جی اُٹھا۔

لیکن ایک بڑی مشکل باقی ہے۔ فرض کرو مسیح زندہ نہیں ہؤا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اُس کی لاش کو کیا ہؤا۔ یا تو اُس کو شاگرد چرا لے گئے۔ اور یا وہ یہودیوں کے پاس رہی۔ اگر اُس کو شاگرد چرا لے گئے اور باوجود جاننے کے کہ وہ مردہ ہے انہوں نے اس کی قیامت کی منادی کی تو ظاہر ہے کہ وہ بڑے فریبی تھے۔ فریب کا الزام اور امکان ہم پہلے پوری طرح رفع کر چکے ہیں پس یہ ممکن نہیں کہ لاش کو شاگرد چرا لے گئے ہوں لیکن اگر لاش یہودیوں کے پاس تھی تو پھر انہوں نے رسولوں کی منادی کو کیوں نہ جھٹلایا۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ یہودی سردار رسولوں کے بڑے دشمن تھے اور ہر طرح سے کوشش کرتے تھے کہ اُن کے کام کو روکیں۔ وہ اُن کو قید کرتے کوڑے مارتے اور دھمکاتے تھے۔ لیکن جبکہ لاش ان کے پاس تھی تو فقط اتنا کافی ہوتا کہ کہدیتے کہ لاش تو قبر میں پڑی ہے۔ تم کیسی قیامت کی منادی کرتے ہو۔ کیا اس حکمتی متعصب گروہ میں اتنی بھی عقل نہ تھی۔

نُعمان سُریانی

اُن تواریخی قصّوں میں سے جن کو اوائل عُمر سے سنتے سنتے ہمارے کان عادی اور مانوس ہوگئے ہیں نعمان سبروص کا قصہ ہے۔ بار بار سننے سے اس کی لطافت اور خوبی کم نہیں ہوتی۔ اس میں ہمیشہ وہی بہادر نعمان مبروص ہمارے سامنے بیٹھے ہیں وہی اسیر چھوکری وہی بزرگ الیشع نبی وہی ایلچی جیحازی۔ لیکن قابل غور ہے کہ اگر اس قصہ سے محض ایک کوڑھی کے شفایاب ہونیکا حال بتانا ہی مقصود ہوتا تو اسکو بقدر واضح طور پر لکھنے کی ضرورت نہوتی۔ تواریخ کی آڑ میں اس میں ہمارے لئے بہت سے قیمتی سبق چھپے ہیں۔ آؤ ان میں سے چند ایک کھولکر دیکھیں۔ اس قصے کا ہیرو شروع سے آخر تک نعمان ہے۔ کیسا بہادر سپہ سالار ہے۔ فوجیں اسکے سامنے ادب سے خم ہوتی ہیں۔ خود بادشاہ اسکی عزّت کرتا ہے۔ اسکا چہرہ شیر کی طرح خوفناک ہے لیکن افسوس کہ اسکو کوڑھ کی بیماری نے بدصورت کر رکھا ہے بیچارہ سیکڑوں نسخے آزما چکا ہے کوئی کارگر نہیں ہوا۔ بادشاہ نے بڑے بڑے حاذق حکیم طلب کرکے اسکا علاج کروایا ہے لیکن کوئی اس مرض کو رفع نہیں کرسکتا۔ قسمت کا مارا نعمان روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہے بادشاہ لاچار ہے اور اسکی مدد کرنا چاہتا ہے لیکن کوئی پیش نہیں چلتی۔ ایک روز نعمان کے گھر میں ایک چھوٹی اسیر چھوکری کہتی ہے کہ بی بی جی! میں نے اپنے ملک میں ایک بزرگ شخص کو دیکھا ہے جو ایسی بیماریوں کو پل بھر میں رفع کر دیتا ہے اگر ہمارا سردار اسکے پاس جائے تو ضرور شفایاب ہوگا۔ ہوتے ہوتے بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچتی ہے اور وہ نعمان کو اسرائیل کے ملک میں جانیکی اجازت دیتا ہے اور حتے المقدور اُس کی مدد کرتا ہے +

یہ بیان کیسا معنی خیز ہے۔ مریض عصیان اپنا سب کچھ خرچ کر چکا ہے اور کسی مذہب سے اُسکو صحت نصیب نہیں ہوئی۔ اب اُسکو ایک نجات دہندہ کی خبر ملتی ہے اور وہ فوراً اُسکی طرف روانہ ہوتا ہے۔ دیکھو نعمان نے اُس چھوکری کی بات پر ذرا بھی شبہ نہیں کیا۔ آجکل کیوں لوگ مسیح کے پاس نہیں آتے کیا یہی باعث نہیں کہ ان کو اپنے گناہوں سے تکلیف اور نفرت نہیں اور وہ نجات دہندہ کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔ جبتک انسان لاچار ہوکر اپنی خستہ حالت پر ماتم نہیں کرتا وہ نجات کی شیرینی کا تجربہ حاصل کرنے کیلئے تیار

نہیں ہے۔ وہ اسیر چھوکری ہمارے لئے جنکو نجات کی برکت حاصل ہے کیسا عمدہ نمونہ ہے وہ چھوٹی سی تھی۔ ہم
بھی چھوٹے سے چھوٹا مسیحی بھی دوسروں کے لئے نور ہو سکتا ہے۔ وہ گمنام تھی۔ دنیا اسکی بابت کچھ نہیں جانتی اور شاید
نعمان خود بھی اُسکی بابت بہت علم نہیں رکھتا تھا۔ وہ اپنے وطن سے دور اور اسیر تھی۔ اسی طرح پر ہم ہر چند گمنام
اور دنیا میں غریب الوطن ہوں اپنے گرد و نواح مسیح کی خبر پھیلا سکتے ہیں اور خواہ دنیا ہم سے ناواقف ہو خدا ہم کو اپنے
فرزندوں میں شمار کرتا ہے اُس لڑکی نے یہ نہیں سوچا کہ میں ایسی چھوٹی ہوں کون میری بات کا یقین کریگا میں یقیناً
اتنے بڑے بڑے آدمیوں کو سکھا نہیں سکتی ہوں۔ ہم میں سے بھی سب کے سب اُستاد نہیں ہو سکتے لیکن ہم سب
مسیح کی گواہ ہو سکتے ہیں۔ ہم اوروں کو بتا سکتے ہیں کہ مسیح نے میری رُوح کے لئے کیا کیا۔ تاثیر
بڑے بڑے الفاظ میں نہیں بلکہ راستی میں ہے ॥

اب دیکھو کہ آرام کا بادشاہ اس خبر کو کیونکر سمجھتا ہے۔ چھوکری نے ایک نبی کا ذکر کیا لیکن بادشاہ نے قیاس کیا کہ
اُس ملک میں شاہ اسرائیل سے اَور کون شخص بڑا ہوگا جو اسقدر کرامات کرنیکی طاقت رکھتا ہو۔ اِس وقت بھی
دنیا یہی سمجھتی ہے کہ خدا کے راز بڑے بڑے لوگوں کے پاس ہونگے حالانکہ غریب اور فروتن لوگ خدا دوست ہوتے ہیں
جو باتیں خدا داناؤں اور حکیموں سے چھپاتا ہے وہ نادانوں اور بچوں پر کھول دیتا ہے۔ خیر نعمان تحفے تحائف لیکر بڑے
تزک و احتشام کے ساتھ گھر سے چل پڑا اور شاہ اسرائیل کے پاس اپنے بادشاہ کا خط پہنچایا۔ اُس خط کے پڑھتے
ہی شاہ اسرائیل گھبرا گیا اور اُس نے قیاس کیا کہ شاہ آرام کوئی پولیٹکل چال کھیلتا ہے۔ دیکھو اسرائیل
میں ایک برا نبی ہے جس سے بڑے بڑے معجزے سرزد ہوتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسرائیل کو اسکی
کچھ خبر ہی نہیں۔ حالانکہ تھوڑا عرصہ پیشتر اسی نبی نے اسرائیل کے بادشاہ اور اُسکے ہمعصروں کو مواب پر عجیب فتح
دلوائی تھی۔ افسوس کہ بادشاہ کیسی جلدی بھول گیا کیا ہم شاہ اسرائیل کو احسان فراموش کہتے ہیں؟ ہم خود ہر روز کیا
کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنی آفرینش پرورش اور اس زندگی کی تمام نعمتوں کو قدرتی اسباب کا نتیجہ نہیں سمجھتے؟
اس شاہ اسرائیل کا اُس چھوٹی اسیر لڑکی کے ساتھ مقابلہ کرو۔ وہ اپنے سادہ مشاہدہ سے دوسروں کو فائدہ
پہنچا سکتی تھی اور یہاں ایک بڑا پادری بلکہ لاٹ پادری ہے جسکے احاطہ کے کسی گمنام کونے میں گویا مسیح
رہتا ہے لیکن اُس مرد مصلوب کے ساتھ اُس نے کبھی ملاقات نہیں کی۔ اے نعمان! تو یہاں کیوں حیران

کھڑا ہے۔ نبی شاہی محلوں میں نہیں رہا کرتے۔ اگر تجھے اپنا علاج کرنا مطلوب ہے تو بیت اللحم کی چرنی میں یا ناصرت کے بڑھئی کے ہاں چل۔ یہاں تجھے کچھ دستیاب نہ ہوگا +

"نعمان اپنی گاڑی گھوڑوں سمیت آیا اور الیسع کے گھر کے دروازے پر ٹھیرا"۔ یہاں ہر شخص کے لئے ہر وقت دروازہ کھلا ہے۔ کوئی درباں یہ کہکر روکنے والا نہیں کہ "اس وقت صاحب کو فرصت نہیں پھر آؤ"۔ الیسع اُسکو فوراً دریائے یردن کی طرف روانہ کرتا ہے۔ اے نعمان! تیرے مرض کا علاج اُسی چشمہ میں ہے جو کلوری سے جاری ہوا۔ اسی میں غوطہ لگا اور تو پاک صاف ہو جائیگا۔ تیری دمشقی نہریں تیرے کوڑھ کو صاف نہیں کرسکتیں

نعمان ملول خاطر ہوا کیونکہ علاج ایسا سادہ تھا۔ خدا کا شکر ہو کہ یہ علاج سادہ ہے ہر ایک گنہگار خواہ کیسا ہی خستہ حال کیوں نہو اس چشمہ میں غسل کرکے "خدا کا فرزند" بن سکتا ہے۔ ہاں یہ ایسا سادہ ہے کہ غریب اور بے علم بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں +

اب اس غسل کا نتیجہ دیکھو۔ لکھا ہے کہ "اُسکا (یعنی نعمان کا) بدن چھوٹے بچے کے بدن کی مانند ہو گیا" چھوٹے بچے کا بدن کیسا خوبصورت کیسا نازک اور کیسا تندرست معلوم ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خدا کی برکتیں کامل ہیں۔ جب وہ کسی کو شفا بخشتا ہے تو پوری صحت ہوتی ہے۔ جب وہ قرمزی گناہوں کو صاف کرتا ہے تو وہ برف کی مانند سفید ہو جاتے ہیں اور ارغوانی گناہ اُنکی طرح اُجلے۔ نعمان نہ صرف چنگا ہو گیا لیکن "پاک ہوا"۔ اگر ہم نے گناہوں کی مغفرت حاصل کرکے مسیح سے پاکیزگی کا انعام نہیں پایا تو کیا فائدہ کل پھر ہم اُسی خندق میں ہونگے جہاں سے نکالے گئے ہیں +

آخر میں نعمان کی دلی شکرگزاری کے اظہار کا بیان ہے۔ جو شخص پاک صاف ہو اُسکی زبان کیونکر خدا کی حمد کرنے سے رُک سکتی ہے۔ نعمان دنیا کے عمدہ تحفے نبی کو دینا چاہتا ہے لیکن نبی کی خوشی اسی میں پوری ہوئی کہ ایک بُت پرست شخص کو خدائے برحق کے قدموں میں لے آیا ہے۔ وہ شاہی انعام اور بڑی تنخواہ لیکر شادی کرنیوالا شخص نہیں۔ اُسکے سامنے خدا کی بادشاہت اور اُسکی راستبازی مقدم تھی اور باقی چیزیں خدا ضرور دیگا + اسکے بعد ہم نعمان کی نسبت آگے کچھ نہیں پڑھتے۔ یقین ہے کہ اُس نے اُس اسیر غریب الوطن چھوکری کی بہت قدر و عزت کی ہوگی۔ اور مرتے دم تک اُسکا احسانمند رہا ہوگا +

زندگی کا ہر ایک دن

ا

کہتا ہے دن مَیں تمہیں جو اے پیارو — شوق و رغبت سے اس کو تم سُن لو
ہے کہا یہ کسی ہُنروَر نے — کام جب تم لگو کوئی کرنے
ہے یہ لازم تمہیں بکرّ و فرّ — باندھ لو کَس کے پہلے اپنی کمر
میز پر کوئی رکھ لو گلدستہ — جس سے دل ہو تمہارا وابستہ
فائدہ اُس سے ہوگا یہ حاصل — پائیگا فرحت اُس کی بُو سے دل
دُور اک دم میں ہونگے رنج و ملال — ہونگے شیریں تمہارے سارے خیال
فائدہ اور ہوگا اُس کے سوا — کام ہو جائیگا وہ سب ہلکا*

شاید زندگی کا ہر ایک دن ایسا دلچسپ اور دلکش معلوم نہیں دیتا۔ جیسے بعض خاص خاص دن ہؤا کرتے ہیں۔ یہ کسی قدر دوبھر ہو جایا کرتا ہے۔ کوئی خاص امر اسے نامدار نہیں بناتا۔ اس کی پیشانی پر کوئی ستارہ درخشاں نہیں۔ یہ کسی خاص واقعہ سے منوّر نہیں۔ کوئی شریف یا بہادری کا کام اس کی تاریخ میں پایا نہیں جاتا۔ یہ زندگی کے کسی نئے تجربے۔ ہاں کسی نئی امید کسی نئی دوستی۔ کسی نئی خوشی اور کسی نئی کامیابی سے یادگار نہیں ٹھہرتا۔ غم نے بھی اسے نہیں چھیڑا کہ اسے اِن دنوں میں نشاندار بناتا جو رنج و غم کی یاد میں منسوب ہیں۔ یہ ایک عام معمولی دن ہے اور اس میں بھی وہی تکلیفیں وہی کام و فرائض اور وہی دھندے بکھیڑے پائے جاتے ہیں۔ جو پہلے کئی بار آ چکے ہیں +

پر سچ پوچھو تو ہر ایک دن ہی زندگی کا بہتر معیار اور پیمانہ ہے۔ خاص خاص موقعوں پر تو ہر ایک شخص بڑے بڑے کارنمایاں دکھا سکتا ہے۔ اتوار کے دن تو ہر ایک

دیندار بن سکتا ہے۔ دلکش سوسائٹی میں تو ہر ایک خوش وخرم نظر آتا ہے۔ لطیف تاثیرات سے تو ہر کوئی شیریں طبع بن جاتا ہے۔ کسی خاص کام کے لیئے تو ہر کوئی خود انکاری یا کسی خاص شوق وجوش کے وقت بڑی فیاضی کا کام کر سکتا ہے۔ ہاں زندگی میں دو ایک دفعہ تو ہر کوئی بڑی بہادری دکھا سکتا ہے ٭

یہ باتیں بڑی دلکش معلوم ہوتی ہیں۔ زندگی کے میدان پر یہ عرش رسیدہ چوٹیوں کی طرح دلکش دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن زندگی کے اعلےٰ وقتوں کی شاندار اور دلکش چیزوں کی نسبت اُس کا ہر ایک دن۔ اُس کی قدر اور سیرت کا سچا پیمانہ ہے اور اس امر کا پورے پورے طور پر پتہ دیتا ہے کہ زندگی کا اصل مدعا کیا ہے۔ کسی ایک بھاری فرض کے انجام دینے کی نسبت جو ایسا ضروری اور نمایاں ہو کہ خواہ مخواہ اپنی انجام دہی کے لیئے تحریک کرے عام معمولی ناز یں فرائض میں پُر دیانت ہونا جب کوئی اور شخص نہیں دیکھتا اور کوئی خاص امر روح کی تحریک نہیں کرتا بڑا مشکل امر ہے ۔کسی ایک سخت جنگ میں تو جس میں خاص بہادری درکار اور جس میں ہنوں کی بہبودی منحصر ہو بہادر بنتا بہت آسان ہے۔ پر ہر ایک دن کے اُن ہزاروں چھوٹے چھوٹے جنگوں میں جن میں ہتھیار پہننے کی بالکل ضرورت معلوم نہیں ہوتی جو ہر ہمت دکھانا ہر کسی کا کام نہیں۔ کسی بڑے بھاری اشتعال کے وقت جب اور لوگ موجود ہوں شیریں طبع اور خوش مزاج ہونا بہت آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ معمولی دنوں میں گھر یا کاروبار کی چھوٹی چھوٹی فکروں گھبراہٹوں۔ رنجیدگیوں اور لڑائیوں میں انسان شیریں طبع بنا رہے ٭

زندگی کا ہر ایک دن۔ انسان کے پبلک کاموں سے کئی درجہ بڑھکر اُس کی اصلی سیرت کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے بھی بہت لوگ ہیں جو خاص خاص موقعوں پر بڑے مُدبر۔ معزز۔ دانا اور فصیح معلوم دیتے۔ لیکن اپنے گھروں میں جہاں اُنہیں محبت اور شیریں مزاجی دکھانی چاہیئے۔ بڑے غصہ ور۔ زود رنج۔ نامعقول اور خود غرض

ہوتے ہیں۔ ایسی بھی بہت عورتیں ہیں جو سوسائٹی میں تو گویا تاروں کی طرح چمکتی ہیں گفتگو کرتی ہیں کہ گویا مُنہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ اخلاق ہیں کہ ہر ایک کو گرویدہ کر لیتی ہیں اور گویا مداحوں کے گروہ کا ایک مرکز بن جاتی ہیں۔ لیکن جو زندگی کے ہر ایک دن میں اپنے خانوادے کے سامنے بڑی یاوہ گو اور تلخ مزاج ہوتی ہیں۔ بیشک زندگی کا ہر ایک دن عظمت اور لطافت کے اُن دو تین گھنٹوں کی نسبت جو پبلک میں بسر کئے جائیں۔ اندرونی زندگی کا حقیقی آئینہ ہے۔

اس کے برعکس ایسے آدمی بھی بہت ہیں جن کا بازاروں اور محفلوں میں چرچا نہیں ہوتا اور جن کے نام اخباروں میں شائع نہیں ہوتے اور جو کوئی بڑے کام بھی نمایاں نہیں کرتے اور اُن کی زندگیوں میں کوئی عرش رسیدہ چوٹیاں بھی نہیں لیکن تو بھی اُن کی عمر کا ہموار میدان اپنی خوبصورتی اور محبت کی بار آوری میں بڑا زرخیز ہے۔ اسی طرح ایسی بہت سی عورتیں بھی ہیں جو سوسائٹی میں درخشاں نہیں ہوتیں۔ جن کی گول کمرے میں بڑی عزت و توقیر نہیں کی جاتی۔ جن کے پیچھے مداحوں کی کوئی گروہ نہیں لگی لیکن جو اپنی چُپ چاپ پُرامن دنیا میں اپنے روزانہ کام کو دیانت و وفاداری سے کرتی ہیں۔ جو بڑے صبر و تحمل اور بڑی خوشی اور بے غرض محبت اور فروتنی سے اپنے فرائض کو انجام دیتی ہیں۔ ہاں جو اپنے دل کی سچی پاکیزہ محبت کو مہنگ سولی خوشبوئی کی طرح اپنے اردگرد کے لوگوں پر اُنڈیلتی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان فرشتوں کی زندگی کا ہر ایک دن جس میں کوئی بڑا واقعہ وقوع میں نہیں آتا اور جس کی نہ ہی لوگ تعریف کرتے ہیں آسمان کی نظر میں روشن نہیں گو وہ اپنی کوئی یادگار پیچھے چھوڑ نہیں جاتے۔ سوائے ایک دُنیا کے جو اُن کی زندگیوں سے قدرے سُدھر گئی ہے۔

زندگی کے ہر ایک دن ہی میں دنیا کے بہتر سے بہتر کام انجام پاتے ہیں۔ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں بادلوں کو پھاڑ کر عرش تک پہنچتی ہیں اور ہر ایک آنکھ اُنکی طرف دیکھتی اور رنگ

تعریف کرتی ہے۔ لیکن یہ بڑی بڑی وادیوں اور میدانوں ہی میں ہوتا ہے کہ فصلیں بڑھتیں اور پھل لگتے ہیں۔ جن پر دُنیا کے کروڑوں لوگ جیتے ہیں۔ اسی طرح زندگی کے چند خاص خاص کاموں سے ہی وہ برکتیں نہیں آتیں جو دنیا کو بہتر۔ شیریں اور خوش بناتی ہیں۔ لیکن ہر ایک دن کے بیشمار چھوٹے چھوٹے کاموں ہی سے یہ برکتیں ملتی ہیں جو ساری زندگی کو مبارک بناتی ہیں ✦

۲- کسی صاحب عقل نے ہے کہا کہ جب کام ہو کوئی تکلیف کا
پراگندہ ہو جس سے تیرا دماغ ہو گل عقل کا جس سے بالکل چراغ
نہ ہو ختم لمبا بھی ہو اس قدر اور ہو اُس کے شکوں کا دل میں حذر
تو لازم ہے پھر تجھ کو یہ بر ملا کہ دے کھول کھڑکی کو گھر کی ذرا
درختوں کو تب دیکھ کر بیگماں پرندوں کی سُن اُن میں سے بولیاں
کہ خوش کرنے کو تیرے فرخندہ پے خدا نے سکھائے اُنہیں چہچہے

[illegible]

کسی نے کیا یہ کسی سے سوال کہ از بس ہے یہ میرے دل میں خیال
بتاؤ مجھے تم کوئی ایسا کام ہمیشہ رہے جس سے دنیا میں نام
تو ہنس کر یہ تب اُس نے اُس سے کہا فرائض کو اپنے کرو تم ادا

رفروتن دیانتداری کا ایک دلکش واقعہ۔ ایک مصنف نے یوں لکھا ہے۔ جزائر آرکنی میں مدت گذری کہ ایک ملاح کی جھونپڑی میں ایک چھوٹی سی لڑکی رات بھر چرخہ کاتتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو اُس کے باپ کی ایک کشتی گم نظر آئی۔ بعد تلاش اُس کے باپ کی لاش جھونپڑی سے آدھے میل کے فاصلے پر ملی۔ جو کشتی کے چٹان سے ٹکرانے کی وجہ سے غرق ہو گئی تھی ✦

لڑکی نے دستور کے موافق اپنے باپ کی ماتمداری کی اور اُسے دفنا دیا اور پھر

رات کو بتی کھڑکی میں رکھدی۔ تاکہ جو لوگ ظالم موجوں کی تھپیڑیں کھاتے ہوں۔ وہ روشنی دیکھ سکیں۔ وہ رات بھر کاتتی بیٹھی رہتی۔ اور جب بتی کی روشنی مدھم ہو جاتی وہ اُسے سنوار دیتی تھی بعد اُس کے موسم سرما کے پُرجوش طوفانوں میں۔ موسم گرما کے امن و امان کے وقت۔ دُھند۔ چاند کی روشنی اور سخت تاریکی کے دنوں میں کوئی رات بھی ایسی نہ گذری کہ اُس ساحل پر اُس چھوٹی بتی کی روشنی پائی نہ جائے۔ جتنا سُوت وہ پہلے اپنی معاش کے لیئے کاتا کرتی تھی۔ اب اُس کے علاوہ اتنا اَور کاتتی تھی۔ جس سے اس بتی کا خرچ بھی پُورا ہوجائے۔ ملّاح خواہ کتنی ہی دُور کیوں نہ چلے جائیں۔ اپنی رہنمائی کے لیئے اُس بتی کو ہمیشہ پانے کے یقین مند رہتے تھے کَون بتا سکتا ہے کہ اُس چھوٹی سی بتی سے جسے محبّت اور ولدادگی اور خودانکاری نے مہیّا کیا۔ کتنے دل خوش ہوئے ہونگے اور کتنی جانیں موت سے بچی ہونگی ۔

ان کروڑوں وفادار زندگیوں کی حکایت میں سے جنھوں نے انسان سے کبھی تعریف نہ پائی۔ یہ صرف ایک ورق ہے جو کام وہ کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک ہی نہیں ہوتے۔ لیکن اُنکی رُوح ایک ہی ہوتی ہے۔ یہ فروتن محبّت کی روشنی جلتی رکھتے ہیں جو اَوروں کی رہنمائی کرتی اور اُنہیں خوش و خرّم بناتی اور برکت دیتی ہے اپنی زندگیوں کی سادہ خوبصورتی۔ خودانکاری کے خاموش کاموں۔ اپنے خوشی بخش ایمان کے نمونوں اور اپنے پُرمدد ہاتھوں کی خدمت سے وہ اس غمناک دُنیا کے ایک چھوٹے سے حصّے کو چمکیلا اور خوش بناتے ہیں ۔

اگر ہم دنیا کی تاریخ میں سے اس کے بڑے بڑے کاموں کو گُم کردیں۔ تو ہمیں کچھ ایسا بڑا نقصان نہیں پہنچنے کا۔ لیکن لاکھوں کی معمولی زندگیوں کی وفاداری کے ہو جانے سے یہ دنیا بالکل سرد اور ویران ہو جائیگی ۔

زندگی کے ہر ایک دن کی برکت اور جلال کے ان نظاروں سے ہمیں سبق

سیکھنا اور خوش ہونا چاہیئے۔ہم میں سے بہت لوگ صرف عام اور معمولی کام ہی کر سکتے ہیں۔صرف چند لوگ ہی مشہور ہو سکتے ہیں۔کوئی کوئی ہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے اپنی عزت کی منادی کرا سکتا ہے۔زندگی بھر میں صرف دو ایک دن ہی تعریف کی روشنی سے منور ہو سکتے ہیں۔اس امر پر سوچ کرنے سے بیشک بڑی تسلی ملتی ہے کہ ہر ایک دن کی معمولی زندگی ہی خدا کی نظروں میں پسندیدہ اور بہتر ہے اور یہی دُنیا کو برکت دیتی ہے۔بہت لوگوں کو اس تحریک کی ضرورت ہے جو اس مکاشفے سے نکلتی ہے۔ممکن ہے کہ بڑے بڑے کلمونکا شور ہمیں دھوکا دے۔زندگی میں بعض اوقات غیر معمولی کاموں کی ایسی حد سے بڑھکر تعریف کی جاتی کہ ہم معمولی دنوں کو نظر حقارت سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔جن لوگوں کی زندگی کے دن برابر یکساں ہیں۔وہ زندگی کو جینے قابل ہی نہیں سمجھتے۔اگر وہ کوئی انوکھا اور عجیب کام کر سکیں تو یہ سوچنے لگ جاتے ہیں۔کہ اب ہماری زندگی شریف اور جینے قابل ہے۔لیکن وہ اگر اس امر کو محسوس کر سکیں کہ زندگی کی خوبی کا پیمانہ اُس کی اخلاقی قیمت ہے۔تو پھر وہ معلوم کر سکینگے کہ سادہ وفاداری کے لمبے سالوں میں جن میں کوئی خاص اور قابل یادگار کام نہ ہو کسی خاص دن یا ساعت کی غیر معمولی چمک سے زیادہ جلال پایا جاتا ہے ॥

خدا کی حفاظت اور مکاشفے کا ہر ایک دن اس کے معجزے کرنے کے دنوں سے بڑھکر ہے۔مسیح کے معجزے۔اُس کی شیریں زندگی۔سادہ تعلیم۔نیکی کی خدمت۔اُس کی ہمدردی۔اُس کے فکروں کی گہرائی۔اس کی تسلی اور مدد کی نسبت آدھے بھی برکت کا وسیلہ نہیں ٹھیرے۔اُن عجیب واقعات کی نسبت جو گویا خدا کے تخت ہی کو ظاہر کرتے معلوم دیتے ہیں۔اس کی روزانہ مشیت۔ہوا۔برف۔سردی اور گرمی اور اُس کی خوراک۔پوشاک۔خوبصورتی اور تسلی کے عطیے زیادہ بیش قیمت اور پُر جلال ہیں ॥

لوتھر نے زمانہ اصلاح کی ایک تاریک ساعت میں جبکہ بہادر سے بہادر بھی

تھرتھرا رہے تھے۔ ایک دن یوں لکھا۔ "میں نے پچھلے دنوں دو معجزے دیکھے۔ تم کوئی ایسی چیز سُننا چاہتے ہو۔ جو انوکھی اور حیرت انگیز ہو۔ کوئی بڑی روشنی آسمانوں میں درخشاں ہو۔ کوئی فرشتوں کی شریف فوج ظاہر ہو یا کوئی اور انوکھا وقوعہ ہو۔ لیکن تم صرف یہی سُنتے ہو۔ جب میں اپنی کھڑکی میں تھا۔ میں نے ستارے آسمان اور وہ بڑی پُرجلال فضا دیکھی۔ جن میں خداوند نے اُنہیں نصب کیا ہے۔ میں اُن ستونوں کو کہیں دیکھ نہ سکا۔ جن پر مالک نے اس بے پایاں محراب کو کھڑا کیا ہے۔ اور تو بھی آسمان گر نہ پڑے اور دوسرا معجزہ یہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ بادل ایک بڑے سمندر کی طرح میرے اُوپر حائل تھے۔ میں نہ تو اُس زمین کو دیکھ سکا جس پر وہ کھڑے تھے اور نہ ہی رسّوں کو جن سے وہ آویزاں تھے اور تو بھی وہ مجھ پر گر نہ پڑے ✦

اگر ہماری آنکھیں ہوتیں کہ الٰہی مشیت کے ہر ایک دن میں خدا کے جلال کو دیکھ سکتے تو اب کہ ہم تاریکی میں چلتے اور تسلّی پا نہیں سکتے۔ اُس وقت ہزار مرتبہ زیادہ تسلّی اور روشنی پاتے۔ ہر کہیں خدا کا جلال ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے پھول۔ معمولی سے معمولی گھاس کے تنکے اور شبنم کے ہر ایک قطرے میں وہ چمکتا ہے۔ وہ ہر ایک جھاڑی اور درخت میں جلتا ہے۔ وہ ہر ایک سورج کی شعاع اور گذرتے ہوئے بادل میں پایا جاتا ہے۔ ہر ایک روشن دن کی خوبی اور ہر ایک تاریک رات کی حفاظت اور سائے میں وہ ہمارے اردگرد پھرتا ہے۔ آہ۔ ہم میں سے کتنے کم اس جلال کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہم ہر روز الٰہی عجائبات میں سے گذر کرتے اور اکثر اس کی روشنی کو ذرا بھی دیکھ نہیں سکتے۔ ہم چلّاتے ہیں کہ خدا کی رویا ہم پر ظاہر ہو۔ حالانکہ ہماری آنکھیں اگر تھوڑی سی کھل جائیں تو ہم اپنے چاروں طرف خدا کے چہرے کو دیکھ سکیں۔ روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے خدا کی تلاش میں کئی ملکوں میں برسوں تک سفر کیا۔ لیکن بیفائدہ۔ اور پھر جب گھر واپس آکر اُس نے اپنے روزانہ فرائض کو بخوبی انجام دینا شروع کیا تو خدا اس پر ظاہر ہؤا اور یوں ثابت

کیاکہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ تھا ۔

زندگی میں ہر ایک جگہ جلال ہے۔ صرف اگر ہماری آنکھیں ہوں کہ ہم اُسے دیکھ سکیں۔ حقیر سے حقیر کام میں بھی شریف ترین زندگی بسر کرنے کی گنجائش ہے۔ معمولی زندگی میں بھی بڑی بڑی بہادریاں دکھانے اور فرشتوں سے بڑھکر خدمتیں کرنے کا موقع ہے۔ دن تو بہت ہیں۔ یہ اب ہمارا کام ہے کہ ہم انہیں خوبصورت اور دلکش بنائیں اور انہیں زندگی سے بھر دیں۔ ہاں صبح اُٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ چلنا پھرنا۔ کام کرنا اور سو جانا زندگی کو جینے قابل بنانے کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ چاہئے کہ ہم زندگی کے ہر ایک دن کے سوالی کاموں میں محبت۔ کوشش۔ خود انکاری۔ دُعا۔ اوپر کی طرف دیکھنے۔ اور آسمان کی طرف پہنچنے کا جلال ڈال دیں تو پھر بڑی سے بڑی تکلیف دہ اور بے نشان زندگی خدا کے جلال سے عالیشان۔ مفید اور کارآمد بن جائیگی ۔

بنگال کے مشہور مشنری ڈاکٹر کیری صاحب کی آخری بیماری میں ڈاکٹر ڈف صاحب اُن کی بیمار پُرسی کو گئے۔ اور اُس موقعہ پر کیری صاحب کی مشنری زندگی کا کئی بار چرچا کیا۔ کیری صاحب نے نرم آواز سے فرمایا کہ "دعا مانگو" ڈف صاحب نے گھٹنے ٹیک کر دعا کی اور بعدہٗ خیر باد کہکر رخصت ہوا اُس نے کمرے سے باہر قدم بڑھایا ہی تھا کہ اُس کے کان میں آواز سنائی دی گویا کوئی اُس کو بلا رہا ہے۔ جب واپس کیری صاحب کے پاس گیا تو اُس نے کہا کہ "مسٹر ڈف! آپ ڈاکٹر کیری کا بار بار ذکر کرتے رہے ہیں جب مَیں گذر جاؤں تو کبھی ڈاکٹر کیری کا ذکر نہ کرنا۔ ہمیشہ ڈاکٹر کیری کے نجات دہندہ کا چرچا کرنا"۔ ڈاکٹر ڈف نے اُس وقت سے ایسا سبق سیکھا جس کو وہ زندگی بھر نہ بھولا ۔

رسید زر

نام	رقم
مسٹر این چارلس کیپٹ کٹ ۔ ملتان	ڈیڑھ روپیہ
ڈبلیو گولڈ سٹریم ۔ اسکوائر ۔ لنڈن	ایک روپیہ چار آنہ
پادری پال نثار علی سیالکوٹ	ڈیڑھ روپیہ
مسٹر ایم ۔ سی بنگھا امرتسر	〃
مسٹر جے بیسٹن ہیڈ ماسٹر ایم بی سکول جالندھر	〃
مس جے ۔ ای ۔ کلارک ۔ بٹالہ	〃
پادری ڈبلیو ایف کوپ ملتان	تین روپیہ
پادری جے ریڈمن حیدرآباد سندھ	ڈیڑھ روپیہ
پادری نظام الدین دسوہہ ہوشیارپور	〃
لیڈی ہرنام سنگھ صاحب جالندھر	〃
مسٹر ای جانسٹن انبالہ	〃
مسٹر پریوناتھ بوس الہ	ایک روپیہ چار آنہ
پرنسپل کرسچن بوائز ہائی سکول لدھیانہ	ڈیڑھ روپیہ
پادری جیون مل گوجرانوالہ	〃
مسٹر طالب مسیح مظفر گڑھ	〃
پادری امام شاہ پشاور	〃
مسٹر جے اڈورڈز بی ۔ اے امرتسر	〃
ڈاکٹر سنت سنگھ لدھیانہ	〃
مس ایم ۔ اے سدھر نارووال	〃
مسٹر اے ۔ ایم مشرق ڈیرہ دون	〃
پادری محمد شاہ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور	〃
مس ایم ۔ پیٹ امرتسر	〃
مسٹر کرم الدین مختار نارووال	〃
مسٹر پربھو داس مختار نارووال	〃

نام	رقم
پادری حمید الدین صالح ڈھوڈہ پیر پور	تین روپیہ
پادری ڈی جے ۔ سیکرٹری امرتسر	ڈیڑھ روپیہ
پادری ۔ اے ۔ سی کلارک امرتسر	〃
مسٹر اے پیٹر ہیڈ ماسٹر مجیٹھا امرتسر	〃
سی گولک ناتھ اسکوائر بیرسٹرایٹ لا لاہور	〃
مس واٹن صاحبہ امرتسر	〃
ڈاکٹر دتا سول سرجن ہوشیارپور	〃
پادری کنگھم صاحب دہلی	〃
پادری رائٹ صاحب دہلی	〃
مسٹر ایم ۔ وائلی مینجر مشن پریس لدھیانہ	〃
پادری نتھانیل پریم داس لدھیانہ	〃
مسٹر نذیر اللہ آگرہ	〃
مس اے رائٹ امرتسر	〃
پادری ایس ۔ ایس آلنٹ دہلی	〃
پادری طالب الدین بی ۔ اے سہارنپور	تین روپیہ
پادری گف صاحب بٹالہ	ایک روپیہ
پادری نولس صاحب کشمیر	ڈیڑھ روپیہ
ڈاکٹر اے ۔ نیو صاحب کشمیر	〃
ڈاکٹر برخوردار خان صاحب چنبہ	〃
مسٹر جیونت سنگھ صاحب کوٹ کلہ شکر	دو روپیہ
مسٹر بنجمن صاحب لاہور	ڈیڑھ روپیہ
مسٹر جے ۔ ایس ڈوسوزا بمبئی	〃
مسٹر ولیم حکیم چند بی ۔ اے ہیڈ ماسٹر ملتان	〃
پروفیسر ڈاکٹر ہربسن لاہور	تین روپیہ

میزان کل ۔۔ ۔۔ چھپتر روپے چھ آنہ

The

MASIHI

January

Vol. II. 1887. No. I.

CONTENTS.

مسیحی

امرت سر

جلد ۲ فبروری نمبر ۲

۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مسیحی

۱۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ۔ امرتسر سے شائع ہوتا ہے +

۲۔ قیمت پیشگی ڈیڑھ روپیہ سالیانہ۔ محصولڈاک سب کو معاف +

۳۔ خاص خاص لوگوں سے رعائیت بھی کی جاتی ہے +

۴۔ جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ اُنہیں ایک سال کے لئے رسالہ مفت ملتا ہے +

۵۔ جن صحاب کو پرچہ نہ ملے یا دیر بعد ملے۔ تو اُنہیں چاہیئے۔ کہ مینجر کو فوراً اطلاع کر دیا کریں +

۶۔ اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کر دینا بھی ضرور ہے +

۷۔ ہم ہر مہینے مسیحی صحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجتے ہیں جن صحاب کو خریداری منظور نہ ہو۔ بذریعہ پوسٹکارڈ مینجر کو اطلاع دیں +

۸۔ مسیحی کے سب پرچے بابت ۱۸۹۶ء مجلد بھی مل سکتے ہیں۔ کپڑے کی جلد ایک روپیہ ۱۲؍ معمولی جلد ڈیڑھ روپیہ (محصولڈاک بذمہ خریدار)

۹۔ مضامین وغیرہ بنام ایڈیٹر و دیگر ہر طرح کی خط و کتابت و زر چندہ بنام مینجر مسیحی امرتسر (پنجاب) آنا چاہیئے +

اطلاع

پادری احسان صاحب نارووالیہ کی امداد کے لئے چندہ ڈاکٹر دتا صاحب سول سرجن ہوشیارپور کے پاس بھیجنا چاہیئے +

مسیحی

فبروری ۱۹۰۷ء

نوٹ اور رائیں

جا رہا جس راہ میں ہوں گو نہیں اُس کی خبر — لیکن اُس کو جانتا ہوں جو ہے اپنا راہبر

قریب ایک سو سال کا عرصہ گذرا کہ انگلستان میں کسی شخص نے ایک میٹنگ میں اپنی رائے پیش کی کہ غیر مذاہب کے لوگوں میں انجیل کی منادی کرنا چاہئیے۔ اس پر ایک بزرگ خادم الدین نے اُس کو یہ کہہ کر خاموش کیا کہ "جب غیر اقوام کو مسیح کی طرف مائل کرنا خدا کو منظور ہوگا۔ وہ آپ کی اور میری مدد کے بغیر ہی کر لیگا"۔ ایک صدی نے خیالات میں کس قدر انقلاب پیدا کر دیا ہے آج مسیحی ممالک کس زور و شور سے مشنری دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ انگلستان کی چرچ مشنری سائٹی نے تو ارادہ کر لیا ہے۔ کہ انیسویں صدی کے اختتام سے پیشتر یعنے تین سال کے عرصہ میں مشنریوں کی تعداد دگنی کرنے کی کوشش کرینگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسا جوش اور آرزو انجیل کی خدمت کے لئے آج کے دن ہے۔ رسولوں کے زمانہ کے بعد کبھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن کیا رسولوں کی طرح کلام کی خدمت کا شوق بھی دل میں ہے۔ یا فقط مزدوروں کی گروہ مشن میں آ رہی ہے +

اخبار ایپفنی نے ایک عمدہ مضمون میں موجودہ قحط کے سببوں کی طرف ہم کو توجہ دلائی ہے ہمعصر ممدوح کی رائے میں خدا ہم کو اول یہ سکھاتا ہے کہ بارش کے بھروسے پر نہیں رہنا چاہئے بلکہ پانی کو جمع کر کے زمین کو مصنوعی طریقوں سے سیراب کرنا ضرور ہے۔ بارش کے پانی کا بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اُس کو کام میں لانا چاہئیے۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ انسان

ایک دوسرے کے محتاج ہوکر رہیں۔ کاشتکار غلہ کھانے والوں کے فائدہ کو مدنظر رکھیں اور جو کاشتکار نہیں۔ وہ اپنے خرمن زر وعلم سے کاشتکاروں کو خوشہ چین بنائیں تیسرا یہ کہ تمام مصائب اور آفات ہمارے گناہ کا نتیجہ ہیں۔ چوتھا یہ کہ ہم اپنے تئیں سدا خدا کے محتاج سمجھیں جب ہم انسان کی طرح سے مایوس ہو جاتے ہیں تو خدا پر پورا پورا توکل کر سکتے ہیں۔ اور آخری سبق ہندوستان کے باشندوں کو سیکھنا باقی ہے۔ کہ اپنے جھوٹے بتوں کو ترک کر کے خدائے برحق کی طرف پھریں۔ تو اس ملک میں ایسی خوشحالی ہو گی۔ کہ جیسی اس سے پیشتر کبھی نہ ہوئی تھی۔

پادری جے ڈی کلبرن صاحب ایک صاحب ہمت شخص انگلستان میں ہے۔ جس نے قوت حافظہ کی ترقی کا نیا طریق ایجاد کیا ہے چونکہ مشنری صاحبان کو غیر ممالک میں مشکل زبان کی تحصیل میں بہت عرصہ صرف ہوتا ہے۔ اس طریق سے بہت سی امیدیں کی جا رہی ہیں۔ بہت لوگوں کی درخواست پر صاحب موصوف نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اپنے نو ایجاد طریق کو بذریعہ اخبار کرسچن مشتہر کرائینگے۔ چنانچہ اول سبق بتاریخ ۷ ماہ گذشتہ شائع ہوا ہوگا۔ ان سبقوں کی علیحدہ کاپیاں بھی اخبار مذکور کے دفتر سے درخواست کرنے پر مل سکینگی۔

آرمینیا کے حالات بدستور ابتر ہیں مسیحی سلطنتوں کے پیچیدہ تعلقات سلجھنے میں نہیں آتے اور اُن کی پولٹیکل چالوں میں یہ بیچارے غریب مسیحی ہر طرح کا ظلم و تعدی اُٹھا رہے ہیں۔ جو قتل ہوئے وہ تو عذاب سے چھوٹے۔ لیکن باقیوں کے سر پر خونخوار ترک اپنی آبدار تلوار کا وار کرنے کو آٹھوں پہر موجود ہے۔ لوٹ مار کا تو کچھ حساب ہی نہیں۔ انگلستان اور امریکہ کے مسیحیوں کے دست سخاوت نے بہت سے آفت زدوں کو سہارا دے رکھا ہے۔

ڈاکٹر بیروز صاحب نے کلکتہ لاہور اور دیگر مقامات میں اپنے لیکچر نہایت زور و شور سے دیئے ہیں چونکہ صاحب موصوف نے شکاگو میں ہندوستان کے مذہب کے وکیلوں کو بڑی خاطر تواضع سے قبول فرمایا تھا اسلئے ہندوستان کے معزز اور شریف لوگ بھی اُن سے بڑے جوش اور محبت کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ اور اُن کی تقریروں سے سامعین نہایت محظوظ ہوئے ہیں۔ بلکہ جن لوگوں نے کبھی بشیر انجیل کی منادی مشنری صاحبان سے نہیں سُنی تھی۔ اُنہوں نے بھی مسیحی مذہب کی صداقت کو بڑے شوق اور توجہ سے سُنا ہے۔ اور نہیں تو ہندو صاحبان کے اُس خیال کی بیخکنی ہو رہی ہے کہ امریکہ کے مسیحی اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو دھرم قبول کرنے لگے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر بیروز اپنے نادر لیکچروں کو ضرور شائع کرائینگے۔ تاکہ تمام ہندوستان اُن سے مستفید ہو +

ہم نور افشاں کی ترقی دیکھکر نہایت خوش ہوئے ہیں ہمیں وہ وقت یاد ہے جب یہ اخبار چوصفحہ تھا۔ اور یہ شعر اُس کے زیب جبیں تھا ؎

مثل ہے کہ کم خرچ بالانشیں
یہ اخبار ہے سستا قدر ہیں

اور اب بفضلِ خدا ہندوستان بھر کے معزز اردو اخبارات میں سے ایک ہے۔ اِس کا نیا ایزاد انگریزی ضمیمہ ہم کو شبہ ہے۔ کہ کہاں تک مجوزہ مقاصد کو پورا کریگا۔ محض اردو خوان اِس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ بظاہر تو انہیں کے ہاتھ سے دو صفحے چھین کر انگریزی خوانوں کی نذر کئے گئے ہیں۔ محض انگریزی خوان اِس ضمیمہ کی خاطر نور افشاں کیوں پڑھینگے۔ ہم کو انگریزی حصہ کے مفید ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن اِس کا تعلق نور افشاں کے ساتھ بخوبی نہیں سمجھ سکتے +

جو شخص محض اپنی ذات کے واسطے زندگی بسر کرتا ہے۔ بالآخر ضرور آپ سے نفرت کریگا ۔

اکثر ناظرین کو معلوم ہے۔ کہ سی۔ایم۔ایس پیرنٹ کمیٹی نے پنجاب سی ایم ایس کانفرنس اور ڈیوسیزن چرچ کونسل کے باہمی الحاق کی تجویز کو نامنظور فرمایا اور کہ چرچ کونسل کی حالت باوجود سن بلوغیت میں قدم رکھنے کے ویسی کی ویسی ابتر ہے۔ اب بزرگ پادری کلارک صاحب نے ذیل کی صلاحیں پیش کی ہیں۔ جن پر دیکھنا چاہئے۔ کہ کہاں تک عمل درآمد ہوتا ہے +

اوّل۔ چرچ کونسل کا چیرمین ایک ایسا شخص ہونا چاہئے۔ جو اپنا سارا وقت اسی کام میں دے سکے +

دوم۔ سب پاسٹر اپنے اپنے مقام کے سینیئر مشنری کے ماتحت ہو کر کام کریں۔ بزرگ کلارک صاحب کی رائے میں پاسٹروں کی نام کی آزادی سے بڑا نقصان پہنچا ہے۔ یوں اگر چرچ کونسل کا چیرمین کسی جگہ جائے تو اُسے وہاں کے حالات کی کیفیت رپورٹ صلاح مشورے وغیرہ کے لئے سینیئر مشنری کے پاس جانا چاہئے اور نہ پاسٹر صاحب کے پاس۔ اچھی تجویز ہے +

سوم مشنریوں کو چاہئے۔ کہ غور و فکر کے بعد کسی ایک تجویز پر متفق ہو جائیں۔ اور سر ہر عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں مشنریوں کی موجودہ پالیسی خطرے سے خالی نہیں۔ ایک چرچ کونسل کی مدد کرتا ہے۔ تو دوسرا اسکے نام و نشان مٹانے پر آمادہ ہے چاہئے کہ دیسی اور انگریز ایک ہی امر پر متفق ہو جائیں۔ آپ کے خیال میں اگر مناسب ہو تو چرچ کونسل کے چند ممبروں کو سی ایم ایس کانفرنس کا ممبر بنا دینا چاہئے۔ اور کانفرنس کے مشنری ممبر چرچ کونسل کے ممبر ہو جائیں گو آپ کے خیال میں جتنے کم مشنری کونسل میں ہوں۔ اتنا ہی بہتر ہے +

چہارم مشنری پالیسی ہمیشہ یہ ہونی چاہئے۔ کہ انگریز گھٹیں اور دیسی بڑھیں گو ساتھ ہی آپ نے یہ خیال بھی ظاہر فرمایا ہے کہ انگریز کارندوں کی بڑی ضرورت ہے لیکن یہ تسلی آمیز فقرہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ جب کوئی دیسی لائق ہو جائے تو وہ اپنے یوروپین بھائی کی جگہ لے لے اور ہم بغیر کسی خوف کے یہ پیشینگوئی کر سکتے ہیں کہ موجودہ انتظام کے ہوتے ہوئے دیسی کبھی اس قابل نہ ہوں گے

پنجم۔ جو امر سی۔ایم۔ایس کے متعلق ہو وہ سی۔ایم۔ایس ہی کے ہاتھوں میں رہے +

ہماری کلیسیا کی روحانی حالت

جب ہم اپنی کلیسیا کی روحانی حالت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے سامنے وُہی دِقت پیش نہیں آتی۔ جیسے کہ اپنی سوشیل حالت پر سوچتے وقت دامنگیر ہوتی ہے۔ باعث اِس کا یہ ہے کہ سوشیل حالت کا کوئی مستند پیمانہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کیونکہ جو بات ایک شخص کے سامنے اعلے درجہ کی تہذیب کا نشان ہے۔ دوسرا اُسی کو معیوب اور قابل اعتراض سمجھتا ہے لیکن روحانی معاملات میں خدا نے ہمکو اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ ایک پیمانہ اور اندازہ مقرر کر دیا ہے جسکو اپنے سامنے رکھکر ہم فرداً ہر ایک شخص اور مجموعاً کل کلیسیا کی روحانی حالت کو کسیقدر ناپ سکتے ہیں۔ جب خداوند فرماتا ہے۔ کہ "تم کامل ہو جیسا تمہارا باپ جو آسمان پر ہے کامل ہے" تو کوئی شخص اِس ہدف کو ایک انچہ بھر نیچا نہیں کر سکتا +

اب اِس خیال کو مدنظر رکھکر ہم اپنی کلیسیا کی حالت کس درجہ پر پاتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم کلیسیا کی کسی خوبی کو عیب کہنا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر سلامتی سلامتی پکارنا جہاں سلامتی نہیں۔ دوسروں کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ تو سلامتی ہوتے ہوئے خطرہ کا بگل بجانا فریب دہی سے کم نہیں۔ ہر ایک مسیحی تسلیم کریگا۔ کہ ہماری کلیسیا کی موجودہ روحانی حالت قابل اطمینان نہیں اگر اِس دعوے کی اصلیت اور تہ تک پہنچکر دیکھیں تو بآسانی معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہمارا روحانی پیمانہ نہایت ادنٰے درجہ کا ہے۔ اِس کا اور جو باعث ہو سو ہو لیکن سب سے زیادہ ہمارے روحانی ہادیوں پر حرف آتا ہے۔ جن کا فرض ہر وقت مسیح کو ہمارے سامنے پیش کرنے کا ہے سو وہ ایک شخص کو مسیح کلیسیا میں لے آنے کے لئے جس قدر جد و جہد کرتے ہیں۔ اگر اُس کا عشر عشیر بھی کلیسیا کے سامنے اُس روحانی پیمانہ کو اُس کی اصلی آسمانی بلندی تک پیش کرنے میں کوشش کرتے تو ہم اِس درجہ تک گرے ہوئے نہ ہوتے۔ کیا ہم نے یہی نہیں سیکھا کہ انگریزی تہذیب کی پیروی اور جنٹلمین اور

نرا بھلا انسان بننا ہمارے لئے کافی ہے۔ اور اگر ہم کلیسیا کی رسوم میں شامل اور عشائے ربانی میں شریک
ہوئے تو پھر تو مقدسوں کی میراث پر ہمارا دعوے ہوگیا۔ ہائے افسوس ہم اِس درجہ کو مسیح مصلوب کا سرفراز
کرنیوالا مذہب سمجھتے ہیں۔ خداوند کا پیمانہ تھا کہ "تم بھی ایک دوسرے کو ایسا پیار کرو جیسا میں نے تمہیں
پیار کیا"۔ ہمارے ہادی کہتے ہیں۔ کہ تم اِس اندازہ تک کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔ اور ہم اُن کو ناراض
کرنا نہیں چاہتے اسلئے فوراً ہاں میں ہاں ملا کر کہتے ہیں۔ کہ "سچ ہے خداوند"۔ یہ ہے وہ مذہب
جو ہمارے پیش کیا جاتا ہے۔ اِس لئے اگر ہماری روحانی حالت پست نہو تو اور کیا ہو؟

اگرچہ ہم اِس حالت کو قابل افسوس کہتے ہیں۔ لیکن ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اِس قاعدہ کے
مستثنیات نہیں ہیں۔ خدا کا شکر ہو کہ ہمارے بعض مشنری سچ مچ روحانی آدمی ہیں۔ اور ہم اپنی
کلیسیا میں ایسے اشخاص پاتے ہیں۔ جو پولس رسول کیطرح ہاتھ بڑھا کر سیدھا نشان کی طرف دوڑے
جاتے ہیں۔ اور اِسی کو رسول کاملیت کی حالت قرار دیتا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی ہم کو اِس روحانی
ترقی کے لئے ہے۔ جو گذشتہ سال کے درمیان ہماری کلیسیا میں ظاہر ہوئی ہے۔ جنرل بوتھ
کے روحانی جوش نے خدا کے فضل سے ہمارے بھائیوں پر ایسا عجیب اثر ڈالا کہ گویا اُن کی
آنکھیں کھل گئیں اور اپنی زندگی میں شائد اول مرتبہ مشاہدہ کیا کہ ہمارے خدام دین کی روحانی حالت
سے بڑھکر بھی کوئی حالت ہوا کرتی ہے۔ ہم اِس مقابلے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ راستی یہی ہے
کہ اِس روز بہتوں کی زندگی نئی ہوئی اور اِس کا ثبوت اور عملی ظہور یہ ہے کہ پادری احسان اللہ صاحب
نے اُسی دم سے ارادہ کر لیا کہ خدا کی مدد سے اپنی خفتہ کلیسیا کو بیدار کرنا چاہئے۔ اور ملازمت کو
خیرباد کہہ کر اپنی پُرجوش تقریروں سے بہت کچھ کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ بدیں لحاظ سال گذشتہ
ہماری مسیحی کلیسیا کی تواریخ میں ایک سُنہلے زمانہ کا شروع کہلائیگا ہم جلدبازی کر کے اِس موقعہ پر بڑی
بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا مدعا فقط اِس قدر ظاہر کرنیکا ہے۔ کہ جو غنودگی
ہماری کلیسیا پر سال کے شروع میں تھی وہ سال کے آخر میں بہت کچھ رفع ہوگئی ہے۔ اور مختلف
مقامات سے تازگی بخش خبریں ملتی ہیں۔ خدا اِس نیک تاثیر کو قیام بخشے۔ ہم یہاں افسوس کیساتھ

یہ بھی درج کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ اِس ترقی کا چرچا خصوصاً امریکن مشن کی کلیسیاؤں میں ہُوا ہے اور چرچ آف انگلینڈ والے اپنی پُرانی لکیر پر قائم ہیں۔ خدا اُن کو بھی شادابی بخشے۔ جب ہم اپنی غیر گرم حالت سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ تو اِس کا علاج چنداں دشوار نہیں۔ کیونکہ طبیب کہا کرتے ہیں۔ کہ صحیح تشخیص نیم علاج ہے۔ اِس لئے ہم کو یقین ہے۔ کہ ہماری کلیسیا خدا کی مدد سے خاک پر سے اُٹھیگی۔ اور اپنی تعدادی ترقی کے ساتھ اپنی روحانی حالت میں بھی ترقی کرتی جائیگی +

نیشنل کانگرس کا بارھواں جلاس کلکتہ میں منعقد ہُوا۔ خوشی کی بات ہے کہ مسیحی لوگ اِس کے فوائد سے آگاہ ہو چلے ہیں۔ اور کانگرس کی مخالفت میں ویسے ہی کمربستہ نہیں ہیں جیسے پیشتر ہوا کرتے تھے۔ جو شخص اِس مجمع کو نزدیک آکر دیکھتا ہے۔ وہ اس کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہے ضرور نہیں کہ ہم کانگرس کی تمام کارروائی سے متفق ہوں لیکن عموماً ہم اِس کے مقاصد کو اعلےٰ درجہ کی خیر خواہی پر مبنی دیکھتے ہیں۔ ہمارے بعض بھائی جو دل سے اِس کو پسند کرتے ہیں مشنری صاحبان کے خوف کے مارے کھلا کھلی اِس بات کو ظاہر نہیں کرتے۔ ایسوں کے لئے یہ خبر تسلی کا باعث ہوگی۔ کہ اِس بارھویں اجلاس کی منتظم کمیٹی میں بارہ معزز مشنری صاحبان شریک تھے۔ جو ممبران کی مدارات اور تواضع میں مدد دیتے تھے بعض ہندوستانی مسیحی بھی اول مرتبہ اِس کانگرس کے ڈیلیگیٹ مقرر ہوئے۔ اور بڑے شوق سے اپنی رائے کو پیش کرتے تھے ہمعصر کرسچن ہیرالڈ کی رائے نہایت معقول ہے کہ ہندوستانی مسیحیوں کو پولیٹیکل معاملات سے بھاگنا نہیں چاہئے۔ کوئی ایسا نیشنل معاملہ نہیں جس کو مسیحی مذہب مسیحی نہیں بنا سکتا۔ اور جب تک کہ مسیحی لوگ ایسے معاملات میں شریک نہوں۔ یہ مدعا کیونکر حاصل ہو سکتا ہے +

اگر تم جہنم سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے اندر سے جہنم نکال پھینکو (لیکو)

الوہیت مسیح

نمبر ۲

(۲) مسیح اپنی نسبت کیا کہتا ہے ہم دو لقبوں پر غور کرینگے جو اُس نے اختیار کئے۔ ابن آدم اور ابن خدا +

پہلا لقب اس کی انسانیت پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اُس میں خصوصیت کا ایک لفظ ہے جو اردو میں ادا نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے تئیں ایک ابن آدم نہیں کہتا بلکہ خاص ابن آدم کہتا ہے +

ابن آدم کے لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح انسانیت میں شرکت رکھتا ہے لیکن ابن خدا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ الوہیت میں شرکت رکھنے کا دعوے کرتا تھا +

بعض اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ پرانے عہدنامہ میں سب ایمانداروں کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ اور جب مسیح کو یہ لقب دیا جاتا ہے تو اس کے فقط یہی معنے ہیں۔ کہ وہ مسیح موعود یہودیوں کا بادشاہ ہے +

پس ہم اِس لقب کے اصلی معنے دریافت کرینگے۔ اوّل اس سے کوئی پوشیدہ تعلق خدا کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ ان معنوں میں یہ لقب ملائکہ اور مومنین کو دیا جا سکتا ہے لیکن غور کرو کہ جس طرح مسیح اپنے آپ کو ایک ابن آدم نہیں کہتا۔ اسیطرح وہ اپنے تئیں ایک ابن اللہ نہیں کہتا اِس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ اپنی ابنیت اور باقی بنی آدم کی ابنیت میں تمیز کرتا ہے +

یہ تمیز ذیل کے الفاظ سے زیادہ صاف ظاہر ہوتی ہے۔ "اُس دن کو کوئی آدمی نہیں جانتا۔ نہ فرشتے جو آسمان پر ہیں۔ اور نہ بیٹا۔ مگر فقط باپ" ان الفاظ میں مسیح اپنا درجہ فرشتگان سے بڑھاتا ہے۔ پس یہاں ابن کا لفظ فرشتوں کی ابنیت سے کسی بڑی ابنیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پھر جب بپتسمہ دینے کے حکم میں مسیح کہتا ہے کہ باپ اور بیٹے اور روح القدس کے

نامبرہتیسمہ دونوظاہر ہے۔ کہ بیٹے کا لفظ باپ اور روح کے درمیان آیا ہے مسیح ابن کے لفظ کا اطلاق اپنی ذات پر کسی خاص معنو میں کرتا ہے۔ لیکن شاید کوئی کہے کہ بیٹے سے یہاں مراد فقط اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ ہم ان آیات میں بیٹے کی جگہ اسرائیل کا بادشاہ پڑہیں۔ اور دیکھیں کہ کیا معنے پیدا ہوتے ہیں "۔ اس دن کی بابت کوئی آدمی نہیں جانتا نہ فرشتے نہ اسرائیل کا بادشاہ مگر فقط باپ" "تم جاؤ اور تمام قوموں کو باپ اور اسرائیل کے بادشاہ اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو" "کوئی آدمی اسرائیل کے بادشاہ کو نہیں جانتا مگر باپ۔ کوئی آدمی باپ کو نہیں جانتا مگر اسرائیل کا بادشاہ"۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر بیٹے سے مراد اسرائیل کا بادشاہ لیا جائے تو آیات کے کچھ معنے ہی باقی نہیں رہتے۔ باپ اور بیٹے میں کوئی ایسا رشتہ ہے۔ جو خدا اور آدمی کے رشتے سے بڑھ کر ہے۔ باپ اور بیٹے میں حقیقی اور ذاتی رشتہ ہے۔ مسیح خود کہتا ہے۔ کہ اس رشتے کی گہرائی کو کوئی آدمی معلوم نہیں کر سکتا +

مسیح کا لقب ایک عہدے اور منصب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بیٹے کا لقب ذات اور ماہیت ظاہر کرتا ہے۔ کائفا نے مسیح سے پوچھا "کیا تو مسیح ہے"۔ مسیح نے اپنا جواب ان الفاظ میں ختم کیا " اب سے تم ابن آدم کو خدا کی طاقت کے دہنے بیٹھے دیکھو گے"۔ ان الفاظ سے سردار کاہن نے سمجھا کہ مسیح الوہیت کا دعوے کرتا ہے۔ اس لئے زیادہ صاف اقرار کروانے کی غرض سے اُسنے دوسرا سوال پوچھا۔ "پس کیا تو خدا کا بیٹا ہے"۔ "پس" کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ دوسرا سوال پہلے کی وجہ سے پوچھا گیا۔ اس دوسرے سوال کا جواب پاکر سردار کاہن آگ بگولا ہو گیا اور اُس نے مسیح کو کفر بکنے والا ٹھیرایا۔ اگر یسوع اپنے تئیں مسیح موعود کہتا تو اس میں کفر کا شک نہوتا۔ لیکن خدا کا بیٹا بننا مسیح کے اپنے معنوں میں اور یہودیوں کی سمجھ میں انسانیت سے بڑھ کر الوہیت میں دخل ہونے کی کوشش کرنیکے برابر تھا۔ اور اس لئے کفر تھا +

کفر کا الزام مسیح پر اس لئے لگایا گیا کہ اُسنے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا یعنے خدائی میں

دخل کیا۔ اگر خدا کے بیٹے سے مراد کوئی محض انسانی درجہ ہوتا تو چاہیئے تھا کہ مسیح اسکی خبر اپنے الزام لگانیوالوں کو دیتا اور انکو سمجھاتا کہ میں اپنے تئیں اس لقب کے اختیار کرنے سے انسانیت سے نہیں بڑھاتا۔ لیکن اسنے ایسا کرنے کی کوشش بھی نہیں کی +

"تم مسیح کی بابت کیا کہتے ہو۔ وہ کس کا بیٹا ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ داؤد کا بیٹا ہے۔ اُسنے اُن سے کہا پھر داؤد روح میں ہو کر کیوں اس کو اپنا خداوند کہتا ہے۔ یہ کہتا ہُوا کہ خداوند نے میرے خداوند کو فرمایا تو میرے دھنے ہاتھ بیٹھ جب تک کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نہ بناؤں۔ پس اگر داؤد اسکو اپنا خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ہے" فقیہہ اس کا جواب نہ دیسکے۔ مسیح انکو سمجھاتا تھا۔ کہ اگرچہ میں داؤد کی نسل سے ہوں۔ تاہم میری ذات داؤد سے اعلےٰ ہے +

جو کام مسیح اپنے ذمہ لیتا ہے۔ وہ بھی اس کی الوہیت کے دعوے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے تئیں حق کہتا ہے ایسا کہ اسکی خاطر دُکھ اُٹھانا حق کی خاطر ستایا جاتا ہے وہ اپنے تئیں نیکی مجسم ٹھیراتا ہے۔ قیامت اور عدالت کے دن نیکوں اور بدوں کے درمیان جدائی کرنا بھی اسی کا کام ہے +

اگر وہ محض انسان ہوتا تو اس کے لئے اپنے تئیں اسقدر بڑھانا کفر میں داخل ہوتا۔ جو عہدہ اور درجہ اپنی نسبت ہم خدا کو دیتے ہیں۔ انکو مسیح اپنی طرف منسوب کرتا ہے +

مذکورہ بالا مضمون میں فقط پہلی تین اناجیل کے بیانات کی طرف توجہ کی گئی ہے لیکن جب ہم یُوحنا کی انجیل کی طرف غور کرتے ہیں۔ تو مسیح کی ذات ہم پر زیادہ صفائی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بیان سے ہم معلوم کرتے ہیں۔ کہ کس وجہ سے مسیح نے اپنا درجہ اس قدر بڑھایا۔ "اے باپ مجھے اس جلال سے جلال بخش جو میں جہان کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا کیونکہ تو نے مجھے جہان سے پہلے پیار کیا"۔ "اگر تم ابن آدم کو وہاں اوپر جاتے دیکھو گے جہاں وہ پہلے تھا تو کیا ہوگا"۔ "پیشتر اس کے کہ ابراہام ہو میں ہوں"۔

ہر اسرائیلی کو مسیح کے زمانہ میں شرک سے دلی نفرت تھی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ رفتہ رفتہ باوجود شرک سے طبعی نفرت رکھنے کے انہوں نے مسیح کو خدا مان لیا۔ اور مسیح نے یہ ایمان اُن کے دلوں میں بڑھتا اور زبان سے ظاہر ہوتا دیکھا لیکن کسی قسم کی مزاحمت نہ کی بلکہ اسکو اور بھی ترقی دی۔ یہاں تک کہ اُس کے مُردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد وہ علانیہ اسکی عبادت کرنے لگے۔ اگر مسیح نے الوہیت کا دعوےٰ نہیں کیا تو یہ عقیدہ حواریوں کے دل میں کس طرح پیدا ہوا۔ کیا مسیح انکے ساتھ کھاتا پیتا نہ رہا تھا۔ کیا وہ ان کے ساتھ سفر نہ کرتا رہا تھا اور سفر میں صدہا دفعہ تھک نہ گیا تھا۔ کیا انہوں نے اسے بھوکا۔ ماندہ۔ پیاسہ۔ روتا اور خوف زدہ نہ دیکھا تھا۔ باوجود ان تمام حسیات دلائل کے وہ اس کو خدا ماننے لگے اور اس نے منع نہ کیا۔

کفّارہ

(۳)

مسیح کہہ سکتا تھا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے اُسنے باپ کو دیکھا ہے (یوحنا ۱۴-۹) اگرچہ مسیح (یعنے ابن اللہ) خدا باپ نہ تھا تاہم جو کوئی اس کو دیکھتا تھا۔ پوری طرح اور سچے طور پر معلوم کر سکتا تھا کہ خدا باپ کیسا ہے۔ بیٹے میں ایسی کوئی بات نہ تھی جو باپ کی خصلت اور حقیقت اور صفات کے خلاف ہو۔ بلکہ وہ جسکو اس وقت دنیا دیکھ رہی تھی۔ باپ کے ساتھ اس قدر متحد اور ملا ہوا تھا کہ اس کا باپ سے علیحدہ ہستی رکھنا خیال میں نہیں آسکتا۔ اور اسیطرح باپ کا بیٹے سے علیحدہ ہستی رکھنا بھی خیالات اور ممکنات سے بعید ہے۔ ہمارے خداوند نے اپنی زبان سے صاف بیان کیا کہ میں اپنی زندگی میں بنی آدم کے لئے کیا پیغام رکھتا ہوں۔ اس کے کام بلکہ اس کا محض دنیوی ظہور اور موجودگی بلاشک دنیا کو بتاتی تھی کہ خدائی حقانیت کیا شے ہے۔ لیکن دنیا میں الفاظ کا یقین نہیں ہوتا اگر ان کے ساتھ کام نہ ہوں۔ اسیطرح کاموں کی سمجھ نہیں آتی اگر الفاظ ان کی تفسیر نہ کریں۔ اور ان کا مقصد بیان نہ کریں۔ اگر مسیح فقط معجزات ہی دکھاتا

اور اس خدا کی بابت جس نے اُسے بھیجا تھا کوئی لفظ نہ کہتا (یعنے اگر وہ اپنے نام سے یا نام میں آتا۔ یوحنا ۵۔۴۳) تو بھی وہ کامیاب و فتحمند ہوتا۔ شائد لوگ اس کا مقابلہ تعریفیا نذت کے لئے اپنے کسی فرضی خیالی ملنے ہوئے خدا سے کرتے۔ لیکن مسیح نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ بڑے زور اور استقلال کے ساتھ وہ اپنے ہر کام اور قول کو اپنے باپ کے دل کے ساتھ منسوب کرتا رہا۔ اور کہتا رہا کہ وہی ان سب کا سرچشمہ ہے۔ اور اس نے مجھے یہ کام "دیئے" ہیں۔ تاکہ میں ان کو کروں۔ اُسنے دعوےٰ کیا کہ خدا کے دل کو نوع انسانی پر کھولنے والا میرے سوا اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ یوحنا کی انجیل اور پہلی تین اناجیل کے درمیان ایک بڑا فرق ہے۔ لیکن باوجود اس فرق کے تمام اناجیل پکارتی ہیں۔ کہ باپ کو کوئی نہیں جانتا مگر بیٹا اور وہ جس پر بیٹا اسے ظاہر کیا چاہتے متی ۱۱۔۲۷ مسیح کی تعلیم میں جو نئی بات ہے وہ یہی کہ اس نے ذات باری کی ابوتیت کو پوری طرح منکشف کیا ہے۔ مسیح کا محاورہ اس کی امت کے لئے بالکل نیا تھا۔ البتہ یسعیاہ نے کہا تھا کہ اے خدا تو ہمارا باپ ہے (۶۴۔۸) اور مقدس پولوس نے کسی بت پرست کی تصنیف میں سے یہ الفاظ نکالے کہ ہم بھی اسکی نسل ہیں (اعمال ۱۷۔۲۸) لیکن ایسے محاورات مسیح سے پیشتر فقط کمیاب تھے بلکہ اُن کا مطلب بھی اور تھا مسیح سے پیشتر جس کسی نے ابوتیت خدا کی طرف منسوب کی اس کا ایسا کرنے سے فقط یہ مطلب تھا کہ نوع انسانی کا آغاز ظاہر کرے۔ یہ مراد مطلق نہ تھی کہ خدا نوع انسانی کی طرف وہ خیالات اور طبیعت رکھتا ہے۔ جو باپ بیٹوں کی طرف رکھتا ہے۔ مسیح نے اور دوسے زیادہ ثابت کیا کہ خدا ہماری ہستی کا اصلی چشمہ ہے۔ لیکن جو اس انکشاف پر اس نے زیادہ کیا وہ یہ تھا کہ اُسنے ثابت کر دیا۔ کہ باوجود ہماری گنہگاری کے خدا ہماری طرف پدرانہ شفقت اور محبت کی نظر رکھتا ہے۔ یہ انکشاف مسیح نے کامل طور پر نوع انسانی کو بخشا۔ اور اسی کی وجہ سے وہ سب انبیاء سے اعلےٰ ہے۔ بیٹے کو مجسم کر کے دنیا میں بھیجنا باپ کی محبت کا کامل ثبوت ہے۔ یہ کہنا کہ مسیح نے باپ کی نوع انسانی

کے ساتھ صلح کروائی بالکل غلط ہے۔ مسیح باپ اور بنی آدم کے درمیان ثالث نہیں بلکہ ان دونوں کے ساتھ ایک ہے۔ وہ دو فریقین کے درمیان آکر انصاف یا فیصلہ نہیں کرواتا بلکہ خود خدا اور خود انسان ہو کر ایک ربط اتحاد اور یگانگت پیدا کرتا ہے۔ اور گری ہوئی انسانیت کو وہ درجہ بخشتا ہے۔ جو کبھی اس کے خواب خیال میں بھی نہ آیا تھا +

خدا ہمیشہ سے بنی آدم کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اور صلح پر راضی ہے لیکن جبتک انسان گناہ سے محبت رکھتا ہے تب تک خدا کا غصہ بھی بھڑکتا رہتا ہے۔ باوجود اس کے بھی خدا کا قاعدہ ہمیشہ یہ رہا ہے۔ کہ وہ بنی آدم کو سزا اور نعمت کے وسیلہ سے اپنی طرف کھینچتا رہا ہے۔ اس کا منہ ہماری طرف سے کبھی نہیں پھرا۔ ہمارے گناہوں سے نفرت کرتا ہوا وہ اپنے ہاتھ ہماری طرف پھیلائے ہوئے ہے۔ خدا کی خفگی کے معنے سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ اس کی خفگی باپ کی خفگی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بیٹا کبھی اپنی دنیوی نعمات کو ہم تک نہ پہنچا سکتا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان مرضی کا اختلاف ناممکن ہے۔ کیونکہ ان میں نہ فقط دلی یگانگت ہے۔ بلکہ ماہیت دونوں کی ایک ہے۔ جس شے کو بیٹا پیار کرتا ہے۔ اس کو باپ بھی پیار کرتا ہے۔ اور جس سے باپ ناراض ہے۔ اس سے بیٹا بھی ناراض ہے۔ بنی آدم کو پیار کرنا اکیلے بیٹے کی مرضی کے مطابق نہیں۔ بلکہ باپ کی مرضی بھی یہی ہے +

مسیحی شہادتیں

مسیح کا جی اُٹھنا

ریمارک۔ چاہئے کہ یہ مضمون (۴) اور (۵) کے درمیان پڑھا جائے۔ ہماری غلطی سے یہ حصہ رہگیا تھا اور اس کے بغیر ان مضامین کا تمام سلسلہ ناکامل اور نکما رہجاتا ہے نمبر ۲ ماہ اگست ۱۹۰۹ء

کے مسیحی میں شائع ہوا تھا اور نمبر ۵ ماہ نومبر ۱۸۹۶ء کے مسیحی میں پایا جاتا ہے۔ لازم تھا کہ یہ مضمون اگست اور نومبر ۱۸۹۶ء کے درمیان چھپتا +

کیا رسولوں کی گواہی قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

پہلا شک جو دل میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ آیا رسولوں کی گواہی تسلیم کرنے کے لائق ہے یا نہیں رسول ایک دفعہ اپنے تئیں مسیح کے حامی اور شاگرد بنا چکے تھے۔ اس لئے انکے لئے ضرور ہوا کہ جس طرح ہو سکے مسیح کی بزرگی ثابت کریں۔ اور بڑہائیں۔ دقت میں پھنسے ہوئے آدمی جھوٹ بولنے سے باز نہیں رہتے جب اُنہوں نے ایکدفعہ مسیح کا ساتھ دیا تو ضرور ہوا کہ اُس کی موت کے بعد وہ کسی فریب سے اسکی بڑائی کریں۔ جس راہ پر اُنہوں نے قدم رکھا تھا۔ اِس سے مڑنا انکے لئے دشوار بلکہ ناممکن تھا۔ کوئی انوکھی بات نہوگی اگر ثابت ہو جائے کہ اس دقت میں پھنسکر اُنہوں نے ایک بھاری جھوٹ گانٹھا +

یاد رہے کہ یہودیوں نے مسیح کی قیامت کو جھٹلانے کے لئے تہمت نکالی تھی۔ اِس کا ذکر متی ۲۸-۱۳ و ۱۵ میں ہے۔ متی کی انجیل مسیح کی موت کے قریباً تیس برس بعد لکھی گئی تھی۔ اور انجیل نویس لکھتا ہے کہ یہودیوں کی یہ بناوٹ تیس برس تک مشہور رہی اور انجیل کے لکھے جانیکے وقت بھی بہت یہودی اس کو تسلیم کئے بیٹھے تھے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ اِس پشت میں بہت تھوڑے آدمیوں نے اس بناوٹ کو قبول کیا۔ کیونکہ انہیں دنوں میں کئی ہزار آدمی یروشلم ہی سے کلیسا میں داخل ہوئے۔ اور مسیحی مذہب کنعان اور بت پرست ممالک میں جلد پھیلتا گیا۔ یہانتک کہ مسیح کی موت کو پورے پچیس برس نہ گذرے تھے کہ پولس نے ایشیائے کوچک یونان اور اٹلی کی کلیسیاؤنکو خطوط لکھنے شروع کئے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ سرداروں کا بناوٹی بیان مطلق کامیاب نہوا۔ اور اس کی وجہ کیا ہے۔ فقط یہ کہ انسانی تمیز ہر زمانہ میں سچے کو جھوٹا کہنے سے ڈرتی ہے۔ اور دنیا نے آج تک رسولوں کو کاذب کہنے کی جرأت نہیں کی۔ ان کے زمانہ کے لوگوں نے انکو دیکھا اور انکو سچے کہا۔ بعد

کے زمانوں کے لئے وہ اپنی سچائی کی دلیل میں اپنی تصانیف چھوڑ گئے۔ جو چاہے یعقوب کے خط کی چند سطور پڑھے یا پطرس کے خط پر سرسری نظر ڈالے اور پھر ہمیں بتاوے کہ کیا اسکے خیال میں ایسے لوگوں کا جھوٹ ایجاد کرنا خیال میں آسکتا ہے +

جو ہمنے اوپر کہا ہے۔ وہ مقدس پولوس کے حق میں زیادہ صادق آتا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کی ابتدائی زندگی اور اوائل عمر میں کوئی اثر موجود تھا جس کے باعث وہ مسیح کی قیامت کے معجزے کو فوراً مان لیتا۔ بلکہ مسیح کی قیامت اس کی تمام ابتدائی فریسی تعلیم کی تکذیب تھی بیتیمہ پانے سے اسنے تمام عزت مرتبہ دولت اور دوستیوں سے ہاتھ دھویا۔ کیا ہم ایسے آدمی کو مکار کہہ سکتے ہیں۔ ان الفاظ کو سنو جو اس شخص نے اپنے مرنے سے چند روز پہلے لکھے "میرے کوچ کا وقت نزدیک ہے۔ میں اپنی دوڑ تمام کر چکا ہوں۔ میں اچھی لڑائی لڑ چکا ہوں۔ اب سے میرے لئے راستبازی کا تاج مقرر ہے جو خداوند جو عادل ہے مجھے دیگا" کیا یہ شخص مکر سے مسیح کی قیامت کی منادی کرتا پھرتا تھا +

سٹراؤس اور باور جو جرمنی میں نیچری گروہ کے امام ہیں۔ اس الزام کی بابت یوں کہتے ہیں "تاریخ پکار رہی ہے کہ حواری سچے تھے۔ اور جو بات وہ کہتے تھے اُن کو پورا یقین تھا۔ اگر انکے دل میں یہ یقین نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ مسیحی مذہب کی عمارت کو ایسی مضبوطی سے تعمیر کرتے" "مورخ مجبوراً مان لیتا ہے۔ کہ رسول اپنے دعوے کو پوری طرح یقین کرتے تھے" "ہمیں کچھ شک نہیں کہ پطرس یعقوب اور باقی رسولوں نے پولس سے کہا کہ ہمنے خداوند کو مدفون ہونے کے بعد دوبارہ زندہ دیکھا ہے"

ایک اور اعتراض باقی ہے۔ ہم کیونکر تحقیق کریں۔ کہ مسیح نے فی الحقیقت صلیب پر مر گیا تھا شائید اسکو صرف غش آگیا ہو اور کچھ عرصہ تک قبر میں بیہوش رہنے کے بعد اسے دوبارہ ہوش آئی ہو۔ اور وہ قبر سے نکل آیا ہو۔ مسیح صرف چھ گھنٹے صلیب پر لٹکا رہا عموماً آدمی

آدمی دو یا تین دن تک عذاب میں لٹکے رہتے تھے۔ اور اس طرح بڑی دیر میں انکی جان نکلتی تھی سپاہیوں نے سمجھا کہ مسیح مر گیا ہے۔ اس لئے اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پتھریلی ٹھنڈی قبر کی تازہ ہوا اور خوشبوؤں کی فرحت بخش تاثیر اس کو دوبارہ ہوش میں لائی۔ اور وہ طاقت پاکر تیسرے دن اپنے شاگردوں کے درمیان آموجود ہوا + ہم اس کا بھی جواب دینگے +

یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ صلیبی عذاب ایک بڑا سخت عذاب تھا۔ اور اس سے بچنا نہایت ہی مشکل تھا۔ شائد حکیموں کے علاج اور کوشش سے کوئی شخص مصلوب ہونیکے بعد زندہ بچتا۔ مصلوب ہونے سے پیشتر بھی یسح بڑا عذاب سہ چکا تھا۔ گتسمنی میں اس کا پسینہ لہو کی مانند بہتا رہا تھا۔ پھر اس نے رومیوں سے کوڑے کھائے تھے رومیوں کا تازیانہ بڑا سخت ہوتا تھا۔ اور اکثر آدمی اس سے مرجاتے تھے۔ پھر صلیب پر موٹی کیلوں سے اس کے ہاتھ اور پاؤں چھیدے گئے تھے۔ اور وہ چھ گھنٹے وہاں لٹکا رہا۔ عذاب کی پیاس میں اُسے چھ گھنٹے پانی نہ ملا۔ سب کے پیچھے آکر ایک سپاہی نے اس کی پسلی میں برچھا مارا۔ پھر جب وہ صلیب سے اتارا گیا تو کسی نے اُسے روٹی پانی نہ دیا اور نہ اس کے زخموں کو باندھا۔ اور اس طرح دو راتیں اور ایک پورا دن قبر میں گذرے لیکن باوجود اس تمام تشدد کے وہ تیسری صبح کو چالاک اور آفتاب کی طرح رونقدار قبر سے نکل آیا۔ ان پیروں سے جو موٹی کیلوں سے چھدے ہوئے تھے۔ وہ بآسانی چلتا ہے۔ اور یروشلم سے اماؤس کو جاتا ہے۔ اور وہ ایسا چالاک اور تیز رفتار ہے کہ دیکھتے دیکھتے اپنے ساتھیوں کے سامنے سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور اُن کے یروشلم واپس پہنچتے ہی ان سے آملتا ہے۔ پھر اسی چالاکی سے وہ اس کمرے میں گھس آتا ہے جس میں شاگرد بیٹھے تھے۔ کیا پاؤں چھدوا کر آدمی نے الحقیقت تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہم اس سارے بیان کو غلط اور بناوٹی کہیں۔ اور مان لیں۔ کہ رسول مکار اور کذاب تھے +

چوپانی زبور

چوتھا باب

وہ میری جان کو آسودہ کرتا ہے

(زبور ۲۳: ۳)

یہ الفاظ اُس انمول زبور میں سب سے بیش قیمت ہیں۔ یہ خدا کے اُن بندوں کے تجربے کا اظہار کرتے ہیں جو اچھے گڈریئے کے بحالی کرنے والے فضل کی ضرورت خوب پہچانتے ہیں۔ اگر ہم صرف اُسی کی پیروی کرتے رہیں۔ اُس کے فضل کی تاثیر ہم پر قائم رہے اور ہم اپنے گڈریئے کے ہر وقت کمال فرمانبردار رہیں تو پھر جان کی آسودگی اور بحالی کی بالکل ضرورت نہ رہے۔ لیکن آہ ! ہم تو آسمانی رہنمائی کی ہمیشہ پیروی نہیں کرتے۔ اور اکثر سرگرمی اور بے پروائی کی حالت میں گر پڑتے ہیں اور یوں بحالی کے ہر وقت محتاج رہتے ۔

روحانی تنزل کا اصل منبع خدا کے کلام اور دعا سے غفلت کرنا ہے۔ جب تک آدمی کی روح خدا کی روح مقدس سے رفاقت رکھے۔ جبتک بائبل برابر دعا کے ساتھ پڑھی جائے اور خلوتی دعا عمل میں لائی جائے تو خدا کے پیار۔ فضل اور عرفان میں ترقی برابر ہوتی رہتی ہے ۔

جب تک سنہیلی نالیاں صاف اور بے رکاوٹ رہیں۔ سنہیلے تیل کا دریا جو پاک زندگی کی شمع کو روشن رکھتا بہتا رہیگا۔ ہم سب اس امر سے واقف ہیں۔ ہمارے دلوں نے اکثر اس شیریں راحت اور مقدس حوصلہ افزائی کا تجربہ حاصل کیا ہے جو قدس اقداس میں مبارک وقت گذارنے سے ملتا ہے۔ ہم جانتے

ہیں کہ کوئی اَور چیز رُوحانی زندگی میں ایسی پھلدار نہیں جیسے خدا کے ساتھ رفاقت رکھنا۔ تو بھی ہم اِسے اکثر بھول جاتے اور اس سے غفلت کرتے ہیں۔ پاک کلام بطور ایک بار اور فرض کے پڑھا جاتا۔ جیسے کہ جنگلی بطخ کا سینہ جھیل کی سطح کو کہیں کہیں سے چھوتا ہے۔ صبح و شام کی دُعا ایسی سردی اور بے پروائی سے مانگی جاتی کہ اُس کا نہ مانگنا ہی بہتر ہوتا۔ تو پھر کیا تعجّب کی بات ہے کہ رُوحانی زندگی کی طاقتیں کمزور ہو جائیں اور اس امر کی محتاج نہ ہوں کہ کوئی مضبوط اور دانا ہاتھ اسے بحال اور آسودہ کرے ۔

وہ گناہ۔ جس کا اقرار نہ کیا گیا ہو۔ روحانی تنزل کا ایک اَور بڑا سبب ہے مثلاً اگر دوستوں میں تھوڑی سی ناموافقت ہو جائے تو وہ ملنے سے کنارہ کرتے ہیں اور اگر ملیں بھی تو اُن کی بول چال میں سردلی اور ایک قسم کی رکاوٹ پائی جاتی ہے جس سے اُن کی پہلی محبت میں جو فرق آگیا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ جب تک کہ جھگڑے کا سبب دریافت نہ کیا جائے۔ قصور کا اقرار نہ ہو اور غلط فہمی دور نہ کی جائے سچا دلی اتحاد پھر حاصل ہو نہیں سکتا۔ یہی اصول اُس رشتہ میں پایا جاتا ہے جو رُوح کا خدا سے ہے۔ جب ہم گناہ کرتے تو اکثر آدم اور حوّا کی طرح باغ میں پتوں کے پیچھے چھپنے کا امتحان پیش آتا ہے ۔

دن بھر میں سب سے خوشی کا وقت شام کی وہ ساعت تھی جب ٹھنڈی ٹھنڈی ہَوا چل رہی تھی ۔ پتّوں کے ہلنے سے گویا نغمے نکل رہے تھے اور خدا نے آدم اور حوّا کو بُلایا لیکن گناہ اس ملاقات کے خیال ہی کو ناگوار کر دیتا ہے۔ اسی طرح ناافرار شدہ گناہ ہمارے اور خدا کے بیچ ایک پردہ ڈال دیتا اور خدا کی ملاقات کو ناگوار کر دیتا ہے۔ پھر دلی خلاص کی باتوں کی بجائے ہم تکلفات رسمی بجالاتے ہیں اور اگر گناہ کا فوراً اقرار اور اُس سے احتراز نہ کیا جائے تو دل کے ساز میں یہ چھوٹا سا

شگاف ایسا بڑھ جائیگا کہ سب سُر بگڑ جائینگی +

دُنیوی سوسائٹی اور اُس کے لوازمات رُوحانی تنزّل کا ایک اور بڑا سبب ہے یہ ناممکن ہے کہ بہت سا وقت بیہودہ بات چیت۔ مخول ہنسی۔ ٹھٹھہ۔ دُنیاوی علم۔ اور اچھی دلچسپ عشقیہ ناول پڑھنے اور ان سب چیزوں میں جو دنیاوی زندگی سے تعلّق رکھتی ہیں خرچ کیا جائے اور رُوحانی زندگی کی ترقی میں کچھ فرق نہ آئے۔ ہم تتلی کے پر کو اگر ذرا سا ایک دفعہ بھی ہاتھ لگائیں تو اُس کے نازک اور ملائم پنکھ کی خوبصورتی کو کچھ نہ کچھ کم کر دینگے اسی طرح ناممکن ہے کہ پاک۔ نازک۔ رُوحانی اور اخلاقی طبیعت جو خدا کا انعام ہے دنیا کی ناپاک ہوا میں بے عیب رہ سکے + بے شک اگر خداوند یسوع ہمیں اس دُنیا میں اپنے کام کے واسطے بھیجے۔ تو ہمیں اپنی حفاظت میں بھی رکھیگا۔ لیکن یاد رہے کہ اگر ہم وہیں رہنا پسند کریں تو رُوحانی تنزّل کے رستے پر جا کھڑے ہونگے۔ جیسے کہ ایک گاؤں کی لڑکی اپنا خوبصورت گلابی رنگ شہر کے بدبودار تنگ کمروں کی بند ہوا میں رہنے سے ضرور کھو دیگی + جان بوجھ کر کسی حکم سے غفلت کرنے سے رُوحانی زندگی میں تنزّل اور بیماری آجاتی ہے۔ اگر سب مسیحی جو مسیح کے کسی حکم کو جان بوجھ کر ٹال رہے ہیں اُس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو گویا ایک نیا زمانہ وہ اصلاح اور رُوحانی زندگی میں ایک نئی بیداری واقع ہو +

ہم اکثر مسیحیوں سے ملتے جو کہتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہمیں بہت آزمائشیں تکلیفیں اور مشقّتیں سامنے آتی ہیں۔ اس لفظ مشقّت کے کیا یہ معنی نہیں کہ مسیح نے انہیں ایک خاص حکم دیا تھا جس کا وہ مقابلہ کرتے اور اپنی راہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی کی رُوح سے یہ تکلیف جاتی رہی تو اس کا سبب کیا ہے۔ کیا یہی نہیں کہ ہمارے مہربان مسیح کو اُس کے باپ کی طرف سے اُس رُوح کی تکلیف کے بارے میں ایسا

صاف انکار ہوا کہ کچھ فائدہ نہ تھا کہ مسیح اُس نافرماں بیدار روح سے زیادہ جھگڑے اور اسی لئے وہ اپنی مرضی کو واپس لیتا ہے ۔

ہاں ایسی روح اس طرح بچ تو سکتی جیسے کہ آگ سے لیکن وہ اس کی مہربان محبت کو نہیں جان سکتی اور نہ اُس کے بڑے کاموں کے واسطے استعمال ہو سکتی ہے ۔

روح کے تنزل کے بہت سے نشان ہیں۔ اُس کی بے آرامی۔ اُس کا ہمیشہ کڑکڑانا مسیح کی بادشاہت کے نفع و نقصان میں دلچسپی نہ لینا۔ مسیح کی گواہی نہ دینا۔ گناہ کی مخالفت نہ کرنا۔ یہ بات قبول کرنے سے بہت ناراض ہونا کہ وہ پہلے سے کچھ روحانی تنزل کر گئے ہیں پاک کلام کے سننے سے جھنجھلانا۔ اور اُن کے تجربے سے جو کہ خدا کی رفاقت میں جیتے ہیں تنگ ہونا۔ اکثر آدمی ہم نے دیکھے ہیں جو کسی سخت بیماری میں مبتلا ہیں تو بھی یقین کرنے سے انکار کرتے اور اپنے دوستوں کو حکیم کے بلانے سے منع کرتے ہیں ایسی طرح ایک نشان روحانی تنزل کا یہ ہے کہ تمام صلاحوں کو جو اُس کے فائدے کی ہیں قبول نہ کرنا اگرچہ وہ تنزل دن بدن دل کو کھاتا ہی کیوں نہ چلا جائے۔ بہت برس کے بعد یہ غمناک اقرار سنا جاتا ہے کہ سب کچھ جیسا آگے تھا اب بھی ہے اور اس کے بعد ناامیدی کا سیاہ بادل گھٹا باندھ کے چڑھ آتا ہے کہ میری روحانی حالت جو ایسی بگڑ گئی ہے اب درست نہیں ہو سکتی ۔

پھر نجات دہندہ کے بچانے والے فضل کی طرف لوٹ آنا کیسا مبارک ہے نیچر میں بھی اس کا نمونہ قدرت نے ہمارے سامنے رکھا ہے ۔ جب بھونچال کے صدمے سے کسی پہاڑ میں کوئی دراڑ آجاتی تھی اسی وقت نیچر اُسے گھاس پھوس اور بھرے پتوں اور ٹہنیوں سے بھرنے لگ جاتی ہے۔ جب ہمارے جسم میں کبھی کوئی زخم آجائے تو خون جب زخمی جگہ سے گذرتا ہے تو طبعاً اُس زخمی جگہ کو تندرست کرنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ بہت جلدی اُس زخم میں تندرستی آجاتی ہے۔

جب ہمارے گھروں میں کسی عزیز کی موت سے خلاء ہو جاتا ہے اور ناامیدی اور آنسو باقیماندوں کے لئے رہ جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی تو یہی وقت اپنی اچھی کرنیوالی تاثیر سے اُس کمی کو آہستہ آہستہ پورا کر دیتا ہے۔

اسی طرح خدا کی پاک رُوح انسانی دلوں پر ہمیشہ جنبش کرتی رہتی ہے کہ اپنا خاص اور مبارک بچانیکا کام اُس ناامید دل میں پورا کرے۔ جبکہ بھیڑ جھنڈ سے کھو جاتی تو گڈریا اُس کھوئی ہوئی کے پیچھے جاتا ہے۔ جبتک کہ اُسے پا نہ لے اور اُسے اپنی جگہ بحال نہ کرے۔ جب اُس کے تاج کے گول حلقہ سے ایک موتی بھی کھو جاتا اور اُس کے چراس میں سے ایک قیمتی جواہر گر پڑتا تو وہ آرام نہیں لیتا۔ جب تک کہ انہیں اُن کی جگہ پر نہ لے آئے۔ اگر اُس کے لڑکوں میں سے ایک دور ملک میں چلا جائے تو اُس کی اپنی خوشی جاتی رہتی ہے جب تک کہ وہ لڑکا واپس نہ آئے ۔

مسیح بہت سے ذریعے استعمال کرتا ہے۔ کبھی کوئی دوست کبھی کوئی پادری کبھی کوئی گیت۔ کسی کتاب کا مطالعہ یا کسی نیک آدمی کی زندگی کا احوال۔ اکثر یوں ہوتا ہے کہ جب تم دور ملک میں اکیلے یا اُداس پھر رہے ہو فوراً سورج کی روشنی کی کوئی کرن لیکن کبھی کبھی نیچر کے ان سب ذریعوں کے بغیر ہی ایک دم سے تمہارے اندر خدا کے فضل کی طاقت کی تاثیر کرتی ہے اور تمہارے دل کی سب سے نچلی تہ کو چھوتی ہے اور اُس کو نرم کرتی اور دُعا اور معافی کی طرف تم کو رجوع دلاتی ہے۔ کیا یہ تجربہ کچھ کچھ اُس کی مانند نہیں جو کہ پطرس کو مسیح کے اُس پر نظر کرنے سے ہُوا۔ اور جس نظر نے پطرس کو باہر روتے ہوئے بھیجدیا۔ یہ اُس کے پھر آنے اور بحال ہونے کی منزل میں پہلا قدم تھا۔

وہ جو پھر آنے اور بحالی کا پورا احوال سمجھنا چاہتے ہیں چاہئے کہ اُس عجیب وقوعہ کو جس میں خداوند گڈریئے نے اپنے بھٹکے ہوئے شاگرد کی روح کو بچایا پڑھیں۔ ہم صرف اسکے مدارج کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اُس نے پطرس کے لئے دُعا کی۔

اور اُس کو پہلے سے جتا دیا۔ اور اُس سنگ دل جماعت میں سے جب کہ وہ اپنی بے رحمی اور سخت دلی پوری کر رہی تھی۔ "مسیح لوٹا اور پطرس کی طرف دیکھا" غصے سے نہیں۔ نہ سختی سے بلکہ محبت آمیز ملامت سے۔ مسیح نے ایک خاص پیغام فرشتوں کو دیا کہ وہ عورتوں کو کہیں کہ پطرس کو ایسٹر کی صبح اَوروں کے ساتھ بلائیں اس سے یہ جتلاتا تھا کہ ہمارے نجات دینے والے کو اپنے سب دکھوں میں بھی پطرس کا خیال رہا۔ مسیح دنیا کے پہلے ایسٹر کے دن پطرس کو اکیلا ملا۔ اور اُسے اجازت دی کہ اپنے غم کا حال اکیلے میں بے رُکاوٹ بیان کرے۔ مسیح نے اُسے تین دفعہ اپنے محبت آمیز کلموں کے کہنے کی اجازت دی تاکہ اُس کے تین دفعہ کے انکار کا داغ ایسی محبت کی گواہی سے مٹ جائے۔ اور یہ جو مسیح نے پطرس سے کیا تمہارے ساتھ بھی اُتنا ہی اور ویسا ہی کرنے کو طیار ہے +

دن اور ہفتوں تک نہ ٹھیرو۔ اُس کے فضل کو جو تمہارے لئے موجود ہے ابھی لے لو۔ جیسے تم ہو چلے آؤ اور اُس پر بھروسہ کرو جب یہ گناہ کی شرم تازہ ہے مسیح کی طرف دیکھو اور اُس سے معافی مانگو اور فوراً یہ چاہو کہ تمہیں اُسی جگہ جہاں سے تم گر پڑے ہو پہنچا دے۔ اور اگرچہ جواب کی خوشی کا جوش تمہارے دل میں نہ آئے تو بھی ایمان کی امید سے یہ کہو کہ وہ میری جان کو آسودہ کرتا اور میری جان کو پھیر لاتا ہے +

ہاں اُن کے واسطے جو اس وعدے کو لے لیتے ہیں ایک اور وعدہ اس سے بھی زیادہ تائید سے بھرا ہوا موجود ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ میں اُن برسوں کو جو گناہ سے خراب ہو گئے پھر واپس کرونگا اور اُن موقعوں کو جو تو نے ہمیشہ کے واسطے کھو دئے واپس دیدونگا +

جزیرۂ مڈغاسکر میں مسیحی مذہب

I

مڈغاسکر کا جزیرہ براعظم افریقہ کے مشرق کیطرف ممالک موزنبیق کے مقابل میں واقع ہے۔ دنیا کے تمام جزائر میں اسکا درجہ تیسرا ہے۔ اسکا رقبہ انگلینڈ اور ویلز کے رقبہ سے چار چند ہے۔ طول اسکا ۹۰۰ میل اور عرض ۳۰۰ میل۔ اسکی آبادی تخمیناً چالیس یا پچاس لاکھ آدمیوں کی ہے۔ انیسویں صدی کے شروع میں یہ جزیرہ غلاموں کی بڑی کان تصور کیا جاتا تھا۔ ہر سال تین یا چار ہزار آدمی زبردستی پکڑے جاتے تھے اور جانوروں کی طرح سمندر کی طرف ہانکے جاکر امریکہ اور جزائر مغربی ہند میں غلام ہوکر فروخت ہوتے تھے۔ ۱۸۱۷ء میں یہاں کے بادشاہ نے سرکار انگریزی کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا جس کے باعث غلاموں کی یہ تجارت بالکل موقوف کی گئی۔

یہاں کے باشندے ملاگاسی کہلاتے ہیں۔ اس صدی کے شروع میں وہ افریقہ کے باشندوں کی مانند وحشی نہ تھے۔ بلکہ برعکس اس کے کسی قدر شائستگی میں ترقی کر چکے تھے۔ اچھے کپڑے بنانیکا فن انہوں نے سیکھا ہؤا تھا۔ اور بعض بعض اشخاص نہایت ہی فاخرہ لباس پہنتے تھے۔ ریشم کے کیڑے یہاں بکثرت ہوتے ہیں اور اس جزیرے کی ایک قوم جو ھووا کے نام سے مشہور ہے ریشم کا عمدہ کپڑا بنانے میں بڑی ماہر تھی۔ غریب لوگ روئی یا سوت کے معمولی کپڑے پہنتے تھے۔ لوہے کو گلانے کے فن سے بھی وہ لوگ واقف تھے۔ اس لوہے سے معمولی ہتھیار اور اوزار بنائے جاتے تھے اور زمین جوتی جاتی تھی۔ ان کے رہنے کے مکانات بھی وحشیوں کے مکانات سے بدرجہا بہتر ہوتے تھے یہ مکان پتھر اور لکڑی سے بنائے جاتے تھے اور شہروں کے گرد پناہ کیلئے فصیلیں

اور کھائی ہوتی تھیں۔ شہروں کے دروازے پتھر کے اور بہت مضبوط ہوتے تھے۔ ان سب بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مڈغاسکر کے لوگ شائستگی میں کہاں تک ترقی کر چکے تھے +

لیکن ساتھ ہی اس ترقی کے ان میں بہت سی خرابیاں بھی تھیں۔ ان کا چال چلن بہت بگڑا ہوا تھا اور خونریزی بکثرت تھی۔ لڑنے مرنے کے لئے نیزے اور تلواریں بہت بنائی جاتی تھیں اور غلام بڑی سختی سے گرفتار کئے جاتے تھے۔ پیٹ کی خواہشوں اور جسم کے لالچوں سے یہ لوگ بخوبی واقف تھے لیکن کوئی آسمانی تعلیم ان کو نہ ملی تھی۔ بادشاہ بالکل خود مختار تھا۔ اور اس کی مرضی کے سوا اور کوئی قانون اس ملک میں جاری نہ تھا۔ وہ لوگ جو کسی قسم کے فن اور کاریگری سے واقف تھے زبردستی یا بیگار پکڑے جاتے تھے اور بغیر مزدوری کے سرکاری کام میں لگائے جاتے تھے۔ گویا ساری رعایا بادشاہ کی غلام تھی۔ جب شروع میں مشنری وہاں گئے اور لوگوں کو مختلف اقسام کے فن سکھانے لگے تو لوگ اس خوف سے کہ مبادا ہمیں بیگار میں بادشاہ پکڑ لیوے کچھ سیکھنا نہ چاہتے تھے +

چھوٹے چھوٹے جرموں کے لئے لوگوں کو بڑی سنگین سزائیں دیجاتی تھیں۔ بادشاہ کے ایک نوکر کے ہاتھ سے کھانے کا برتن گر گیا۔ اسکی سزا میں وہ شخص مارا گیا۔ ملکہ کی نوکرنے اسکے کپڑوں پر کچھ پانی گرا دیا اس کو بھی موت کی سزا دی گئی۔ آدمی کو بھوک سے مارنا۔ بیت مارتے مارتے جان نکالدینا دھیمی آنچ پر زندہ آدمی کو رفتہ رفتہ بھوننا۔ مصلوب کرنا یہ روزمرہ کی خفیف سزائیں تھیں۔ جب کوئی آدمی اس طرح مارا جاتا تھا تو آدمی اور بچے شوق سے تماشا دیکھنے جاتے تھے۔ ملزموں کے آزمانے اور انکی صداقت یا جرم دریافت کرنیکا ایک اور طریقہ بھی قابل بیان ہے۔ جس شخص پر کوئی الزام لگایا جاتا تھا اسکے لئے ایک قسم کا زہر طیار کیا جاتا تھا۔ اسکو پی کر وہ زندہ رہتا تو وہ بے قصور سمجھا جاتا تھا اور اگر مر جاتا تو صریحاً وہ مجرم تھا۔ یہ طریقہ جرم کے دریافت کرنیکا اس جزیرے میں اسقدر رائج تھا کہ کسی نے کہا ہے کہ کل آبادی میں سے کم از کم فیصدی دس آدمی اپنی زندگی میں ایک دفعہ اس زہر کو پیتے تھے۔ اور قریباً ہر سال تین ہزار آدمی اس بیہودہ امتحان میں ہلاک ہوتے تھے +

کائفا کا مشورہ

اور ان میں سے ایک نے جس کا نام کائفا تھا۔ اور جو اُس برس سردار کاہن تھا اُنسے کہا تم کچھ نہیں جانتے۔ اور نہ سمجھتے ہو۔ ہمارے لئے ضرور ہے۔ کہ ایک شخص تمام قوم کے عوض مرے۔ تاکہ ساری قوم تباہ نہو۔ یوحنا ۱۱:- ۴۹ و ۵۰ +

مسیح کی موت یہودا اور کائفا کی سازش کا نتیجہ تھی۔ لیکن یہ دونوں آدمی اس موت کے اثر سے نہ بچے۔ یہودا تو فوراً پھانسی لیکر مر گیا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہودیوں کی کہانت منقطع ہوئی۔ کائفا نے سچ کہا۔ ضرور تھا کہ مسیح دُکھ اُٹھاتا اور مرتا۔ قوموں کی نجات کے لئے اس ایک کی موت ضرور تھی +

یہودا کی حالت کو ہم بخوبی دیکھ چکے ہیں۔ تنہائی میں وہ گناہ سے مغلوب ہُوا اور تنہائی میں تباہ ہُوا۔ لیکن اب ہمارے سامنے ایک مجمع اور کونسل ہے۔ یہ کونسل دینی ہادیوں کی ہے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ متعصب زہریلے یہودی کس طرح بیٹھ کر مسیح کے مارنے کی صلاح کرتے ہونگے۔ وہ قسم قسم کی گناہ آلودہ حکمتیں اور بندشیں پیدا کرتے ہونگے۔ اور آپس میں جھگڑتے ہونگے۔ لیکن آخر کار کائفا کی حکمت کو سب نے منظور کیا "ضرور ہے کہ ایک آدمی (یعنی مسیح) مارا جائے" سردار جانتے تھے۔ کہ مسیح کی تعلیم ضرور ہماری بیخکنی کرے گی۔ اس لئے اُنہوں نے مصمم ارادہ باندھ لیا کہ موقع پاکر اسکو ہم ضرور مارینگے +

اور جب مسیح مصلوب ہو چکا تھا اس کے بعد کیا ہُوا۔ یہودا کہتا تھا کہ مَیں نے گناہ کیا میں نے بیگناہ کو پکڑوا لیا ہے"۔ لیکن سردار اس کے جواب میں کہتے تھے۔ "ہمیں کیا۔ تو جان"۔ وہ یہودا کی کمبختی اور مصیبت پر ہنستے تھے۔ اور اپنی کامیابی پر خوش تھے۔

یہودا کس طرح ان کی بندش میں آگیا۔ اس تمام حالت کو پڑھ کر دل میں کئی قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ دل کہتا ہے کہ کائفا اور اس کے ساتھی یہودا کی نسبت زیادہ ناپاک تھے۔ گناہ کر کے افسوس کرنا اور اس افسوس میں دیوانہ ہو جانا کائفا کی طرح خوش اور کامیاب ہونے سے بہتر ہے +

علاوہ ازیں جب ہم کائفا اور یہودا کو نمونہ کے لئے اپنے سامنے لاتے ہیں۔ تو یہودا سے ہمیں اتنا خوف نہیں آتا۔ جتنا کائفا سے یہودا نے علیحدگی میں ایک شرمناک کام کیا ہم اسکے کام کو پہچانتے۔ اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔ ممکن نہیں کہ ہم کبھی ایسے گناہ میں پھنسیں لیکن کائفا ہمیں بڑا خوف دلاتا ہے۔ دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر ہم اس کونسل میں ہوتے۔ تو شاید باقی مقطع صورت بزرگوں کے ساتھ ملکر ہم بھی پکارنے لگتے کہ اسے صلیب دے صلیب دے۔ بھیڑ میں اوروں کے ساتھ ملکر چلانا بہت آسان ہے +

یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کائفا کا مشورہ پسند آتا ہے۔ وہ ایک نفرتی فعل تھا مسیح اگر کوئی معمولی آدمی ہوتا تو بھی اس کو اس طرح سازش اور بہانے سے مارنا بہت بڑا گناہ ہوتا۔ کائفا کا مشورہ بے انصافی سے سیاہ تھا۔ کائفا نے مطلق نہ سوچا کہ مسیح موت کے لائق ہے یا نہیں۔ اسکے سامنے ایک ضرورت درپیش تھی۔ اور اس کے پورا ہونے میں انصاف کا خون ہوتا تھا۔ لیکن کائفا نے انصاف کو نظر انداز کیا اور مسیح کے قتل کرنے پر کمر باندھی۔ علاوہ اسکے جو دلیل اس نے پیش کی وہ بالکل غلط اور جھوٹی تھی۔ اسنے کہا کہ مسیح کی تعلیم بلوے اور فساد کا باعث ہوگی اور رومی آکر قوم کو تباہ کرینگے۔ چند روز کے بعد جب مسیح رومی حاکم پلاطوس کے سامنے حاضر ہوا تو حاکم نے اسکو چھوڑ دینا چاہا اور یہودیوں نے اسکو دھمکا کر بیگناہ کے خون پر مجبور کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رومیوں کا خوف اس وقت محض ایک بہانہ تھا

یہودیوں کی کونسل عجیب متفرق اور مخالف اجزاء سے مرکب تھی۔ زیادہ تعداد فریسیوں کی تھی جو روح کو غیر فانی مانتے تھے۔ باقی صدوقی تھے۔ اور انہیں کا کائفا شامل تھا۔ یہ فرقہ روح کو فانی مانتا تھا

کیا اس سے کوئی بڑا اختلاف ممکن ہے۔ لیکن یہ دونوں گروہ مسیح کی مخالفت میں یکجہت ہو گئے۔ خود غرضی نے ان کو ایک کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ مسیح کی تعلیم ہمارے دبدبا اور رعب کو بیخ و بن سے کاٹ ڈالیگی۔ اپنا بچاؤ کرنے کے لئے اُنہوں نے ایک بیگناہ کو قتل کروایا +

جب اتنی صدیوں کے بعد ہم اس فعل پر غور کرتے ہیں یعنے ایک حلیم بڑھئی کا بے انصافی بکراور حیلے سے مارا جانا تو دل نفرت اور غضب سے بھر جاتا ہے لیکن پھر خیال آتا ہے۔ کہ اگر ہم اُس وقت موجود ہوتے اور سرداروں کو اُس کے خون کے پیاسے دیکھتے تو بھیڑ کے ساتھ شائد ہم بھی شامل ہو جاتے۔ اور اپنے بزرگوں کی عزت اور دبدبے کو بحال رکھنے کی خواہش سے پکارتے اُسے صلیب دے صلیب دے۔ اس کا خون ہم پر اور ہماری اولاد پر ہو +

جب ہم اس ماجرے پر ذرہ غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی جلدبازی اور مسیح کے خون کی تشنگی کے لئے ایک بھاری وجہ تھی۔ انکو اپنے دین کا جوش آیا ہوا تھا۔ ان کے ہادیوں اور سرداروں نے ان کو غضبناک کر رکھا تھا۔ اور انکے تعصب کو مشتعل کیا تھا۔ اس طرح وہ خیال جو ابتدا میں چند ہی کے دل میں تھا۔ آخرکار سب پر غالب آیا۔ اور اس جوش اور تعصب کی گھڑی میں اُنسے وہ کام سرزد ہوا جس کے کرنے سے انمیں سے ہر ایک علیحدگی میں ڈرتا اور کانپتا +

کمیٹیوں اور مجلسوں کے گناہ تنہا آدمیوں کے گناہوں کی نسبت زیادہ بلکہ بدرجہا سیاہ ہوتے ہیں۔ تند مزاجوں کی تندی زیادہ ہو جاتی ہے۔ بزدل اوروں کے جوش کو دیکھکر شرمندگی سے خاموش رہتے ہیں۔ بدنیت سمجھتے ہیں۔ کہ اوروں کی آڑ میں ہماری بدنیتی چھپ جائیگی۔ نیک نیت کہنے لگتے ہیں۔ کہ خیر اگر یہ کام بُرا ہے تو اور بھی اس میں شامل ہیں۔ ہم اکیلے اسکو کر نہیں رہے +

یہ بڑا دھوکا ہے۔ ذمے واری ہٹ نہیں سکتی۔ اپنی روحانی تمیز کے لئے ہر شخص خود

روحانی باتیں روحانی طور پر سمجھی جاتی ہیں۔ فریسیوں کی تعلیم ایسی تنگ تھی کہ اس میں روح کی گنجائش نہ تھی۔ مسیح کی تعلیم کے سمجھنے میں فریسی تعلیم کچھ مدد نہ دیتی تھی۔ اُن کی آنکھیں نفسانیت سے تاریک ہو گئی تھیں۔ اور وہ مسیح کے جمال کو دیکھ نہ سکتے تھے +

ہر زمانہ میں بنی آدم کے لئے یہی خطرہ موجود ہے۔ محبت اور روحانیت کے بغیر ہم کبھی ٹھیک فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر کبھی کوئی بڑی قومی یا شخصی دقت یا مشکل ہمارے سامنے آئے تو ضرور ہم کائفا کے سے مشورے کو قبول کر لینگے۔ اور برعباس کو قبول کر کے مسیح کو صلیب دینے پر تیار ہو جائینگے +

انسان بندشیں اور حکمتیں باندھتا ہے۔ لیکن ان کو پورا ہونے دینا یا ان کو پورا ہونے سے روکنا خدا کے اختیار میں ہے۔ خدا ہماری گھڑی ہوئی بھدی چیزوں کو لیتا اور ان سے اپنے لئے خوبصورت چیزیں بناتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی متعصب بادشاہ بُت شکنی پر کمر بستہ ہوتا ہے۔ خدا اُسکی نفسانیت اور تعصب میں سے اچھے اچھے نتائج پیدا کرتا ہے۔ کائفا نے اپنے بچاؤ کے لئے مسیح کو مروایا۔ لیکن اسی مسیح کی موت کل دنیا کے لئے کفارہ ہوئی "مناسب ہے کہ ایک آدمی مارا جائے"۔ انجیل نویس لکھتا ہے کہ یہ ایک پیشینگوئی تھی لیکن کائفا کو مطلق نہ معلوم تھا کہ میری پیشینگوئی کس طرح پوری ہوگی۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس وقت کائفا بڑا خواہشمند تھا کہ رومیوں کو خوش کرے۔ چند روز کے بعد انہیں رومیوں نے اُسے کہانت سے موقوف کیا۔ پھر تیس برس گذرنے نہ پائے تھے۔ اور غالباً کائفا کی کونسل کے کئی آدمی ہنوز زندہ تھے۔ کہ رومی آئے اور انہوں نے بڑی بیرحمی سے یہودیوں کی قومیت کو تباہ کیا اور ان کا ملک چھین لیا۔ یہ سب کس لئے ہوا؟ صرف اس لئے کہ یہودیوں نے حقیقی مسیح کو ماننے کے بدلے جھوٹے مسیحوں کو پسند کیا۔ اور قسم قسم کے چوروں اور رہزنوں کو اپنا ہادی مانا۔ اس طرح خدا ہماری خودغرضی اور تاریکی کی مشورتوں کو لیتا۔ اور ان میں اپنی طرف سے جان ڈال کر ان کو اپنے کام میں استعمال کرتا ہے۔ کئی برس گذرے یوروپ کی ایک قوم نے دوسری قوم پر حملہ کیا

فوج کو حکم ہوا کہ دشمن کی دارالسلطنت پر چڑھ جائے۔ اور وہ فوج دشمن کی دارالسلطنت کو گئی لیکن کس طرح۔ فاتحوں کیطرح نہیں۔ بلکہ قید ہو کر۔ ایسے دعوے کے الفاظ برقرار رہے لیکن مطلب تبدیل ہو گیا۔ اسیطرح خدا نے کائفا کے الفاظ کو لیا لیکن ان کو اپنے طریق پر پورا کیا۔ علاوہ اس کے پیشینگوئی کرنے والے کے عہدے اور اسکی پیشینگوئی میں ایک عجیب مطابقت تھی۔ انجیل نویس کہتا ہے کہ "یہ اسنے اپنی طرف سے نہ کہا بلکہ کہانت کی حیثیت سے کہا"۔ کائفا سردار کاہن تھا۔ اور اس کا فرض تھا کہ کفارے کی قربانی چڑھائے اور لوگوں کے لئے سفارش کرنے کو پردہ کے اندر داخل ہو۔ اسی سال وہ اصلی قربانی چڑھائی گئی جس نے باقی تمام قربانیوں کو پورا کر کے موقوف کیا۔ لیکن وہ برّہ کس طرح ذبح ہوا۔ سردار کاہن کے مکر اور حیلے سے۔ خدا کی عقل انسان کے غصے اور بیوقوفی پر غالب آئی +

ایک بات باقی ہے جس پر غور کرنا چاہئے۔ ہم سرداروں کو چھوڑ کر برّہ کی طرف غور کریں ٹھیک جس وقت کائفا مکر کو انجام تک پہنچا رہا تھا مسیح اپنے شاگردوں کو لیکر باغ میں تھا۔ اور اُن کی خاموشی میں اپنی روح اپنے باپ کے حضور بہا رہا تھا +

ذرہ اس مقابلے پر غور کرو۔ کائفا مغروری سے کہہ رہا ہے۔ "تم کچھ نہیں جانتے"۔ مسیح کہہ رہا ہے "میری مرضی نہیں۔ بلکہ تیری مرضی ہو"۔ کائفا بیرحمی اور خود غرضی سے بھر کر کہہ رہا ہے "مُناسب ہے۔ کہ ہمارے لئے ایک آدمی مرے"۔ مسیح کہہ رہا ہے "میں اپنی جان اپنی بھیڑوں کے لئے دیتا ہوں"۔ "تمہارے لئے ضرور ہے۔ کہ میں جاؤں" +

کائفا اوروں کو اپنے آپ پر قربان کرتا ہے۔ مسیح اپنے تئیں اوروں کے لئے قربان کرتا ہے ہمارے سامنے دونوں شخص موجود ہیں۔ کائفا اور مسیح۔ ہم کس کو اپنا نمونہ بنائیں +

بچوں کے لئے

ایک چھوٹی سی لڑکی کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ اُس کی ماں کے پاس روٹی نہ تھی۔ سو اُس لڑکی نے اپنے پلنگ کے پاس گھٹنے ٹیک کر نہایت آہستگی کے ساتھ خدا سے یہ دعا کی کہ "ہمارے روز کی روٹی آج ہمیں دے"۔ دعا مانگ کر وہ باہر کے کوچہ میں نکل گئی۔ اور تلاش کرنے لگی کہ خدا اپنی روٹی کہاں رکھتا ہے۔ گلی کے ایک کونے پر ایک نان بائی کی دکان تھی۔ جس میں بہت سی روٹیاں قرینہ سے چُنی رکھی تھیں۔ اُس لڑکی نے دیکھ کر خیال کیا کہ بس یہی وہ جگہ ہے۔ اور اندر جاکر نان بائی سے کہا کہ میں لینے آئی ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ کیا لینے آئی ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ اپنی روز کی روٹی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک اپنے لئے اور ایک اپنی ماں کے لئے لے جاؤں۔ نان بائی نے دو روٹیاں ایک تھیلی میں رکھ کر اس لڑکی کے حوالہ کر دیں جب وہ نکل کر ایک گلی میں جانے لگی تو نان بائی نے پکار کر کہا کہ او لڑکی! روٹیوں کی قیمت کہاں ہے اس نے کہا کہ قیمت تو میرے پاس ہے نہیں۔ نان بائی نے غصہ ہو کر کہا کہ اگر قیمت نہیں تو پھر یہاں کیوں آئی تھی۔ اُس بیچاری چھوٹی لڑکی نے خوف زدہ ہو کر رونا شروع کر دیا اور کہا کہ اماں بیمار ہے۔ اور مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ میں نے دعا مانگی تھی کہ "ہمارے روز کی روٹی آج ہمیں دے" اور میں نے سمجھا کہ خدا کا مطلب ہے کہ میں کہیں سے جاکر روٹی لے آؤں سو میں یہاں آ گئی۔ اُس نان بائی کے دل میں اُس سادہ لڑکی کے سچے بیان کو سُن کر ترس آ گیا۔ اور ایک ٹوکری روٹیوں سے بھر کر اس کی ماں کے پاس بھیج دی۔

اس لڑکی کا ایمان خدا پر تھا۔ اور دعا مانگ کر جواب کی اُمید رکھتی تھی۔ خدا اپنے وعدے پورا کرنے کو تیار ہے۔ چاہئے کہ ہماری آنکھیں خدا کے انتظار میں لگی رہیں۔

دعا و مناجات

غمِ ہجراں و بیگانوں نے پھیرا ہے کرم کیجئے　ہجومِ غم نے مجھ کو آ کے گھیرا ہے کرم کیجئے
غریقِ لجۂ غم میرا بیڑا ہے - کرم کیجئے　تم ہی ہو خضرِ راہ اور دنیا اندھیرا ہے کرم کیجئے
تمہارے در پہ اے عیسیٰ بسیرا ہے کرم کیجئے

نہ دن گذرا نہ ماہ گذرا نہ کوئی ایسا سال آیا　گناہوں کا میرے سر پہ جس میں وبال آیا
غریقِ بحرِ عصیاں ہو کے عصیاں سے قیل و قال آیا　میری کشتی مسیحا ہے یہی دل میں خیال آیا
میرے مالک یہ حالِ زار میرا ہے کرم کیجئے

تذبذب کے سمندر میں کبھی میں غوطے کھاتا تھا　تحقق کے تموج میں اچھلتا گاہے جاتا تھا
سہارا جذبِ غم ہو کے رسن کا گاہے لاتا تھا　تعصب کے کنارے کی طرف گہہ رخ پھیر آتا تھا
کبھی کہتا تھا مولیٰ یہ بکھیڑا ہے کرم کیجئے

ہوئی اک بار طغیانی مصائب کی جو سر تا سر　پھرائی چارسو آنکھیں نظر آیا نہ اک یاور
احاطہ جب لگی کرنے مجھے گرداب پاس آ کر　پکارا نام اُس کا میں نے جو چلتا تھا دریا پر
کہا مولیٰ یہ عاجز بندہ تیرا ہے کرم کیجئے

تفکر میرا جب بے حد تغافل سے بہوش آیا　تو آب گم رہی و کفر دیکھا ہے بجوش آیا
تلاطم دیکھ کر بولا میں جب دل میں خروش آیا　مسیحا مجھ کو طوفانِ گنہ ہے تا بگوش آیا
بچایا آپ نے تیرس کا بیڑا ہے کرم کیجئے

میری بھی کشتیٔ عمرِ رواں یوں ڈگمگاتی ہے　یہ نہرِ ناتوانی میں عبث اب بہتی جاتی ہے
الم آشوبِ طبعِ خام ہر دم لڑکھڑاتی ہے　صدا تیرس یہ تیری اے مسیحا یاد آتی ہے
توکل آپ پر ویسے ہی میرا ہے کرم کیجئے

ہوا جب کثرتِ آبِ ہلاکت سے خطر مجھ کو　بشارت کا جہاز اک اپنے پاس آیا نظر مجھ کو
[illegible]　کہا تسکین تیرے حال کی ہے سب خبر مجھ کو
ہم آئے منگنے آوازہ جو تیرا ہے "کرم کیجئے"

The MASIHI

Vol. II. **February.** *No.* 2.

1897.

CONTENTS.

مسیحی

امرتسر

جلد ۲ مارچ نمبر ۳

۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مفید عام پریس لاہور

مسیحی

۱۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شائع ہوتا ہے +

۲۔ قیمت پیشگی ڈیڑھ روپیہ سالانہ۔ محصولڈاک سب کو معاف +

۳۔ خاص خاص لوگوں سے رعائیت بھی کیجاتی ہے +

۴۔ جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ اُنہیں ایک سال کیلیئے رسالہ مفت ملتا ہے

۵۔ جن اصحاب کو پرچہ نہ ملے یا دیر بعد ملے تو اُنہیں چاہیئے۔ کہ منیجر کو فوراً اطلاع کردیا کریں +

۶۔ اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کر دینا بھی ضرور ہے +

۷۔ ہر مہینے مسیحی اصحاب کیخدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جن اصحاب کو خریداری منظور نہ ہو۔ بذریعہ پوسٹکارڈ منیجر کو اطلاع دیں +

۸۔ مسیحی کے سب پرچے بابت ۱۸۹۶ء مجلد بھی ملسکتے ہیں۔ کپڑے کی جلد ایک روپیہ ۱۲/ر معمولی جلد ڈیڑھ روپیہ (محصولڈاک بذمہ خریدار) +

۹۔ مضامین وغیرہ بنام اڈیٹر۔ ودیگر ہر طرح کی خط وکتابت وزرچندہ بنام منیجر مسیحی امرتسر (پنجاب) مہربانی سے اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر خریداری وغیرہ کی درخواست اڈیٹر کے نام کیجائیگی۔ تو اس پر کچھ لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ ایسی خط وکتابت منیجر کے نام ہونی چاہیئے +

ضرورت

مسیحی کے چند پرچے بابت ماہ اگست ۱۸۹۶ء چاہئیں۔ قیمت دیجائیگی +

مسیحی

مارچ ۱۸۹۷ء

نوٹ اور رائیں

سر چارلس ایلیٹ سابق لفٹنٹ گورنر بنگال نے انگلستان کی ایک مشنری میٹنگ میں عوام کے اُس الزام کو بڑی خوش اسلوبی سے رد کیا کہ ہندوستانی مسیحی اپنے مذہب میں پکے نہیں ہوتے صاحب موصوف نے چند نہائیت دلچسپ نظائر سے ثابت کیا کہ ہندوستانی مسیحیوں میں بڑی خوبی کے دیندار اشخاص ہیں۔ مثلاً آپنے ایک بنگالی لیڈی ڈاکٹر کا ذکر سنایا۔ جس کو بہار کے راجہ نے پانچہزار روپیہ فیس دینے کا وعدہ کرکے اپنی بیٹی کے علاج کے لئے طلب کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ "چونکہ میری بیٹی کا پورا پورا اعتقاد دوائی پر نہیں ہے۔ اسلئے وہ ٹھاکروں کی پرستش بھی ضرور کریگی۔ اور جسوقت برہمن بلدان کریں یا منتر پڑہیں۔ وہ ضرور وہاں موجود ہوگی۔ اور آپ کو بھی اُس کے ساتھ حاضر ہونا پڑیگا۔" اُس مسیحی لیڈی نے اِس شرط کو نامنظور کیا۔ اور زر کو لات مار کر صاف جواب دیا کہ "میں نہیں آسکتی" +

ہندوستانی مسیحیوں کی تعداد ترقی کی نسبت صاحب موصوف نے فرمایا کہ ۱۸۷۱ء میں اُنکی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار تھی۔ ۱۸۸۱ء میں سولہ لاکھ اور ۱۸۹۱ء میں بیس لاکھ سے کچھ اُوپر۔ مانا کہ اِس ترقی کا زیادہ حصہ ادنے درجہ کی اقوام میں سے ہے لیکن کونسا ایسا فرقیا مذہب ہے جسمیں زیادہ حصہ غریب لوگ نہیں ہوا کرتے۔ اور کیا مسیحی مذہب کا غریب اور

رذیل لوگوں کو سرفراز کرنا اُس کے خلاف کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ کسی مذہب کے پیروؤں کی تعداد اُس کی سچائی یا من جانب اللہ ہونے کا معیار نہیں ہے۔ تو بھی ملکی اور قومی حقوق کے لحاظ سے یہ ترقی تعداد ہمارے لئے خوشی اور شکر گذاری کا باعث ہے +

ماہ جنوری میں چرچ مشنری سوسائٹی کے متعلق ہندوستان کے مختلف صوبجات کے بشپ صاحبان کا ایک جلسہ کلکتہ میں منعقد ہوُا۔ ایسے بزرگوں کا مجمع نہائیت فرحت بخش نظارہ تھا۔ خدا کی سلطنت کی ترقی کے لئے مختلف امور پر گفتگو کیگئی۔ کلکتہ اور لکھنو کے لشپ صاحبان نے بڑے زور سے پیش کیا کہ مشن کا روپیہ ہندوستانی مسیحیوں کی ترقی کے کام میں خرچ کیا جائے۔ اُن کی رائے میں غیر مسیحیوں کو انجیل سنانے کی نسبت نو مرید مسیحیوں کی روحانی ترقی پر توجہ کرنا کچھ کم ضروری نہیں۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ خوشی کی بات ہے کہ ہوم سوسائٹی میں بھی اِسی قسم کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ اگر ہماری وسعت کی نسبت گہرائی زیادہ ہو تو انجیل کا پھریرا جلد ہندوستان کے تمام اطراف میں لہراتا نظر آئیگا +

ویسٹ لندن مشن کے متعلق ایک نیا سلسلہ غریب لوگوں کی امداد کا جاری کیا گیا ہے یعنے دو خاص وکیل مقرر کئے گئے ہیں۔ جو غریب مسیحیوں کو قانونی مشکلات میں مدد دینگے۔ ہم ہر قسم کے جھگڑوں کو عدالت میں لیجانا مناسب نہیں سمجھتے۔ اور نہ دنیاوی معاملات کے بکھیڑوں میں پڑنے کی صلاح کسی کو دینگے۔ لیکن بعض اوقات غریب مسیحیوں پر اِس قسم کا ظلم ہوتا ہے جس کا تدارک تھوڑی سی قانونی امداد سے ہو سکتا ہے۔ یا بعض خانگی تنازعات خفیف سی قانونی واقفیت سے رفع ہو سکتے ہیں۔ اِس خیال سے ہم اِس قسم کی خدمت کو خدا کی خدمت سمجھتے ہیں۔ اِس وقت اپنی کلیسیا کے ایک بزرگ شخص کی تصویر ہمارے دل کی

آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ جنہوں نے مشنری صاحبان اور غریب مسیحیوں کو بہت سی قانونی مشکلات کے حل کرنے میں مدد دی تھی۔ ہم منتظر ہیں۔ کہ ہمارے نوخیز جوان وکیلوں میں سے کون اس خدمت کو اپنے ذمہ لیتا ہے +

مرض طاعون کا زور بمبئی اور کراچی میں روبترقی ہے کارخانے بند ہیں۔ عدالتیں خالی پڑی ہیں۔ بہت لوگ مختلف اطراف میں بھاگ کر جا رہے ہیں۔ چھاپا خانوں کے مزدور کام چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت ہندوستانی مسیحیوں کے لئے نہایت تعریف و تحسین کا مقام ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے کام پر جمے بیٹھے ہیں۔ اُن کے حق میں اخبار بمبئی گارڈین یوں رقمطراز ہے۔ کہ "ہمارا مطبع عموماً ہندوستانی مسیحیوں کی محنت سے چل رہا ہے۔ جبکہ اور مذاہب کے کارندے چھاپے خانوں سے مفرور ہو رہے ہیں۔ گارڈین کا بلاناغہ شائع ہونا بہت کچھ انہیں لوگوں کی طفیل ہے۔ ہم مسیحی لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ انہیں سے ایک نے بھی ہمیں نہیں چھوڑا"۔ ہم بمبئی گارڈین کے منتظموں کی بھی تعریف کرتے ہیں جنہوں نے ہندوستانی مسیحیوں کو ایک عمدہ کام سکھایا۔ جس سے وہ آئندہ اپنی روٹی کما سکتے ہیں۔ کیا ہمارے پنجاب کے مسیحی ان بمبئی کے مسیحیوں سے کوئی سبق نہیں سیکھ سکتے ؟

دنیا کی ایک سو سات[۱۰۷] زبانوں میں پوری بائبل کا ترجمہ ہو چکا ہے جنمیں سے چالیس[۴۰] یورپ میں اکتالیس[۴۱] ایشیا میں۔ تیرہ[۱۳] افریقہ میں۔ دس[۱۰] آسٹریلیا اور اوشنیا میں۔ اور تین[۳] امریکہ میں بولی جاتی ہیں اور کتاب مقدس کے مختلف حصوں کی اشاعت تو قریب قریب دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکی ہے۔ اس سے بائبل کا عالمگیر کتاب ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر مذہب کے خیال کو بالائے طاق رکھ کر بھی دیکھا جائے۔ تو اسی مقدس کتاب کی طفیل علم زبان (فائیلولوجی) اور شائستگی اور انسانیت میں کس قدر ترقی تمام دنیا میں ہوئی ہے +

دیسی مسیحی اور مہارانی وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی

ہم دیکھکر خوش ہیں کہ پنجاب جنرل کمیٹی کی تحریک سے ہندوستان بھر میں جا بجا لوکل کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ کہ دیسی مسیحیوں کی طرف سے مہارانی وکٹوریہ کیخدمت میں مبارکباد کا اڈیرس پیش کیا جائے۔ اگلے نمبر میں ہم اس مجوزہ اڈیرس کا خلاصہ درج کرینگے لیکن اس وقت ایک خیال پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ جس پر ہمیں اُمید ہے کہ بخوبی غور و فکر کیا جائیگا ہمارے خیال میں کئی ایک ایسے بدیہی وجوہات ہیں۔ کہ انڈین کرسچن لیڈیز اپنی مہارانی کیخدمت میں مبارکباد عرض کریں۔ انجیل کی برکت اور مہارانی وکٹوریہ کے مبارک عہد حکومت میں دیسی مسیحی لیڈیاں زنانہ کے بندھنوں اور پرانے دستورات کی زنجیروں سے رہائی پا کر علوم و فنون اور سچی آزادی کے حقوق حاصل کر رہی ہیں۔ اور انہیں لازم و واجب ہے۔ کہ اپنی خوشی اور شکر گذاری کا اظہار کریں۔ آیا ہماری لیڈیز کی طرف سے ایک الگ اڈیرس دیا جائے یا اسی ایک اڈیرس ہی میں اس مضمون کا ایک پیریگراف ایزاد کیا جائے۔ ہم اس امر کا فیصلہ جنرل کمیٹی کے بزرگ ممبروں کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن ہم خوش ہونگے۔ اگر فی الحال کنوارانی ہرنام سنگھ مس نورو بالوس اور مس ہربیٹ سنگھ پنجاب کی طرف سے ایک سب کمیٹی بن کر فوراً اس معاملے میں تحریک کریں اور اپنی دیگر صوبونکی بہنوں سے رائے طلب کریں۔ اگر کوئی بہن اس بارے میں اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہے تو ہم بخوشی مسیحی کے کالموں میں جگہ دینگے۔

ہماری ایک لیڈی کارسپانڈنٹ نے مسیحی کے لئے ایک شہید کی سرگذشت ناول کے پیرایہ میں لکھی ہے۔ یہ ناول تاریخی واقعات اور ذاتی تجربات پر مبنی ہے اور ہمیں امید ہے کہ ناظرین اسے دلچسپ اور مفید پائینگے۔ ہم اسے اپریل کے نمبر سے سلسلہ وار چھاپنا شروع کرینگے۔

سائنس کا مطالعہ

روئے زمین پر خدا کی مخلوقات میں ایسے ایسے عجائبات ہیں۔ کہ جن کے مشاہدہ سے عقل حیران ہے سائنس باوجود اسقدر ترقی کے آج کے دن بھی ایک معصوم بچہ ہے جو کسی شے کی حقیقت اور ماہیت سے آگاہ نہیں لیکن قدرت کے نظّارول اور ان کی خوبصورتی کا مشاہدہ کرنا اور ہے اور کسی چیز کی ماہیت کو کما حقہ سمجھ لینا اور بات ہے۔ اس لئے سائنس کے مطالعہ سے ہماری مراد مادہ کی تہ تک پہنچنا یا ناممکنات حاصل کرنے کی کوشش کرنا نہیں ہے انسان کا خالق ویران اور سنسان مادہ کو باترتیب کرنیوالا ہے۔ اور انسان کی خوشی بھی اسی میں ہے کہ کل مخلوقات کو جو اسکی آنکھوں کے سامنے ہے کسی خاص ترتیب کے احاطہ میں لے آئے۔ بے ترتیبی سے اس کی طبیعت بھاگتی ہے مخلوقات کے مختلف اقسام کے نوع اور جنس کو ایک ترتیب میں جما کر اس کا دل خوش ہوتا ہے یہی خوشی ہے جو سائنس کا مطالعہ انسان کو دے سکتا ہے۔ قوانین قدرت کا علم جس قدر کوئی شخص حاصل کرتا ہے اُسیقدر اُس کے دل کو فرحت ملتی ہے۔ اور اگر وہ کسی خالق کو مانتا ہے۔ تو ضرور ایسے خالق کی عظمت اور حکمت کا اعلےٰ خیال اس کے دل میں قائم اور استوار ہوتا جائیگا۔ اور پھر اگر ایسا شخص خدا کو اپنا باپ سمجھتا ہو تو تمام مخلوقات میں اسکو ایک قسم کی دلچسپی ہوگی جو فرزندوں کو اپنے باپ کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ اگر یہ اصول درست ہو تو جو خوشی ایک مسیحی کو نیچر کے مشاہدہ میں ہو سکتی ہے۔ وہ کسی دوسرے مذہب کے آدمی کو نہیں ہو سکتی +

ابتدائی اور تاریک زمانوں کے مقدس جب کوئی رائے یا خیال ظاہرا کتاب مقدس کے خلاف پاتے تو فوراً اُسپر کفر کا فتوے دیتے تھے۔ بلکہ تواریخ شاہد ہے۔ کہ ایسے کئی ہی سائنس والوں نے بڑی بڑی اذیتیں اور تکالیف اُٹھائیں۔ لیکن اہل فکر جانتے ہیں۔ کہ

اِس مخالفت کا اصلی باعث یہی تھا۔ کہ وہ مقدس نہ تو الہام اور نہ نیچر کے علم سے آشنا تھے وہ لوگ دینداری میں تو یکتا تھے لیکن الہام اور نیچر کے تعلقات سمجھنے میں غلطی پر تھے۔ لیکن اب وہ زمانے نہیں رہے۔ سائنس کے معلومات وسیع ہوگئے ہیں۔ اور ساتھ ہی تھیالوجی والوں نے مخالفت کا میدان چھوڑ دیا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ سائنس اور مذہب ہر دو کا حلقہ جدا ہے۔ اس لئے یہ دونو ضدیں نہیں ہیں۔ بلکہ دونو کتابوں کو ایک ہی مصنف کی تصنیف ہونے کے باعث ایک خاص قسم کا لگاؤ ان میں ہے۔ ہم مسیح کی نسبت پڑھتے ہیں۔ کہ "حقیقی نور وہ تھا وہ دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے"۔ اس نور میں ہر قسم کی روشنی شامل ہے۔ خواہ وہ نورِ قلب ہو یا نورِ علم خواہ وہ الہام یا مکاشفہ ہو۔ جہاں نور ہے اسمیں مطلع انوار کی کرنوں کا ظہور ہے پس سائنس کا مطالعہ الہام کے مطالعہ کا مددگار اور مکاشفہ کا علم سائنسدان کی خوشی کو دوبالا کرنے والا ہے۔ بدین خیال اول تو ہر ایک مسیحی کو کم و بیش علم طبعیات سے واقف ہونا چاہئے۔ لیکن یہ نہائیت ضرور ہے کہ ہمارے خادمانِ دین اِس روشنی کے زمانہ میں سائنس کے اصولوں سے بے خبر نہ رہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہتے۔ کہ بغیر اِس کے نجات نہیں ملسکتی یا محض الہام دل کی آنکھوں کو منور کرنے لئے کافی نہیں۔ لیکن اِس سے بعض ایسے فوائد متصور ہیں جن کو نظر انداز کرنا گناہ نہیں تو خطا ضرور ہے۔ ہم مختصراً چند فوائد کا ذکر کرتے ہیں :

اولاً۔ اگر ہمارے واعظ اور علم الہیات کے طلبا علم طبعیات کے اصولوں سے واقف ہوں تو سائنسدان مخالفوں کا مُنہ بآسانی بند کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ یورپ کے عالمانہ حملوں کا مقابلہ بوجہ احسن علم ہی کے زور سے کیا جا سکتا ہے +

ثانیاً۔ نیچر کا انتظام اور ترتیب کسی خالق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اِسلئے جو شخص الہام کا معتقد ہوکر سائنس کو مطالعہ کرے۔ وہ ہر ایک شے میں خدا کا دستِ قدرت بڑی صفائی سے

دیکھ سکیگا۔ اور اُس کی عظمت اور محبت کا زیادہ قائل ہوگا۔ اِسی خیال سے ضرور ہے کہ ہمارے ڈوِنٹی سکولوں میں نیچرل تھیالوجی بھی ایک لازمی مضمون ہو۔ اور کم از کم علم طبعیات کے اصول ضرور سکھائے جائیں +

ثالثاً۔ ہمارا خداوند نیچر کے مشاہدات میں سے کیسی باموقعہ مثالیں اور تشبیہات اپنے کلام میں پیش کیا کرتا تھا۔ اور اِس قسم کا کلام کیسا دلچسپ اور شیریں ہوتا ہے اگر ہمارے لکچرار اور واعظ اپنی تقریروں میں نیچر کی تعلیم کو زیادہ داخل کرتے تو سامعین کیسا لطف اُٹھاتے اور آسمانی صداقتیں کیسی آسانی سے سادہ دلوں پر نقش ہو جاتیں پس طبعیات کا علم اور نیچر کا مشاہدہ عمدہ واعظ کی تعلیم کا لازمی جزو ہونا ضرور ہے +

رابعاً۔ دیدنی عالم کی اشیاء نادیدنی عالم کی حقائق اور اشیاء کا سایہ او عکس ہیں اور اگر ہمارے حواس بعد از مرگ زائل یا معدوم نہیں۔ بلکہ تیز ہو جائینگے۔ تو کیا علم طبعیات کے مطالعہ میں ایک بیعانہ اور اشارہ اُس خوشی کا ہے جو مومنین کو اِس زندگی کے بعد حاصل ہونے والی ہے +

غرض بہر پہلو یہ نہایت مناسب اور ضرور ہے۔ کہ ہمارے تھیالوجی کے مدرسوں میں سائنس کا زیادہ چرچا ہو اور ہمارے خادمانِ دین اور کلیسیا نیچر کے مشاہدہ میں ایوب اور داؤد کی طرح مگن اور شادمان ہوں اور اپنی خوش بیانی سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں +

شہر فلاڈلفیا میں ایک خادم الدین نے مرتے وقت فرمایا کہ "میں روشنی میں جا رہا ہوں" اِس کے مقابلہ میں مشہور دہریہ ہوبس صاحب کے آخری الفاظ غور طلب ہیں کہ "میں تاریکی میں پر خطر چھلانگ مارنے لگا ہوں" +

کفّارہ

۴

بیٹے کا رشتہ باپ کے ساتھ ایسا ہے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ بیٹے نے بنی آدم کی نجات کا انتظام شروع کیا۔ آدمی نے کفارے کے مسئلہ کو اپنی سمجھ کے دائرے کے اندر لانے کے لئے طرح طرح کی مثالیں ایجاد کی ہیں۔ آسمان میں صلاح مشورہ ہو رہا تھا کہ آدمی کیونکر بچایا جائے۔ ابن اللہ نے آکر اس مشکل کو حل کیا۔ اور تجسم اور موت سہنے کے لئے طیار ہؤا۔ لیکن صاف ظاہر ہے۔ کہ کلمہ گو وہ ازلی ہے۔ کسی نئی بات کو شروع نہیں کر سکتا۔ ایسا سمجھنا دو خدا ماننے کے برابر ہوگا۔ علاوہ ازیں ہمارا خداوند ہمیشہ کہتا تھا کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے ایک حکم دیا گیا ہے جس کو میں بجا لا رہا ہوں۔ باپ نے بیٹے کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ بلکہ اس کے سپرد ایک خدمت کی ہے اور بیٹا بسبب اس کامل اتحاد کے جو وہ بوسیلہ روح کے باپ کے ساتھ رکھتا ہے خوشی سے اس خدمت کو زمین پر پورا کر رہا ہے۔ باپ کے ساتھ بوسیلہ روح القدس ایک ہو کر وہ اس کے جلال اور محبت کو آدمیوں پر منکشف کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے پاک کلام میں کفارہ خاص کر باپ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ پولس اپنے چوپانی خطوط میں ہمیشہ لکھتا ہے "خدا ہمارا نجات دہندہ" ططاؤس ۱: ۱۔ وہ مسیح کو بھی نجات دہندہ کہتا ہے (۲ ططاوس ۱: ۱۰) لیکن باوجود اس کے بھی وہ کفارے کو اس کے اصلی چشمہ کے ساتھ منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا آغاز باپ کے دل میں ہؤا اور بیٹے کے وسیلے نمودار ہؤا۔

صلیب پر صرف مسیح کی محبت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ باپ کا دل بھی اس دردناک حادثے کے ذریعہ سے گنہگاروں پر چمکا۔ اگر یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ اُس نے مجھ سے محبت کی اور

اپنے آپ کو میرے لئے دیا"۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ کہ "خدا نے جہان سے ایسا پیار کیا کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشدیا"۔ "محبت اس میں ہے کہ اس نے یعنے باپ نے ہم سے محبت کی اور اپنے بیٹے کو بھیجا تاکہ گناہوں کا کفارہ ہو +

کیا جب بیٹا دکھ سہ رہا تھا تو باپ کا دل رنجیدہ نہ تھا۔ صلیب نہ فقط بیٹے کی محبت کا اظہار ہے۔ بلکہ باپ کی محبت کا بھی۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنی آدم کا گناہ کیسا نفرتی اور گھنونا ہے۔ صلیب کی محبت کو دیکھ کر ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا گناہ کیا شے ہے۔ اس پر نظر کرنے سے دل میں نرمی اور توبہ پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ توبہ دل کے گناہوں کو دھوتی ہے۔ سچی توبہ منطق یا قانون یا خوف سے کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ اور نہ اس سے سچی پاکیزگی بر آمد ہو سکتی ہے۔ صلیب کا رنج۔ صلیب کی محبت انہیں میں سے سچی توبہ اور سچی قدسیت پیدا ہوتی ہیں۔ پس مسیح کی صلیب انسان کو خدا سے ملاتی ہے۔ اس طرح کہ پہلے اس سے دل میں گناہ کی نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور بعد ازاں انسان خدا کے نزدیک جانے کے لائق ٹھیرتا ہے۔ "مسیح کی محبت ہمیں کھینچتی اور مجبور کرتی ہے"۔ ۲ قرنتیوں ۵: ۱۴ +

لیکن کفارہ کا مطلب اس سے بھی گہرا ہے۔ مسیح کی غرض فقط اتنی نہ تھی کہ بنی آدم کو آئندہ گناہ کی طرف سے پھیرے۔ اور نہ صرف وہ یہ چاہتا تھا۔ کہ بنی آدم پر ظاہر کرے کہ خدا ہنوز تمہاری فکر کرتا ہے۔ کفارہ کے بعض نتائج گذشتہ زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں کفارہ سے ظاہر ہوا۔ کہ بنی آدم کے گذشتہ گناہوں پر خدا کا غضب ہے۔ ضرور تھا کہ خدا کی خصلت کا ہر زمانہ میں قدوس ہونا ثابت کیا جائے۔ گذشتہ زمانوں میں خدا کی خاموشی اس کے رحم کی وجہ سے تھی۔ اس نے بنی آدم کے گناہ سے درگذر کیا تاکہ ان کو توبہ کی مہلت دے۔ اگر شروع ہی میں خدا کا قہر و غضب یکدفعہ ظاہر ہو جاتا تو بنی آدم حیرانی سے ناامید ہو جاتے۔ اور کبھی اپنی خطا سے نہ چھوٹ سکتے لیکن تعجب کا مقام ہے کہ

اِس خاموشی کو بھی بنی آدم نے درستی سے نہ سمجھا۔ اُنمیں سے بعض سمجھنے لگے کہ خدا گناہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ اُس کی طبیعت سُست آدمیوں کی طبیعت کی طرح نرم ہے۔ مسیح کے کفارہ نے ظاہر کردیا کہ گناہ کی نسبت خدا کا کیا خیال ہے (رومیوں ۳: ۲۵ و ۲۶) اِس پہلو کو مدِنظر رکھکر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ صلیب سے خدا کی محبت کس طرح ظاہر ہوئی۔ جس قدر گناہ کی تاریکی کا بھید ہم پر کھلتا ہے۔ اُسی قدر ہم معلوم کرتے ہیں۔ کہ خدا کی برداشت کس قدر عظیم ہے۔ اور اُس کی محبت جو بیٹے کے بھیجنے میں ظاہر ہوئی کیسی گہری اور لاثانی ہے۔ ۲ قرنتیوں ۵: ۲۱ ÷

گذشتہ جنوری کی ۲۶ تاریخ کی رات پنجاب کے چند شہروں میں قیامت کی رات تھی۔ دن کے وقت قریب پون گھنٹہ تک ژالہ باری ہوچکی تھی۔ لیکن رات کے وقت تو رعد و برق نے وہ سماں دکھایا کہ بڑے بڑے مضبوط دل ہل گئے۔ اُس پر بڑے بڑے اولوں کی بوچھاڑ کا وہ شور گویا الٰہی قہر برس رہا تھا۔ در و دیوار لرزاں تھے۔ اُس وقت ہر ایک اپنے اپنے خدا کی یاد میں دست بدعا تھا۔ لیکن اِس قسم کے خوف کا اثر پائیدار نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کی ایک اور عمدہ نظیر تواریخ کے صفحوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ۱۷۵۰ء کے درمیان شہر لندن میں بڑے سخت زلزلوں کا سلسلہ شروع ہوا کسی دیوانہ سپاہی نے ڈھانک دی کہ ایک زلزلہ ایسا مہیب آنیوالا ہے۔ کہ جس سے قیامت برپا ہوجائیگی۔ بیکر لوگ ایسے حواس باختہ ہوئے کہ رات بھر ٹاٹ اوڑھ کر توبہ و زاری کرتے رہے لیعض عقل کے دھنی بھونچال کی آفت سے بچنے کے لئے شہر چھوڑ دیہات میں بھاگ گئے دعا و مناجات کرنیوالوں کی ایسی کثرت تھی کہ تمام گرجا ہمیں بھرے پڑے تھے مستورات نے گرم کپڑوں کے خاص لبادے بنوائے تاکہ رات گھر سے باہر بسر ہوسکے غرض تمام شہر رات بھر عجب دہشت کا سماں طاری رہا لیکن دن ہوتے ہی اور رنگ جمنے لگا۔ جو سب سے زیادہ تائب تھے وہ پیشتر کی نسبت زیادہ بیدینی میں پھنس گئے۔ یہ وہ خوف نہیں جو حقیقی توبہ کو پیدا کرتا ہے ÷

مسیحی شہادتیں

مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا

خاتمہ

اب ہم دیکھیں کہ منکر اس دلیل کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ باؤر۔ جواب دیتا ہے کہ اُسبات کی نسبت جو فی الحقیقت واقع ہوئی ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ حقیقی وقوعہ محققوں کی پہنچ سے باہر ہے"۔

یہ عجب جواب ہے۔ کیا وہ امر اور دعوے جسنے دنیا کی صورت کو بدل ڈالا ہے محققوں کی پہنچ سے باہر ہے۔ ایسا جواب جواب کہلانے کے لائق نہیں اسکو بھاگنا اور گریز کرنا کہنا چاہئے۔ اب ہم دیکھیں کہ سٹراوس اس کے جواب میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے کہ شائید مسیح کی لاش کو یہودیوں نے کسی گوڑے کے ڈھیر پر پھینکوا دیا ہوگا۔ لیکن فسح کی عید اور پنتکوست کے درمیان جبکہ قیامت کی منادی ہوئی تھوڑے ہی دن ہیں۔ کیا اتنی جلدی لاش خاک سے مبدل ہوگئی تھی۔

لیکن یہاں دنوں یا ہفتوں کا بھی ذکر نہیں۔ مسیح کی موت کے دو دن بعد لوگوں نے تحقیق کر لیا تھا۔ کہ وہ زندہ ہوگیا ہے۔ اور اگر لاش فی الحقیقت کوڑے کے ڈھیر پر پھینکی گئی ہوتی تو کم از کم مسیح کے شاگرد تو یقین کر سکتے۔ کہ ہمارے استاد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اب تک ہمنے فرض کیا ہے کہ مسیح کی لاش یہودیوں کو دیگئی تھی لیکن اس فرض کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ رومی قانون کے مطابق مصلوب کی لاش اس کو دیجاتی تھی۔ جو اسپر دعوے کرے۔ اب اگر اناجیل کا بیان سراسر کذب مانا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ

یوسف نے اس کی لاش پر دعوے کیا تھا۔ اور حاکموں نے اسے منظور کیا۔ پھر لکھا ہے۔ کہ عورتیں اس کی لاش پر خوشبو ملنے گئی تھیں۔ ان بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ لاش مسیح کے دوستوں کے قبضے میں رہی۔ علاوہ اس کے بعد میں یہودیوں نے بھی کہا کہ شاگردوں نے لاش کو چھپا دیا ہے +

پس وہ لاش نہ دشمنوں کے پاس تھی نہ دوستوں کے پاس۔ ان دونوں نے اسکو قبر میں ڈھونڈا۔ اور نہ پایا۔ پس وہ کہاں گئی۔ فقط یہی جواب ہے کہ وہ زندہ ہو کر دوبارہ چلتی پھرتی نمودار ہوئی +

مخالفوں نے قیامت مسیح کو باطل کرنے میں بہت کوششیں کی ہیں لیکن کسی نے کامیابی کے ساتھ ثابت نہیں کیا کہ رسولوں کے دل میں اس امر کا مضبوط یقین کیونکر پیدا ہوا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ رسولوں نے اس دعوے کو ایجاد کیا اور مکر کو کام میں لائے۔ اُن کی دیانتداری پر تمام دنیا شاہد ہے۔ یہ بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ مسیح نے فی الحقیقت مر گیا تھا اور اس کا اُٹھنا نیند یا غش سے اُٹھنا نہ تھا۔ بلکہ فی الحقیقت مُردوں سے زندہ ہونا تھا۔ پھر یہ بھی ہم نے دیکھا ہے کہ یہ تمام باتیں ان کا وہم نہ تھیں قسم قسم کے بیانات ایجاد کئے گئے ہیں۔ لیکن کوئی کارگر نہیں ہوتا +

جو لوگ مذہب کا بہت چرچا کیا کرتے ہیں۔ اُن کے لئے اندیشہ ہے کہ اُن کا مذہب فقط دماغ میں ہو اور اُن کا دل حقیقی مذہب سے بالکل خالی ہو۔ اسلئے مجھے ضروری معلوم ہوا کہ آدھی رات کے وقت ایک یا دو گھنٹے دھیان اور اپنے دل کی جانچ اور دعا میں صرف کیا کروں (ڈین کول)

ڈکن میتھی سن ایک مشہور مبشر گذرا ہے کسی شخص نے اسکو نصیحت کی کہ بہت محنت کرکے اپنے کو ہلاک نہ کرو کسی وقت آرام بھی کیا کرو۔ اُسنے جواب دیا کہ روحیں برباد ہو رہی ہیں میں آرام کر نہیں سکتا۔ اِس زندگی کے بعد ابدآباد آرام کرنیکا بہت وقت ہوگا +

چوپانی زبور
پانچواں باب
گڈریئے کی پیشوائی

"وُہ اپنے نام کی خاطر مجھے صداقت کی راہوں میں لئے پھرتا ہے"۔ زبور ۲۳: ۳

وُہ میری رہنمائی کرتا ہے"۔ ان دو ضمیروں "وہ" اور "میری" میں کیسا عجیب رشتہ ہے! پر جلال گڈریئے اور اُس کی غریب بھیڑوں کے درمیان جو ایک تعلق ہے وہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس رشتہ میں لفظ رہنمائی سے کیسا مضبوط پُل بن جاتا ہے +

جیسے گڈریا اپنی بھیڑوں کے آگے آگے چلتا ہے کہ اُن کے لئے سرسبز اور کم پتھریلی جگہ ڈھونڈے۔ اسیطرح مسیح اُس روح کے آگے آگے رہتا ہے۔ جو اُس پر بھروسہ رکھتی اور اُسے پیار کرتی ہے۔ اور ہمیں بھی یوں چلنا مناسب ہے کہ جہانتک ہو سکے۔ ہمارے اور گڈریئے کے بیچ فاصلہ نہ رہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ اُس کی رہنمائی کے خواہشمند رہیں۔ آہ! ہم کیونکر گڈریئے سے بھی آگے ہونا اور اپنی بہبودی و فلاح کی آپ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی لئے زندگی میں ایسی بے آرامی گھبراہٹ اور یاس و نا امیدی پیدا ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ مسیح کی نسبت ہم خود اپنی بہتری کا زیادہ خیال رکھ سکتے ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ اُس کی مرضی کی حد کے باہر کوئی ایسی چیز ہے۔ جو ہمارے فائدہ کے لئے ہے۔ اور جسے جو ہو سو ہو ضرور حاصل کرنا چاہئے ہم اپنے گڈریئے کے یا تو آگے نکلجاتے ہیں۔ یا پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یا گھاس کے لالچ

یوسف نے اس کی لاش پر دعوے کیا تھا۔ اور حاکموں نے اسے منظور کیا۔ پھر لکھا ہے۔ کہ عورتیں اس کی لاش پر خوشبو ملنے گئی تھیں۔ ان بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ لاش مسیح کے دوستوں کے قبضے میں رہی۔ علاوہ اس کے بعد میں یہودیوں نے بھی کہا کہ شاگردوں نے لاش کو چھپا دیا ہے +

پس وہ لاش نہ دشمنوں کے پاس تھی نہ دوستوں کے پاس۔ ان دونوں نے اسکو قبر میں ڈھونڈا۔ اور نہ پایا۔ پس وہ کہاں گئی۔ فقط یہی جواب ہے کہ وہ زندہ ہو کر دوبارہ چلتی پھرتی نمودار ہوئی +

مخالفوں نے قیامت مسیح کو باطل کرنے میں بہت کوششیں کی ہیں لیکن کسی نے کامیابی کے ساتھ ثابت نہیں کیا کہ رسولوں کے دل میں اس امر کا مضبوط یقین کیونکر پیدا ہوا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ رسولوں نے اس دعوے کو ایجاد کیا اور مکر کو کام میں لائے۔ اُن کی دیانتداری پر تمام دنیا شاہد ہے۔ یہ بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ مسیح نے فی الحقیقت مر گیا تھا اور اس کا اُٹھنا نیند یا غش سے اُٹھنا نہ تھا۔ بلکہ فی الحقیقت مُردوں سے زندہ ہونا تھا۔ پھر یہ بھی ہم نے دیکھا ہے کہ یہ تمام باتیں ان کا وہم نہ تھیں۔ قسم قسم کے بیانات ایجاد کئے گئے ہیں۔ لیکن کوئی کارگر نہیں ہوتا +

جو لوگ مذہب کا بہت چرچا کیا کرتے ہیں۔ اُن کے لئے اندیشہ ہے کہ اُن کا مذہب فقط دماغ میں ہو اور اُن کا دل حقیقی مذہب سے بالکل خالی ہو۔ اسلئے مجھے ضروری معلوم ہوا کہ آدھی رات کے وقت ایک یا دو گھنٹے دھیان اور اپنے دل کی جانچ اور دعا میں صرف کیا کروں (ڈین برگ)

ڈلکن ہیتھی سن ایک مشہور شخص گزرا ہے کسی شخص نے اسکو نصیحت کی بہت محنت کر کے اپنے کو ہلاک نہ کرو کسی وقت آرام بھی کیا کرو۔ اُسنے جواب دیا اگر زمین پر بادشاہی میں ہیں تو آرام کر نہیں سکتا۔ اس زندگی کے بعد ابد آباد آرام کرنے کا بہت وقت ہوگا +

چوپانی زبور
پانچواں باب
گڈریئے کی پیشوائی

"وہ اپنے نام کی خاطر مجھے صداقت کی راہوں میں لئے پھرتا ہے" - زبور ۲۳: ۳

وہ میری رہنمائی کرتا ہے۔ ان دو ضمیروں وہ اور میری میں کیسا عجیب رشتہ ہے! پرجلال گڈریئے اور اُس کی غریب بھیڑوں کے درمیان جو ایک نتھا کہ ٹوٹ دکھائی دیتا ہے۔ اب اِس شیریں لفظ رہنمائی سے کیسا مضبوط پُل بن جاتا ہے +

جیسے گڈریا اپنی بھیڑوں کے آگے آگے چلتا ہے کہ اُن کے لئے سرسبز اور کم پتھریلی جگہ ڈھونڈے۔ اسیطرح مسیح اُس روح کے آگے آگے رہتا ہے۔ جو اُس پر بھروسہ رکھتی اور اُسے پیار کرتی ہے۔ اور ہمیں بھی یوں چلنا مناسب ہے کہ جہانتک ہو سکے ہمارے اور گڈریئے کے بیچ فاصلہ نہ رہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ اُس کی رہنمائی کے خواہشمند رہیں۔ آہ! ہم کیونکر گڈریئے سے بھی آگے ہونا اور اپنی بہبودی و فلاح کی آپ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی لئے زندگی میں ایسی بے آرامی گھبراہٹ اور یاس و ناامیدی پیدا ہوتی ہے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ مسیح کی نسبت ہم خود اپنی بہتری کا زیادہ خیال رکھ سکتے ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ اُس کی مرضی کی حد کے باہر کوئی ایسی چیز ہے۔ جو ہمارے فائدہ کے لئے ہے اور جیسے ہو سو ہو ضرور حاصل کرنا چاہئے ہم اپنے گڈریئے کے یا تو آگے نکلجاتے ہیں۔ یا پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یا گھاس کے لالچ

میں دہنے بائیں بھٹک جاتے ہیں۔ اور مدت کے بعد سیکھتے ہیں۔ کہ ہماری بھلائی اور سلامتی برکت اور فائدہ مندی مسیح کی رہنمائی کی پیروی کرنے ہی میں ہے۔ ہم اکثر ایسے طریق کو جو ہمارے اپنے فیصلہ کی معیار میں پورے اُترتے معلوم ہوں اختیار کر لیتے۔ اور یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے لئے مسیح کی کیا مرضی ہے۔ اور وہ کہاں ہماری رہنمائی کر رہا ہے +

ہمیں ہمیشہ اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ جہاں کہیں ہمارا گڈریا ہمیں لیجاتا ہے ہم دلی شوق سے اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ کہ نہیں۔ کیونکہ اپنے وعدے کے موافق جب وہ اپنی بھیڑوں کو باہر لیجاتا ہے۔ تو اُنکے آگے آگے چلتا۔ اور اُس کی بھیڑیں اُسکی پیروی کرتی ہیں" +

اِس سے ہمارے ایمان میں بڑا زور آجاتا ہے۔ یسوع کے شاگردوں نے جب اُسے یروشلم کو اپنے آگے آگے جاتے دیکھا۔ تو خائف و ترساں اُسکے پیچھے ہو لئے۔ اب یہ تو ناممکن ہے۔ اب ہم اُس پیارے مہربان وحید کو دنیا کے تکلیف دہ رستوں میں چلتے نہیں دیکھ سکتے لیکن ہم اُسے جسے ہمنے نہیں دیکھا پیار کرتے۔ اور بن دیکھے ایمان سے اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور گو وہ ہماری نظروں سے ایسا چھپا ہے۔ جیسے ہوا یا وہ طاقت جس سے سورج دنیا کو اپنے گرد گھماتا ہے۔ تو بھی ایک باایمان پرمحبت دل اُسکی رہنمائی کو خوب دیکھ سکتا ہے۔ ہم اُس کی رہنمائی کو کئی طریقوں میں دیکھتے ہیں۔ اُس کے نمونہ اور اُن ہدایات میں جو انجیل میں ہیں۔ دوست کی مشورت۔ واعظ کے پیغام ہاں کسی آئیت ہی میں جو دفعۃً بجلی کی طرح ہماری یاد میں پھرتی ہے۔ یا روح کی اُن اندرونی ہدایتوں میں جو ہم نہیں جانتے کہ کہاں سے آتی ہیں۔ اور ہم پر کیا جادو کی سی تاثیر کر جاتی ہیں۔ کسی وقت تو وہ رستہ جو چاروں طرف سے بند دکھائی دیتا تھا عجیب طرح سے کھلجاتا ہے کسی وقت کوئی ایسا نیا خیال ہمارے دلوں میں اُٹھتا ہے۔ کہ جس پر خوب فکر و دُعا کرنے کے بعد ہمیں عمل درآمد کرنا پڑتا ہے۔

ہم صرف اِس امر پر زور دینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر تم نہیں جانتے کہ کونسی راہ اختیار کرنی چاہئے تو جب تک کہ اپنے گڈریئے کی رہنمائی صاف صاف معلوم و محسوس نہ ہو آگے قدم نہ اُٹھاؤ۔ وہ تمہاری زندگی میں بڑی دلچسپی لیتا اور تمہارے ایک ایک خیال اور منصوبے کا اُسے خیال ہے۔ اِس لئے اگر تم اُس کی مرضی جانے بغیر اپنا رستہ آپ نکالنے کی کوشش کرو تو سخت غلطی کرو گے۔ اور اگر تمہیں اُس کی مرضی صاف معلوم نہیں ہوتی تو ظاہر ہے۔ کہ تمہارے آگے بڑھنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ جہاں ہو وہیں ٹھیرے رہو۔ اور اگر تم انتظار کر سکتے ہو۔ تو اپنا رستہ خوب دیکھ سکو گے۔ اور ایک منٹ کی دیر بھی نہ ہوگی +

یہ نہ کہو کہ میں ایسا کند ذہن ہوں کہ اسکی مرضی نہیں جان سکتا تم تو شروع سے کم عقل ہو اور تمہاری کم سمجھی آسان آسان معاملوں میں بھی کچھ نہ کچھ تکلیف اور گھبراہٹ پیدا کرتی ہے لیکن مسیح کو اس تمہاری کم سمجھی اور کم عقلی سے کیا نقصان پہنچتا ہے۔ وہ اس سے بھی کام لے سکتا ہے۔ اور لیگا۔ اگر تمہیں ایک طرح سے نہیں سمجھا سکتا تو کسی اور طرح سے سمجھا دیگا۔ گڈریئے کا یہ کام ہے کہ اپنی رضامند بھیڑوں کی ٹھیک رہنمائی کرے۔ وہ چیز جو اُس کی رہنمائی کی سدِ راہ ٹھیرتی ہے۔ ہماری خود رائی اور خود لپسندی ہے ہم اکثر ایسے خود لپسند اور خود رائے ہوتے ہیں۔ کہ مسیح کے وقت کی انتظاری نہیں کرتے + دوسری آیت میں راقم مزمور نے بیان کیا۔ کہ گڈریا ہمیں آرام کے پانیوں کے پاس لیجاتا ہے۔ اور اُس سے یہ نتیجہ نکلسکتا ہے۔ کہ جب بھیڑوں کے پاؤں زخمی ہو گئے ہوں۔ یا اُنکی نسیں پتھریلے پہاڑی رستوں پر چلنے سے کھچ گئی ہوں۔ یا جب کہ اُن کا رستہ جنگلوں اور چٹانوں کے بیچ میں سے ہو۔ تو ایسے وقت میں بھیڑوں گڈریئے کی خاص حفاظت سے بھٹک کر اپنے اپنے رستوں پر چلنے لگجاتی تھیں۔ اور اسی تشبیہ کو لیکر زبور نویس ہمیں آگے چلکر بتاتا ہے۔ کہ اَور بھی راستے ہیں۔ جن سے گڈریا ہمیں ہمارے

اصلی گھر کو پہنچاتا ہے۔ وہ ہمیشہ چپ چاپ بہتے ہوئے پانیوں کے پاس سے نہیں لیجاتا۔ بلکہ
کبھی کبھی موجزن پانیوں سے بھی۔ وہ ہمیشہ ہری ہری نرم گھاس کے پاس سے نہیں بلکہ
بعض اوقات پتھریلے رستوں سے بھی لیجاتا ہے۔ ہمیشہ روشن رستوں سے نہیں۔ بلکہ
کسی وقت موت کے اندھیرے کی وادی سے بھی لیکن راستہ کیسا ہی کیوں نہو۔ وہ ہمیشہ
راہ راست ہی ہوتا ہے۔ اور وہی راستہ ہمارے اصلی وطن کو پہنچاتا ہے۔

مسیح کی رہنمائی ہمیشہ صداقت کے رستوں پر ہوتی ہے۔ اور اگر یہ ٹھیک رستے نہیں
تو اور کیا ہیں؟ وہ نہ صرف الہی مرضی کے موافق تیار کئے گئے ہیں۔ بلکہ اگر روح کی ہدایت سے
دیکھا جائے تو انصاف کے رستے بھی ہیں۔ جب پیچھے پھر کر اُس بلندی سے۔ جہاں
ان رستوں سے ہو کر پہنچے ہیں دیکھیں تو صدق دل سے اعتراف کر سکینگے کہ بیشک
یہ راستے ٹھیک تھے۔ تم تامل کرتے اور کہتے ہو کہ مجھے تو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ خدا کے
رستے سیدھے ہیں۔ تم اُن کے بھیدوں سے حیران و سرگردان ہو۔ اُن کی مشکلات اور
مطالبات سے تم یاس و ناامیدی کے درطے میں غوطے کھاتے ہو۔ جب تم خدا کے کان
میں رو رو کے یہ باتیں کہتے ہو تو وہ تعجب نہیں کرتا وہ بڑا رحیم ہے۔ "کیونکہ وہ ہماری اصل
کو پہچانتا اور جانتا ہے کہ ہم مٹی ہیں"۔ خدا کے رستوں پر جب تک وہ تمامیت اور کاملیت کو
نہ پہنچ لیں۔ رائے زنی نہ کرو جب تک اُس کا طریق کامل نہونے انتظار کر۔ جب تک کہ دستکاری
ختم نہ ہولے صبر کرو۔ پھر اُلٹ کے اُس کا نقشہ دیکھ لینا۔ جب تک کہ وادی سے نکل کر
پہاڑ کی چوٹی پر نہ پہنچ لو۔ صبر کرو۔ ہاں جب تک کہ ابدیت کی روشنی میں خدا تمہیں الگ بلا کر
اپنا ارادہ تم پر ظاہر نہ کرے ٹھیرے رہو۔ اور اس عرصہ کو ایمان سے کاٹو۔ "خدا کی سب
راہیں رحم اور سچائی ہیں"۔ اگر یہ سچ ہے "کہ اُس کا راستہ بڑے پانیوں میں ہے"۔ تو یہ بھی
سچ ہے کہ وہ ٹھیک رستے سے ہمارے بسنے والے شہر کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔
ہمیں خدا کے ناتمام اور ناتکمل کاموں کا موازنہ کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ اُس وقت کا انتظ

کرنا چاہیئے جب ہدایت کی صبح کے پَو پھٹنے کے وقت ہمیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس سے بہتر اور بامن رستے سے خدا ہمیں پہنچا ہی نہیں سکتا تھا +

کاش کہ ہمارا ایسا ایمان ہو کہ ہر تکلیف اور ہر امتحان اور ہر تنگی کے وقت اپنے رہنما کے مُنہ کی طرف دیکھکر یہ کہہ سکیں کہ "اے بھیڑوں کے بڑے چوپان سچ سچ یہی ٹھیک رستہ ہے تو ہی ہادی ہو" +

نہ آگے میری خواہش تھی۔ تو ہو رہنما | بس اپنی راہ نکالتا تھا اب تو ہو راہنما
آہ مَیں خود بیں ہو کیسا بھٹکتا تھا | تو گذرے دن کی بھول نہ اب یاد فرما
اب تو ہے رہبر مجھے تیرا ہاتھ سنبھالیگا | راہ مشکل ہو کیا ڈر جو میرے ساتھ تو رہیگا

تو رہبر ہو

اِس کے لیئے ہمیں اُس کی منت سماجت نہیں کرنی پڑتی۔ اُسنے اپنے بڑے نام کی خاطر ایسا کرنے کا وعدہ کیا ہے "وہ اپنے نام کی خاطر مجھے صداقت کی راہوں میں لے جاتا ہے" یاد کرو کہ موسےٰ خدا کے نام کی عزت کا کیسا مشتاق تھا۔ کئی ایک مقدسوں کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے ہیں کہ تو اپنے بزرگ نام کی خاطر کیا یہ کریگا؟ اس نام میں خدا کی عزت اور خاصیت پائی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ معرض خطر میں ہے۔ اُن کی ناتبدیلی سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مقدسوں کی رہنمائی ٹھیک کیجائیگی +

اُس کا نام کیا ہے؟ "عجیب"؟ تو پھر اس نام سے اُس کی وہ عجیب طاقت پائی جاتی ہے جو ہر ایک چیز اور کام کو کہ ہماری بہتری کے لئے ہے کام میں لاتی ہے "مُشیر"؟ یہ اس دانائی کا اظہار کرتا ہے۔ جو کبھی غلطی نہیں کرتی۔ اور جو اُس طریق کو کامل کرتی ہے۔ جس سے آسمان بھی تعجب سے بھر جاتا ہے "خدائے قادر"؟ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اُس کی الٰہی دانش اور جلال سے موافقت نہ رکھے۔ "ابدیت کا باپ"؟ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ہم سے ایسی ہی حلیمی اور بُردباری سے

سلوک کریگا۔ جیسے باپ بیٹے سے کرتا ہے یُسلامتی بخشنہ ہوا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کی محبت اور شیرینی اپنی صلیب کی یاد۔ اور سلامتی کی برکت کے مطابق ہم سے برتاؤ کریگا۔ ہم کو سلامتی بخشیگا"۔ اپنے نام کے واسطے"۔ کیسی تسلی کی بات ہے۔ کہ آدمی ہمیشہ اپنے دل کی طرف سے نظر اٹھا کر مسیح کے دل کی طرف دیکھ سکتا ہے اور ہمیشہ یقین رکھتا ہے۔ کہ مسیح اپنا انکار نہ کریگا۔ اور اپنی ذات کے برخلاف کوئی کام نہ کریگا۔ اور نہ کوئی ایسا کام جو اُس محبت کے خلاف ہو جو وہ اُنسے رکھتا ہے جنکے لئے اُسنے اپنی جان دی ہے۔ اے عجیب گڈریئے۔ جو ہمارے آگے آگے جاتا ہے۔ اور گتسمنی اور کلوری کی راہ سے لیجا کے ایسٹر کی صبح کے باغ اور صعود کے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچاتا ہے۔ ہمیں اپنا نام تو بتاتا جا جب ہم تیرا محبت آمیز جواب سنینگے۔ تو ہم تجھ پر بھروسا رکھینگے۔ اور ترساں نہیں ہونگے اور جہاں تو لیجاتا ہے جائینگے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ہم راہ کے کسی قدم کو بھی اِس محبت کی رہنمائی کے خلاف نہیں پائینگے۔ جو خدا کے دل کی طرح دانا اور نرم اور آدھرا اور نرم دل ہے +

ایک شخص کا ذکر ہے کہ بھاری بوجھ کا گٹھا کاندھے پر اُٹھائے گرتا پڑتا سڑک پر جا رہا تھا کسی گاڑی والے نے ازراہِ ترحم اُسکو اپنی گاڑی پر بٹھا لیا لیکن یہ شخص اپنا بوجھ کاندھے پر اُٹھائے رہا۔ گاڑی والے نے پوچھا کہ اپنا بوجھ اُتار کر آرام سے کیوں نہیں بیٹھ جاتے۔ اُس شخص نے جواب دیا کہ آپ کی نوازش کے لئے میں نہایت مشکور ہوں۔ آپ نے مجھ کو سوار کر لیا ہے۔ میں اَور زیادہ بوجھ لادنے کی تکلیف آپ کو نہیں دینا چاہتا قصہ کوتاہ اُس بھلے آدمی نے اپنا بوجھ نہ اُتارا۔ کیا ہم بھی اپنی روح کو خدا کے سپرد کر کے اپنے دُکھ و تکلیف کا بوجھ سر پر نہیں اُٹھائے رہتے۔ ہم بھول جاتے ہیں۔ کہ اگر وہ ہمارے گناہ معاف کر کے کہتا ہے تو ہمارے ہلکے بوجھ سے بھی ہم کو خلاصی دیگا +

فرانسس زاویئر

نمبر ۲

ہندوؤں کی بےپروائی اور پرتگیزوں کی بری روش اور مضر نمونہ سے زاویئر بہت متنفر ہوا اور اُسنے ہندوستان سے کوچ کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ وہ اپنے ایک دوست کو (۲۱ مارچ ۱۵۴۸ء) لکھتا ہے میں ہند کو چھوڑ کر حبش میں جا رہونگا۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں کوئی یوروپین نہوگا تا کہ میری محنتوں کو اپنی بری زندگی کے نمونہ سے خراب کرے ایک خط میں جو اُسنے اس زمانہ میں اپنے دوست سائمن راڈریگز بوباڈلا کو لکھا وہ سرکاری نوکری کی نسبت یہ الفاظ لکھتا ہے۔ اپنے کسی دوست کو سرکاری نوکری اختیار کرکے یہاں نہ آنے دو۔ جو شخص ایسا کرتا ہے۔ اُس کا نام ضرور کتاب حیات سے مٹایا جاتا ہے۔ اور راستبازوں کی فہرست میں وہ پھر نہیں پایا جاتا۔ یہاں آکر سب بالکل بگڑ جاتے اور شیطان کے فرزند بن جاتے ہیں +

غریبوں کے درمیان ایک سال کام کرنے کا اثر زاویئر پر یہ تھا کہ وہ ان سے بالکل تھک گیا۔ اور ارادہ کیا کہ بادشاہوں اور راجاؤں کی طرف توجہ کرے۔ اور ان کو انجیل کی طرف مدعو کرے۔ اِس خیال سے اُسنے ٹراونکور کے راجہ سے خط و کتابت شروع کی۔ اسنے راجہ کے پاس قاصد بھیجے۔ اور اس کے شہر میں آنے کی اجازت چاہی۔ لیکن اس کی تمام امیدیں دفعتہً فوت ہو گئیں۔ راجہ نے اِس کے پاس پیغام بھیجا کہ پرتگیزوں نے میرے ایک اہلکار کو پکڑ کر قید کر لیا ہے۔ یہ سنکر زاویئر بہت ناراض ہوا اور اُس نے منٹس ۷ کو فوراً حکم دیا کہ راجہ کے نوکر کو رہا کروا دے۔ یورپینوں کی زبردستی اور ظلم سے زاویئر بہت ناراض اور

نادم تھا۔ اور بڑے افسوس سے اقرار کرتا تھا۔ کہ مسیحیوں کی زندگی مسیحی مذہب کی ترقی میں بڑی روک ڈالتی ہے۔ بڑی مشکل سے راجہ راضی ہوا۔ اُس کی رعایا میں بہت سے شامی مسیحی تھے۔ اور ہزاویئر نے راجہ سے التماس کی کہ اُن کا حامی اور محافظ بنے۔ راجہ نے ہزاویئر کو دو ہزار مُہریں دیں تاکہ ساحل پر مسیحیوں کے لئے گرجا تعمیر کرا دے۔ ۱۵۴۴ء کے موسم گرما میں راجہ کے محصلوں نے راس کماری کے مسیحیوں پر حملہ کیا اور ان کو غاروں اور گڑھوں کی طرف ہانک دیا۔ جہاں وہ لوگ بھوکے مرنے لگے۔ یہ خبر پاتے ہی ہزاویئر نے بیس کشتیاں لیں اور ان کو غلہ سے بھر کر مظلوم مسیحیوں کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ چند روز بعد انہیں محصلوں نے ٹوٹی کورن کے پرتگیز گورنر پر حملہ کرکے اس کو ایک جزیرے میں ہانک دیا۔ اس کی مدد میں بھی ہزاویئر نے ہمہ تن کوشش اور سعی کی +

۱۵۴۴ء کے اخیر میں ہزاویئر کوچین سے ہوتا ہوا گوا کو گیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ٹراونکور میں میں نے دس ہزار آدمیوں کو بپتسمہ دیا ہے۔ لیکن اس امر کی بابت بعد تحقیقات کے شک پیدا ہوتا ہے +

سیلون کے مقابل ایک جزیرہ بنام منار واقع ہے۔ اس زمانہ میں یہ جزیرہ جافنا پٹم کے راجہ کے قبضہ میں تھا۔ ۱۵۴۳ء میں اس جزیرے کے آدمیوں نے مسیحی ہونے کی خواہش ظاہر کی اور بپتسمہ پایا۔ یہ سنتے ہی راجہ نے انمیں سے بہتوں کو قتل کیا۔ ہزاویئر یہ سنکر بہت ناراض ہوا۔ اور اُس نے اس امر کی رپورٹ گوا کے گورنر کے پاس کی۔ گورنر نے راجہ کی سرکوبی کے لئے چند جنگی جہاز بھیجے لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی +

اب ہزاویئر کا دل ہند کی طرف سے بالکل اُٹھ گیا۔ اُسنے سُنا تھا کہ مجمع الجزائر ہند میں مشنریوں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ مدراس کو

روانہ ہوا اور وہاں سے جہاز لے کر ملکا کو کوچ کیا۔ یہاں زاویئر کی دینی خدمات کا پہلا حصہ ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ ۱۵۴۵ء کی گرمی سے شروع ہو کر ۱۵۴۸ء تک پہنچتا ہے جب وہ ہند کو واپس آیا +

"۱۵۴۴ء کے قریب ایک دیندار سوداگر بنام فیریا مجمع الجزائر ہند میں سوپا کے ضعیف العمر راجہ کے ہاں پہنچا اور مسیحی مذہب کی منادی کی۔ وہاں سے فیریا سیام کے راجہ کے ہاں پہنچا اور وہاں بھی انجیلی بشارت کو پھیلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوپا اور سیام کے راجاؤں نے بپتسمہ قبول کیا"۔ یہ حال ملر کی تاریخ میں مرقوم ہے۔

زاویئر ملکا میں اکتوبر ۱۵۴۵ء میں پہنچا۔ اور تین ماہ تک اس شہر میں منادی کرتا رہا۔ اور بہت کامیاب ہوا۔ وہاں سے روانہ ہو کر اس نے اور جزیروں اور شہروں کا دورہ کیا۔ اور پھر ملکا کو واپس آیا۔ یہاں پر ایک شہزادی نے اس کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا +

ملکا کے جزیرے سے واپس آکر زاویئر ہندوستان میں پندرہ مہینے رہا جسوٹ سوسائٹی کے کئی مشنری ہندوستان میں آئے ہوئے تھے۔ اور زاویئر ان کا منتظم اور سردار تھا۔ اس کے دل کی بڑی آرزو یہ تھی کہ تمام پرتگیزی مقبوضات میں مشنری کالج اور مدرسے قائم کرے۔ اس امر کی درخواست اسنے شاہ پرتگال سے کی اور چاہا کہ سرکاری خزانے میں سے روپیہ دیا جائے تا کہ یہ کالج قائم ہوں۔ رفتہ رفتہ اس خیال کے مطابق کئی کالج اور مدرسے قائم ہو گئے +

لیکن زاویئر ہندوستان سے ہار گیا تھا۔ مجمع الجزائر کا تجربہ بھی اسنے حاصل کیا لیکن وہاں بھی کوئی بڑی کامیابی نہ دیکھی۔ جاپان کے جزائر باقی تھے۔ اور وہاں پرتگیزی مقبوضات نہ تھے۔ اور نہ وہاں بگڑے ہوئے یوروپین موجود تھے جو کسی مشنری کی محنتوں کو لاحاصل کرتے۔ سوداگر جاپانیوں کی خصلت کی نسبت بڑی عمدہ خبریں

لاتے تھے۔ جنوری ۱۵۴۸ء میں مسٹر ڈیویر نے اپنے ایک خط میں یہ عبارت لکھی۔ میری ملاقات ایک پرتگیزی سوداگر سے ہوئی جو بڑا دیندار ہے۔ اس کے ساتھ ایک جاپانی تھا جو مجھے ملنے کا بڑا خواہشمند تھا۔ اور مسیحی تعلیم چاہتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا جاپان کے لوگ مسیح ایمان لینگے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے ہموطن دفعتاً تو انجیل کو قبول نہ کرینگے۔ لیکن وہ بہت سے سوالات پوچھینگے۔ اور تحقیقات کرینگے اور سب سے بڑی بات جس کی وہ جستجو کرینگے یہ ہوگی۔ کہ آیا تم خود اپنی زبان کی باتوں پر عمل کرتے ہو یا نہیں۔ اگر ایسی باتوں کی نسبت انکی تسلی ہو جائے۔ تو ضرور وہ لوگ مسیح کو مان لینگے۔ مسٹر ڈیویر نے اس جاپانی کو معہ اس کے دو نوکروں کے گوا کے مشنری کالج میں داخل کروایا۔ اس شخص نے جلد ترقی کی +

۲۵- اپریل ۱۵۴۹ء کو مسٹر ڈیویر اس جاپانی اور چند اور مددگاروں کے ہمراہ کوچین سے جاپان کی طرف روانہ ہوا۔ اور اسی سال اگست کے ماہ میں اپنی منزلِ مقصود پر پہنچگیا +

ایک واعظ کا ذکر ہے کہ بہت لمبی وعظ کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس کی چھوٹی لڑکی نے شکایت کی کہ اباجان آپ کی وعظ ختم ہونے سے پیشتر ہی میری طبیعت اکتا جاتی ہے۔ اسنے کہا کہ کیا میری وعظ کا پہلا حصہ تم کو پسند نہیں؟ لڑکی نے جواب دیا۔ کہ وہ تو نہائت عمدہ ہوا کرتا ہے۔ باپ نے پوچھا کہ کیا تم کو آخری حصہ ہے؟ لڑکی نے کہا کہ وہ تو سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ واعظ نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ پھر وہ کونسا حصہ ہے جو تم کو پسند نہیں؟ وہ بولی کہ اباجی اوسطی حصہ حد سے بڑھ جاتا ہے" +

یہودیوں میں ایک روایت ہے کہ قائن کو یہ سزا ملی تھی کہ اپنے بھائی ہابل کی لاش کو اٹھا کر ایک سو سال تک ادھر ادھر دنیا میں پھرتا رہے +

پلاطوس کا سوال

پلاطوس نے اُس سے کہا حق کیا ہے ؟ یوحنّا ۱۸ : ۳۸ +

آدمی کی اصلی اور حقیقی خصلت کے بیان کرنے میں انجیل نویسوں میں یوحنّا بڑی کا لیاقت رکھتا ہے۔اگر ہم ذرہ غور کریں۔تو معلوم ہوگا کہ انجیل کے مختلف اشخاص کی خصائل کا باریک علم جو ہم تک پہنچا ہے۔اس کا سرچشمہ یوحنّا ہے۔باقی تین انجیل نویسوں نے بھی لفظی تصاویر کھینچی ہیں۔لیکن ان تصاویر کا تکملہ یوحنّا کی قلم نے کیا ہے اوروں نے شائد کسی شخص کا بیان کیا ہے۔یا کسی وقوعے کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن یوحنّا کوئی ایسی باریک سی بات لکھدیتا ہے۔جس سے بیان یا وقوعے پر روشنی پڑتی ہے۔اور اس کی باریکی اور اندرونی زندگی ہم پر ظاہر ہوجاتی ہے دلکی بھتائت سے مُنہ بولتا ہے۔تھوما۔فیلبوس۔مارتھا۔مریم وغیرہ کی کیسی زندہ تصاویر یوحنّا نے ہمارے لئے کھینچی ہیں +

یوحنّا کی انجیل کی صداقت کی نسبت اس امر سے ہم بڑی مضبوط دلائل پیدا کر سکتے ہیں۔اور انہیں سے معلوم ہوتا ہے۔کہ یوحنّا نے جو کچھ لکھا اپنی آنکھوں کا دیکھا ہؤا لکھا۔علاوہ ازیں ایک اَور امر غور کے لائق ہے۔یوحنّا کی انجیل کے پڑھنے سے پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ مصنّف نے کسی شخص یا امر کو پوری طرح الفاظ میں بیان کرنے کی ارادتاً کوشش نہیں کی لیکن چونکہ وہ دیکھی ہوئی باتیں لکھتا تھا۔اِس لئے ان باتوں یا اشخاص نے گویا اس کی قلم کے ذریعہ سے خود اپنے آپ کو بیان کر دیا ہے۔کوئی نکتہ۔یا کوئی حرکت۔یا کوئی لفظ ایسا لکھا گیا ہے۔جس نے سب کچھ بیان کر دیا ہے +

جو کچھ اُسنے سُنا۔ جو کچھ اُسکی آنکھوں نے دیکھا۔ جس چیز پر اُسنے نظر کی۔ جو شے اس کے ہاتھوں نے چھوئی زندگی کے کلام کے متعلق۔ صرف اسی کو یوحنا نے لکھا اور بیان کیا ہے +

یوحنا کی انجیل کی ایسی باریکی پلاطوس کے بیان سے نہائت ہی کھلتی ہے مسیح کے آخری حالات میں پلاطوس کا بہت حصہ تھا۔ چاروں انجیلیں بیان کرتی ہیں کہ مسیح کے متعلق اسمیں اور یہودیوں میں کیسی مخالفت ظاہر ہوئی۔ آخرکار اپنی مرضی کے خلاف اسنے مسیح کے قتل کا حکم دیا۔ وہ رومی تھا۔ اور اس لئے طبیعت سے منصف مزاج تھا لیکن اس میں دلیری اور مضبوطی بہت کم تھی۔ یہودیوں کے ڈراوے سے اس کا طبعی انصاف دب گیا۔ اسنے دیکھا کہ اگر میں انصاف پر جمارہوں تو یہودی مجھے دق کرینگے۔ اور شائد میری پہلی بدیوں کی رپورٹ قیصر کے پاس لیجائینگے۔ پلاطوس بُزدلی۔ دُنیوی چالاکی۔ اور زمانہ سازی سے مرکب تھا۔ یہ تو وہ جانتا تھا کہ میرے سامنے ایک بھاری امر اور ذمہ داری ہے۔ لیکن ایسے موقعے پر گناہ سے بچنے کیلئے اس میں ہمّت بہت کم تھی۔ یہ حالات تو پہلی تین انجیلوں کے بیانات سے بھی بخوبی کھُلتے ہیں +

لیکن یوحنا کی انجیل پلاطوس کے دل کے بھیدوں کو زیادہ ہم پر کھولتی ہے اور فی الواقع اس کی تہ تک ہمیں پہنچاتی ہے۔ اس انجیل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پلاطوس ایسا کمزور بُزدل اور زمانہ ساز کیوں تھا۔ یوحنا ہمیں بتاتا ہے۔ کہ پلاطوس کا دل ایمان سے بالکل خالی تھا۔ وہ اعلےٰ امور کو مکر یا بناوٹ سمجھتا تھا اور ان پر دل میں اور ظاہرا ہنستا تھا۔ اس کو کسی آدمی یا کسی چیز پر اعتبار نہ تھا وہ دُنیاداروں کی مانند ہر دُنیوی شے سے محبّت رکھتا اور ہر مُقدس مضمون کا مُتسخر کرنیوالا تھا۔ اپنے عہدے کے لحاظ سے وہ انصاف کی پاسداری کرنا چاہتا تھا لیکن

اپنے دل میں سچائی اور ایمانداری کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ یہ الفاظ اس کیلئے محض الفاظ و بناوٹ تھے۔ وہ یہودیوں سے بڑی نفرت کرتا تھا لیکن دل میں ان سے ڈرتا تھا۔ مسیح کے کل مقدمے میں اُسنے یہودیوں کو چڑانے اور غصہ دلانے اور چوٹ لگانے کی کوشش کی۔ اُسنے بڑی نفرت سے انسے پوچھا" کیا میں یہودی ہوں" مسیح سے اُسنے تمسخر آمیز رحم کے ساتھ دریافت کیا" کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے" یعنی تو جو ایسا غریب کمزور لیکن متعصب شخص ہے۔ تو جس کو میں ایک بات سے ہلاک کروا سکتا ہوں۔ کیا بادشاہ تجھی سے ہوتے ہیں۔ پلاطوس کی نظر میں یہ دعوے نہائیت ہی عجیب اور تمسخر کے لائق تھا۔ لیکن اس دعوے کا ایک پہلو اور بھی تھا جس پر غور کرنے سے پلاطوس کو زیادہ ہنسی آتی ہو گی۔ یہودیوں کا تعصب نہائیت ہی جاہلانہ اور وحشیانہ تھا۔ پس کیسے تماشے کی بات تھی کہ مسیح جیسا ایک کمزور اور حقیر آدمی ایسے وحشیوں کا بادشاہ اپنے آپ کو کہتا تھا۔ اس لئے پلاطوس نے زیادہ تمسخر سے پوچھا" کیا میں تمہارے لئے یہودیوں کے بادشاہ کو رہا کروں"؟ پھر جب آخر کار اُسکو مجبوراً یہودیوں کی بات ماننی پڑی تو اُس وقت بھی وہ اپنے دل کی حقارت اور نفرت ظاہر کرنے سے باز نہ آیا۔ وہ مسیح کو باہر لایا اور یہودیوں سے کہا" دیکھو اپنا بادشاہ" "کیا میں تمہارے بادشاہ کو مصلوب کروں"۔ اس نفرت اور تمسخر کو پلاطوس آخر تک ظاہر کرتا رہا۔ وہ نوشتہ جو صلیب کے اوپر ٹنگا ہؤا تھا۔ پلاطوس کی طرف سے یہودیوں کے چڑانے اور دق کرنے کے لئے تھا اگرچہ جو کچھ اس پر لکھا ہؤا تھا بالکل سچ تھا" یسوع ناصری (کیا ناصرت سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے) یہودیوں کا بادشاہ" + پلاطوس نے یہودیوں کی خاطر انصاف کا خون کیا۔ لیکن ان کی خاطر وہ نہ چاہتا تھا۔ کہ اپنی دلی نفرت اور حقارت کو ذرہ روکے" جو کچھ میں نے لکھا سو لکھا" +

مذکورہ بالا تمام واردات میں پلاطوس کی حقیقی خصلت ظاہر ہوتی ہے لیکن جو الفاظ ہم نے اس وعظ کے شروع میں رکھے ہیں۔ وہ ان کی نسبت اس کی خصلت کو زیادہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک قیدی کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اپنی بادشاہت کا ثبوت وہ یہ دیتا تھا کہ میں حق پر گواہی دینے آیا ہوں۔ وہ یہ بھی کہتا تھا۔ کہ وہ لوگ جو سچائی کے فرزند ہیں۔ میرے اس دعوے کو مان لینگے۔ وہی میری اصلی رعایا ہیں۔ وہی آسمان کی بادشاہت کے فرزند ہیں +

کیا یہ سنجیدہ تقریر اس ٹھٹھا مارنیوالے دنیادار زمانہ ساز کے کانوں میں عجیب نہ معلوم ہوئی ہوگی۔ کیا مسیح کو دیکھ کر اُس کی عقل چرخ نہ ہوئی ہوگی۔ وہ اپنی عادت سے انہیں لوگوں کو قابل تعریف سمجھتا تھا۔ جو اپنے کاروبار میں فریب اور زبردستی کو سچ بنا کر کام میں لا سکیں۔ پلاطوس نے اس سے کہا حق کیا ہے؟ اور جب وہ یہ کہہ چکا تو باہر چلا گیا۔ وہ کیوں باہر گیا۔ کیوں اس نے مسیح کے ساتھ بحث نہ کی۔ صرف اس لئے کہ وہ دنیاداروں کی طرح اس عظیم سوال کا فیصلہ کر چکا تھا۔ دنیادار کہا کرتے ہیں۔ کہ دنیا اور حیات کو سمجھنا ناممکن ہے۔ ان کی نسبت سچائی کو پہنچنا وقت کا ضائع کرنا ہے۔ جو کچھ کوئی سمجھ لے وہی حق ہے +

حق۔ یہ لاچار قیدی کہہ رہا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔ اور اپنی بادشاہی کے ثبوت میں اپنی سچائی کو پیش کرتا ہے۔ کیا اس سے زیادہ کوئی ٹھٹھے کی بات ہوسکتی ہے۔ حق۔ حق کا سلطنت سے کیا تعلق۔ قیصر کی سلطنت ایسی مضبوط ہے قیصر کے حکموں سے کسی کی مجال نہیں کہ روگردانی کرے۔ قیصر کی تلوار کیسی کارگر اور تیز ہے۔ لیکن اس کا تو حق یا ناحق سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو ایک زور اور فریب کا معاملہ ہے۔ کیا قیصر آگسٹس نے زور اور فریب سے تخت کو حاصل نہیں کیا۔

اور اب جو گشتس کا ولیعہد تخت نشین ہے ۔کیا وہ پکا فریبی نہیں ہے ۔ تا ئیبیریس
قیصر کا نام فریب کے لئے ضرب المثل تھا +

حق کا زور اور تعلق بیوقوفوں اور جوشیلے آدمیوں کے ساتھ ہو تو ہو ۔لیکن حاکموں
اور دنیاداروں کے ساتھ اسے کچھ نسبت نہیں ۔جو لوگ حق حق پکارتے ہیں ۔ وہ
بزدل سست اور خواب دیکھنے والے ہوتے ہیں ۔حق ۔حق کیا چیز ہے ۔میں نے اپنی عمر
گذاری ہے ۔اور میرا تجربہ یہی کہتا ہے ۔کہ حق سے کچھ سروکار ہی نہ رکھنا چاہیئے۔
جو کام زبردستی اور فریب سے نکلتا ہے ۔کیا وہ کبھی حق حق پکارنے سے نکلیگا
دُنیا میں سیکڑوں مذہب ہیں ۔اور ان میں سے ہر ایک حق حق پکارتا اور باقیوں کو
جھٹلاتا ہے ۔میرے نزدیک وہ سب سچے اور سب باطل اور بیہودہ ہیں ۔انسان
کیا کرے اور کدھر جائے ۔اگر حق کہیں ہے تو اسے کیونکر پائے ۔کیا بہتر نہیں ہے
کہ سب کو شک کی نظر سے دیکھے ۔اور تمام جوش اور تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈا ہو بیٹھے ۔
اور فریب اور چالاکی سے اپنا کام نکالا کرے +

"حق کیا ہے"۔یہ سوال پوچھ کر پلاطوس نے مسیح کی طرف اپنی پیٹھ پھیری
شائد اس کو امید نہ تھی کہ اس سوال کا کوئی جواب ہو سکتا ہے ۔شائد اس کا دل
اندر سے کوئی دھیما اور رکا ہوا سا الزام اسکو دیتا تھا ۔اور وہ جانتا تھا ۔کہ اس
سوال کا جواب جو شخص دیگا ۔وہ میرے کانوں میں پسندیدہ اور خوش الحان نہوگا ۔بلکہ
میخ کی طرح میرے دل میں چبھ جائیگا ۔اس کے سامنے ایک قیدی یہودی تھا ۔جس کا ہر لفظ
موزون اور تلوار کی طرح تیز تھا ۔اور اس کے منہ سے بڑی سنجیدگی اور یقین کے زور سے
نکلتا تھا ۔وہ اگرچہ قیدی تھا تاہم حاکم کی مجال نہ تھی کہ اس کی آنکھ سے آنکھ ملائے
پلاطوس نے سوال پوچھتے ہی باہر کا رخ کیا ۔وہ خاموشی جس کے ساتھ وہ اپنے
عجیب دعوے کو پیش کرتا تھا ۔وہ دلیری جس سے وہ موت کا مقابلہ کرنے کو طیار تھا ۔

اس کے بُرا اثر لفظ۔ اس کی زیادہ بُرا اثر خاموشی۔ اس کی ظاہری دیانتداری اور معصومیت
کیا ان سب باتوں کا اثر پلاطوس پر نہ ہوتا۔ اگرچہ وہ بدذاتی اور لالچ اور لامذہبی کے
سمندر میں غرق ہوا ہوا تھا تاہم مسیح کی صورت کا اثر اس پر ہوا۔ اور اُس نے اسکو بچانیکی
بڑی کوشش کی۔ لیکن اسکی یہ کوشش بھی ویسی ہی تھی جیسی دُنیادار کیا کرتے ہیں۔ اُسنے
وہیں تک کوشش کی جہانتک اُس کے لئے بالکل آسان تھا۔ جب ذرہ دقت
اور ڈر سامنے آیا تو پھر اس کی دلی دُنیاداری ظاہر ہوئی اور اُسنے مسیح کو یہودیوں کے
سپرد کیا۔

لیکن پلاطوس میں ایک بات قابل تعریف بھی تھی۔ وہ رومی گورنر تھا۔ اور
اپنے عہدے کی حیثیت سے رومی قانون کا جاری کرنیوالا تھا۔ رومی قوم کی
عظمت اور بزرگی اسی بات میں تھی کہ وہ قانون کے نہائیت ہی پابند تھے۔ جب ہم انکے
نہائیت ہی بگڑے ہوئے دلوں اور اشخاص کو دیکھتے ہیں۔ تب بھی یہ خوبی ہمیں دکھائی
دیتی ہے۔ پلاطوس میں یہ خوبی موجود تھی۔ مذہب کا تو اسمیں نام ونشان نہ تھا۔
دُنیاداری نے اس کی روح کو کیڑے کیطرح اندر سے کھا کر بودا اور کھوکھلا کر دیا تھا
باوجود اس تمام بربادی اور بوسیدگی کے عدل کے چند مٹے ہوئے نشانات اسکی روح
پر باقی تھے۔ رومی عدالت کا بھوت اس کی نظروں کے سامنے اُٹھتا تھا۔ رومی قانون
کا دیو سامنے سے نہ ہٹتا تھا۔ بیرحم یہودیوں کے سامنے اُسنے باربار عدالت کی
بنیاد پر سفارش کی تین دفعہ اُسنے کہا کہ میں اس شخص میں کوئی جرم نہیں پاتا پھر اُسنے
ذمہ داری کے بوجھ کو اپنے کاندھے پر اتارنے کی کوشش کی۔ اور یہودیوں سے
کہا تم اسے لیجاؤ اور اپنی شرع کے مطابق اس کا انصاف کرو۔ تم اسے لیجاؤ اور صلیب دو۔
لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ انہوں نے بجد ہو کر کہا کہ یہ شخص مارا جائیگا اور
اس کا مارنیوالا تو ہو گا۔

یہ پہلی دفعہ نہ تھی کہ پلاطوس کا مقابلہ یہودیوں کے ساتھ ہؤا۔ وہ دس برس سے متعصب قوم پر حکومت کر رہا تھا۔ اور یہ عرصہ اُسنے بڑی چالاکی اور حکمت عملیوں سے نبھایا تھا۔ تاہم اُسنے بار بار یہودیوں کے مذہب کی توہین کی تھی۔ اور ان کے جلے بھنے دلوں کو زیادہ آگ لگائی تھی۔ ایک دفعہ اُسنے یروشلم کے اندر قیصر کے جھنڈے اور بُت کو داخل کر کے یہودیوں کو جلایا۔ پھر اُسنے ہیرودیس کے محل کے اندر جو یروشلم میں تھا چند ڈھالیں ٹانگ دیں جنپر بُت پرستی کے نشانات تھے۔ لیکن دونوں دفعہ یہودی اس کے خلاف کامیاب ہو چکے تھے۔ اور ان کروہ نشانات کو کسی نہ کسی طرح انہوں نے اپنے درمیان سے دُور کروایا تھا۔ اُسنے بار باران کو دق کیا اور غصہ دلایا لیکن جب اُنہوں نے اعلےٰ حکام کے حضور اپیل کی کو فتحیاب رہے۔ دس برس سے جو جنگ و کشمکش یہودیوں اور پلاطوس کے درمیان جاری تھا۔ اس میں مسیح کا یہ معاملہ محض ایک وقوعہ تھا۔ اور دوسرے واقعات کے مقابلہ میں چنداں غور طلب نہ تھا۔ اسیوجہ سے اس زمانہ کے مورخوں نے اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ جھگڑا صرف ایک گمنام فقیر کی نسبت تھا اور کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی۔ تاہم اس ایک وقوعہ پر دنیا کی نجات کا دارومدار تھا۔ بیشک خدا سزا کے لئے گنہگاروں کی آنکھوں کو بند کر دیتا ہے۔ ایسا کہ وہ بڑی باتوں کو دیکھ کر چھوٹی سمجھتے رہتے ہیں۔ اور نہیں معلوم کر سکتے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آدمی ایک پل میں ایسا بڑا نقصان کر سکتا ہے۔ کہ جس کا معاوضہ صدیوں میں بہم نہ پہنچ سکتا حق کی مخالفت کرنا بڑا خوفناک امر ہے۔ حق کی شان بڑی عظیم ہے خفیف خفیف مقدمے برسوں تک فیصل نہیں ہوتے۔ لیکن دنیا کا سب سے بڑا مقدمہ چند گھنٹوں میں دن نکلنے سے پہلے صبح کے قریب طے کیا گیا +

پلاطوس کا گناہ ہمیں بڑی عبرت دلاتا ہے۔ حق کا لفظ سنکر وہ حیران ہوا۔ دفعتاً مسیح اسکے سامنے آیا۔ لیکن اُسنے اسے نہ پہچانا۔ عمر بھر اسنے حق سے لڑائی کی تھی۔ اس نے

اس سے نفرت اور حقارت کی تھی۔ اور آخر کار اپنے دل میں کہنے لگا تھا۔ کہ حق محض ایک ذہنی لفظ ہے۔ اب اسے اپنے گناہ کی سزا ملی۔ نہ صرف کوئی چھوٹی سی سچائی بلکہ حق مجسم اس کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن پلاطوس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے مسیح کی حقارت کی۔ اس نے اس سے ٹھٹھا کیا۔ اور آخر کار اس نے اسے ایک طرف ہٹا دیا اور پھر ملزم ٹھہرا کر مصلوب کروایا۔ "پنطوس پلاطوس کی حکومت میں دکھ اٹھایا"۔ یہ الفاظ زمانہ کے اخیر تک پلاطوس کی بدذاتی بیان کرتے رہینگے۔ آج تک اس کا نام نفرت انگیز ہے +

ان دنوں میں بھی یہی حال ہے۔ خداوند دفعتاً اپنی ہیکل میں آتا ہے۔ وہ انسان کے دل اور تمیز میں تشریف آور ہوتا ہے۔ وہ پہلے سے اپنے آنے کی اطلاع نہیں دیتا اور نہ یہ بتاتا ہے کہ میں کس صورت میں آؤنگا۔ وہ کسی غریب یا عام آدمی کا لباس پہنکر ہمارے سامنے آتا ہے کبھی وہ ہمارے سامنے منت کرنے والے کی مانند بن جاتا ہے کبھی بچہ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور ہم اس کی اصلیت کو پہچاننے میں قاصر رہتے ہیں ہم اس سے بدسلوکی کر بیٹھتے ہیں۔ یا گستاخی سے پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں اس میں کوئی نقص نظر نہیں آتا تاہم ہم اسے رد کر دیتے ہیں۔ ہم اسے مصلوب کرتے ہیں اور اور پھر اتروا کر قبر میں دفن کروا دیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ہمنے اپنی خلاصی کروائی۔ اس کی صورت ہمیں پھر نظر نہ آئیگی لیکن تین دن گذرنے نہیں پاتے کہ وہ اپنی قبر سے نکلکر پھر ہمارے سامنے آن موجود ہوتا ہے۔ اور وہی پرانی کہانی پھر بیان کرنے لگتا ہے۔ اور اس کے حضور ہمارے اوسان خطا ہوتے ہیں۔ ہم سچ کو نہیں دیکھ سکے۔ کیونکہ ہم سچ کی نسل نہ تھے اسی میں عبرت ہے۔ اسی کو پاک کلام میں سزا کے طور پر اندھا کیا جانا ہے ہر شے اپنی جنس کی طرف رغبت کرتی اور اس کو کھینچتی ہے صرف سچے سچ کو پہچان سکتے ہیں سچائی صرف سچائی کے فرزندوں کے لئے ہے +

ایک قدیم روائیت

کہتے ہیں۔ کہ مسیحی کلیسا کے ابتدائی زمانہ میں ایک دراز قامت اور قوی ہیکل مقدس تھا جو گناہ اور دنیا سے بیزار ہوکر بیابان میں چلا گیا اور ایک تیز ندی کے کنارے پر ایک غار میں بود و باش اختیار کی۔ اُسنے اپنی زندگی کا یہ شیوہ ٹھیرا لیا کہ مسافروں کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر اُس ندی سے عبور کراتا تھا اور اپنا بڑا عصا ہاتھ میں لیکر اُس تیز رو دھارا میں اپنے قدم جمایا کرتا تھا۔ اُسنے سمجھا کہ اِس قسم کی خود انکاری اور خدمت سے مجھے گناہوں کی معافی حاصل ہو گی اور جس اطمینان کے لئے میں آبادی چھوڑ ویرانہ میں نکل آیا ہوں میرے دل میں مسلط ہو جائیگی۔ اِسی خیال سے اسنے بڑے بڑے بھاری بوجھ اُٹھائے اور تند موجوں کے مقابلہ میں سخت کشتی کی۔ لیکن بیرونی تلاطم بہ نسبت اندرونی طوفان کے جو اُس کی روح کو ہر وقت پریشان اور بے اقرار رکھتا بہت ہلکے درجہ کا تھا۔ روزہ اور جفاکشی سے اُسکی روح کو آرام حاصل نہ ہوتا تھا۔ وہ دریا اُس کے دل پر گناہ کے داغوں کو دھو نہ سکا۔ وہ ہر وقت مسافروں کو اُٹھا کر پار لیجانے کے لئے مستعد تھا۔ بلکہ جسقدر بوجھ بھاری ہوتے اور دریا میں سخت طوفان ہوتا اور اُسمیں سے گذرنا پُر خطر ہوتا اُتنا ہی زیادہ وہ کوشش کرتا کہ خطر کا مقابلہ کر کے مسافروں کو صحیح سلامت پار پہنچائے۔ بلکہ وہ دور ہی سے اُن کی آواز سُن کر اپنی جھونپڑی میں سے نکل بھاگتا۔ اور اُنکی مدد کرتا۔ اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ یہ نہائیت نیک کام تھا۔ لیکن اس سے اُس کی روح کو نجات حاصل نہ ہوئی +

ایک رات کا ذکر ہے کہ وہ تن تنہا اپنے غار میں سوتا تھا تاریکی کا عالم اور اُس پر طوفان کا زور اور دریا کی موجوں کا شور تھا۔ اِس نظارہ کی ہیبت سے ستارے بھی روپوش تھے اِس شور و طوفان میں کسی مصیبت زدہ کی آواز اُس کے کان میں پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ آواز اس پار سے آرہی ہے اور کسی بچہ کی آواز ہے۔ اس قسم کی آواز اُسنے کبھی نہ سنی تھی۔ جب اُسنے غور سے کان لگایا تو یہ کلمات اُسکو سنائی دئے "آ کر مجھے دریا کے پار لیچل"۔ اُس کی گوشہ نشین زندگی میں آج یہ پہلا تجربہ تھا۔ کہ اُس کا دل اپنے بستر خاک سے اُٹھنے کو نہ چاہتا تھا۔ لیکن اُس کے دل میں بار بار اُس بچہ کی شیریں آواز آرہی تھی۔ کہ میرا جوا اپنے اوپر لے لو اور مجھ سے سیکھو تو تم اپنے جی میں آرام پاؤ گے"۔ اُس بہادر شخص کے لئے یہ عجیب الفاظ تھے۔ نہ وہ کسی کا جوا اُٹھانے کا عادی نہ کسی سے

کچھ سیکھنا چاہتا تھا آخر اُس سے نہ رہا گیا اور دل تھام کر اپنے غار سے نکل آیا۔ اُسکے دلمیں اِس قسم کے خیال آتے تھے کہ میں نے بڑے بڑے بھاری آدمی اُٹھا کر عبور کرائے ہیں۔ اور اگر اِس بچہ کو اُٹھا کر نہ لاؤں تو کونسا مضائقہ ہے۔ اور اگر ندی کا پانی اُسکو بہا لیجائے تو کونسا چنداں نقصان ہوگا۔ لیکن وہ آواز اُسکو دم بھر چین نہ لینے دیتی تھی۔ کہ آ میری نعیں بارش کے پانی سے تر ہیں سرد ہوا چل رہی ہے۔ ضرور آ"۔ یہ سُن کر اُسنے اُس وحشتناک طوفان میں قدم ٹھہرایا اور دریا کے تلاطم میں اُترا۔ پار جا کر دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت بچہ اپنے ہاتھ پھیلا کر پکار رہا ہے کہ آ کر مجھے کاندھے پر اُٹھا میرا جُرم اعلا ہےم اور میرا بوجھ ہلکا ہے۔ اُس بچہ کی جبین پر ایک روشنی کا حلقہ موجود تھا گویا روشن شعاعوں سے مرصع تاج اُس کے زیب سر تھا۔ وہ بہادر شخص اُس بچہ کو دیکھ کر کچھ حواس باختہ سا ہوگیا اور پھر زمین پر خم ہوکر مودبانہ عرض کی کہ میرے کاندھوں پر سوار ہوکر میری گردن کو مضبوطی سے تھامے رکھئے۔ اتنے میں طوفان کا شور بڑھتا گیا تاریکی کا گھٹاٹوپ سر پر چھا گیا اور رستہ کے خطرات نے کلیجہ کانپ جاتا تھا کبھی اُس کا قدم لڑکھڑانے لگتا کبھی اُس کا عصا ندی کی تہ میں چٹانوں پر سے پھسل جاتا بعض اوقات وہ موجوں کے زور سے بہ جانے کو ہوتا کہ اُسکے کان میں یہ آواز سنائی دیتی کہ تو مت ڈر کیونکہ میں تیرے ساتھ ہوں ہراساں نہ ہو کہ میں تیرا خدا ہوں میں تجھے زور بخشونگا میں تیری کمک کرونگا میں اپنی صداقت کے دہنے ہاتھ سے تجھے سنبھالونگا۔ اُس بیرونی اور اندرونی طوفان کے وقت یہ الفاظ اُسے اپنی صداقت جادو کا کام دیتے تھے کیس کی صداقت؟ اُس مقدس نے اپنی صداقت حاصل کرنے میں عمر صرف کردی تھی اور کسی تدبیر سے اُسکی تسلی نہ ہوسکی۔ اور نہ اُسکو آرام حاصل ہوا۔ اب چلتے چلتے اُسکا قدم گہرے پانی میں جا رہا۔ اسوقت نہ اُسکے بازو کا زور نہ اُسکے عصا کا سہارا اُسکے کام آتا تھا تب اُسکے کان میں پھر وہ شیریں آواز آئی کہ جب تو پانیوں میں گزریگا تو میں تیرے ساتھ ہونگا اور جب تو ندیوں میں ہوکے جائیگا تو وہ تجھے ڈبائینگی۔ کہ میں خداوند تیرا خدا ہوں اسرائیل کا قدوس تیرا بچانیوالا میں ہوں"۔ اُس مقدس نے یہ سُن کر جان لیا کہ یہ نورانی بچہ ضرور مسیح ہے اُسنے اِس بچہ کے بچانے میں ہر طرح کی کوشش کی۔ اور اب اُس بچہ نے خوف کے وقت اُسکو رہائی دی۔ یہ کلمات سُن کر اُسنے بڑے دلیری و خوشی سے رستہ طے کیا۔ اُسکے دل میں یہ بات نقش ہوگئی کہ میرے اپنے کاموں سے نجات نہیں۔ خدا ہی میری صداقت ہے میں نے اُسکو اُٹھا لیا اور وہ میرے لئے نجات ثابت ہوا۔ آخر یہ مقدس اُس بچہ کو اپنی غار میں لے گیا۔ اور اُس سے گناہوں کی معافی کی تعلیم حاصل کی۔ اُس دن سے اُس بچے نے اُس مقدس کا نام کرسٹوفر (یعنے یسوع کو اُٹھانیوالا) رکھا +

اِسی آیت کے لحاظ سے قدیم تصاویر میں مقدس کرسٹوفر ایک بڑا قوی ہیکل شخص بنایا گیا ہے جسکے ہاتھ میں ٹھ سا عصا ہے۔ اور جو ایک بچہ کو کاندھے پر اُٹھا کر ایک موجزن ندی میں سے گزر رہا ہے +

سہیذر

ڈاکٹر پینل بنوں .. .. ڈیڑھ روپیہ

ڈاکٹر گھاسا سنگھ مشن ہسپتال بنوں .. .. "

مسٹر ای جوزم ملائم الدین ہیڈ کلرک پولیٹیکل آفس وانا .. .. "

بابو جمنا پرشاد۔ تھیولوجیکل سکول بریلی .. .. "

پادری ڈبلیو۔ ایس کیلی۔ دہلی .. .. دس روپیہ

پادری پی۔ سی۔ اوپل۔ رڑکی .. .. ڈیڑھ روپیہ

پادری جے۔ اے۔ برٹن۔ دہلی .. .. تین روپیہ

پادری۔ الیف۔ سی۔ تھونگر۔ رہتک .. .. ڈیڑھ روپیہ

مسٹر ایس ملائم الدین۔ ڈیرہ اسمٰعیلخان .. .. ایک روپیہ دس آنہ

مسٹر نذیر اللہ۔ آگرہ .. .. ڈیڑھ روپیہ

لالہ کانشی دینا ناتھ لاہور .. .. "

پادری وودھاول۔ بھڑوال .. .. "

پادری ای سلومر صاحب۔ بھیرہ۔ راجپوتانہ .. .. "

پادری رلیا رام۔ ڈیرہ دون .. .. "

یسوع ناصری کی طرف سے معرفت پادری لیارام .. .. دس روپیہ

پادری ہانڈ صاحب۔ فیروزپور .. .. تین روپیہ

The MASIHI

Vol. II. March. *No. 3.*

1897.

CONTENTS.

مسیحی

امرت سر
جلد ۲ — اپریل — نمبر ۴
۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مفید عام پریس لاہور

مسیحی

۱- ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شائع ہوتا ہے +

۲- قیمت پیشگی ڈیڑھ روپیہ سالانہ محصول ڈاک سب کو معاف +

۳- خاص خاص لوگوں سے رعایت بھی کی جاتی ہے +

۴- جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ اُنہیں ایک سال کے لئے رسالہ مفت ملتا ہے +

۵- جن اصحاب کو پرچہ نہ ملے یا دیر بعد ملے۔ تو اُنہیں چاہئے۔ کہ منیجر کو فوراً اطلاع کر دیا کریں +

۶- اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کر دینا بھی ضرور ہے +

۷- ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جن کو خریداری منظور نہ ہو۔ بذریعہ پوسٹ کارڈ منیجر کو اطلاع دیں +

۸- ہر طرح کی خط و کتابت و زر چندہ بنام منیجر مسیحی امرتسر (پنجاب) +

۹- ہمارے پاس ماہ مئی۔ جون۔ جولائی ۱۸۹۶ء کے کچھ فالتو پرچے پڑے ہیں۔ اگر کوئی خریدار مفت تقسیم کرنے کے لئے لینا چاہے تو صرف محصول ڈاک ادا کرنے پر اُسے مفت دئے جائینگے +

مسیحی

اپریل ۹۷ ۱۸ء

نوٹ اور رائیں

اخبار انڈین وٹنیس کا ایک نامہ نگار یہ رائے پیش کرتا ہے۔ کہ جیسا سرکاری ملازمت میں پچپن سال کی عمر تک خدمت لیجاتی ہے ویسا ہی مشن میں بھی کوئی قاعدہ ضرور ہونا چاہئے۔ کیونکہ ضعیف العمر مشنری مشن کے مختلف اقسام کے انتظام کو جوانوں کی طرح بخوبی انجام نہیں دیسکتا اور تقاضائے عمر کے باعث مشن کے کام میں ہرج و رہرج واقع ہوتا ہے۔ بظاہر تو یہ دلیل درست معلوم ہوتی ہے لیکن تجربہ اس سے مختلف ہے۔ اس عمر کے قاعدہ کو مشن میں داخل کرنا ہمارے لئے بڑے خسارہ کا باعث ہوگا۔ غور کرو کہ اگر یہ قاعدہ مروج ہوتا تو لاہور کے پادری فورمن صاحب اور نیوٹن صاحب اور امرتسر کے پادری کلارک صاحب جیسے بزرگان کی ذات بابرکات سے ہماری کلیسیا کیونکر مستفید ہوسکتی۔ بزرگ مس ٹکر صاحبہ مرحومہ (اے۔ایل۔او۔ای) نے چپن سال کی عمر میں ہندوستان کے ساحل پر مشنری ہوکر قدم رکھا اور اٹھارہ سال تک ایسی ستعدی سے خدمت کی کہ جوانوں کی تیزی کو ماند کر دیا۔ اور اس وقت مدراس کے مشہور فاضل مشنری ڈاکٹر مرڈک صاحب اٹھتر سال کی عمر میں کس جوان مشنری سے کم ہیں +

کلکتہ میں ایک ایسوسی ایشن بنگال حاطہ کے اندھوں کی تعلیم کے لئے قائم کیگئی ہے۔ جو بذریعہ ابھرے ہوئے ہندوستانی حروف کے اندھوں کو پڑھنا سکھایگی۔ جناب لارڈ بشپ صاحب کلکتہ نے اس کا مربی ہونا منظور فرمایا ہے۔ مقدس نوشتوں کو طبع کرنے کا انتظام بہت جلد کیا جائیگا۔ یہ مسیحی مذہب کا حصہ ہے کہ اس قسم کے بیشمار کار خیر دنیا میں جاری کر دیئے ہیں۔ کیا مسیح آج کے

دن بھی اندھوں کی آنکھیں نہیں کھولتا!+

انسداد قحط کے آئین میں ایک نئی اور مفید ترمیم کیگئی ہے یعنے مسیحیوں کو اتوار کے روز کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا اور قحط کے خیراتی کاموں میں ہر ایک مزدور کو سات روز میں ایکدن آرام کیلئے ملیگا۔ اور اُس دن کی مزدوری ایک روز پیشتر ادا کردیجائیگی۔ خدا نے انسان کو کام کرنے کے لئے پیدا کیا۔ اور حکم دیا کہ ساتویں دن آرام کرنا ضرور ہے۔ بعض لوگ سستی اور آرام میں فرق نہیں کر سکتے۔ لیکن زندگی کی دوڑ میں کام کے ساتھ آرام کرنے والا دن ایکاگنے والے سے بڑھ جاتا ہے+

اسراپور زنانہ ڈسپنسری واقع بھڑوال متصل اٹاری پنجاب میں ۱۸۹۶ء کے درمیان بیماروں کی تعداد خاطرخواہ ہوئی۔ چنانچہ اس سال میں نئے اور پرانے ملاکر ۲۳۲۵ مریضوں کا علاج اس چھوٹے سے شفاخانہ کے ذریعہ سے کیا گیا۔ اور ۲۳۱ مریضوں کا علاج انکے اپنے مکان پر ہوا۔ جسمانی علاج کے ساتھ روحانی مریضوں کو آسمانی طبیب کی خبر بھی دیگئی۔ گویا یہ چھوٹا شفاخانہ اپنے علاقہ کی مستورات کے درمیان ایک چراغ کی طرح ہے جو پیالہ غدان پر رکھا ہوا ہے چونکہ پرانی عمارت میں کافی گنجائش نہ تھی۔ اب ایک نئی عمارت تعمیر ہو رہی ہے اور علاقہ کے غریب مسیحیوں اور متلاشیوں کو خصوصاً مزدور رکھا جاتا ہے۔ جس سے گرانی اور قحط کے ایام میں انکو بہت مدد ملتی ہے۔ اس کام کے لئے پانسو روپیہ موجود ہیں اور تین سو اور درکار ہیں اگر چرچ کمیٹیاں اپنا ایک ایک اتوار کا چندہ دے سکیں تو ایک معقول رقم جمع ہو سکتی ہے۔ شائد ایسے موقع پر جب ملک میں گرانی ہے اور کئی جانب سے مسیحیوں سے چندہ طلب کیا جارہا ہے کسی سے کچھ مانگنا مناسب نہیں۔ لیکن اگر کوئی صاحب کسی کار خیر کی امداد کے لئے کچھ دینا چاہیں۔ اور ہم سے صلاح لیں کہ کہاں دیا جائے تو ہم فوراً کہینگے کہ شفاخانہ مذکور میں مس تھے۔ ہر ایک صاحب کے پاس کچھ بھی ہو شکر گذاری کے ساتھ قبول کیا جائیگا +

آجکل یہودی لوگوں کے درمیان امنگ پیدا ہو رہی ہے۔ کہ جاکر اپنی قدیم میراث ملک کنعان کو آباد کریں۔ روس اور رومانیا کی ایذارسانی نے لیکر پچیس ہزار اسرائیلی

ملک میں آ بسے ہیں جنمیں سے بیس ہزار کاشتکاری میں مشغول ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ غیر ممالک میں یہودی ہر قسم کے محنت و مشقت طلب کاموں سے کوسوں بھاگتے ہیں لیکن اپنے ملک میں مزارع بننے کو تیار ہیں۔ بلکہ یافا کے متصل ایک مدرسہ زراعت قائم کیا گیا ہے جسمیں اس وقت دو سو طلبا تعلیم پا رہے ہیں۔ اسی شہر میں ایک ہائی سکول لڑکوں اور ایک لڑکیوں کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ مسیحی مشن بھی اِس قوم کے درمیان بڑی جدوجہد کے ساتھ کلام کی خدمت کر رہے ہے +

لنڈن کے ایک مسیحی اخبار میں ایک اشتہار اِس قسم کا جاری کیا گیا ہے۔ کہ جو پادری صاحبان وقت کی تنگی یا کسی اور باعث سے وعظ تیار نہیں کر سکتے۔ ان کو چاہئے کہ معرفت دفتر اخبار ہٰذا کے فلاں پادری صاحب کیطرف درخواست بھیجدیں۔ جو حسب حیثیت اُجرت لیکر وعظ یا وعظ کیلئے امداد ارسال کریگا۔ کسی شخص کا نام ظاہر نہیں کیا جائیگا۔ کیسے افسوس اور تعجب کا مقام ہے۔ کہ اب وعظ فروشی تک نوبت آپہنچی ہے جس سے خادم الدینوں کو سست اور اُسکے سرِ کلیسیاؤں کو خیراتی ٹکڑوں کا محتاج بنایا جاتا ہے۔ معلوم نہیں انگلستان کے پادری اس سے کہانتک فائدہ اُٹھائینگے۔ لیکن ہمیں یقین ہے۔ کہ جو شخص ہندوستان میں اِس قسم کا کارخانہ کھولے اسکو ضرور معقول آمدنی ہوگی +

ڈاکٹر بیروز اپنا مشن پورا کرکے اپنے وطن کو سدھارے ہیں۔ اور آجکل اُن کی تقریروں اور الفاظ کا موازنہ مختلف اخباروں میں ہو رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ انکے لکچر مدراس کرسچن لٹریچر سوسائٹی کی کوشش سے جلد شائع ہونگے۔ صاحب ممدوح نے کسی غیر مسیحی کے ساتھ گفتگو کرتے وقت ہندوستانی مسیحیوں کی نسبت یہ کلمات فرمائے۔ کہ نہائت اعلےٰ درجہ کی انسانی خوخصلت کے نظائر اور سب سے بڑھکر روشن ضمیر اور عالی دماغ اشخاص ہیں سے جو میں نے مختلف ممالک میں مشاہدہ کئے ہیں۔ ہندوستانی مسیحی کسی سے کم نہیں۔ آپ کی رائے میں بہتر ہو اگر ہندوستان کے تعلیم یافتہ اور فصیح مسیحیوں میں سے چند اشخاص امریکہ کو جاسکیں گویا اُس ملک میں یہ لوگ

انجیل کی عجیب تاثیر کے زندہ گواہ ہونگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسے مسیحیوں سے بمبئی کلکتہ لاہور۔ آگرہ۔ احمدنگر۔ پونا وغیرہ مقامات میں شرف ملاقات حاصل کیا۔ اگر یہ مسیحی امریکہ میں جاکر اِدھر اُدھر تمام اطراف میں ایڈریس دیں تو وہاں کے باشندوں میں اِس ملک کی نسبت نہائت دلچسپی پھیل جائیگی" +

کچھ عرصہ ہوا شہر ایڈنبرا کے قریب کسی مشنری میٹنگ میں ایک مِس لیڈی اپنے بیٹے کو چپکے سے کہہ رہی تھی۔ کہ "بیٹا جان! چندہ طشتری میں نہیں تھیلی میں لیا جا رہا ہے۔ اپنی چونی رہنے دو اور دو پیسے ڈالدو" کیا اکثر گرجوں میں اسی اصول پر خیرات نہیں دیجاتی؟ لیکن کیا وہ یہی خیرات ہے جو خدا کو پسند ہے؟

ساٹھ سالہ جوبلی۔ ہمارے اِس خیال کو انڈین کرسچن لیڈیز کی طرف سے مہارانی وکٹوریہ کی خدمت میں ایک مبارکبادی کا ایڈریس دیا جائے۔ یا وہ جنرل ایڈریس میں شامل کیجائیں بہت صاحبان نے تائید کی اور جن لیڈیز کے ہمنے نام پیش کئے تھے اُنہوں نے ۶ ماہ حال کو لاہور میں اکٹھے ہو کر اس بارے میں خوب غور و فکر کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ الگ ایڈریس تیار کرنیکے لئے اب وقت نہیں مناسب یہی ہے کہ جنرل ایڈریس میں عورتیں بھی شامل کیجائیں +

لاہور میں ۱۶ ماہ حال کو دیسی مسیحیوں کا ایک بڑا جلسہ ہوا۔ جسمیں لیڈیز بھی شامل ہوگئیں۔ مجوزہ ایڈریس پڑھ کر سنایا اور منظور کیا گیا۔ اور یہ بھی تجویز ہوئی کہ مقرری دن پر تمام مسیحی عبادتخانوں میں حضور قیصرہ ہند اور تمام شاہی خاندان کے لئے شکرگذاریاں اور خاص برکات الٰہی کے لئے دعائیں کی جائیں۔ اس جلسے میں ایک دیسی لیڈی نے بھی تقریر کی۔ اور نیز سنٹرل کمیٹی میں بھی جو ایڈریس کے متعلق سب انتظام کریگی عورتیں مقرر کیگئی ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ہند کے کسی اور فرقے کی عورتیں اس خوشی میں شامل نہیں ہوئیں +

اگر رومن کاتھولک بھی شریک ہوں تو یہ ایڈریس بیس لاکھ دیسی مسیحیوں کی طرف سے ہوگا۔ ہم اس ایڈریس کا ترجمہ ۱۲۰ صفحہ پر درج کرتے ہیں +

ہندوستانی کلیسیا کے معماروں کی ذمہ واری

جسقدر ہماری کلیسیا کی عمر دراز ہوتی جاتی ہے۔ اُسیقدر ہم اُس کے انتظام کے حسن و قبح سے زیادہ واقف ہوتے جاتے ہیں۔ کوئی انسانی کام ایسا نہیں جو غلطی سے مبرا ہو۔ اور کسی غیر ملک میں از سرِ نو کلیسیا کی بنیاد ڈالنا کوئی آسان معاملہ نہیں شروع میں ایک اینٹ کی غلطی آخرکار ساری عمارت کو خطرہ میں ڈالتی ہے۔ اِس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ جن اصولوں پر ہماری کلیسیا قائم ہونی چاہئے وہ صاف صاف الفاظ میں تجویز کئے گئے ہیں۔ اُنسے واضعان کی کمال نیک نیتی اور حقیقی دانائی مترشح ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اِس قسم کے چند خیالات پیش کرتے ہیں۔ جو ہمارے بہی خواہان اور صائب الرائے انگریز صاحبان نے وقتاً فوقتاً ہندوستانی کلیسیا کے قائم کرنیکی بابت ظاہر کئے ہیں †

کنٹربری کے سابق اسقفِ اعظم بنسن صاحب اپنی ایک تصنیف میں فرماتے ہیں کہ "کسی دوسری قوم میں جس کے طبائع تجربے اور خیالات ہم سے بالکل مختلف ہیں عین اپنے ملک کی کلیسیا کے نمونہ پر ایک روحانی عمارت کھڑا کرنا بلا عذر اُس غلطی کو دُہرانا ہے جو بزرگ بونی فیس نے کی کہ ملک جرمنی میں بجائے ملکی کلیسیا قائم کرنے کے اطالیانی کلیسیا کی بنیاد رکھی۔ مسیحی ممالک کے لوگ بیوقوفی سے غیر مسیحی ممالک میں تین یا چار مختلف اقسام کی کلیسیائیں اپنے ملکی نمونہ پر قائم کر دیتے ہیں۔ لیکن ان ملکوں میں جہاں اِن کلیسیاؤں کو تواریخی سہارا نہیں ہے۔ اِس تفرقہ کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ شائد خدا اِس سے ہمیں یہ سکھاتا ہے۔ کہ چونکہ غیر ممالک میں اِس قسم کے اختلاف نامعقول ہیں۔ اِس لئے ہم کو اپنے یہاں سے بھی اُنہیں خارج اور معدوم کر دینا چاہئے"۔ پھر کسی دوسرے موقع پر صاحب موصوف نے فرمایا کہ "انگلینڈ کو لازم ہے۔ کہ اِس

---

† ہم اس آرٹیکل کے مجموعہ کے لئے بزرگ پادری کلارک صاحب سی ایم ایس کے ممنون ہیں ۔

امر ہیزوری ہے کہ کاتھلک کلیسیا کی جماعت میں ملکی کلیسیاؤں کا ہونا ضرور ہے۔ اور ہر ایک کلیسیا ایسی رسوم کے ساتھ انجیل کو تھامے رکھے جن کے ذریعہ اُسکو زیادہ روشنی حاصل ہو" +

ونچسٹر کے بشپ ہیرالڈ براؤن صاحب کا قول ہے کہ "ہم مغربی مسیحیت کو ہندوستان میں پسند نہیں کرتے۔ ہمارا مدعا ہے۔ کہ انگلستان کی تھیالوجی وہاں پھیلائی جائے لیکن یہ کہ وہ کلیسیا کا گلا دبالے۔ ضرور ہے۔ کہ ہم دیسی کلیسیا کو نہائیت آزادی کے ساتھ صورت اختیار کرنے دیں اور کہ وہ اپنی قومی ضروریات کے مطابق اپنے آپ کو وضع کرے۔ تاکہ ہندوستان میں چرچ آف انگلینڈ نہو بلکہ چرچ آف انڈیا ہو جسکا پورا تعلق چرچ آف انگلینڈ کے ساتھ ہو"۔ ان الفاظ سے بڑھکر ہندوستانی کلیسیا کے لئے کونسی بات فرحت بخش ہو سکتی ہے۔ لیکن جیسے برسات کی کالی گھٹائیں ریگستان کی حرارت سے معدوم ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے خیالات بھی ہندوستان کی آب و ہوا تک آتے آتے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں +

ان سے بڑھکر بشپ لایٹ فٹ صاحب کے کلمات بھی قابل صاد ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہمارا برتاؤ ہندوستانیوں کے ساتھ حد سے زیادہ کشیدہ اور حد سے زیادہ انگریزی رہا ہے ہندوستانی مسیحیت کبھی انگریزی مسیحیت کے ڈھانچہ میں نہیں ڈھالی جا سکتی۔ ہمارے لئے اس بات کو یاد رکھنا از بس ضرور ہے کہ جس قسم کی تعلیم اور جو طرز معاشرت انگریزی مسیحیوں کے درمیان سب سے عمدہ ثابت ہوا ہے وہ ممکن ہے کہ ہندوستان کے ملک میں بالکل ناموزون ہو۔ اگر ہمیں ہندوستان کو مسیح کیلئے فتح کرنا ہے تو ضرور ہے کہ ہم ہندوستانیوں میں ہندوستانی بنکر رہیں"۔

جزاک اللہ کیا موتی پروئے ہیں۔ کیا وہی مشنری سب سے زیادہ کامیاب نہیں ہوا جسنے اس قاعدہ کو مدنظر رکھا ہے۔ پھر بشپ صاحب موصوف نے کسی دوسرے موقع پر فرمایا کہ ہم ٹھیک انگریزی نمونہ کے انتظام کا جوا اپنے مریدوں کی گردن پر نہ رکھیں گے۔ ہمارے مدنظر یہ قاعدہ ہوگا کہ ہم غیر ممالک میں دیسی کلیسیائیں قائم کریں نہ کہ وہاں انگریزی کلیسیاؤں کو ترقی دیں۔ ہم غیر اصولی معاملات مثلاً طرز عبادت کے خود بخود قائم کرنے کیلئے وسیع میدان چھوڑ دینگے۔

ہم اپنے عقاید دین بلکہ اپنی دعاے عمیم کی کتاب بھی دیسی مسیحیوں کے لئے ضروری سمجھ کر جبراً انکے گلے نہ مڑھینگے"۔ جناب بشپ صاحب کے خیالات کیسے وسیع ہیں۔ ہمارے مشنری صاحبان بھی بخوبی سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری موجودہ نماز کی کتاب ترمیم طلب ہے۔ لیکن شائد وہ منتظر ہیں۔ کہ ہم خود کسی آئندہ زمانہ میں اِس کام کو اپنے ذمہ لیں مشکل تو یہ ہے کہ انگلستان نے اپنے مشنریوں کے ہاتھ ایک ہی تھیلی میں اپنی دو عزیز چیزیں ہمیں بھیجدی ہیں یعنے روپیہ اور نماز کی کتاب۔ جبتک ہم اِس زر کے محتاج ہیں اُس وقت تک جس صورت میں کتاب ہمیں دیجائے۔ ہمیں قبول کرنا ضرور ہے +

پادری ہنری وین صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ "مشنری کی اصلی جگہ دیسی کلیسیا کے باہر ہے۔ اور اُس کا فرض یہ ہے۔ کہ دیسی پاسٹروں اور مبشروں کو تعلیم و تلقین کرے"۔ یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ بلکہ مشنری صاحبان کا روزانہ ورد ہونا چاہئے۔ ہم بڑے زور سے کہینگے۔ کہ یہی ایک اصول ہے جسکو ابتدا میں نظر انداز کرنے سے آج ہم اس کا خمیازہ اُٹھا رہے ہیں لازم تو تھا کہ مشنری صاحبان ہم کو تعلیم دیتے اور ہمیں اپنا انتظام خود کرنا سکھاتے۔ اعلےٰ ذمہ واری کا بوجھ سر پر پڑنے سے کام کرنے کی طاقت اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ بیشک ابتدا میں ہم سے بہت غلطیاں ہوتیں اور بہتیری مشکلات کا سامنا ہم کو کرنا پڑتا لیکن ہم ایسے بے دست و پا اور اپاہج تو نہ ہو جاتے جیسے آج کے دن ہیں۔ جہاں تھوڑا سہارا دینے سے کام چل سکتا تھا اب مشن کا زر کثیر اور محنت خرچ ہو کر معاملہ سدھ ہونا محال ہے۔ اب ہم کو انگلی سے پکڑ کر چلانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مختلف مقویات ہمارے لئے تجویز ہو رہے ہیں۔ لیکن موجودہ انتظام کے ہوتے ہوئے نہ تو چرچ کونسل اور نہ چرچ کونسل اور کانفرنس کے الحاق سے اس کا علاج ہو سکتا ہے +

اسی ضمن میں کینن ویسٹ کٹ صاحب کی رائے بھی نہایت قیمتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "اگر ہم سب سے اعلےٰ درجہ کی مغربی مسیحیت کو ہندوستان میں قائم کریں تو

بالا غیر مسیحی قوم کو بڑا نقصان پہنچیگا۔ اگر ہم کو ایسا انتظام کرنا منظور رہے۔ جو ہر ایک قوم کے زمانہ ماضی کے قیمتی تجربوں کو زائل نہیں بلکہ استوار کریگا۔ اگر ہمیں اس انجیل کی اشاعت مطلوب ہے جو عالمگیر ہے نہ کہ متعلق مغرب تو ضرور ہے۔ کہ ہم جتنے الامکان اپنے آپ کو اور اپنے طرز خیال کو نظروں سے اوجھل رکھیں۔ ہمارا مدعا یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم انگریزی پادریوں کے چاروں طرف کلیسیاؤں کو فراہم کریں۔ کیونکہ اس سے تو وہی صورت قائم ہو جائیگی جو ہمارے اپنے ملک میں ہے"۔ صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں۔ "کہ انگریزوں کو خبردار رہنا چاہیئے۔ کہ کوئی ایسا انتظام کریں جو دیسی کلیسیاؤں کے خود بخود بڑھنے میں سدراہ ہو۔ یا محض مغربی انتظام کی نقل ہی ہو"۔

آخر میں ہم سر بارٹل فریر کا اقتباس دیکر ختم کرتے ہیں۔ صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ ہندوستان کی عظیم مسیحی کلیسیا کے خواص محض یورپ یا اوسکے قرب وجوار کی کلیسیاؤں کی نقل نہیں ہونگے۔ ہمارے خداوند اور اُس کے رسولوں کی تعلیم کی صداقتوں کو تھامے رہنا ضروری شرط ہے لیکن مسیحی اقوام کا نمونہ جو مختلف اور متفرق ملکی حالات کا نتیجہ ہے اختیار کر لینا ضرور نہیں"۔

مسٹر جارج مُلر دنیا میں اِس وقت دُعا کی عجیب تاثیر کا زندہ شاہد۔ اکانوے سال کا بوڑھا ہے کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا مسیحی تجربہ اِس عمر میں کیا ہے صاحب موصوف نے فرمایا کہ "جیسا میں خداوند میں اُس وقت خوش ہوں کبھی پیشتر نہ ہوا تھا اور خداوند مسیح کا ہر ایک شاگرد اپنی ضعیف عمر میں یہ تجربہ حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ (۱) مسیح سے نجات کی توقع رکھنے کا عادی ہو جائے (۲) اور ہر حالت میں اسی کو اپنا دوست سمجھے (۳) اور ہمیشہ کتاب مقدس کا مطالعہ دعا اور دھیان کے ساتھ کرے۔ اور جو کچھ پڑھے اُسکو اپنی زندگی میں عملی طور پر ظاہر کرے۔ اگر ہم اِن باتوں پر لحاظ رکھیں تو ہماری اطمینان اور خوشی روح القدس میں زیادہ زیادہ بڑھتی جائیگی"۔

الوہیت مسیح

(۳)

موجودہ زمانہ کے مخالف کتاب مکاشفہ کو چنداں شک کی نظر سے نہیں دیکھتے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا مُصنّف مقدّس یوحنّا تھا۔ اور وہ کتاب ۶۸ء میں تصنیف ہوئی لیکن اس کتاب میں ہم کیا پاتے ہیں۔ اس میں مسیح کو اول و آخر۔ الفا اور اومیگا۔ ابتدا و انتہا" کہا ہے۔ وہ دل کے رگ و ریشہ کا امتحان لینے والا ہے۔ وہ برّہ ہے جس کی سات آنکھیں اور سات سینگ ہیں۔ یہاں سات آنکھوں اور سات سینگوں سے مراد علم غیبی اور قدرت مطلقہ کا کمال ہے۔ وہ کائنات اور مخلوقات کا مبدا ہے۔ وہ برّہ جو تخت نشین ہو کر خدا کے ساتھ آسمانی باشندوں کی عبادت میں حصہ رکھتا ہے مسیح ہے۔ یہ تمام بیانات اس کتاب میں پائے جاتے ہیں جس میں یوحنّا کو حکم دیا گیا ہے "کہ خدا کی پرستش کر"۔ آخرا مکاشفہ میں مسیح کو وہی لقب دیا گیا ہے۔ جو انجیل میں ہے یعنے کلمۃ اللہ جس سے مراد دونو کتابوں میں اس کی الوہیت ہے +

ایک معترض اس کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ القاب مسیح اپنی ذات و ماہیت سے نہیں رکھتا بلکہ اسنے اپنی عبادت اور اعلےٰ روحانیت سے اُن کو حاصل کر لیا ہے۔ اوّل یاد رہے کہ یہ القاب وہی ہیں جن سے یسعیاہ یہوواہ کی بزرگی اور جلال کو بیان کرتا ہے۔ دویم یہ خیال کہ کوئی مخلوق الوہیت میں داخل ہو جائے۔ پاک کلام کے توحیدی خیالات اور طبیعت کے بالکل خلاف ہے۔ "خدا کا انسان بننا ایک معجزہ ہے۔ لیکن انسان کا خدا بننا ناممکن ہے" +

مقدس پطرس اپنے پہلے خط کے شروع میں مسیح کے نام کو باپ اور پاک روح

کے نام کے ساتھ اس طرح متحد کرتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کے عقیدے میں مسیح خدا تھا +

مقدس پولوس کے خیالات وہی ہیں۔ جو مقدس یوحنا نے مکاشفہ میں ظاہر کئے ہیں وہ سب چیزوں سے پہلے ہے۔ اسی اور اسی کے لئے سب چیزیں ہیں۔ وہ وہی چٹان ہے جو اپنی قوم اسرائیل کو بیابان میں لئے پھرا۔ زمین پر ظاہر ہونے سے پہلے وہ خدائی صورت میں الٰہی حالت میں موجود تھا۔ اپنی مرضی سے وہ انسان بنا۔ اور اپنے تئیں پست کیا۔ اسی سے تمام اشیاء دیدنی اور نادیدنی موجود اور بحال ہیں +

عبرانیوں کے نام کا خط جو سنہ یروشلم کے تباہ ہونے سے پہلے تصنیف ہو چکا تھا مسیح کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے۔ اور اپنے طرز میں اس کا ثبوت دیتا ہے۔ تاہم وہ اس کی انسانیت کا انکار نہیں کرتا +

مذکورہ بالا شہادتوں سے ظاہر ہے کہ ابتدائی رسولی کلیسیا میں (جس سے انجیلی نوشتے برآمد ہوئے) مسیح کی نسبت کیا عقیدہ جاگزین تھا۔

لیکن معترض جواب دیتے ہیں۔ کہ اناجیل میں بار بار مسیح کا یوں بیان ہوا ہے کہ گویا وہ محض ایک انسان ہے۔ پطرس انکار کرتے وقت کہتا ہے۔ کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ پھر لکھا ہے کہ مسیح ایک آدمی تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا معجزوں نشانوں اور اچنبھوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اسکے ذریعے سے کئے۔ جواب یہ ہے کہ کیا پطرس اپنے خداوند کا انکار کرتے وقت سردار کاہن کے نوکروں سے کہتا کہ میں اس خدا کو نہیں جانتا؟ (۱) دوئم جب حواریوں نے یہودیوں کے سامنے اپنی پہلی تقریریں کیں تو کیا وہ مسیح کی الوہیت سے شروع کرتے۔ یہ کرنا بالکل بےفائدہ ہوتا۔ مسیح کی الوہیت سے یہودی سخت متنفر تھے۔ علاوہ اس کے یسوع کی الوہیت کو صرف وہی شخص مان سکتا ہے جس نے پہلے اس کو مسیح اور منجی مان لیا ہو۔ جو شخص مسیح کی گواہی کو مان لیتا ہے وہ

اس کی الوہیت کو بھی پہچان سکتا ہے۔ اور اس کی گواہی کو ماننا اس بات پر مبنی ہے کہ اس کا خدا کی طرف سے ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ ان ہی وجوہات کے باعث حواریوں نے اپنی منادی مسیح کی موت اور قیامت کے تاریخی واقعات سے شروع کی۔ ان عظیم واقعات کے وہ خود گواہ تھے اور ان واقعات سے اس کا مسیح ہونا ثابت ہوتا تھا۔ الوہیت کی پہچان کی بلندی تک پہنچنے کی یہی سیڑھی تھی (جبکہ یہودیوں نے مسیح کی انسانی خوبیوں کو نہ پہچانا تھا بلکہ برعکس اس سے نفرت کرتے تھے تو کس طرح ممکن تھا کہ وہ اس کی الوہیت کو دفعتاً پہچان لیتے۔ الوہیت کی پہچان کا رستہ انسانیت کی پہچان میں سے ہو کر گذرتا ہے) +

علاوہ اس کے یاد رہے کہ شروع میں حواری بھی قدرت نہ رکھتے تھے کہ اپنے منجی کی الوہیت کو درستی سے بیان کریں۔ ایک شے کو دیکھ لینا۔ اس کو مان لینا۔ اس کا مطیع ہو جانا ایک بات ہے۔ لیکن اس کو بیان کرنے کی قدرت رکھنا بالکل امر دیگر ہے۔ اگر شاگرد مسیح کو خدا نہ مانتے تو استیفان اس سے یہ دعا نہ کرتا کہ میرے قاتلوں کے گناہوں کو بخش۔ استیفان نے مرتے وقت مسیح سے وہی دعا مانگی جو مسیح نے اپنے باپ سے مانگی تھی +

مسیح کی زمینی زندگی ایک عظیم الشان خدمت تھی۔ وہ خادم کی صورت میں دنیا میں رہا۔ اُس کی خادمانہ صورت حواریوں کے دلوں پر منقش تھی۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُنکے خیالات ابتدا میں اس کی الوہیت کی طرف کم رجوع ہوتے تھے۔ زمینی اور انسانی صورت زیادہ سامنے رہتی تھی۔ اور وہ کہتے تھے کہ اس کی الوہیت ایک عطیہ ہے جو خدا نے اسکی بزرگ انسانیت کو بخشا ہے۔ اور جیسے اُنکے خیالات اور اُنکی روحانی حالت تھی ویسی ہی وہ منادی کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب اُنکے خیالات زیادہ صاف ہوتے گئے اور اُنکے ذہن زیادہ کھلتے گئے تو انہوں نے مسیح کی خدائی پر عجیب صادق گواہی دی (اعمال کی کتاب کی صداقت کی اس میں سے کیسی مضبوط دلیل پیدا ہوتی ہے۔ بغیر ارادہ کئے مصنف کتاب اعمال نے ایسا بیان لکھا جو حالات کے مطابق ہو کے اپنی صداقت کی دلیل اپنے آپ میں رکھتا ہے) +

کفّارہ

۵

اب تک ہمنے صرف اس امر پر غور کیا ہے کہ مسیح کا کفّارہ گنہگار انسان پر خدا کی طبیعت کو ظاہر کرتا ہے۔ الٰہی طبیعت میں سختی اور نرمی دونوں ملی ہوئی ہیں۔ اس ذریعہ سے بنی آدم خدا کے ساتھ ایک محبت کے رشتہ سے باندھے جاتے ہیں۔ اور کسیقدر ڈر کے مارے گناہ سے باز رہتے ہیں +

لیکن ہمارا منجی جیسا کہ فی الحقیقت خدا ہے ویسا ہی فی الحقیقت انسان بھی ہے۔ خدا کی طبیعت کو اس کی الوہیت ظاہر کرتی ہے۔ لیکن اسکی انسانیت بھی ایک عظیم خدمت بہم پہنچاتی ہے۔ ہم مسیح میں دیکھتے ہیں کہ انسان کی روحانی تمیز خدا کے اس انکشاف کو کیا جواب دیتی ہے۔ وہ اسکو کسطرح قبول کرتی ہے۔ مسیح کے کام کا زور اور اثر انسانی فطرت پر بعینہ اتنا ہے جتنی اسکی اپنی انسانیت حقیقی ہے۔ جسقدر وہ حقیقی اور سچا انسان تھا اسیقدر وہ ہماری بگڑی ہوئی انسانیت کو درست کرنیکی قدرت رکھتا ہے +

اب ہم دیکھینگے۔ کہ اس کی زندگی کس طرح اسکے اپنے الٰہی انکشاف کے تابع تھی +

دیکھا گیا ہے کہ بعض معلم مسیح کی موت پر اس قدر زور دیتے ہیں۔ کہ اس کی باقی یعنے پہلی زندگی کو بھولجاتے ہیں۔ ایسے معلموں کے نزدیک مسیح کی زندگی کے ۳۳ برس صرف ایک نمونہ ٹھیرتے ہیں۔ اور بعض ایسے معلم جو مسیح کی موت پر قائم ہوکر اس کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں سمجھتے ہیں۔ کہ ۳۳ برس موت کی طیاری میں صرف ہوئے۔ ان میں مسیح موت اٹھانے اور کفّارہ ہونے کے لئے طیار ہوتا رہا۔ ہم مطلق نہیں کہتے کہ ایسے خیالات غلط ہیں۔ ہم صرف یہ اشارہ کرتے ہیں کہ ایسے خیالات ادھورے ہیں۔ ضرور ہے کہ ہم مسیح کو مثال اور نمونہ سمجھیں

جن کی نقل اور تقلید ہم پر لازم ہے۔ مسیح نے اپنی زندگی میں ظاہر کیا کہ انسانیت کس بلندی اور کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ مقدس اتھاناسیس کہتا ہے۔ کہ بنی آدم ابن ازلی کا عکس ہونیکے لئے خلق کئے گئے تھے لیکن وہ تصویر ایسی دھندلی اور تاریک ہوگئی تھی۔ کہ پھر اسکا صحیح حالت پر آنا ممکن نہ تھا بغیر اسکے کہ وہ شخص پھر ظاہر ہو جس کی وہ تصویر تھی۔ مسیح نے اپنی زندگی میں ظاہر کیا کہ خالق اور مخلوق کا اصلی اور سچا رشتہ و تعلق کیا ہے۔ اسنے ابنیت کو ظاہر کیا۔ اور نیز یہ بھی ظاہر کیا کہ انسان کا انسان کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کیسا ہونا چاہئے +

لیکن اس کی زندگی کے مقاصد کا یہیں خاتمہ نہیں۔ وہ ہمارے لئے صرف نمونہ اور مثال نہیں ہے۔ اگر وہ صرف نمونہ اور مثال ہوتی تو اس سے ہم کو بڑا خوف آ تا رہتا۔ مشکل مثال معلوم ہونیکے دل میں نقل و تقلید کا شوق تو ضرور پیدا کرتی ہے لیکن اگر وہ بہت ہی مشکل اور اعلےٰ ہو تو خوف کا باعث ہو جاتی ہے۔ مسیح کی زندگی کی نسبت دل میں خیال آتا ہے کہ اسکے رستے میں وہ رکاوٹیں نہ تھیں۔ جو ہمارے رستے میں موجود نظر آتی ہیں +

یاد رہے کہ مسیح کی زندگی کا اثر ایک شے ہے۔ لیکن اسکی زندگی کی قیمت دوسری شے ہے۔ ذات الٰہی کی نظر میں وہ بیش قیمت انسانیت ایک عجیب اور اعلےٰ قیمت رکھتی تھی مسیح اپنی زندگی اور موت میں نوع انسانی کا سچا اور اعلےٰ ترین نمونہ تھا۔ اسکو دیکھکر خالق اپنے قدیم اور حقیقی ارادے کو (نوع انسانی کے حقمیں) پورا ہوا ہوا دیکھتا تھا۔ گری ہوئی اور گناہ آلودہ نوع انسانی میں مسیح کے پیدا ہونیسے پھر ایک ایسا شخص موجود ہوا جس کا کامل رابطہ خالق کے ساتھ ہوسکتا تھا۔ گویا مسیح میں انسانیت نے پھر آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا۔ آدم کے گناہ سے لیکر مسیح تک صدہا پشتیں نسل آدم میں پیدا ہوئیں۔ لیکن وہ سب گنہگار تھیں ان پشتوں میں البتہ بعض دوسریونکی نسبت بہتر تھیں۔ اور بعض اشخاص بڑی بلندی اور پاکیزگی کو پہنچ چکے تھے۔ لیکن باوجود اس کے وہ سب منزل مقصود سے بہت پیچھے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیطان دن بدن زیادہ فتحمند ہوتا جاتا ہے۔ اور بنی آدم کو اسکے خیالات

سر جسم سے علیحدہ کر لینے میں کامیاب ہو رہا ہے +

لیکن مسیح کی پیدائیش اور زندگی نے اس خوف کو باطل ثابت کیا - فوج اپنے جنرل سے علیحدہ متصور نہیں ہو سکتی - نسل انسانی اپنے حقیقی سردار یعنے مسیح سے علیحدہ متصور نہیں ہو سکتی - سردار اور فوج دونو ملکر ایک جسم اور ایک حقیقت ہیں - سردار کی فتح فوج کی فتح ہے سردار کے کمال میں فوج حصہ اور بخرہ رکھتی ہے - نسل انسانی میں سے مسیح کو جدا کرنا سر کاٹنے کے برابر ہے - علاوہ ازیں اگر سردار سے علیحدہ ہو کر فوج شکست کھائے تو وہ کوئی حقیقی شکست نہیں - گویا مسیح کو علیحدہ سمجھکر ہم انسانیت پر کوئی رائے یا حکم قائم کر ہی نہیں سکتے +

مسیح دوسرا آدم ہے - وہ ہر شخص کا سر ہے - جب تک مسیح کامیاب ہے تب تک اس کی فوج کے لئے بھی امید ہے - وہ مرکز ہے جسکے گرد دائرے کی مانند بنی آدم جمع ہو رہے ہیں - بنی آدم میں سے ہزارہا باغی اور تباہ ہو چکے ہیں - لیکن پھر بھی مسیح کی مبارک انسانیت کو دیکھ کر خالق کہہ سکتا ہے - کہ "سب اچھا ہے" - وہ آسمان پر سے نیچے نظر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے - جس سے میں خوش ہوں +

سنہ ۱۸۴۲ء میں ملک چین کی پروٹسٹنٹ کلیسیا میں کل جمع چھ بالغ مسیحی تھے - ۱۸۵۵ء میں قریب پانسو تھے - سن ۱۸۶۵ء میں ہزار کے قریب تھے - سن ۱۸۹۰ء میں قریب اڑتیس ہزار تھے اور اس وقت چھوٹے بڑوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے کم نہ ہوگی - گذشتہ پانچ سال نہایت سختی کے ایام تھے - لیکن اسی عرصہ میں مسیحیوں کی تعداد میں بڑی بھاری ترقی ہوئی ہے - اور امید کیجاتی ہے - کہ نئی صدی کے شروع تک یہ تعداد تین لاکھ تک پہنچ جائیگی +

کہتے ہیں کہ فغفور چین عہد جدید کا با ترتیب مطالعہ کر رہا ہے - اور آجکل مقدس یوحنا کی انجیل پڑھا کرتا ہے - جاپان میں بھی انجیل کی تعلیم کا رواج ترقی پر ہے - ہمیں یقین ہے کہ کسی روز یہ سلطنتیں مسیحی سلطنتیں ہونگی +

وادی میں نور

دیباچہ

شمالی اٹلی کے کوہستانی دروں اور گڑھوں میں ایک فرقہ آباد ہے۔ جنکی زندگی کا یہ مقولہ (موٹو) کہ نور تاریکی میں چمکتا ہے۔ ان کی موجودہ حالت اور مدعا و مطالب کا پتہ دیتا۔ اور انکی پرجلال گذشتہ تاریخ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ سیدھے سادے پروٹسٹنٹ دہقان جو ایک رومن کیتھولک ملک میں آباد ہیں۔ بڑے ثقہ اور اپنے دنیاوی کاروبار میں بڑے پابند ہیں وہ بڑے رحمدل انسان دوست اور خداترس بھی ہیں۔ کہ اپنے بیٹے بیٹیوں کو بُت پرست اٹلی اور دیگر ممالک میں مبشر بنا کر بھیجتے ہیں۔ جیسے اُنکے باپ دادوں نے ایک ایسی مشعل روشن کی جو کبھی نہیں بجھنے کی کیونکہ انہوں نے اپنی زندگیوں کو موت تک دریغ نہ کیا۔ یہ بھی ایک تاریک وادی میں نور کیطرح روشن ہیں۔ اس گاؤں کے رہنے والوں نے جو والڈنسز کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے مذہب کے لئے جانیں دیں۔ یہ واقعہ تاریخ دانوں کو بخوبی معلوم ہے۔ لیکن اس قصے کے بخوبی سمجھنے کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں اور انکے ملک کا بھی جہاں وہ بود و باش رکھتے تھے کچھ حال بتایا جائے ✚

انکی اپنی کلیسیا کے ایک خادم الدین کے الفاظ میں کلیسیاء وڈنڈر ابتدائی کلیسیا کی بلا واسطہ جانشین ہے اور اسکا آغاز رومی شاہنشاہوں کی ایذا رسانی کے وقت میں ہوا۔ ایک بیت روم نے اسے پڈمونٹ کی شمالی وادیوں میں نکال دیا کہ وہاں رومی ہاتھوں سے یوں تک مصیبتیں اٹھائے۔ سولہ سو چھیاسی میں یہ کلیسیا نیست و نابود کیگئی۔ ساڑھے تین سال تک جلا وطن رہی لیکن دست قدرت نے اُسے پھر واپس لاکر اسکی اپنی جگہ میں بحال کیا۔ اس مصیبت زدہ کلیسیا کے ان سرسبز وادیوں میں واپس آنیکا واقعہ تمام تاریخ دانوں کے نزدیک بڑا دلچسپ اور معنی خیز ہے اور خصوصاً ہمارے نزدیک جنکا یہ اعتقاد ہے کہ آخرکار حق ہی فتح پاتا ہے ✚

یہاں تین وادیاں لیوسرن سینٹ مارٹن اور لاپروسا ہیں وسعت میں ۲۲ میل لمبی اور ۱۸ میل چوڑی اور آبادی میں بیس ہزار ہے۔ یہاں تین ہزار رومن کاتھولک ہیں۔ یہاں کا بڑا شہر ٹورے پلیس ہے جو انگرونا ندی پر واقع ہے جسکے ایک طرف پلیس کا صاف خوشنما چشمہ بہتا اور اسکے دوسرے برفانی پہاڑ کوٹین الپس کھڑا ہے ہیر کاسٹیلیزو کی بلند چوٹی جس پر سے پوپ کی سپاہ نے ہزاروں پروٹسٹنٹ مردوں عورتوں اور بچوں کو نیچے چٹانوں پر گرا کر تباہ کیا تھا سر فلک کھڑی اور نمونہ نظر حقارت سے دیکھ رہی ہے اسکے نیچے

کوہیڈیونٹ کا سرسبز میدان جیسے ایک بڑے سمندر کا دھواں ہوتا ہے دور تک پھیلا ہوا ہے +
ٹیرے پلیں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر وادی انگروگانہ واقع ہے۔ یہ ایک بڑی خاموش جگہ ہے سبزہ زار و شاہ بلوط
چپ چاپ متاسف کھڑے ہیں۔ چلتے پانی کے آہستہ آہستہ بہنے اور نالے اور پتوں کے گرنے کی آواز کے سوائے اور
کچھ سنائی نہیں دیتا۔ یہ سماں گویا اس رنج و غم کا اظہار کرتا ہے جو مسیحی بہادر و نکریاں سہنا پڑا۔ گھاٹی کی ایک طرف
چشمہ کے سامنے ایک غار ہے۔ جہاں سیکڑوں بہادر دل نے اپنے ایذا رسانوں کے پنجے سے بھاگ کر پناہ لی
اور جہاں سے افسوس بہتوں نے عالم بقا کی راہ لی۔ کیونکہ اس غار کے منہ پر ایک بڑی آگ جلائی گئی اور ایک
بھی زندہ نہ بچا +

اس وادی میں سچائی کی روشنی تو بیشک تھی لیکن کئی برسوں تک یہ مقام موت کے سایہ کی وادی بنا رہا +
ہماری آغاز داستان کے وقت ۱۵۴۴ء میں جب انگلستان میں اصلاح کا زمانہ شروع تھا کچھ عرصے امن و امان تھا
ڈیوک آف سیوائے ۱۵۳۲ء سے شاہ فرانس سے جنگ کر رہا تھا۔ اور اسے فرصت نہ تھی کہ ان والڈروں کی طرف
جنہیں وہ کافر کہا کرتا تھا کچھ توجہ کرے یہ امن و سلامتی صرف چند روزہ تھی۔ ایذا رسانیاں ابھی تک جاری تھیں گو ایسے
زور شور سے نہیں اور کبھی کبھی توقف بھی ہو جایا کرتا تھا لیکن یہ توقف صرف اس امر کا اظہار تھا کہ سطح کے نیچے ایک ایسی آگ ہے
جو آسانی نہیں بجھنے کی باوجود ان سختیوں کے والڈروں نے گرجے بنوانے شروع کئے ابھی تک وہ عبادت کے لئے
اپنے خادم الدینوں کے گھروں میں اکٹھے ہوا کرتے تھے لوگ ابھی تک ایک جگہ کا نشان دیتے ہیں۔ جہاں وہ انبیاء ربانی لیا
کرتے تھے چٹانوں کے سایہ میں یہ جگہ واقع ہے اور شاہ بلوط کے درخت اسے چاروں طرف سے گھیرے ہیں۔
۱۵۵۶ء تک امن و امان رہا لیکن یہ آگ بھڑکائی گئی گو ۱۵۶۰ء تک کوئی قتل عام یا ایذا رسانی کا حکم نہیں دیا گیا تھا +
اس قصہ کا مقصد اس قوم کی بہادری بیان کرنا نہیں بلکہ چند شخصوں کی دلیری اور جانثاری کا اظہار مطلوب ہے۔
ان لوگوں کی حال ان کی دینداری ہے۔ اسکی بابت یہی کہنا کافی ہوگا کہ شاہ ہمبرٹ کے عہد حکومت میں مذہبی خیالات کی آزادی ملگئی ہے موجودہ تہذیب
تعلیم اور سخاوت کے نشان ایک کالج اور دو ہسپتال کھڑے ہیں لباس کی نئی طرز اس امر کا اظہار کرتی
ہے کہ پرانے رشتہ ٹوٹ رہے ہیں۔ گو کئی لوگ اپنے باپ داداؤں کی خاص طرز کی ٹوپی کو گویا
تبرکاً پہنتے ہیں۔ لیکن سب کی آنکھوں کے سامنے وہی پرانے نشانات قائم ہیں۔ جو پہلی بہادری کی
گونج پیدا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک دل میں وہی پہلی جوانمردی کا خون جوش مارتا ہے۔ اور سب یکدل ہو کر
خدا کا ان تمام رحمتوں اور آزادی کے لئے شکریہ ادا کرتے اور اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لئے نذر کر دینے
کو تیار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آگ میں سے گزر کر بچے ہیں +

مبارک ہو تم

خدا قادر مطلق باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر۔ آمین۔

اور شاگردوں کی طرف متوجہ ہو کر اُسنے نرالے میں کہا کہ مبارک وہ آنکھیں ہیں جو ان باتوں کو دیکھتیں جن کو تم دیکھتے ہو۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ بہت نبیوں اور بادشاہوں نے چاہا کہ جن چیزوں کو تم دیکھتے ہو دیکھیں پر نہ دیکھا۔ اور کہ جن باتوں کو تم سُنتے ہو سُنیں پر نہ سُنا۔ لوقا ۱۰ء ۲۳ و ۲۴ ✦

ان باتوں کا کہنے والا ناصرت کے گمنام اور حقیر شہر کا ایک بڑھئی تھا۔ اُسنے کسی مشہور مدرسہ یا یونیورسٹی میں تعلیم نہ پائی تھی۔ شائد اُسنے اپنی عمر کے پہلے تیس قیمتی برس تختے چیرنے اور کیل گاڑنے میں صرف کئے تھے۔ اور وہ لوگ جنسے اُسنے یہ باتیں کہیں اس کی مانند گمنام غریب اور مزدور لوگ تھے ✦

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک مزدور چند اور مزدوروں کو علیحدہ لیجا کر اُن سے ایسی بھاری بات کہتا ہے۔ وہ اُنسے کہتا ہے۔ کہ تم مبارک ہو۔ تم بادشاہوں اور نبیوں کی نسبت مبارک ہو۔ کیونکہ تم وہ چیزیں دیکھ رہے ہو جو بادشاہوں اور نبیوں نے دیکھنی چاہیں۔ پر نہ دیکھ سکے۔ تم وہ باتیں سُن رہے ہو جو نبیوں اور بادشاہوں نے سُننی چاہیں لیکن نہ سُن سکے ✦

بیشک وہ آدمی مبارک ہے جس کی آنکھوں کے سامنے خدا آئے۔ بیشک وہ آدمی مبارک ہے جس کے کانوں میں زندہ خدا کا زندگی بخش اور زندہ کلام آئے ✦

آج کے دن جبکہ ان باتوں کو کہے گئے۔ قریبًا انیس سو برس گذر چکے ہیں۔ ہم ان کی

یہ ایک وعظ ہے جو پادری سموئیل گھوش نے بٹالہ بیرنگ ہائی سکول کے سالانہ سپیچ ڈے پر موجودہ کو سکول پمپل میں دیا ✦

سچائی کی عظمت اور گہرائی دیکھتے ہیں۔ فقیہہ و فریسی مسیح کے کلام میں کوئی سچائی نہ دیکھتے تھے وہ اسکو مکار اور بہکانیوالا کہتے تھے۔ رومی حاکم پلاطوس حقارت اور بیدلی سے پوچھتا تھا کہ سچائی کیا شے ہے +

لیکن مسیح کے الفاظ سچے تھے شاگرد فی الحقیقت مبارک تھے۔ مدت تک دنیا ان کو ستاتی اور انپر ٹھٹھا مارتی رہی لیکن جب دنیا کی اصلی آنکھیں کھلیں تو اسکو معلوم ہوا کہ جہان الٹ گیا ہے مسیحی مذہب نے خمیر کی طرح دنیا کو نئی تاثیر سے بدل ڈالا۔ اس وقت سے آجتک مسیح کے شاگرد مبارک کہلاتے ہیں۔ فی الحقیقت اُنہوں نے ایسی چیزیں دیکھیں جو بادشاہوں اور نبیوں نے نہ دیکھی تھیں۔ فی الحقیقت اُنہوں نے ایسی باتیں سنی جو نبیوں اور بادشاہوں نے نہ سنی تھیں +

آج کے دن بڑی جرأت سے میں بھی برنگ ہائی سکول کے لڑکوں کو کہہ سکتا ہوں کہ تم مبارک ہو۔ تمہیں وہ باتیں نصیب ہیں۔ جو اس ملک کے نبیوں اور بادشاہوں کے کبھی خواب و خیال میں نہ آئی تھیں۔ تمہیں وہ تعلیم دیجاتی ہے جو آخرکار اس دنیا کو آسمان اور بہشت کے ساتھ مبدل کردیگی تمہیں وہ تربیت دیجاتی ہے جس کو اس ملک کے عالم اور عاقل اپنے علم اور عقل سے اور اس ملک کے امیر اپنی دولت سے ایجاد نہ کرسکے +

ہمارے خداوند کا قاعدہ تھا کہ جب وہ اپنے شاگردوں کو کوئی بھاری بات بتانا چاہتا تھا یا خود کوئی بڑا کام کرنا چاہتا۔ تو علیحدگی اور تنہائی ڈھونڈھتا تھا۔ اپنی محنتوں کے شروع میں جب اسنے شیطان کو مغلوب کرنا چاہا تو لکھا ہے کہ وہ بیابان میں گیا اور چالیس دن اور چالیس رات تنہائی میں رہا۔ پھر جب اسنے اپنے شاگردوں سے اپنی نسبت بڑا بھاری اقرار کروایا تو لکھا ہے۔ کہ وہ ان کو دور قیصریہ فلپی کی اطراف میں لیگیا۔ اور یہاں بھی ہم پڑھتے ہیں۔ کہ اسنے اپنے شاگردوں کو نرالے یعنے علیحدگی میں کہا کہ تم مبارک ہو +

قدیم زمانہ میں ایلیا نبی کی نسبت ہم پڑھتے ہیں۔ کہ جب وہ ایزبل کے ظلم اور

[شہ]ر سے نکل بھاگا تو اسنے بھی جنگل کا رخ کیا اور وہاں تنہائی میں خدا سے باتیں اور ملاقات کی اور تسلی اور تقویت پائی۔ موسے بھی خدا سے شریعت پانے سے پہلے کئی روز علیحدگی اور تنہائی میں رہا۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا جو ہیرودیس بادشاہ کو دھمکانے اور اپنی قوم کے بزرگوں کو شرمندہ کرنیکی جرأت رکھتا تھا بیابان میں جاکر علیحدگی میں مضبوط ہوا۔ پولوس کی نسبت بھی لکھا ہے کہ وہ تین برس غائب رہا+

دنیا کی دوڑ دھوپ اور شور شرابے سے علیحدہ ہونا بڑی برکتوں کا باعث ہوتا ہے۔ اپنی روح کو تنہائی میں خدا کے سامنے پیش کرنا بڑی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔ برینگ ہائی سکول کے لڑکونکو خدا کے عجیب انتظام سے برکت کا یہ وسیلہ عنایت ہوا ہے۔ جبکہ دنیا اپنے مکر و فریب زور و ظلم غصہ اور فساد۔ جلد بازی اور گھبراہٹ میں پھنسی ہوئی ہے۔ خدا نے اپنی مہربانی سے انتظام کیا ہے کہ مسیحی چھوٹی کلیسیا کے نوجوان ایک جگہ اکٹھے رہکر تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔ یہاں پر وہ دنیا کی گرد و غبار سے کسی قدر بچے رہتے ہیں+

یہ البتہ بڑی برکتوں کا موقعہ ہے۔ ہر حالتمیں مسیحی کا فرض ہے۔ کہ ان نعمتوں اور بخششوں کو پہچانے اور یاد رکھے جنسے خدا نے اسکو گھیر ا ہے۔ سچی شکرگذاری فقط اسی حالتمیں ممکن ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ کمبخت انسان اپنی حالت کو بھولجاتا ہے۔ خدا کی بخششیں اس پر سے برسات کے پانی کی طرح بہ جاتی ہیں۔ اور وہ انسے بہت کم فائدہ اٹھاتا ہے۔ کاش کہ ہماری حالت ایسی نہو کاش کہ اس سکول کے لڑکے نئی زندگی لیکر یہاں سے نکلیں۔ کاش کہ یہ سکول فی الحقیقت ایسا ہو جیسا کہ ریگستان میں پانی کا چشمہ+

بھائیو۔ اپنی آنکھیں کھولو اور اپنے گرد نواح کے ملک کو دیکھو۔ وہ ایک عظیم صحرا اور ریگستان کیطرح خشک پڑا ہے۔ جدھر دیکھو خشکی پژمردگی جہالت اور بے برکتی نظر آتی ہے۔ وہ دنیا جس کو خدا نے خوبصورت بنایا تھا اور جس کو دیکھکر خدا نے کہا تھا کہ بہت اچھا ہے انسان کی جہالت اور انسان کی سرکشی کے باعث اجڑی اور برباد پڑی ہے ہر طرف خود غرضی

لالچ فریب سخت دلی مکر اور بددیانتی دیکھنے میں آتی ہے۔ چاہیئے تھا کہ ہندوستان کا ملک دنیا کے تمام ملکوں کا سردار ہوتا۔ اس میں تین کروڑ آدمی آباد ہیں۔ اسمیں بڑے بڑے زرخیز قطعات موجود ہیں۔ لیکن باوجود تمام قدرتی برکات کے یہ ملک بگڑا ہوا اور برباد ہے۔ اس ملک نے اپنے جسمانی باپ کو نہیں پہچانا۔ اس ملک نے باپ کی محبت نہیں دیکھی۔ یہ ملک ایک وسیع یتیم خانہ ہے۔ اس ملک پر شیطان نے بڑے زور شور سے اپنا قبضہ اور تصرف جمایا ہوا ہے۔ یہ ملک ایک قبر ہے۔ جو ہر اچھی چیز کو نگل جاتا ہے۔ اور پھر ویسا کا ویسا ہی نظر آتا ہے ✦

اس کی حالت کس طرح بدلیگی۔ کون ان مُردہ ہڈیوں پر نبوت کریگا۔ کون ان کو گوشت اور چمڑا پہنائیگا۔ کون چار ہواؤں میں سے زندگی کے دم کو لا کر اس کے اندر داخل کریگا کون اس لاش کو زندہ کریگا ✦ کون ان بھوکوں کو کھلائیگا ✦

وہ نوجوان جن کے سپرد خدا اس خدمت کو کرنیوالا ہے۔ اس وقت میرے سامنے موجود ہیں شیطان کے قلعوں کو مسمار کرنے والے اِس وقت میرے سامنے موجود ہیں۔ آئندہ پشت کے نبی اس وقت میرے سامنے موجود ہیں ✦

میں ہر نگ ہائی سکول کے لڑکوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں تم مسیح کے سپاہی ہو تم مسیح کے رسول ہو۔ اگر تم اس خدمت کو اختیار اور پورا نہ کروگے تو اور کون کریگا۔ اگر تم اپنی جانیں بچاؤگے تو اور کون آکر مسیح کی صلیب کو اُٹھائیگا۔ اگر تم گیہوں کے دانوں کی طرح اپنے آپ کو اس جنگل میں دفن نہ کروگے تو کلیسیا کی کھیتی کس طرح سرسبز ہوگی ✦

چند روز کا عرصہ گذرا کہ ایک شخص نے بڑے افسوس سے مجھے کہا کہ پنجاب میں مسیحی کلیسیا کیلئے بہت تھوڑی امید ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اسنے جواب دیا کہ جو لوگ غیر قوموں میں سے مسیحی ہوئے تھے۔ انکے دل میں مسیح کی سچی محبت اور زندگی تھی۔ لیکن اولاد کے دل سرد ہیں۔ اُنہوں نے اپنی اگلی محبت چھوڑ دی ہے۔ وہ شیر گرم ہوتے جاتے ہیں

اُن کو سوا انگریزی کپڑا پہننے اور اچھی نوکری حاصل کرنے کے اور کسی بات کی پروا یا محبت نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ منادی کرنا انگریز مشنریوں اور انکے ملازم کیٹی کسٹوڈنگا کام ہے۔ ہم آزاد مسیحی ہیں۔ اور مشن کی خدمت کا جوا کبھی اپنی گردن پر نہ رکھینگے۔ ہمارے باپ دادوں نے تو یہ بیوقوفی کی۔ لیکن ہم بڑے عقلمند اور آزاد ہیں۔ ہم سے کبھی ایسی حرکت نہ ہوگی +

اگر بیرنگ ہائی سکول کے لڑکے ایسے خیالات لیکر اس سکول سے نکلیں تو ان پر افسوس۔ اگر ہمیں مسیح سے فقط اسی دنیا میں امید ہے تو ہم تمام آدمیوں کی نسبت زیادہ کمبخت ہیں۔ آدمی کو کیا فائدہ ہے۔ کہ وہ تمام دنیا کو حاصل کرے پر اپنی جان کھوئے۔ پھر آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے سکتا ہے میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ گیہوں کا دانہ اگر زمین میں گر کے مر نہ جائے۔ تو وہ اکیلا رہتا ہے۔ پر اگر وہ مرے تو بہت سا پھل لاتا ہے۔ جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے۔ اسے کھوئیگا۔ اور وہ جو اس جہان میں اپنی جان سے عداوت رکھتا ہے۔ اسے ہمیشہ کی زندگی کے لئے محفوظ رکھیگا +

اصلی خوشی اور اصلی کامیابی کا رستہ دکھ اور تکلیف میں سے ہے صرف صلیب کا پیڑ پھلدار پیڑ ہے۔ اسی کا پھل قیامت تک ٹھیریگا۔ مس ٹکر صاحبہ کی زندگی اور نمونہ کو یاد کرو جس طرح انہوں نے اپنے وطن اور عزیزوں کو چھوڑ کر مسیح کی خاطر اس حقیر شہر میں اپنے تئیں زندہ دفن کر دیا۔ اسی طرح تم بھی کرو۔ دنیا سے اپنے آپ کو بے داغ بچائے رکھنا بہت ہی مشکل ہے نوجوان کے پاس آکر شیطان کہتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ میں تجھے دونگا۔ اگر تو گر کر مجھے سجدہ کرے۔ اور بہت ہیں۔ جو اس کے پھندے اور فریب میں آجاتے ہیں۔ اور دنیا کی طرف اپنا رخ کرکے دوڑنا اور ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیتے ہیں +

افسوس کہ مسیح کے خون خریدے کس جلدی سے اپنے مصلوب منجی کو بھول جاتے ہیں وہ کس پھرتی سے صلیب کو ایک بوجھ سمجھ کر اتار پھینکتے ہیں۔ اور دنیا کے لحاف میں لپٹکر خوابِ غفلت میں سو جاتے ہیں +

"میری بڑی آرزو ہے کہ آج کے دن بیرنگ ہائی سکول کے لڑکوں کو جگاؤں ۔ میری بڑی آرزو ہے۔ کہ آج کے دن صلیب کو اس سکول کے لڑکوں کے سامنے پیش کروں۔ ایک بڑی غلطی مروج ہو رہی ہے ۔ جس کو میں صحیح کرنا چاہتا ہوں۔ عام خیال ہے کہ جو لوگ لاہور ڈونٹی سکول میں پڑھتے ہیں۔ وہ منادبننے کی غرض رکھتے ہیں۔ لیکن باقی سکول دنیوی تعلیم کیلئے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ اور اسی غلطی کی وجہ سے کلیسیا نے کم ترقی کی ہے۔ چاہئے تھا کہ بیرنگ ہائی سکول لاہور ڈونٹی سکول کی نسبت زیادہ مناد طیار کرتا +

ضرور ہے کہ آئندہ یہ غلطی درست ہوجائے۔ اور اس سکول کے لڑکے پوری طرح سے جان لیں کہ ہم مسیح کے خادم ہیں۔ چاہئے کہ وہ یاد رکھیں کہ کلیسیا ان سے بڑی بڑی باتوں کی امید کر رہی ہے۔ ان کی محنتوں پر آئندہ کا پھل موقوف ہے۔ اگر وہ اپنی جان بچائینگے۔ تو کلیسیا ہلاک ہوجائیگی۔ اگر وہ دنیاداری کو اپنا دل دینگے تو اس ملک میں مسیح کی صلیب ٹھوکر کا باعث ہوجائیگی +

دل بڑا حیلہ باز ہے۔ اس کی چالاکی کو معلوم کرنا نہائیت ہی مشکل ہے۔ جب کسی نوجوان کے سامنے صلیب رکھی جاتی ہے۔ تو اس کا دل اندر سے کہتا ہے کہ تو اسکو اٹھانے کی تکلیف نہ کر۔ اس کے اُٹھانے والے اور بہت پیدا ہوجائینگے۔ کیا ساری دینداری تجھی پر ختم ہوئی ہے۔ اس بہانے اور دھوکے سے کئی آدمی مسیح کے بوجھ کو اُتار پھینکتے اور اپنے آپ کو آزاد اور خوش تصور کرنے لگتے ہیں +

لیکن افسوس اس شخص پر جو خداوند کا بلایا ہوا نہ آئے۔ افسوس اس شخص پر جو روشنی پاکر اپنی آنکھ بند کرلے۔ افسوس اس شخص پر جو لڑائی کے لئے ہتھیار نہ باندھے اور چپکا گھر میں بیٹھا رہے۔ افسوس اس کلیسیا پر جس کے سب سے خوبصورت اور سب سے ہشیار لڑکے اور لڑکیاں خداوند کے لئے اپنے آپ کو نذر نہ کریں +

یاد کرو کہ خداوند نے تم کو علیحدہ کیا ہے۔ وہ تم کو نزلے میں لایا ہوا ہے اور تم سے

کہتا ہے۔ کہ تم مبارک ہو۔ کیونکہ تم وہ چیزیں دیکھتے ہو جو نبیوں اور بادشاہوں کو نصیب نہوئیں تم وہ باتیں سنتے ہو جو نبیوں اور بادشاہوں نے نہ سُنیں +

پس تمہارا فرض ہے کہ اپنی بلندی کو یاد رکھو اور اپنی خدمت کو پورا کرو +

ہندوستان کا ملک ایک عظیم میدان جنگ ہے۔ تجارت کی لڑائی یاں ہو رہی۔ علم کی لڑائی یاں ہو رہی۔ اور مذہبی لڑائی بھی اس ملک کی مانند اور کہیں اس زمانہ میں ہو نہیں رہی۔ کلیسیا بہت چھوٹی ہے۔ اگر تعداد کا خیال کیا جائے تو ہندوستان کی دیسی کلیسیا مطلق اس قابل معلوم نہیں ہوتی کہ مسیح کے لئے اس ملک کو تسخیر کرے۔ کیا ایسے موقعے پر ہم دنیا کی طرف اپنے دل لگائیں کیا ایسے موقعے پر ہم صلیب کو بھاری سمجھیں +

بھائیو آج سے اپنے تئیں خداوند کو دو۔ یاد کرو کہ تم کن لوگوں کی نسل ہو۔ تمہارے والدین نے اپنے اپنے گھر بار کو چھوڑا اور مسیح کی پیروی کی۔ تم بہادروں کی نسل ہو۔ پھر تمہارے ماتھوں پر صلیب کا نشان لگ چکا ہے۔ تم خدا کے بیٹے ہو +

آج سے ایسی زندگی بسر کرنیکا ارادہ کرو کہ آنے والے تمہیں مبارک کہیں +

اب خدا قادر مطلق باپ بیٹے اور روح القدس کو حمد و ثنا اور جلال ہمیشہ ہو۔ آمین +

کہتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انڈرو فلر صاحب اپنے شہر میں مشن کیلئے چندہ جمع کرنے گیا۔ اُنکے ایک پرانے دوست نے کہا کہ "انڈرو میں تمہاری خاطر پچاس روپے دونگا" مسٹر فلر نے روپیہ واپس دیکر کہا کہ "میں اپنی خاطر کچھ نہیں لے سکتا" وہ شخص شرمندہ ہوا اور سو روپے نکالکر کہا کہ یہ میں خداوند مسیح کی خاطر دیتا ہوں +

انگلستان کے علاقہ یورکشائر کے کسی گرجے کی وسٹری میں ایک عجیب پرانی تصویر کھڑکی پر منقش ہے۔ یعنے ایک شخص جسکی آنکھ کے سامنے ایک بڑا سا لکڑی کا لٹھہ ہے۔ دوسرے آدمی کی آنکھ سے بڑے غور کے ساتھ ایک باریک تنکا نکال رہا ہے۔ بہتر ہو اگر اس تصویر کا عکس ہر ایک پُلپٹ پر آویزاں کیا جائے +

چوپانی زبور

چھٹا باب

موت کے سائے کی وادی

بلکہ جب میں موت کے سائے کی وادی میں پھروں تو مجھے کچھ خوف و خطر نہ ہوگا: کیونکہ تو میرے ساتھ ہے زبور ۲۳:۴

ساری بائبل میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی اور لوگوں کی زبانوں پر نہیں چڑھی ہوئی اور نہ ہی کسی اور بائبلی تشبیہ نے کبھی ایسی پائیدار تاثیر ہی کی ہے۔ ہماری زندگی کے آخری حصے کا یہ نقشہ جس میں روشن رستے کے آخر میں ایک اندھیری وادی ہے۔ مدت سے جب ہم نے ان عجیب پیارے لفظوں کو منہ سے نکالنا سیکھا۔ ہماری یاد داشت کے کمرے میں آویزاں ہے، اور گو تب سے ہزاروں تبدیلیاں واقع ہوئیں یہ نقشہ اپنی جگہ پر جوں کا توں قائم ہے۔ اور جب تک ہماری یاد کام کریگی یہ بھی قائم رہے گا۔ لاکھوں مقدسوں کے لبوں سے مرتے دم یہی لفظ نکلتے سنائی دیئے ہیں۔ اور گمان غالب ہے۔ کہ اس رسالہ کے سیکڑوں ناظرین کے لبوں سے بھی جب ان کی روح اپنے اصلی وطن کو کوچ کرنے لگیگی۔ یہی الفاظ نکلتے سنائی دینگے بشرطیکہ خداوند اسنے پیشتر نہ آجائے۔ اور ہمیں اس وادی سے گزرنے کے بجائے اسسے ہوا میں ملنا پڑے +

اس وادی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے جما ہے :۔

گڈریا اپنے جھنڈ کو ہری چراگاہوں اور راحت کے چشموں کی طرف لیجا رہا ہے۔ فوراً رستہ نیچے کی طرف پھرتا اور ایک اتھاہ کھڈ کی طرف جاتا ہے۔ ایک طرف تو ہیبت ناک چٹان ایک

اپریل ۱۹۰۷ء

مسیحی

۱

ے گھرے دریا پر جھکا ہوا ہے - اور پانی جوش مار مار کے چٹانوں پر گرتا ہے یہ دوسری
ن گنجان پہاڑ سی درخت شام کی روشنی کو اپنی پرچھائیں میں اور بھی تاریک کر رہے ہیں - رستہ
بھی نیچے کو جاتا اور ایک عمیق اور تنگ وادی میں جہاں مہیب چٹانیں گویا سر و نیر لٹکتی ہی
ں جا پہنچتا ہے یاں درخت بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے اور ٹہنیاں آپس میں ہم آغوش
رتی ہیں - اس جگہ روشن سے روشن دوپہر کو بھی اندھیرا ہوتا ہے لیکن غروب آفتاب
کے بعد وہاں رہنا تو گویا دہشت کو بلانا ہے اس کے گرد جنگلی درندوں اور وحشی چرندوں کے رہنے
کی جگہ ہے - ایسی موت کی وادی میں سے ہمارے اچھے گڈریئے کو ایک دفعہ اکیلے گزرنا پڑا
اور اسمیں سے اب وہ اپنے جھنڈ کو لے جا رہا ہے سب سے پہلی قطار تو اس تاریکی میں سے
گزر کر کب کی روشنی میں پہنچ چکی ہے - کچھ ابھی اسمیں سے گزر رہے ہیں - اور کچھ مدت کے
بعد ہم بھی اسمیں داخل ہونگے +

اس تصویر سے ہمیں موت کے بارے میں کچھ تسلی ملتی ہے - یاں ہمنے
ہمیشہ تک نہیں ٹھیرنا - یہ صرف ایک رستہ ہاں ایک وادی ہے جسمیں سے ہمیں گزرنا
ہے - وادی خواہ اندھیری اور سنسان اور خطروں سے بھری ہوئی کیوں نہ ہو ہمیں کیا ہمنے
یاں ڈیرا تو نہیں لگانا - صرف اسمیں سے گذر کر اپنی آرامگاہ کو پہنچنا ہے - موت کے وقت روح
بدن کو چھوڑ دیتی اور عالم بالا کو پرواز کر جاتی ہے - جیسے کاریگر شام کے وقت اپنے کارخانہ کو
بند اکیلے اور سنسان چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاتا ہے پھر اسکی آواز اپنے گھرانہ میں سنی جاتی ہے
جہاں وہ اُن مضطرب دلوں کو جو صبح سے اس کا انتظار کر رہے تھے - خوش کرتا ہے - اس گھرانے کی
خوشی اُس کے بغیر نامکمل تھی +

شہر دمشق میں ایک لمبی اندھیری اور تنگ گلی ہے جو ایک محراب دار راہ پر پہنچ کے ختم ہوتی ہے
وہ گلی وہاں مدتوں سے ہے مسافر اُسمیں سے گذر کر ایک عالیشان محل میں جا پہنچتے ہیں یہ نقشہ ایماندار کی
موت کا ہے - مسیح مردوں سے پہلا پھل ہوا مر گیا ہے - گویا دنیا کی تاریکی اور قید سے نکلکر

آسمانی زندگی کی پُر جلال روشنی اور آزادی میں ظاہر ہونا یہ ایک جسمانی تبدیلی ہے۔ جو صرف بدن ہی پر اثر کرتی اور روح کی طاقتوں کو نہیں چھوتی "بدن میں غیر حاضر لیکن روح میں خدا کے ساتھ حاضر"۔ یہ کوئی بیہوشی کی حالت میں ٹھیرنا نہیں بلکہ صرف تھوڑی دیر کا تاریک راستہ ہے جس کے دونوں طرف روشنی ہے

موت زندگی کا دروازہ ہے۔ ہمارے عزیز مر نہیں گئے وہ جیتے ہیں۔ اور موت میں گذر کر اپنے بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہیں۔ اور جب ہم بھی اپنے عزیزوں کے پاس جنہیں یہی ...... آئی ہو جسکا ترس (اپنے دوسرے خط کے پہلے باب کی نویں آیت میں) ذکر کرتا ہے کھڑے تھا نہیں امید اور تسلی سے کہہ سکتے ہیں کہ اے مسیحی روح اس دنیا سے اس خدائے قادر کے نام میں جا جس نے تجھے پیدا کیا۔ اس یسوع مسیح کے نام میں جو زندہ خدا کا بیٹا ہے۔ اور جسنے تیرے لئے دکھ اٹھایا۔ اور روح القدس کے نام میں جو تیرے واسطے انڈیلا گیا!

تو بھی وادی اندھیری ہے۔ بدن کی تکلیف اکثر روح کو پژمردہ کرتی اور اُسکے اوپر ایک سایہ ڈال دیتی ہے۔ یہ سایہ اکثر غلط فہمی سے روح کی کمزوری کا سبب بیان کیا جاتا ہے۔ اس رستہ کے عزیز ہم سفروں سے بغیر غم کے جُدا ہونا بڑا مشکل ہے مزید برآں جدا ہوتے وقت اکیلے پن کا خیال ڈراتا ہے۔ کیونکہ گو رستہ مسافروں سے بھرا ہوا ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ ۳ ہزار ایک گھنٹے میں جاتے ہیں۔ تو بھی ہر ایک اکیلا جاتا ہے۔ ہمارے دشمن کے کام کے لئے اس رستہ میں اندھیرے کی کمی نہیں کیونکہ اس کی خوشی یہی ہے کہ انسانی کمزوری کے وقت طرح طرح کی خوفناک چیزیں اندھیرے میں ہمارے سامنے پیش کرے

مرنا ایک بڑا سنجیدہ امر ہے۔ سخت دل بہادر بے خطر موت کا سامنا کر سکتا ہے۔ اُس کی موت میں کوشی بندش نہیں۔ اس کا زور قائم رہتا ہے۔ لیکن ایک عام نرم دل آدمی کی بابت کے لئے ناممکن ہے۔ کہ بے خوف و خطر

سیاہ بادلوں سے گھری ہوئی رات میں ساحل کو چھوڑ کر پُرطوفان سمندر میں جا کودے۔ لیکن اس سفر میں جانے کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنے صرف عام طور پر چلنا ہے۔ اگر میں چلوں"+

لیکن تو بھی موت ایک سایہ ہے۔ یہ موت کے سایہ کی وادی ہے۔ مسیح نے تو اصل موت کا سامنا کیا۔ ہم صرف اسکے سایہ کو دیکھتے ہیں۔ اُس خوفناک شیر کے پنجے اور دانت توڑ گئے۔ ہمارے پہلو نے اسکو جس کے پاس موت کی طاقت تھی۔ ہاں شیطان کو جیت لیا۔ اور انہیں جو موت کے خوف سے ہمیشہ کی غلامی میں تھے چھڑا دیا اور موت کو دور کیا ہے۔ ہم جو اُس کی زیر حفاظت میں چلا کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ "اے موت تیرا ڈنگ کہاں ہے"۔ آہ! موت کے زہریلے سانپ نے اچھے گڈریے کو ایسا ڈنگ مارا کہ وہ مر گیا اور اسکا ڈنگ اُس صلیب ہی میں رہ گیا ہے!

تو بھی یہ سایہ اپنے اصل کی ٹھیک تصویر ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ سے نقصان پہنچانیکی طاقت نہیں رکھتا۔ کُتے کا سایہ کاٹ نہیں سکتا۔ دیو کا سایہ مار نہیں سکتا۔ اسیطرح موت کا سایہ ہلاک نہیں کر سکتا نبی کہتا ہے۔ کہ موت ایک پردہ ہے۔ جو کہ تو مونہ پر پڑا ہے۔ لیکن پردہ خود بخود نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اسکے علاوہ جبتک اسکے ایک طرف روشنی نہ ہو سایہ نہیں پڑ سکتا۔ پھر سایہ ڈھل جاتا اور روشنی ہمیشہ رہتی ہے۔ کیونکہ "خدا روشنی ہے اور اس میں ذرا سی بھی تاریکی نہیں"

لیکن یہ تشبیہ موت کے سوا اور تجربوں پر بھی صادق ٹھیرتی ہے۔ ہمیں اپنے گھر جاتے وقت اکثر اندھیری وادیوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ آسمانی یروشلم کا رستہ وادیٔ بکاہ سے ہو کر جاتا ہے۔ جہاں آنکھیں روتے روتے لال ہو جاتیں۔ اور آنسوؤں سے نالے بہہ اُٹھتے ہیں۔ بنین اپنے مسیحی مسافر میں موت کے سایہ کی وادی کو اپنے سفر کے بیچ میں رکھتا ہے۔ خوبصورت محل اور بطلان کے میلے کے بیچ کی وادی کا ذکر صرف وہی شخص لکھ سکتا ہے جو خود اس وادی کے گہراؤ سے گزرا ہو۔

جب صبح ہوئی تو اُسنے پیچھے مڑ کے نگاہ کی کہ ان خطروں کو بخوبی دیکھ سکے جنمیں سے

مُسدات کو گذرنا پڑا تھا۔ اب اسنے بخوبی دیکھا۔ کیونکہ ایک طرف خندق تھی اور دوسری طرف دلدل اور وہ رستہ جو ان دونوں کے درمیان واقع تھا۔ کیسا تنگ ہے۔ اور اسنے وہاں کے درندوں۔ دیوؤں اور بدروحوں کو بھی دور سے دیکھا کیونکہ دن کے وقت وہ نزدیک نہیں آتے تو بھی یہ سب باتیں اس نوشتے کے مطابق کہ "وہ اندھیرے میں سے گہری چیزوں کو ڈھونڈتا اور موت کے سائے کو روشنی میں لاتا ہے"۔ اس پر ظاہر ہو گئیں +

اس وادی تک پہنچنے سے پیشتر ہمیں کئی ایک سائے کی وادیوں سے گذرنا پڑتا ہے اور جب کبھی ہماری جان پر غم و اندوہ کے بادل چھا جائیں تو ہمیں تامل سے غور و فکر کرنا چاہئے کہ کہیں یہ ہماری غفلت یا گناہ کا سبب تو نہیں اگر یونہی ہو تو ایک لمحہ کا اقرار ہمیں پھر روشنی میں پہنچا دیگا۔ لیکن اگر یہ سبب نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے دلیرانہ آگے بڑھتے چلو۔ نہ صرف ہر ایک قدم ہمارے لئے نا پایا ہوا ہے بلکہ مسیح خود اُسپر سے گذر چکا ہے۔ خدا ہمکو آزما رہا ہے۔ کہ آیا۔ ہم اندھیرے میں بھی اُسپر اتنا ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ جتنا کہ روشنی میں اور جب تمام روشنی ہمارے دل سے نکل گئی تو کیا ہم اسکے ایسے ہی وفادار ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ ہم اسکے ساتھ روشنی میں چلتے وقت تھے +

ان موت کے سایہ کی وادیوں میں بھی ایک اچھا مطلب ہے۔ وہ روح کی خاصیت کو پرکھتی اور ہماری کمزور جگہوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ وہ اُن ستاروں کو جو درختوں اور چٹانوں کی خالی جگہوں میں سے جھانکتے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دیتی ہیں۔ وہ ہم کو اپنے گڈریے کے پیچھے پیچھے چلنا سکھاتی ہیں۔ تاکہ کہیں وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ وہ ہی چھڑی اور لاٹھی کی قدر اور قیمت جیسے کہ پہلے کبھی معلوم نہ تھی سکھاتی ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو نہیں دیکھتے تو بھی ایمان لاتے ہیں اور جو راضی ہیں۔ کہ تمام خوشی اور آرام راحت اگر گڈریا کی مرضی ہو تو ان سے لیلیا جائے لیکن صرف اسکی آواز کو سُنتے رہیں اور یہ جان اُن کے دلوں میں ہو کہ وہ ہمارے نزدیک ہے +

اس مقدس روح کے بہادرانہ اقرار کو جو ایسی بیخطر حالت پر فخر کرتی ہے سنو۔
مجھے کچھ خوف و خطر نہیں - کامل محبت میں دہشت نہیں۔ کامل محبت دہشت کو
نکالتی ہے۔ دہشت کسی اور چیز سے دور نہیں ہوتی۔ تم خوف پر بحثیں کرو
اور اس پر دلیلیں دوڑاؤ۔ اگر چاہو تو اس پر ہنسی بھی کرو۔ اسکو شرمندہ کرنے کی کوشش بھی کرو
لیکن بے فائدہ خوف خوف ہی رہیگا۔ اگر تم اسکو دور کرنا چاہتے ہو تو اسی بھروسے سے
جو محبت سے پیدا ہوتا ہے نکال سکتے ہو۔ ایک شخص دن بھر کا تھکا ماندہ چکنا چور شام کو گھر آتا ہے
اُس کی طبیعت خوراک کی خواہاں ہے۔ لیکن گھر آتے ہی اُسے خبر ملتی ہے۔ کہ اسکا بچہ اچانک
بخار میں مبتلا ہو کر دم مرگ پڑا ہے۔ ایک لمحہ میں اُس کی بھوک کافور ہو جاتی ہے۔ اور محبت کے
سبب وہ اس جسم تپاں پر جھک کر اسکے پیاسے ہونٹوں کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اِس طرح ادنےٰ جذبات
روح کے اعلےٰ جذبات سے دب جاتے ہیں۔ اسیطرح کمزور سے کمزور روح جب اپنے اچھے گڈریے
کی حضوری سے واقف ہو تو اندھیرے کے بیچ میں سے بھی نغمہ سرائی کرتی گذر جاتی ہے۔ اور
اُس کی دلفریب سریلی آواز میں ایک ایسی ثابت قدمی اور استقلال پایا جاتا ہے۔ کہ سخت سے سخت
مصیبتیں اسے لرزاں نہیں کرسکتیں " ہاں اگر میں موت کے سایہ کی وادی میں چلوں تو مجھے کچھ
خوف و خطر نہیں "۔ خدا ہماری پناہ اور ہماری قوت ہے مصیبت کے وقت ہماری مدد۔ مجھے کس کی دہشت
بیشک یہ کہنا بہت بہتر ہے کہ " جس وقت میں ڈرونگا تو تجھ پر بھروسہ کرونگا " لیکن اس سے بھی
بہتر یہ ہے کہ " میں بھروسہ کرونگا اور ڈرونگا نہیں " +

تکلیف اور موت مسیح کی حضوری کو حقیقی بنا دیتی ہیں۔ کیا تم نے صیغہ کے فرق پر خیال
نہیں کیا۔ ابھی تک زبور نویس مسیح کا ذکر صیغہ غائب میں کرتا آیا ہے۔ لیکن اب جبکہ وہ موت
کے سایہ کی وادی میں سے گذرتا ہے۔ تو وہ اپنے پیشوا اور رہنما کے نزدیک آتا اور آہستہ سے اُسے
کہتا ہے۔ کہ تو۔ ہری چراگاہوں میں تو مسیح کو وہ کہنا کافی تھا۔ لیکن اب ایک نزدیکی رشتہ کی ضرورت
ہے قبالمندی اور امن و امان کے وقت تو مسیح کے ذکر کرنے ہی سے تسلی ملتی ہے لیکن جب ہمارے

اپریل ۷، ۱۸۹۶ء

سر و نیز گھنگھور گھٹائیں چھا جائیں۔ تو ہم جلدی سے ماں کی بغل میں بھاگ جاتے اور وہاں سے چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں۔ بچہ کمرے میں اِدھر اُدھر کھیل رہا ہے۔ اور ماں کی پرواہ نہیں کرتا لیکن بجلی کی کڑک سنتے ہی۔ وہ اُس کے گھٹنوں میں جا چھپتا ہے۔ اسیطرح موت کا کمرہ حضوری کا کمرہ بن جاتا ہے۔

بعض دفعہ اندھیرا اتنا گہرا ہو جاتا ہے۔ کہ ہم مسیح کو دیکھ نہیں سکتے لیکن ایمان ہمیشہ یقین رکھتا ہے کہ مسیح نزدیک ہے۔ نہ اسلئے کہ اُسکا وہاں کوئی نشان ہے یا کسی اور طرح سے ہم معلوم کر سکتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اُسنے خود فرمایا ہے۔ کہ "میں تجھے کبھی نہ چھوڑونگا اور نہ تجھے ترک کرونگا۔" وہ اپنا وعدہ توڑ نہیں سکتا۔ اسنے ہم کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ وہ اپنی کامل محبّت سے ہمیں دیکھ رہا ہے اُس کی محبت کی گہرائی۔ کے سبب سے ہماری محبت اُسکے پیار کو سمجھ نہیں سکتی۔ اور نہ موت اور نہ زندگی نہ اونچائی نہ نیچائی اسکی وفادار نابدلنے والی محبت سے جدا کر سکتی ہے۔ ہاں پہاڑ اور ٹیلے اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو ٹل جائیں لیکن اس کی مہربانی ہم سے جدا نہ ہوگی نہ اسکی سلامتی کا عہد ختم ہوگا۔

اے مسیح روشنی اور اندھیرا تیرے لئے ایکساں ہے۔ تو نے گتسمنی اور کلوری کے سخت اندھیرے کو اکیلے۔ ہاں باپ سے جدا ہو کر برداشت کیا۔ تجھے تو رستہ خوب معلوم ہے۔ کیونکہ تو اُسمیں چل چکا ہے تو ہمارے اب بھی ایسے نزدیک ہے۔ جیسے کہ اگر تو زمین پر ہوتا تو ہم تجھ کو چھو سکتے تو نے اداسی اور اکیلاپن برداشت کیا تاکہ ہم بھی اکیلے اور اداس نہ ہوں تو باپ سے فراموش کیا گیا تاکہ ہم کبھی فراموش نہ کئے جائیں۔ تو ہی اکیلے نے تکلیف اُٹھائی تاکہ تیرا ہر ایک کمزور بچہ آنے والے زمانوں میں یہ تسلی بخش الفاظ گاتا رہے کہ:۔ مجھے کوئی خوف و خطر نہیں۔ کیونکہ تو میرے ساتھ ہے۔

اگر دُشمن نہ ہو تو جنگ نہیں۔ اگر جنگ نہ ہو تو فتح نہیں اور اگر فتح نہ ہو تو تاج نہیں۔

ایڈریس

بحضور عالی ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا

ہم دیسی مسیحی جو حضور عالی کی ہندوستانی رعایا میں سے ہیں۔ بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کی اجازت پاکر اس مبارک موقع پر کہ حضور عالی نے اپنی بااقبال سلطنت کا ساٹھواں سال تمام کیا۔ کمال فروتنی کے ساتھ حضور کو مبارکباد دیتے ہیں +

ہم تہ دل سے خدا تعالےٰ کا شکر کرتے ہیں۔ کہ اُس نے اپنی حسن تقدیر سے یہ عطا فرمایا کہ ہم ایسی نہائیت طویل اور فیض رساں سلطنت کے زیر سایہ اس قدر عرصہ تک عیش و آرام سے بسر کریں +

مملکت کی دیگر رعایا کے ہمراہ ہم شکر گذاری کے ساتھ اُن بیشمار امور کو یاد کرتے ہیں جنمیں حضور عالی کی سلطنت ہندوستان اور اُس کے رہنے والوں کے لئے ناقابل بیان برکات اور بہبودی کا باعث ثابت ہوئی ہے حضور کی سلطنت میں تاریخ ہند کے پہلے کسی زمانہ سے کہیں بڑھکر ہمارے ملک کے بیرونی وسائل پیداوار میں ترقی ہوئی۔ ہماری ذہنی قابلیتوں نے نشو و نما پایا۔ ہمارے تمدنی حالات سدھر گئے۔ اور ملکی حیثیت بڑھ گئی +

اس لحاظ سے کہ بندگان حضور اسی مذہب کی پابندی میں خوش ہیں جس کے حضور عالی حافظ و حامی ہیں۔ ہم دلی شکرگزاری کے ساتھ اُس بیمثل ترقی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو خداوند مسیح کی بادشاہت نے حضور عالی کی مبارک زمان سلطنت میں کی ہے آپ کے عہد میں ہر ایک قسم کے مسیحی کاروبار میں بیمثل مشغولی ظاہر ہوئی۔ اور اس سے عجیب و غریب نتائج بھی حاصل ہوئے جنمیں سے ہم خدا کی تمجید کرتے ہوئے کمال فروتنی کے ساتھ دیسی مسیحی جماعت کی عجیب و غریب ترقی کا ذکر کرتے ہیں۔ جو اس

ملک کی آیندہ حالت پر ایک گہرا مسیحی اثر ڈالنے کے لئے تیار ہو رہی ہے +

خاتمہ پر ہم نہایت سرگرمی سے دعا مانگتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اپنے خزانہ فیض و کرم سے حضور عالی کی سلطنت کو اور بہت سالوں تک بحال رکھے۔ اور حضور عالی کے ذریعہ سے اپنی بہبود مقاصد کو پورا کرنے سے جن کے ساتھ سچی وفاداری سے یکدل ہونا ہماری دلی خواہش ہے۔ اپنا جلال ظاہر کرے +

ہندوستان : حضور عالی کی مملکت ہند کی

۲۰۔ جون ۱۸۹۷ء دیسی مسیحی رعایا

خدا سے ہے جُدا۔ جسکی مسیحا سے جُدائی ہے

محامد کچھ مسیحا کی لکھوں تو دل میں آئی ہے
ہوئی اب تو اُسی کے فضل سے یوں رہنمائی ہے

بشر کو حوصلہ کیا ہے لکھے جو نعتِ ابن اللہ
لکھے گر کچھ قلم تو یہ اُس کی رہنمائی ہے

سرافیں اور کروبیں تری حمد گاتے ہیں
زمین و آسماں میں اے مسیح تیری بڑائی ہے

مسیحا کی رفاقت میں خدا ملتا ہے انساں کو
خدا سے ہے جدا جسکی مسیحا سے جدائی ہے

مسیحا نام پر تیرے جو مانگا مل گیا مجھ کو
یدِ قدرت میں تیرے خلق کی حاجت روائی ہے

تیرے فعال فعلِ حق تیرے اقوال قال اللہ
مسیحا سچ تو یہ ہے شان تیری کبریائی ہے

اے او قیدیانِ جہلِ سلطان گر بھلا چاہو
پکارو نامِ عیسےٰ بس وہی دیتا رہائی ہے

مسیحا ہم تو ہیں ہونِ خون ہو شکر کیا ہم سے
سزا ہم سب کی تو نے جان اپنی پر اُٹھائی ہے

ترے معصیت میں تیغ تھی سر پہ مگر تو نے
بہایا خون اپنا پر میری بگڑی بنائی ہے

تیرے در کے ہیں سایل اے مسیح شاہنشہ دوران
کہ بہتر سلطنت سے بھی تیرے در کی گدائی ہے

خدا بیٹا اور روح القدس ہیں تینوں
یہی توحید فی التثلیث بائبل نے سکھائی ہے

مسیحی واعظین توجّہ فرمائیں

پادری احسان اللہ صاحب ناروول مشن کے متعلق کیٹی کسٹوں اور ریڈرونکو بمقام سعید (متصل ناروال) ۲۷- اپریل سنہ رواں سے ۵ جون تک مندرجہ ذیل مضامین پر درس دینگے -

۱- عہد عتیق اور جدید کی تعلیم دربارہ روح القدس

۲- امریکہ کے مشہور پُرجوش واعظ چارلس فِنی صاحب کے لیکچروں کا خلاصہ

۳- بائبل میں سے بعض خاص اشخاص اور حالات کے سبق

۴- انجیلی بشارت کے مجمعے

پادری صاحب موصوف دیگر سوسائٹیوں یا مشنوں اور کلیسیاؤں کے کاندوں کو خوشی سے قبول فرمائینگے بشرطیکہ وہ اپنا اپنا خرچ خود ادا کریں۔ جو صاحبان بٹالہ یا ناروول کی کلیسیا سے متعلق نہیں اور ان درسوں میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں- وہ مہربانی فرماکر اپنے نام بذریعہ (اپنے سپرنٹنڈنگ مشنری صاحب کے پتہ ذیل پر ارسال کریں ٭

(پادری) سی- ایم گاف

سی- ایم- ایس- ناروول

ضلع سیالکوٹ

The MASIHI

Vol. II. **April.** *No. 4.*

1897.

CONTENTS.

Annual Subscription 1-8-0 in advance.
Apply to the Manager, "Masihi," Amritsar (Punjab.)

مسیحی

امرتسر

جلد ۲ مئی نمبر ۵

۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مشن پریس امرتسر

مسیحی

۱- ہر مہینے کی پہلی تاریخ۔ امرتسر سے شائع ہوتا ہے +

۲- قیمت پیشگی ڈیڑھ روپیہ سالانہ محصولڈاک سب کو معاف +

۳- خاص خاص لوگوں سے رعایت بھی کیجاتی ہے +

۴- جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ انہیں ایک سال کے لئے رسالہ مفت ملتا ہے +

۵- جن اصحاب کو پرچہ نہ ملے یا دیر بعد ملے۔ تو انہیں چاہئے کہ مینیجر کو فوراً اطلاع کر دیا کریں +

۶- اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کر دینا بھی ضرور ہے +

۷- ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جنکو خریداری منظور نہ ہو۔ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینیجر کو اطلاع دیں +

۸- ہر طرح کی خط و کتابت و زرچندہ بنام مینیجر **مسیحی** امرتسر (پنجاب) ہونی چاہیئے +

۹- ہمارے پاس ماہ مئی۔ جون۔ جولائی ۱۸۹۶ء کے کچھ فالتو پرچے پڑے ہیں۔ اگر کوئی خریدار مفت تقسیم کرنے کے لئے لینا چاہے تو صرف محصولڈاک ادا کرنے پر اسے مفت دئے جائینگے +

مسیحی

مئی ۱۸۹۰ء

نوٹ اور رائیں

بعض مسیحی اخبارات میں کچھ عرصہ تک اس امر پر بحث ہوتی رہی ہو کہ دعا مانگتے وقت ہماری جسمانی حالت کس طور پر ہونی چاہیے بعض ایک صورت پر زور دیتے ہیں بعض دوسری پر۔ کلام مقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھڑے ہو کر (دیکھو ۱ سموئیل ۱:۲۶ متی ۶:۵ و مرقس ۱۱:۲۵ وغیرہ) گھٹنے ٹیک کر (دیکھو ۱ سلاطین ۸:۵۴ و دانیل ۶:۱۰ وغیرہ) اور منہ کے بل گر کر (دیکھو یشوع ۷:۶ و نحمیاہ ۸:۶ وغیرہ) دعا مانگنے کا دستور رہا ہے۔ مسیحی کلیسیا میں خصوصاً گھٹنے ٹیک کر دعا کرنا مروج رہا ہے چنانچہ اعمال کی کتاب میں استفنس اور پطرس اور پولوس کے نمونے سے ظاہر ہے۔ رسولی زمانہ کے بعد اتوار کے روز اور ایسٹر سے عید الخمسین کے نازل ہونے کے دن تک خداوند کے جی اٹھنے کی یادگاری میں کھڑے ہو کر دعا مانگا کرتے تھے۔ شاید طرز لباس اور ملکی حالات کا اثر بھی ہماری جسمانی صورت پر بہت کچھ ہے یہی باعث ہے کہ ہمارے دیہاتی جیسا ہم زمین پر سر جھکا کر سجدہ کرنا بہترین طریق عبادت سمجھا جاتا ہے اور ہندو لوگ صرف سر جھکا کر بیٹھنا زیادہ پسند کرتے ہیں +

بمبئی کے اخبار **ٹائمز آف انڈیا** کی رائے ہے کہ مردم شماری کے نتیجوں میں پروٹسٹنٹ اور رومن کاتھلک ہندوستانی مسیحیوں کی تعداد کو علیحدہ علیحدہ دکھایا جائے۔ اس پر **انڈین وٹنس** متفق ہے اور نہایت افسوس کے ساتھ رقمطراز ہے کہ آج تک ان دو فرقوں میں امتیاز کیوں نہیں کیا گیا۔ ہمعصر مذکور کی رائے میں ان دو قسم کے مسیحیوں میں جرائم اور اموات کی تعداد ایسی مختلف ہے کہ آئندہ مردم شماری میں ضرور ہر دو کی تعداد کو جدا جدا مندرج کرنا چاہیے تاکہ ایک فرقے کی خرابی سے دوسرا فرقہ مفت میں بدنام نہ ہو۔

بنگال کے محکمہ تعلیم کے ڈایرکٹر ڈاکٹر سی۔ اے۔ **مارٹن** صاحب نے **بنگ منس**

کرسچین ایسوسی ایشن کے ایک جلسہ میں یوں فرمایا کہ ہمارے تمام مدارس میں کسی نہ کسی قسم کی مذہبی تعلیم ضرور ہونی چاہئے۔ صاحب موصوف کے خیال میں بغیر اس قسم کی تعلیم کے طلبا کے اخلاق درست نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر گھر میں والدین کا نمونہ خراب ہو تو محض دینی تعلیم سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کم از کم معلم خود مذہبی امور میں عامل ہونے چاہئیں ورنہ بے عمل علم مردہ ہے۔

چرچ آف انگلینڈ زنانہ مشنری سوسائیٹی کی کمیٹی قیصرۂ ہند کی ساٹھ سالہ **جوبلی** کی یادگار میں ساٹھ لیڈیوں کو ہندوستان چین و جاپان میں مسیح کی بشارت دینے کے لیے بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

یوئیل نبی کی کتاب کا **خلاصہ** اگر ایک لفظ میں ادا کیا جائے تو یہ لفظ **بیماری** ہوگا۔ ہم اس کتاب کو الٰہی بیماریوں کی کتاب کہہ سکتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ کتاب مقدس کے مطالعہ کی طرف لوگوں کی خاص توجہ آجکل اس کتاب پر مبذول ہو رہی ہے اور بڑے گہرے مطالب میں سے نکل رہے ہیں۔

بمبئی اور کراچی اور ہندوستان کے دیگر مقامات میں جہاں مرض طاعون پھیلا ہوا ہے بعض ایسے حالات بیان کئے گئے ہیں جن سے کتاب مقدس کے بعض واقعات کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے چنانچہ اسموئیل کے چھٹے باب کی چوتھی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب فلسطیوں نے اسرائیلی عہد کے صندوق کو واپس بھیجا تو انہوں نے اسکے ساتھ پانچ سونے کی گلٹیاں اور پانچ سونے کے چوہے بھیجے۔ (دیکھو نیا انگریزی ترجمہ) چوہوں کے تعلق کو کوئی شخص بخوبی نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن اب سب کو معلوم ہے کہ جہاں جہاں ہندوستان میں طاعون (گلٹیوں کا مرض) پھیلا ہے وہاں بیشمار چوہے بھی اس مرض میں مبتلا ہو کر مر گئے ہیں ۱۸۹۴ء میں ہانگ کانگ جزیرہ میں بھی چوہے انسانوں کے ساتھ طاعون کی مرض میں گرفتار ہوئے۔ پھر اسموئیل کے پانچویں باب کی بارھویں آیت میں مذکور ہے کہ جو لوگ مرتے تھے گلٹیوں میں گرفتار رہتے۔ سو اب بھی بیوبانک پلیگ (یعنی گلٹیوں والی وبا) میں ایسا ہی بیان کیا جاتا ہے کہ جن مریضوں کی گلٹیاں پھول جائیں وہ نہیں مرتے۔ پھر فلسطی شہر یکے بعد دیگرے جہاں جہاں عہد کا صندوق اٹھائے ہوئے لوگ گئے اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وبائی اور متعدی بیماری تھی۔

ہم چرچ کونسل کی حالت کو کیونکر سُدھار سکتے ہیں؟

ڈاکٹر عنایت اللہ ناصر صاحب نے یہ مضمون چرچ کونسل کے بیسویں سالانہ اجلاس میں بتاریخ ۲۳ اپریل ۱۸۹۷ء کو پڑھا

اوّل خیال جو اس عنوان کے مضمون سے دل میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ پنجاب چرچ کونسل (خواہ یہ کسی قسم کی جماعت کا نام ہو) کی موجودہ حالت قابلِ اطمینان نہیں ہے ضرور نہیں کہ اس کونسل کے حالات شروع سے یاد دلائے جائیں کیونکہ اخبارات میں اسکا بہت چرچا ہو چکا ہے۔ خلاصہ جس کا یہ ہے کہ چرچ کونسل قریب بیس سال ہوئے قایم کی گئی اور اس عرصہ میں ایک مستقلانہ اور غیر طبعی زندگی اسکا حصہ رہی ہے۔ اوّل اوّل جوش بھی تھا مگر وہ بھی غیر طبعی کیونکہ ہمنے سمجھا کہ کلیسیا کے انتظامی معاملات میں ہمارا دخل ہو گیا ہے۔ جوں جوں ہماری آنکھیں کھلیں ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہم ایک سراب کے پیچھے پھرتے جاتے ہیں جسکا نتیجہ چنداں مفید نہیں ہو سکتا۔ مینے اس کونسل کی زندگی کو غیر طبعی قرار دیا ہے کیونکہ چرچ کونسل کی جو زندگی نمایاں تھی وہ اس قسم کی تھی جو ایک آہنی قالب میں مقناطیسی آلات کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمارے انگریزی صاحبان نے جس رخ چاہا کل کو دبایا اور ہم جھٹ سے منہ دیکھا کئے۔ اسکا اصلی باعث آگے بیان کرینگے۔ اب بعض کا گمان ہے کہ جب اس کونسل کو انگریزوں نے بیجان پایا اور کوئی کوشش اسکو زندہ کرنیکی کارگر نہ ہوئی تو اسکا جنازہ ہم دیسیوں کے سر پر رکھکر آپ بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیچ میں سے نکل کھڑے ہوئے۔ خیر اگر یہ درست بھی ہو تو بھی مجھے فخر ہے کہ مجھے اس سال اس جنازہ کے اُٹھانے میں کندھا دینے کا اعزاز عطا کیا گیا ہے

دوسرا خیال جو ہمارے عنوان سے مترشح ہوتا ہے سو یہ ہے کہ موجودہ چرچ کونسل کی حالت کو بہتر کرنا یا سُدھارنا ضرور سمجھا گیا ہے لیکن سب سے پہلے اس امر کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ چرچ کونسل کا مُدعا کیا ہے اور پھر یہ کہ کیا اسکی ہستی ضروری ہے اور اگر ضروری ہے تو کیا یہ ہستی موجودہ حالات کی صورت میں ممکن ہے یا کسی اور صورت میں جس سے وہ مقاصد مدنظر

رہیں جنکو ملحوظ خاطر رکھکر اس کونسل کو قایم کیا گیا تھا ۔

اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کونسل کا آغاز محض اسی نیت اور ارادہ سے کیا گیا تھا کہ ہم ہندوستانی مسیحیوں کو اپنی کلیسیا کا انتظام خود بخود کرنا سکھایا جائے ۔ یاد رہے **ہنری وین صاحب** اور دیگر معزز بزرگان جنکی [illegible] مسیحی آرا اس کونسل کے بنیادی پتھر ہیں کشادہ دل اور خلوص نیت والے آدمی تھے ۔ انہوں نے اعلیٰ درجہ کے مقاصد تجویز کرنے میں کوئی تامل نہ کی لیکن وہ صاحبان [illegible] ہماری مشکلات سے واقف تھے ۔ انہوں نے ہماری حالت کو بذات خود مشنری پردوں کے دیکھا تھا ۔ اسلئے چرچ کونسل کی موجودہ حالت کے وہ صاحبان ذمہ وار نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہماری حالت سے آگاہ ہو کر ایک ایسا انتظام قایم کیا جس نے اصلی مقاصد کو پورا نہ کیا

شاید یہ یاد دلانا فضول ہے کہ اگر چرچ ہی نہ ہو تو چرچ کونسل کی ہستی بھی ایک موہوم اور خیالی بات ہے ۔ نیٹو چرچ کونسل نام میں یہ امر شامل ہے کہ کوئی ایسی کلیسیا ہمارے ملک میں ہے جو اپنا انتظام خود کریگی ۔ لیکن کیا ہم ایسی کلیسیا اپنے ملک میں پاتے ہیں جو غیر ممالک کے سہارے کے بغیر اپنے انتظام کو اپنے ذمہ لے سکتی ہے ۔ اس نام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری جماعتوں کے ایسے نگہبان ہیں جنکی پرورش ہمارے ذمہ ہے لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ایسے نگہبان ہیں کہاں ۔ کیا بغیر پاسٹروں کی ہستی کے کوئی ایسی ملکی چرچ کونسل ہو سکتی ہے جو اپنا انتظام خود کریگی پھر اگر ہمارے پاسٹر نہیں اور ہمیں اپنے کارندوں کی پرورش کے لئے غیر ممالک کا سہارا درکار ہے تو یہ نیٹو چرچ کونسل کیسے ہو سکتی ہے ۔ ہم کو سال بسال ایک مجمع میں بلا کر ہماری رائے طلب کرنا جبکہ کلیسیا کے انتظام میں نہ تو کسی قسم کا دخل اور حق ہی ہے محض ایک دل لگی اور عبث کارروائی ہے ۔ ایک بات تو ہمنے اس بیس برس کے عرصہ میں ضرور سیکھی ہے کہ جبتک ہمارا انڈین چرچ نہ ہو تب تک اپنا دل خوش کرنیکی خاطر کسی کی صلاح سے ایک چرچ کونسل قایم کرنا تو درکنار ایسا خیال کرنا بھی

بے سود ہے۔ جتنے یہ بھی بخوبی سمجھ لیا ہے کہ جبتک ہم غیر ممالک سے زر کے محتاج رہیں گے ہم کو ایسی کونسلوں سے بہت فایدہ نہیں ہو سکتا۔ بعض یہ تو چرچ کونسل کو یہ عہدہ دیکھنا پسند کرتے ہیں تاکہ ہندوستانی یعنی آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور بالآخر خود اپنی کلیسیا کا انتظام کریں۔ دوسری جانب چند اصحاب یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ آؤ ان دیسیوں کو اپنی کانفرنس میں شامل کرکے اُنکی باتیں سنا کریں اسطور پر یہ لوگ ہم سے کچھ سیکھیں گے اور ہم اُنکی ضروریات سے زیادہ واقف ہونگے۔ بیشک دونوں کی ہمارے لئے حق میں نیک ہے لیکن میرے خیال میں اگر چہ پہلی طرز کو مل کرکھنا ضرور ہے تو ان دونوں صورتوں میں بات ایک ہی ہے۔ اگر ہمنے علیحدہ کمرے میں بیٹھکر باتیں کیں تو کیا اور اگر ہمنے مشنری صاحبان کے دربار میں گفتگو کرنے کی عزت حاصل کی تو کیا۔ اصلی چیز تو ہمارے ہاتھ میں ہے نہیں ہماری باتوں سے ہوگا کیا۔ ہاں شاید کانفرنس میں بیٹھکر ہم میں سے بعض دل چلے بھائیوں کو کھلم کھلا مقابلہ کرنے کا موقعہ دیا جائیگا لیکن میں پھر وہی سوال پوچھتا ہوں کہ اس سے ہماری ہندوستانی کلیسیا اپنا انتظام بغیر انگریزی زر کے کیونکر کرنا سیکھیگی۔ اور پھر کیا جو لوگ ہماری پرورش کرتے ہیں اُنکی نگاہ میں انتظامی معاملات میں ہماری رائے کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے

ہمنے اس ابتدائی حصہ پر طول دیا ہے تاکہ ہماری موجودہ کونسل کا اصلاح طلب ہونا ثابت ہو جبتک کہ ہم اپنے انگریزی مشنری صاحبان کی دیکھا دیکھی بڑی بڑی تنخواہوں اور الاؤنسوں کا پیچھا کئے جاتے ہیں۔ ہماری پرورش کا بار بہت کچھ غیر ممالک کے سر پر رہیگا اور ہماری اپنی چرچ کونسل بھی قایم نہیں ہو سکتی۔ اب چونکہ ہم دوسروں کے محتاج ہیں اسلئے کیا جو کچھ کر سکتے ہیں وہ بھی نہ کریں۔ یہ ہمارے لئے نہایت بدبختی کی بات ہوگی۔ دانائی اسی میں ہے کہ جبتک ہم انگریزی کیسوں میں ہاتھ ڈالے بیٹھے ہیں کوئی ایسی تجویز کریں کہ جس سے ہمیں آیندہ کے لئے خود اپنا انتظام کرنے کی تعلیم حاصل ہو۔ اور مجھے یقین ہے کہ انگریز مشنری صاحبان جو ہر طرح سے ہماری مدد کرنیکے لئے تیار ہیں ضرور کسی ایسی تجویز کی

کی طرف توجہ فرمائیں گے جس سے ہمارا فائدہ اور آپ کی سبکدوشی ہو۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں لوکل سلف گورنمنٹ کچھ عرصہ سے اسکی جاری کی گئی ہے۔ جس سے گورنمنٹ ہم کو خود اپنا انتظام کرنا سکھانا چاہتی ہے بڑے بڑے قصبوں میں میونسپل کمیٹیاں ہیں جو عام معاملات کا انتظام کرتی ہیں۔ خاص اور اہم معاملات مثلاً اخراجات وغیرہ کا انتظام حاکم متعلق یا کمشنر صاحب کی اجازت اور رائے پر موقوف ہے۔ کچھ اسی قسم کی تجویز میں آپ صاحبان کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور یہ کوئی نیا خیال نہیں کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض نے بہت کچھ چرچ سے حاصل کیا اسکاچ چرچ نے اپنا انتظام اسٹیٹ سے علیحدہ کیا اور اب تک مسیحی ممالک میں کلیسیا اور ملکی انتظام ایک دوسرے پر بہت کچھ اثر رکھتے ہیں۔ ہماری کلیسیا سے متعلق اسوقت چار مقامات ہیں جہاں خادم الدین بطور پاسٹر کے خدمت کررہے ہیں یعنی کلارک آباد پٹی وال۔ انبالہ اور فتحگڑھ ہیں۔ ہم ان چاروں خادم الدینوں کو بیکر مشنری سوسائٹی کی اجازت سے ایک چرچ کونسل قائم کریں جس میں ہر سال ان چاروں مقامات کی کلیسیاؤں کی بہبودی کے متعلق عام اصولوں پر بحث کی جائے۔ خاص خاص معاملات کا فیصلہ مقامی پاسٹریٹ کمیٹیاں خود کریں مشنری صاحبان کا تعلق اس کونسل کے ساتھ اس قسم کا ہو کہ چرچ کونسل اپنی مشکلات کی نسبت کسی مجوزہ مشنری جماعت سے صلاح مشورہ کرے۔ اور سالانہ بجٹ بھی کسی ایسی جماعت کے سامنے پیش ہوا کرے کونسل کی عام نگرانی اور خط وکتابت کی وساطت کے لئے ایک سپرنٹنڈنٹ مقرر ہونا ضرور ہوگا کیونکہ اگر ہم انگلستان سے زر طلب کریں تو وہاں کے مشنری صاحبان کا حق ہے کہ اپنی اطمینان کے لئے کوئی نگرانی کنندہ افسر مقرر کرے۔ جو حساب کی جانچ پڑتال کرتا رہے اور نامناسب اخراجات کو روکے۔ اور ساتھ ہی ایک تجربہ کار اور ہماری ضروریات سے واقف شخص ہو۔ اور مشنری صاحبان جب ہماری کلیسیا کے انتظام

وغیرہ کی نسبت بحث کریں تو اس کونسل کے عہدہ داروں یا ممبروں میں سے کسی تجربہ کار شخص یا شخصوں کو منتخب کر کے معاملات کے فیصلے وغیرہ میں صلاح اور امداد لیں میں امید کرتا ہوں کہ اس قسم کے انتظام سے ہم بہت کچھ فائدہ اٹھائیں گے۔ اور نیز وہ بُرائی جو اسوقت افسوسناک طور پر نمایاں ہوتی ہے اگر معدوم نہ ہوگی تو کم ضرور ہو جائیگی میں اس قسم کے معاملات میں زیادہ تجربہ نہیں رکھتا اور نہ اپنے آپ کو رائے دینے کے لائق سمجھتا ہوں لیکن ایک بات کا مجھے یقین ہے کہ یہ تجویز ہماری موجودہ چرچ کونسل کی نسبت سادہ ہے۔ اس میں ایک قسم کی علیحدگی ہے اور اتحاد بھی ہے۔ آزادی ہے اور محتاجی بھی ہے۔ ہاں بعض خاص قسم کی مشکلات اس میں بھی ضرور ہونگی۔ مثلاً کلیسیا کے اندرونی انتظام کا تعلق علاقہ کے بشپ صاحب کے سپرد ہے۔ اب اس مجوزہ صورت میں یہ تعلق کیونکر قائم رہیگا یا کس قسم کا ہوگا فیصلہ کرنا آسان نہیں۔ شاید اس سے ہم پر یہ روشن ہو جائیگا کہ ہمارا اپنا ہی خاص بشپ ہونا چاہیئے یا کوئی اور ایسا عملی خیال نکل آئے گا جو آیندہ مفید ہو سکے گا۔ پھر ایک اور قسم کا اعتراض اسپر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ انتظام ہندوستان میں اور کہیں مروج نہیں اور چونکہ تمام ہندوستان کے لئے قواعد یکساں ہونے چاہئیں اسلئے پنجاب میں اسپر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر گورنمنٹ نے ملکی حالات کے اختلاف کے باعث پنجاب میں علیحدہ لیجس لیٹو کونسل مقرر کرنا ضرور سمجھا ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہاں کی ضروریات کے مطابق چرچ بھی انتظام نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ بنگال یا اضلاع شمالی و مغربی کی مسیحی جماعت صوبہ پنجاب کی کلیسیا سے کئی امور میں مختلف ہے تو یہاں کے حالات کے لحاظ سے ہماری کونسل کیوں نہ بنائی جائے۔ آخر غرض تو وہی ہے کہ ہم کیونکر اپنا انتظام خود کرنا سیکھیں ممکن ہے کہ ہمارے یہاں کا تجربہ باقی صوبجات کے لئے نمونہ ٹھہرے۔

خیر میرا مدعا نہیں کہ اس مجوزہ کونسل کے متعلق تمام مشکلات کا حل کروں یا

اعتراضوں کا جواب دوں اور نہ اس مختصر مضمون اور محدود وقت میں تمام قواعد پر سوچنے کی گنجائش ہے لیکن میںنے فقط ایک خاکہ اپنے خیالات کا کھینچ دیا ہے جس سے کوئی عملی نتیجہ نکالنا یا نہ نکالنا ماننا یا نہ ماننا کلیسیا کے انتظام کرنیوالوں کے ہاتھ میں ہے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم کسی مقرر مدت مثلاً پانچ سال کے لئے اس کونسل کو قائم رکھکر جیسا مناسب ہو کیا جائے ۔ اس معاملہ کے فیصلہ کرنے میں خدا کلیسیا کے سب بزرگوں کو ہدایت کرے ۔ فقط

الوہیّت مسیح

(نمبر ۴)

(۳) اب ہم اپنے مضمون کے تیسرے حصہ پر پہنچے ہیں ۔ کیا ممکن ہے کہ **الوہیّت** اور **انسانیت** ایک ہی شخصیّت میں اکٹھی ہوجائیں کیا **خدائی** کے کمالات ایک ہی زندگی میں تمام **انسانی** ناکاملیتوں کے ساتھ یکجا رہ سکتے ہیں ۔ اس الٰہی روح کا کامل علم انسانی جہالت کے ساتھ ۔ اسکی کامل قدرت انسانی کمزوری کے ساتھ ۔ اسکی ہر جگہہ میں موجود ہونیوالی حضوری انسانی قید کے ساتھ ۔

ہم مانتے ہیں کہ **الٰہی ہستی** ہماری موجودہ انسانی ہستی کے ساتھ یکجا نہیں ہوسکتی انسانی عقل اسمیں ایک بڑا تناقض دیکھتی ہے ۔ پس یہی وجہ ہے کہ پاک نوشتے مسیح کی نسبت دو عجیب باتوں کی تعلیم دیتے ہیں ۔ (۱) کہ مسیح نے اپنے تئیں پست کیا (فلپیوں ۲ - ۶) لکھا ہے کہ اُسنے اپنی خدائی صورت کو ترک کیا تاکہ انسان بنے (۲) کہ جب وہ اپنی زمینی خدمت کو پورا کر چکا اور پھر اپنے جلال میں داخل ہونے پر تھا تو اسکی انسانیت تبدیل ہو کر جلالی انسانیت ہوگئی ۔ وہ انسانیت جو پہلے عام انسانیت کی مانند تھی اعلیٰ اور بلند کی گئی اور وہ تناقض جو عام انسانیت اور خدائی کے درمیان ہے اس تبدیلی سے دُور کیا گیا ۔

خداکا اپنی خدائی کو اُتار دینا۔ اپنے تئیں برہنہ کرنا۔ مقدس پولوس اِس عظیم الشان فروتنی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ "اُسنے جو پہلے خدا کی صورت میں تھا اپنے آپ کو خالی کیا اور خادم کی صورت لی"۔

یہ کہیں نہیں کہا گیا زمینی خدمت کے ایام میں مسیح عالم الغیب تھا۔ البتہ اُسنے بعض موقعوں پر غیبی علم ظاہر کیا جو انبیا کے علم سے بڑھکر تھا مثلاً جب اُسنے **نتھنی ایل** اور سامری عورت کے حالات کو معلوم کیا۔ لیکن اُنسے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عالم الغیب تھا۔ کیونکہ وہ سوالات پوچھا کرتا تھا اور اوروں سے بعض باتیں دریافت کیا کرتا تھا۔ اُسنے دریافت کیا کہ تمنے **لعذر** کو کہاں رکھا اور کہ مجھے کسنے چھوا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ مجھے قیامت یا اپنے دوبارہ آنیکے دن کی خبر نہیں۔

عالم الغیبی کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ پس وہ غیبی علم جو مسیح رکھتا تھا عالم الغیبی سے متفرق تھا

پھر پاک کلام میں بیان ہوا ہے کہ مسیح معجزہ کرنیکی قدرت رکھتا تھا لیکن کیا یہ قدرت ایسی تھی کہ ہم اُسکو قادر مطلق کہیں۔ اگر وہ قادر مطلق ہوتا تو ہر شئے کو سرگرم دعا سے کیوں حاصل کرنیکی حاجت رکھتا۔ کیا قادر مطلق ہوکر وہ کہہ سکتا کہ اے باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے۔ یوحنا ۱۱: ۴۱ و ۴۲ کیا وہ اپنے کاموں کو باپ کی طرف منسوب کرکے کہتا کہ وہ کام جنکے کرنیکی طاقت باپ نے مجھے دی ہے۔ پس وہ معجزہ کرنیکی طاقت تو ضرور رکھتا تھا لیکن یہ طاقت قدرت مطلقہ سے متفرق تھی۔

پھر اپنی زمینی خدمت کے ایام میں خداوند اپنی قدرت کو دور کے موقع پر کام میں لاسکتا تھا۔ لیکن اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ہر جگہہ حاضر تھا۔ بلکہ وہ اپنے تئیں ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجاتا تھا۔ وہ چلتا چلتا تھک جاتا تھا اُسکے دوست اُسسے کہہ سکتے تھے کہ **اے خداوند اگر تو یہاں ہوتا**۔

جو کچھ ہمنے اوپر کہا ہے اُسکی باقی صفات کی نسبت بھی کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی

صفات نہ گھٹتی نہ بڑھتی ہیں لیکن مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ وہ قد اور حکمت میں بڑھا۔ باوجودیکہ وہ بیٹا تھا تاہم ان تکالیف سے جو اُسنے اُٹھائیں اُسنے تابعداری سیکھی۔ پھر وہ اپنی نسبت کہتا ہے کہ میں اپنی تقدیس کرتا ہوں جسکے معنے یہ ہیں کہ میں رفتہ رفتہ اپنی انسانیت پر کامل مقدس خدمت کی مُہر کرتا جاتا ہوں۔ علاوہ ازیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچپن میں وہ صرف اپنے والدین سے محبت رکھتا تھا اور جوان ہوکر یہ محبت وسیع ہوگئی اور قومی محبت سے مُبدل ہوئی۔ اور آخرکار جب وہ انسانیت کے کمال کو پہنچا تو ساری دُنیا کے دُکھوں اور گناہوں کا بوجھ اُسنے اپنے اوپر لیا۔ اُسکی محبت اور ہمدردی انسانیت کے ساتھ ہم وسعت ہوگئی اور سب کے گناہوں اور کمزوریوں کا بوجھ اُسنے اپنے دل میں لے لیا۔ اور اُنکا عوض ہوکر صلیبی موت کو سہا۔ خدا کی حکمت۔ خُدا کی قدسیت۔ خُدا کی محبت کا یہ حال نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ حالت انسانی حکمت پاکیزگی اور محبت کی ہے جو جنگ اور آزمائش سے بڑھتی ہے اور آخرکار درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے ÷

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ گو مسیح اپنی الہی شخصیت کو نہیں بھولا تاہم اسنے اپنے تئیں خدائی سے اِسقدر خالی کیا کہ اپنی زمینی خدمت کے پہلے حصہ میں اپنی الہی زندگی کی یادداشت اور اپنی جلیل حالت کو بھول گیا۔ اسیطرح اُسنے حقیقی انسانی زندگی اپنے واسطے ممکن کی۔ اگر ہم یہ نہ مان لیں تو کسطرح ممکن ہے کہ ہم کہیں کہ وہ فی الحقیقت بچہ۔ جوان اور پورا آدمی ہوا اور باقیوں سے صرف اس امر میں متفرق تھا کہ اسمیں گناہ نہ تھا۔ اسی فرق نے اُسکو بتایا کہ مجھ میں اور باپ میں ایک عجیب ذکی رشتہ ہے۔ اپنی بیگناہی کیوجہ سے بارہ برس کی عمر میں اُسکو معلوم ہوا کہ خدا میرا باپ ہے۔ اور اگر ہم پاک کلام کے الفاظ پر بخوبی غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بپتسمہ کیوقت ایک عظیم خُدائی انکشاف سے مسیح پر پوری طرح ظاہر ہوا کہ میں زمانہ ازل سے خدا سے پیدا ہوا ہوں۔ یہ انکشاف اسکو دفعتاً نہیں ملا۔ بلکہ بارہ برس کی عمر میں تھوڑا سا ملچکا تھا جسکے باعث اُسنے پہچانا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ انکشاف بڑھتا رہا اور بپتسمہ کیوقت کمال کو پہنچا ÷

سموایل کا بعد از مرگ زمین پر بُلایا جانا

مرقومہ جناب ڈاکٹر برخوردار خاں صاحب صانع -

(تب سموایل نے ساؤل سے کہا تو نے مجھے کیوں بیچین کیا کہ مجھے چڑھایا - ۱ سموایل ۲۸ : ۱۵)

سموایل نے ظاہری انسانی خوبصورتی کو دیکھکر خیال کیا کہ یہی شخص خدا کی طرح برکت کے لائق ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "ایسا ہوا کہ جب وہ (یسی کے بیٹے) آئے تو سموایل نے الیاب پر نگاہ کرکے کہا کہ یقیناً یہی خداوند کا مسیح ہے لیکن خداوند نے سموایل سے کہا کہ تو اسکے چہرے اور اُسکے قد پر نظر نہ کر کہ مینے اُسے ناپسند کیا خداوند انسان کی مانند نہیں دیکھتا - آدمی ظاہر کو دیکھتا ہے پر خداوند دل پر نظر کرتا ہے" ۱ سموایل ۱۶ : ۶ ، ۷ -

"ساؤل ایک خوبصورت جوان تھا اور تمام بنی اسرائیل میں اُسکے برابر کوئی اور خوبصورت نہ تھا وہ ساری قوم میں کاندھے سے لیکے اوپر تک ہر ایک سے اونچا تھا" ۱ سموایل ۹ : ۲ - "سموایل نے جماعت کو کہا تم اُسے دیکھتے ہو کہ جسے خداوند نے چن لیا کہ اُسکی مانند سارے لوگوں میں ایک بھی نہیں" ۱ سموایل ۱۰ : ۲۴

سموایل اس خوبصورت بادشاہ ساؤل کو بہت ہی چاہتا تھا - چنانچہ جب خدا نے سموایل سے کہا کہ ساؤل میری پیروی سے پھر گیا ہے اور اُسنے میرے حکموں پر عمل نہیں کیا وہ آیندہ کو بادشاہ نہیں رہیگا - تو سموایل غمگین ہوا اور ساری رات خداوند کے حضور چلاتا رہا ۱ سموایل ۱۵ : ۱۱ - اور جب تک ساؤل جیتا رہا سموایل اُسے دیکھنے کو نہ گیا - تو بھی سموایل ساؤل کی بابت غم کھاتا رہا -

سموایل کا یہ غم کھانا محض انسانی محبت کا تقاضا تھا اور خدا کی مرضی کے صاف برخلاف چنانچہ خدا نے سموایل کو جھڑکا کہ "تو کب تک ساؤل کی بابت غم کھاتا رہیگا جس حال کہ مینے اُسے اسرائیل کی سلطنت سے مردود کیا ہے" ۱ سموایل ۱۶ : ۱

سموایل میں یہ ایک کمزوری تھی کہ وہ بعض اوقات خدا کی نسبت آدمیوں کا زیادہ لحاظ کرتا تھا چنانچہ جب ساؤل نے اُسے کہا کہ مینے بیشک گناہ کیا پر میری قوم کے بزرگوں اور اسرائیل کے آگے میری عزت کیجے (۱ سموایل ۱۵ : ۳۰) تو سموایل نے اُسکی عرض کو منظور کیا - حالانکہ اُسکا اپنا دل گواہی دیتا تھا کہ ساؤل خدا اور انسانوں کے آگے عزت کے لائق نہیں رہا -

پھر کچھ تعجب نہیں کہ ایسے شخص سموایل کے بیٹے دُنیا پرست نکلے (۱ سموایل ۸ : ۳)

یہ امر غور طلب ہے کہ ساؤل کبھی بھی خدا کی تلاش میں سموایل کے پاس نہ گیا - جب وہ پہلے پہل سموایل کو

ڈھونڈھنے گیا تو اپنے باپ کے گمشدہ گدہے ڈھونڈنے کے واسطے تھا اور جب آخیر دفعہ سموایل کو بلوایا تو اپنی بادشاہت کے قیام اور دشمنوں پر فتح پانے کے لئے

جب سموایل نے ساؤل کو انسانی محبت سے بیحد پیار کیا تو اُسکا پھل اُسے یہ ملا کہ وہ آپ بے عزت ہوا اور تکلیف میں پڑا موسیٰ اور الیاس مسیح کے پاس آئے تھے اور اُنکا آنا عزت کا آنا تھا۔ پر خدا کا سموایل کو ایک جادوگرنی کی درخواست پر بھیجدینا۔ سموایل کیواسطے سخت باعثِ ہتک تھا اور سموئیل نے ساؤل کو کہا کہ "تو نے مجھے کیوں بے چین کیا۔ کہ مجھے چڑھایا" (۱ سموایل ۲۸ باب ۱۵۔ آیت)۔

خدا نے سموایل کو اُسکی آرامگاہ سے نکال کے باہر بھیجا کہ جا دیکھ جس ساؤل کے لئے تو دن رات غم کھاتا اور دُعا مانگتا تھا اور جسکی بابت تجھے امید تھی کہ وہ نیک بنیگا جا اُسکا حال دیکھ کہ وہ کیونکر فریبی بنکر جادوگرنی سے دُعا مانگنے آیا ہے اور باوجودیکہ مینے حکم دیا کہ کوئی جادوگروں افسونگروں سے مشورہ نہ لے بلکہ انہیں مارڈالے (استثنا ۱۸: ۱۰) ساؤل اُس عورت کو کہہ رہا ہے کہ "خداوند کی حیات کی قسم کہ اِس بات کے لئے تجھے کوئی سزا نہ دی جائیگی" (۱ سموایل ۲۸: ۱۰)۔

جیسے خدا نے شیطان کو یہ اختیار تو دیا کہ ایوب کو جسمانی تکلیف پہنچائے پر اُسکی روح پر اُسے کوئی اختیار نہ دیا۔ ویسے ہی گو سموایل کو ایک عورت کی درخواست پر اپنے آرامگاہ سے تو باہر آنا پڑا پر اُسنے کچھ گناہ نہ کیا اُسنے ساؤل سے وہی بات کہی جو حق تھی۔

اِس سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ دیوؤں کے وسیلے مُردہ لوگوں کو طلب کرنا بالکل بے سود اور عبث ہے۔ مُردے خدا کی مرضی اور ارادہ کو تو بیان کرسکتے ہیں لیکن اُن کو بدل نہیں سکتے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان ساؤل پر سموایل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مگر اُن کا یہ خیال ایسا ہی لغو ہے۔ جیسا کہ محمد کا کہ یہوداہ اسقریوطی مسیح کی صورت میں ہوکر مصلوب ہوا۔

کفّارہ

(نمبر ۶)

بھلا آدم امتحان کے بیچ میں سے ہو کر گذرا۔ دوسرے آدم کے لئے بھی ضرور اور
لازم تھا کہ اس تنگ رستے یعنے امتحان میں سے گذرے۔ شروع میں سمجھ میں نہیں آتا کہ دوسرے
آدم کے لئے اسبات کی کیا ضرورت تھی۔ مسیح کی شخصیتیں دو نہ تھیں بلکہ صرف ایک تھی
وہ ایک شخص تھا۔ خدا کے بیٹے نے انسانیت اختیار کر کے اپنے تئیں خالی اور پست کیا
(فلپیون ۲: ۷) لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ اسنے اپنی خدائی قدوسیت سے کنارہ کیا اور گناہ آلود
فطرت کو اختیار کیا۔ اسنے اپنی اصلی اور حقیقی قدوسیت (اور محبت) کو نئی حالت اور شرائط کے
تحت میں ہو کر ظاہر اور نمایاں کیا۔ اور وہ نئی حالت اور نئی شرائط کیا تھیں۔ وہ نئی حالت
اور نئی شرائط حقیقی اور بڑھتی انسانیت تھی جس نے حقیقی اور ترقی کرنیوالی بشریت کے تنگ دائرے کے اندر آکر اپنی قدیم و حقیقی
قدوسیت اور محبت کو نمایاں کیا۔ اسی وجہ سے اسکو انسانی فطرتی حاجات اور خواہشات سے اٹھا کر
بلند نہیں کیا۔ ہر چھوٹی اور خفیف بات اور شئے کا اثر اسپر ہوتا تھا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خدائی
نے اسکی انسانیت کی ہر طاقت کو زیادہ تیز اور باریک کیا۔ اسمیں موروثی گناہ کا داغ نہ تھا۔ اسوجہ سے
اسکی طبیعت کی توجہ اور نگاہ گناہ کیطرف نہ تھا جسطرح ہماری طبیعتوں میں ہوتا ہے۔ جو گناہ ہمکو کھینچتے ہیں انکو
وہ صرف بیرونی طور پر دیکھتا تھا لیکن چونکہ وہ فی الحقیقت انسان تھا اسلئے وہی آزمایشیں جنسے پہلے ہمارے
والدین آزمائے گئے اسپر بھی آئیں۔ جسمانی درد اور جسمانی خوشی سے وہ بخوبی واقف تھا۔ شاید ہماری نسبت زیادہ
بنی آدم میں جسقدر کوئی شخص زیادہ خدا کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اسیقدر اسپر آزمائشیں بھی زیادہ زور
کرتی ہیں اور وہ انکو باقی آدمیوں کی نسبت زیادہ اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اس مثال سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ
جب خدا کے بیٹے نے جسم اختیار کیا تو بشریت کے حصہ کی آزمائشیں اسپر کتنا زور کرتی ہونگی ∴

اسکے لئے گرنا یا گناہ تو ناممکن تھا لیکن آزمائشوں کا اسپر آنا بالکل ممکن تھا اور اسکی زندگی

آزمائشوں اور کشمکش کی زندگی تھی۔ ممکن نہ تھا کہ وہ گناہ کو اختیار کرے لیکن وہ تجربہ سے جانتا تھا کہ
نیکی کو اختیار کرنے میں کیسی کوشش صرف ہوتی ہے۔ اسکی انسانیت اُسکی الوہیت سے جُدا نہ ہو سکتی تھی
لیکن انسانیت اور الوہیت کے اتحاد میں جو کوشش اور مشکل ہوتی ہے اسکو وہ ہر گھڑی جانتا تھا۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا خداوند نہ فقط آزمایا گیا بلکہ یہ کہ ہماری نسبت زیادہ آزمائشیں اپنا
زور کرتی تھیں۔ یہ سمجھنا کہ وہ صرف بیابان میں چالیس دن تک آزمایا گیا غلط ہے۔ بپتسمہ کے بعد
شیطان نے بہت جی توڑ کر اسپر حملے کئے لیکن لکھا ہے کہ چالیس روز کی آزمائش کو ختم کر کے شیطان
صرف کچھ عرصہ تک اس سے دور رہا (لوقا ۴: ۱۳) گویا طوفان میں تھوڑا سا وقفہ ہوا اور دشمن اپنی
شکست خوردہ فوج کو جمع کرنے اور زیادہ کرنے کے لئے کچھ عرصہ تک اس سے دور رہا۔

جس طرح کہ مسیح کی آزمائشیں حقیقی انسانی آزمائشیں تھیں اسی طرح اسکی فتح بھی حقیقی
انسانی فتح تھی۔ یاد رہے کہ کوئی آدمی محض اپنی انسانی مرضی کے زور کی مدد سے خدا سے جدا زندگی میں گناہ پر
فتح نہیں پا سکتا۔ مسیح نے انسان ہو کر فتح پائی لیکن یہ فتح صرف اسی وجہ سے کامل تھی کہ اسکی انسانیت کا الوہیت سے کامل
رابطہ و اتحاد تھا۔ خدا کے بیٹے نے اپنی کامل الٰہی ذات کو انسانیت میں داخل کیا اور اُنہیں ہتھیاروں سے جنگ کی
جنسے ہم کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسکی زندگی میں دُعا، روزہ اور چوکسی کا ذکر بار بار آیا ہے۔ اُسکی الوہیت نے اسکی انسانیت
کو غائب اور زائل نہیں کر دیا بلکہ اسمیں الوہیت اور انسانیت دونوں بحال ہیں اور اپنا اپنا کام کرتی رہیں

مسیح کی زندگی اسکے باقی بھائیوں کی زندگیوں کی مانند ایمان کی زندگی تھی (عبرانیوں ۲-۱۳)۔
"تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا" مرقس ۱۰-۱۸۔ جب کسی شخص نے اسکی کامل پاکیزگی کا ذکر
کیا تو اسنے فوراً اس شخص کو بتایا کہ اس کامل پاکیزگی کا بھید [illegible] کیا ہے۔ اور یہ بتا کر اسپر ظاہر کیا کہ جس طرح میری بشریت الوہیت
کے ساتھ کامل اتحاد رکھنے سے کامل طور پر پاکیزہ اور نیک ہے اسی طرح تیری بشریت بھی ہو سکتی ہے۔ قدسیت اور تقویت
کا مخزن تیرے لئے بھی کھلا اور موجود ہے میری نیکی کا سرچشمہ وہاں ہے اور تیرے لئے بھی وہ چشمہ موجود ہے۔ مسیح کی بشریت
عاجز مخلوقانہ طور سے الوہیت پر اپنا انحصار کرتی تھی اور اسی وجہ سے فتحمند تھی۔ "وہ تمام باتوں میں ہماری
مانند آزمایا گیا لیکن اُسنے گناہ نہ کیا" عبرانیوں ۴-۱۵۔

چوپانی زبور

ساتواں باب

چھڑی اور لاٹھی بین بھی تسلّی

تیری چھڑی اور تیری لاٹھی وہ ہی میری تسلی کے باعث ہیں۔ زبور ۲۳: ۴

موت کے سایہ کی وادی سے ہماری مسیحی زندگی کے تجربہ میں خواہ کچھ ہی مُراد ہو اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ روح کو اس تن و تنہا رستہ میں تسلی کی سخت احتیاج ہے۔ بائبل میں کوئی اور خیال ایسا تسلی بخش نہیں کہ تسلی دو تسلی دو میرے لوگوں کو تم تسلی دو۔ تمہارا خداوند فرماتا ہے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ماں اپنے پہلوٹھے کو تسلی دیتی ہے ویسے خدا نے اپنے لوگوں کی تسلی دینے کا کام ہی اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

تمام آرام خدا سے ملتا ہے ہاں خدا روح القدس کے ذریعہ جس کے کام کی تسلی کا ذکر اعمال ۹: ۳۱ میں پایا جاتا ہے اور جو کوئی چاہتا ہے کہ خدا کے آرام کا تجربہ کما حقہ کرے۔ اُسے چاہئے کہ خدا کے کلام کو برابر پڑھے کہ صبر سے اور کتابوں کی تسلی کے ذریعہ سے امید حاصل کرے رومیوں ۱۵: ۴۔

بعض دفعہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہمیں دکھ اور امتحان میں ڈالتا ہے کہ اپنے لا انتہا آرام اور تسلی کے چشمے ظاہر کرے۔ یہ وہی بات ہے کہ بالکل اندھیری رات ہی میں ہم ستاروں کی خوبصورتی کو دیکھ اور اُسکی قدر کر سکتے ہیں لیکن اِن الفاظ میں امر غور طلب یہی ہے کہ ہمارا چوپان اپنی چھڑی اور لاٹھی سے آرام دیتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ چیزیں جو عہدہ چوپانی کے نشان ہیں اور جن سے حکومت اور اختیار پایا جاتا ہے آرام اور تسلی دے سکیں۔

ہم اسوقت اسی امر کی توضیح کرنا چاہتے ہیں اور کیا ہمیں امید ہے کہ تسلی کا خدا ہم پر تسلی کے نئے چشمے ظاہر کریگا کہ ہم اس تسلی سے جس سے ہم تسلی پا چکے ہیں اوروں کو تسلی دیں +

گڈریئے کی لاٹھی کیا ہے؟ اسکی حفاظت کرنیوالی طاقت کا نشان۔ ہاں وہ عصا جو وہ سردار گڈریا بادشاہ کی حیثیت سے رکھتا ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہے جس سے وہ ہمارے دشمنوں کو گرا دیتا ہے گو وہ ہمارے لئے بھی سزا سے بھرا ہوا کیوں نہ ہو! پہاڑی جگہوں اور تاریک وادیوں میں جہاں شیر اپنا گھر بناتے اور پہاڑی چور چھپے رہتے ہیں گڈریا کو ضرور ہے کہ ایک بڑا عصا جس سے ان دشمنوں کو موت تک مار سکے اپنے ہاتھ میں رکھے اور کیا اس سے ہمارے خداوند کی حفاظت ظاہر نہیں ہوتی کہ جو ہمیشہ اسی خیال میں لگا رہتا ہے کہ خطرہ کو ہم سے دُور کرے۔ خواہ وہ خطرے شیطان کی طرف سے آئیں یا اُن ہزاروں انسانی دشمنوں کیطرف سے جنکی طرف زبور نویس ہمیشہ اشارہ کرتا ہے اور جو ہم سبھوں کی زندگیوں میں کم وبیش آتے ہیں +

شائد اس رسالہ کے بعض ناظرین اپنی ساری عمر کسی بڑے خوف کے سایہ تلے گذارتے ہوں وہ امتحان و آزمایش کے نام ہی سے چونک اٹھتے اور اپنے آپ کو اسکے آگے ایسا بیکس پاتے ہیں جیسے پتے تیز ہوا کے آگے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ ایکا ایک دن ہم شیر کا شکار ہو جائینگے یا کسی ساؤل کے ہاتھ میں گرفتار۔ کاش کہ وہ اپنے روح کے سنبھالنے کے فرائض کو اپنے وفادار بچانیوالے گڈریہ کے ہاتھ میں دیدیں۔ اس اعتقاد کہ وہ ہمارے رستوں اور ہماری آرام کی جگہوں سے واقف ہے اور اسلئے وہ جنگل میں بھی حفاظت سے رہینگے اور اُجاڑ جگہوں میں بھی آرام سے سوئینگے۔ وہ جھنڈ کے آگے آگے جاتا ہے کہ تمام خطروں کو جو راستہ میں ہوں دُور کرے اور خود خدا جھنڈ کے پیچھے ہے کہ تمام خطروں سے جو پیچھے سے آئیں اُنہیں بچائے

اے دل بُزدل! جو ہر ایک روحانی اور جسمانی خطرے سے ڈرتا ہے جیسے کہ بچہ ایک اندھیری گلی میں جاتے وقت ہر ایک موڑ پر یوں ڈرتا ہے کہ ابھی کوئی خوفناک اور ڈراونی

چیز میرے سامنے آجائیگی اور جو ہوا کی آواز سے بھی ڈر جاتا ہو کاش کہ تم جان سکتے کہ مسیح کیسے اُنکا
بوجھ جو اُسپر بھروسہ رکھتے اُٹھالیتا ہے۔ کیا تمنے اپنی جان کی تمام ذمہ داری اُسکے ہاتھ میں یوں
دیدی ہے کہ اُسے اِس دُنیا اور اگلی میں بھی اپنا رہبر و محافظ بنالیا ہے۔ اچھے گڈریہ کی چھڑی اور لاٹھی
سے ہم بہت آرام اور فایدہ اُٹھاسکتے ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ میری بھیڑیں تباہ نہ ہونگی اور نہ کوئی
(شیطان یا انسان) اُنہیں میرے ہاتھ سے چھین سکیگا +

عصا کیا ہے؟ - اِسے شاید چوپان کی "قردق" - آگے سے خمدار بڑی لمبی مضبوط
لاٹھی نام دینا مناسب ہوگا - یہ چوپان سے ایسے ہی جُدا نہیں ہوسکتی جیسے پینی کسان سے -
اِسی عصا کے نیچے سے ہر ایک بھیڑ گنتی کے وقت گذرتی ہے - اِس سے گڈریا انہیں جھنڈ
سے اِدھر اُدھر ہونے نہیں دیتا اور اِسی سے اُنہیں جو گڑھوں میں گر پڑتی ہیں نکالتا ہے اور اگر
نافرمانی کریں تو اُنکو تنبیہہ دیتا ہے - اِن خیالوں میں خدا کے فرزندوں کے لئے کیسی تسلی ہے

ہم گڈریا کی قردق کے نیچے سے گذریں تو خدا کی بھیڑوں میں شمار ہوتے ہیں ہمارے
نام اُمرا و عُلما کی محفلوں میں نامعلوم ہوں تو ہوں لیکن وہ آسمان پر تو لکھے جاتے ہیں ہمارے مکان نوابوں
کے محلّوں اور قصروں کے سامنے ناچیز تصور کئے جائیں تو کیا ہمارے پاس تو وہ گھر ہیں جو ہاتھ سے
نہیں بنائے گئے - ہماری خدمت کا دایرہ تنگ اور ہمارا کام صرف بُنیادوں کا بھرنا ہو تو پھر کیا؟
ہم تو خدا کی نظر میں درخشاں ستاروں کی مانند ہونگے - گو ہم ریت کے ذرّے کے موافق ہی سمجھے
جائیں یا دھکتی ہوئی تبی یا مسلے ہوئے سینٹھے کی مانند تو بھی آسمانی باپ کی آنکھوں میں
ہم بڑے قیمتی خزانہ ہیں کیونکہ ہم اُسکی حفاظت میں ہیں اور اُسکے بیٹے کے جلال کے وقت
تمام دُنیا کے سامنے چمکیں گے +

بابل کے قیدیوں نے ایک رقت انگیز امر کا اظہار کیا جو ہم پر بھی بخوبی صادق آسکتا
ہے - اُنہوں نے پانیوں کے پاس اکٹھے ہو کر اپنی بربطیں بید کے درختوں پر لٹکادیں اور جب اُنہیں
اپنے پیارے شہر یروشلم کی بدحالی یاد آئی تو وہ زار زار رونے لگے - اِتنے میں نبی کی شیریں آواز

سنائی دی جنہے باآواز بلند کہا کہ آنکھوں کو اوپر اُٹھاؤ اور ستاروں کو دیکھو کہ خدا اپنی طاقت سے ایک ایک کا نام لیکر بلاتا ہے اور اُسکے بعد یہ تسلی بخش دعا کہی کہ اسے یعقوب اور اے اسرائیل تو کس لئے کہتا ہے کہ میری راہیں خدا سے چھپی ہیں اور میری عدالت خُدا سے گذر گئی۔ یسعیاہ ۴۰:۲۶-۲۷ آہ ایک شکستہ خستہ دلکو جو غم و اندوہ کی اندھیری وادی میں چلتا ہو کیسی تسلی و آرام ملتا ہے ۔۔

ہزاروں ستارے آسمان کا ایک بڑا جھنڈ بناتے ہیں اُنکا چرواہا اُنکا خُدا ہے جو انہیں خلا میں چلاتا ہے اور اُنکی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے گویا وہ آسمانی پہاڑیوں پر چرتے ہیں کیسے گلہ کی مانند رات کیوقت آرام کرتے ہیں اور ایک ایک کا نام اُسکی فہرست میں درج ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری ہر ایک طرحکی خبرداری اور حفاظت کے لئے وہ ایسا فکرمند نہ ہو؟ کیا ہم میں سے ایک ایک کا نام اُسے یاد نہیں ؟ کیا وہ ہمیں بھی شمار نہ کریگا جبکہ اپنی بھیڑوں کی گنتی اپنے باپ کو دیگا جس حال کہ ہمارے سر کے بال تک اُسنے شمار کئے ہوئے ہیں اے ایماندار اُسنے آج اسی صبح تمہیں اپنی چھڑی اور اپنی لاٹھی سے چھوا ہے اور تمہیں گنا ہے تم اُسکی خاص حفاظت میں ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ تمہیں تکلیف میں پڑنے یا ہلاک ہونے دے؟ یا تمہیں کسی اچھی چیز سے محروم رکھے!

گڈریا کے اس عصا سے ہم اُن تکلیفوں اور خطروں سے جو ہم اپنے آپ اپنے گناہ یا کمزوری کے سبب لاتے ہیں بچ جاتے ہیں پطرس اپنی بے ایمانی کے سبب لہروں میں ڈوبنے لگا پر مسیح نے اُسے پکڑ کر تھام لیا اور دونوں کشتی کیطرف چلے اور یہ اُسکی محبت آمیز حفاظت کی صرف ایک نظیر ہے۔ کیونکہ اکثر گناہ نہ صرف اُسے رنجیدہ کرتا ہے بلکہ ہمیں ایسی تکلیف اور مصیبت میں ڈال دیتا ہے کہ ہم سخت خطرے میں پڑجاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر وہ اپنے دل سے بیفکر نہیں رہتا اگرچہ ہم اُسکی حفاظت کے تمام دعاوی اور حقوق کھو بیٹھیں۔ وہ مصیبت کے وقت ہمارا ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ وہ ہماری غلط کاریوں کے پھل ہمیں کاٹنے نہیں دیتا۔ اور ہماری واجبی سزا کو بھی روک لیتا ہے۔ وہ بیابان میں ہمارے پیچھے پیچھے آتا ہے اور جب تک کہ اُس گڑھے کو جس میں ہم گر پڑے ہیں ڈھونڈھ نہ لے اپنے پاؤں کو آرام

کرنے نہیں دیتا۔ وہ ہمیں باہر نکالتا اور اگر ہم کمزور ہوں تو بخوشی اپنے کاندھے پر اُٹھا لیتا ہے اور سوائے اسکے کسی اور انعام سے خوش نہیں ہوتا کہ ہم سلامت ہیں۔ خُداوند خدا فرماتا ہے کہ دیکھو میں ہاں میں اپنی بھیڑوں کو ڈھونڈتا ہوں اور انہیں باہر نکال لاتا ہوں جیسے کہ ایک گڈریا اپنے جھنڈ کو جسدن کہ وہ ڈھونڈتا ہے اور بھیڑوں کے بیچ میں جو تتر بتر ہوئی ہیں رہتا ہے ویسا ہی میں اپنی بھیڑوں کو ڈھونڈونگا اور انہیں پھر ایک جا فراہم کرونگا مسیح کا برداشت کرنیوالا ہمیں دیکھو وہ ہمیں اُن گناہوں اور خطاؤں اور عیبوں کے گڑھے میں جو کہ ہم آپ اپنے لیئے پیدا کرتے گرنے نہیں دیتا بلکہ چھڑی اور لاٹھی کو بڑھا کے ہمیں باہر کھینچ لیتا ہے ۔

لیکن یاد رکھو کہ گڈریئے کی چھڑی تنبیہ کیلئے بھی ہوتی ہے۔ بادی النظر میں تو اِس میں کوئی تسلی کی بات نظر نہیں آتی بھلا کون چاہتا ہے کہ تنبیہ پائے چھڑی کی چوٹ تکلیف دیتی ہے لیکن تسلی اسی میں ہے کہ خدا ہماری خبرداری کرتا ہے ورنہ ہماری تنبیہ میں اتنا وقت اور خیال صرف نہ کرتا۔ کسی کو کیا غرض ہے کہ دریا کے عام ریتلے پتھر سان پاس لے جائے وہ پتھر جو خوب کاٹا گیا ہو وہ ہیرا جسے خوب جلا دی گئی ہو اور وہ دھات جسے ہفتوں اور مہینوں تک بھٹی کی سخت آنچ برداشت کرنی پڑی ہو ضرور کوئی عمدہ خاصیت رکھتی ہونگی۔ کون باغبان ایسے درخت کی فکر اور پرواہ کرتا ہے جو کئی دفعہ کی محنت کے بعد بھی بےپھل رہے کیا باغبان اُسی شاخ کو کاٹتا چھانٹتا اور اُسپر توجہ نہیں کرتا جو بارآور اور ثمرور ہو؟ خدا جسے پیار کرتا ہے اُسے تنبیہ بھی کرتا ہے اور ہر ایک فرزند کو جسے وہ پیار کرتا ہے پیٹتا ہے اگر تم تنبیہ کو برداشت کرو تو خدا تم سے وہ سلوک کرتا ہے جو بیٹوں سے کیا جاتا۔" اے خدا کے فرزندو! چوپان کی لاٹھی کی ہر ایک چوٹ کو خوشی سے قبول کرو۔ ہر ایک چوٹ سے تسلی پاؤ کہ میرا گڈریا مجھے ضرور پیار کرتا ہے ورنہ وہ مجھ سے ایسا سلوک نہ کرتا اور اپنے دل کو بڑے شوق سے اُسکی طرف پھیرو کہ وہ تمہیں وہ سبق جو کہ سکھانا چاہتا ہے سکھائے اور یوں تم اُن فوائد سے جو اچھا گڈریا تمہیں پہنچانا چاہتا ہے محروم نہ رہوگے ۔

یوں آہستہ آہستہ اس زندگی کی وادی کا سفر طے کرتے اور تسلی کے سبق سیکھتے جاتے ہیں اور ان برکات کے لئے جو ہمیں حاصل ہونگی بخوشی تکلیف برداشت کرینگے ہمارا حال بھی سیپ کے گھونگے کا سا ہے کہ اُسکا ہر ایک زخم دُر نایاب کا موجب ٹھہرتا ہے اور اپنے تجربوں سے ہم دوسروں کی کمزوریوں اور ناکامیابیوں میں ہمدردی کر سکتے۔ اور رسولوں کے ہمدل وہم آواز ہو کر نغمہ سرائی اور زمزمہ پردازی کر سکتے ہیں کہ مبارک ہے وہ خُدا جو ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا باپ اور رحمتوں کا بانی اور ساری تسلی کا خُدا ہے وہی ہماری ہر ایک مصیبت میں ہمیں تسلی دیتا ہے تاکہ ہم اُس ہی تسلی کے سبب جو ہمیں خُداوند سے ملتی ہے اُنہیں بھی جو کسی طرح کی مصیبت میں ہیں تسلی دے سکیں۔ کیونکہ جسطرح مسیح کے دکھ ہم پر بڑھتے جاتے ہیں اُسیطرح ہماری تسلی بھی مسیح کے سبب سے بڑھتی ہے "۔

بشپ تھوبرن صاحب کی رائے میں جاپان کے لوگ مشرقی مسیحیت میں اول درجہ پر رہینگے صاحب موصوف اِن سے بڑی امید رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بڑی تیزی کے ساتھ اِدھر اُدھر پھیل رہے ہیں اور ہر قسم کے ایشیائی حالات کے باسانی عادی بن سکتے ہیں۔

پادری میئر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلویشن آرمی کے کسی شخص نے مجھے کہا کہ "میں روح القدس کے نشہ میں ہوں"۔ میں اِس بات کو بخوبی اُسوقت نہ سمجھ سکا لیکن اب مجھے شراب کے نشہ اور روح القدس کی بھرپوری میں ایک عجیب تعلق معلوم ہوتا ہے یعنے جو لوگ شراب پینے کے عادی ہیں۔ اُن میں روح القدس کے قبول کرنے کا مادہ بھی زیادہ ہے۔ طبع ایک ہی ہے جو شراب سے مخمور یا روح القدس سے بھرپور ہو سکتی ہے +

ایک پکڑا دوسرا چھوڑا گیا

وہ باہر جاکے زار زار زار رویا۔ متی ۲۶ : ۷۵

اُس نے جاکر پھانسی لی۔ متی ۲۷ : ۵

اس طرح پر خدا کا قانون پورا ہوا۔ اور مسیح کی پیشینگوئی وقوع میں آئی۔ "میں تم سے کہتا ہوں کہ اس رات دو آدمی بچھونے میں ہونگے ایک پکڑا دوسرا چھوڑا جائیگا"۔ اور انہوں نے جواب میں اُس سے پوچھا اے خداوند کہاں ؟

اے خداوند کہاں ؟ جو سوال رسولوں نے پوچھا وہی ہم بھی پوچھتے ہیں۔ کہاں اور کب اور کسطرح یہ باتیں ہونگی۔ کیا یہ پیشینگوئی ہمارے زمانے اور ہماری حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیا اسکے پورا ہونیسے ہمیں کوئی خاص تعلق ہے۔ یا ہم یہ کہکر بیفکر اور بیخوف ہو بیٹھیں کہ اسکا اشارہ تو نہایت ہی بعید ملک اور بعید زمانہ کی طرف ہے ؟

"ایک پکڑا دوسرا چھوڑا گیا" دونوں کی حالت بظاہر یکساں تھی لیکن اس میں کتنا بڑا فرق کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ خدائی عدالت نے دھوکا کھایا۔ انصاف ٹھیک نہ ہوا۔ زبردستی انکے درمیان امتیاز کیا گیا۔ کیا ہمارا ایسا سمجھنا درست ہے۔ ایسی الٰہی عدالتوں کے کیا معنے ہیں۔ ایسی عدالتیں اور ایسے فیصلے کہاں کئے جاتے ہیں ؟

"ایک پکڑا دوسرا چھوڑا گیا" شاید ہمارے خیالات کسی بڑے جسمانی حادثے کی طرف جاتے ہیں جسکا ہمنے ذکر پڑھا ہے یا جسے ہمنے خود دیکھا ہے۔ شائد ہمارا خیال ریل کے کسی تماشے کی طرف جاتا ہے اور ہمیں یاد آتا ہے کہ فلاں شخص جو ہمارے ساتھ ریل میں تھا اور جسکے ساتھ ہم بڑی دوستی سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک جھٹکے سے کسطرح مرگیا اور اسکی خون آلودہ لاش ہماری آنکھوں کے سامنے آتی ہے۔ یا ہمیں بجلی کی کوک اور اسکا شعلہ یاد آتا ہے جسنے دو دوستوں میں سے ایک کو جو جنگل میں بسر کر رہے تھے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ اور

دوسرے کو باقی عمر کے لئے سنجیدہ، پژمردہ اور خوف زدہ بنا کر واپس گھر کو بھیج دیا۔
لیکن ہمارے خداوند کی پیشینگوئی ایسے حادثے کیطرف اشارہ نہیں کرتی۔ اُسکے
الفاظ زیادہ گہرے ہیں۔ جسمانی حادثہ روحانی حادثہ کا صرف ایک عکس اور نشان ہے
ہمارے خداوند کے الفاظ روحانی معانی رکھتے ہیں۔ روحانی معنی میں ایک پکڑا جاتا اور دوسرا
چھوڑا جاتا ہے۔ دو شخص ہمارے سامنے آتے ہیں۔ دونوں کے حالات یکساں ہوتے ہیں
لیکن انکا انجام علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ کوئی بات اگر انہیں [illegible] فیصلہ کرتی ہے
ابن آدم کی حضوری کا ہی ایک کامل نشان ہے۔ [illegible] خواہ زمانہ کی سیاہی کیوں
نہ ہو۔ اسکی آمد اور اسکی حضوری کا یہی نشان ہے۔ وہ جُدائی پیدا کرتا ہوا آتا ہے۔ وہ عدالت
کرتا ہوا آتا ہے۔ وہ آسمانوں کو زمینوں سے جُدا کرتا ہوا [illegible]۔ [illegible] اس کے
منتظر ہر وقت رہنا چاہیئے۔ اس بات کو [illegible]

ہے کہ اے خداوند کہاں؟

اپنے خداوند کے الفاظ کو سمجھنے کے لئے ہم ایک [illegible]
ہم مکتب ہیں۔ انکی تربیت ایک ہی جگہ ہوتی ہے۔ انکی لیاقت یکساں۔ وہ ایک ہی کتاب
پڑھتے ہیں۔ ترقی کرنیکے موقعے اُنکے لئے برابر ہیں۔ اخلاقی اثر بھی ان دونوں پر یکساں ہے
طفولیت کا زمانہ انجام کو پہنچا اور اسکے ساتھ طفولیت کی تمام قیدیں بھی دور ہو گئیں۔ وہ اب
خود مختار ہیں۔ آیندہ زندگی کے لئے انکے دل میں ایک ہی سی امیدیں ہیں۔ اسوقت
فرق ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے۔ ایک عزت کو پہنچتا ہے لیکن دوسرا بدمعاش اور بدنام
ہو جاتا ہے۔ جوانی کی آزادی میں مسیح انکے پاس آیا۔ ایک پکڑا دوسرا چھوڑا گیا۔

دو بھائی ایک ہی گھر میں کھیلتے ہیں۔ والدین دونوں سے یکساں محبت کرتے ہیں۔ وہ
دونوں اکٹھے جوانی کو پہنچے۔ آزمائش کا زمانہ آیا۔ شاید خاندان کے کسی عضو پر کوئی حادثہ
یا بدنامی وارد ہوئی۔ دو بھائیوں میں سے ایک میں خود غرضی سمائی۔ اُسنے اپنے مصیبت زدہ

سننے والوں کی یاد ترغیب سے معلق رکھا گیا [illegible] اور خوشی کی بات کو اپنے دل
میں جگہ دی۔ اور بہت سی خوشی کی باتیں کی [illegible] مگر [illegible] تو بھی ان دو بھائیوں کے
پاس آیا۔ ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑ دیا گیا۔

[illegible] ایک [illegible] وہ [illegible] کی [illegible] طرح وقت
میں [illegible] دلوں [illegible] بات [illegible] ملاقات [illegible] ہے۔
[illegible] زندگی بھی [illegible] ہوگی۔
[illegible] کی حالت [illegible] فرق ہے [illegible] دل [illegible]
اور [illegible] ہے [illegible] جہاں [illegible] ہے
[illegible] پیدا کرتی ہے [illegible] کی کیا حالت [illegible] جب ہم [illegible] نسبت لوگوں سے
کوئی [illegible] خاموشی اختیار کرتے ہیں اور جواب دینے سے مطلق انکار کرتے
ہیں [illegible] زندگی میں [illegible] کی ہے [illegible]
یاد کرتا ہے ختم کرتا ہے۔ جوانی میں ان دونوں بہنوں کے پاس آیا۔ ایک پکڑی دوسری
چھوڑی گئی۔

زندگی کے پرخطر وقتوں میں مسیح کا آنا کہلاتے ہیں۔ کیا ہم کو ان الفاظ کو ایسے مثیلی معنوں
میں لینا چاہیئے۔ یا یہ صرف ہمارا [illegible] خیال ہے [illegible] انجیل کے الفاظ میں کوئی سند
نہیں ہے۔ ہمارا خیال صحیح ہے [illegible] ہم قیامت کی [illegible] پیشینگوئیوں کو غور سے پڑھتے ہیں [illegible]
دل میں یہ خیال [illegible] ہوتا ہے کہ [illegible] نہ کبھی ضرور آتا ہے
وہ نہ فقط قیامت کے روز [illegible] کو آئیگا بلکہ اب آرہا ہے [illegible] ہمارے سامنے موجود ہے۔
یہ موجودہ آزمائشیں یہ امتحان یہ جدائیاں صرف نمونے اور تمثیلیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مسیح
کی پیش قدمیاں ہیں +

ہمارے خداوند نے اپنی پیشینگوئیوں میں جو اسنے قیامت کی نسبت کیں عجیب طور

سے ایک جلد آنیوالی قیامت کو یروشلم کی تباہی، آخری اور بڑی قیامت کے ساتھ ملاکر بیان کیا۔ یروشلم کی تباہی ایک عدالت ایک قیامت تھی یضبوطوں کی مضبوطی اس روز پرکھی گئی۔ قوم یہود کی عدالت اُس روز ہوئی۔ اسلئے انجیلی بیان میں ان باتوں کا جو خاص قیامت سے تعلق رکھتی ہیں اُنسے جو صرف یروشلم کی تباہی کیطرف اشارہ کرتی ہیں جُدا کرنا نہایت ہی مشکل ہے۔ ہمارا خُداوند اپنی اس پیشینگوئی میں بوسیلہ ایک وقوعے کے دوسرے وقوعے کو جو مدت کے بعد ہونیوالا ہے بیان کرتا ہے۔ اسیطرح ہماری اپنی زندگی کے چھوٹے اور بڑے حالات ہمارے لئے مسیح کی دوسری آمد کا نمونہ ہیں مسیح آکر ہر شخص کے دلی بھیدونکو فاش کریگا لیکن یہ عظیم معاملہ اُسنے قیامت تک بالکل ملتوی نہیں رکھ چھوڑا آ اسوقت بھی کسیقدر وہ اس کام کو کر رہا ہے۔ اسیوجہ سے اسنے ہمیں منع کیا ہے کہ "دیکھو یہاں" یا "دیکھو وہاں" نہ کہو۔ اسی وجہ سے ہمیں اسنے نہیں بتایا کہ قیامت کب اور کس گھڑی آئیگی۔ اُسنے صرف حکم دیدیا ہے کہ "جاگتے رہو"۔ اسیوجہ سے جب شاگردوں نے پوچھا کہ "اے خُداوند کہاں؟" تو اُسنے جواب میں ایک مُہمل سا مُعمہ کہدیا کہ "جہاں لاش ہے وہاں گدھ جمع ہو جاینگے"

پس مسیح بہت دفعہ آتا ہے۔ جہاں کہیں مذکورہ بالا نشانات پائے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں مذکورہ بالا شرائط پوری ہوتی ہیں یقین جانو کہ وہاں مسیح آچکا ہے۔ لیکن وہ نشانات کیا ہیں۔ یہاں ہم اس قادر مطلق کے براق جلال کا ذکر نہیں کرتے۔ ہماری مُراد فرشتوں کے گروہوں سے نہیں ہے۔ ہم بجلی کی دیوانہ کرنیوالی کڑک کیطرف اشارہ نہیں کرتے۔ اور نہ سردار فرشتے کے نرسنگے کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب نشانات تو اپنے مقرری وقت پر ابن آدم کی دوسری آمد کے قریب ضرور نمایاں ہونگے۔ موجودہ زمانہ میں جب خداوند آتا ہے تو اپنے ساتھ جاہ و جلال کے آثار نہیں لاتا۔ اسوقت اسکے آنیکا نشان یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیچھے انتقام کا غضب یا ایک مُردہ اور سرد بیجان لاش چھوڑ جاتا ہے۔

ہمارے سامنے کوئی آدمی آتا ہے جسکے چال چلن اور خیالات سے ہم پہچانتے ہیں کہ اس شخص
کی روحانی زندگی موت سے مبدل ہو چکی ہے۔ تب ہمیں یاد آتا ہے کہ خداوند ضرور اس
شخص کے پاس آیا ہوگا اور اس شخص نے ضرور اُسکو ناراض کیا ہوگا اس وجہ سے اسکی
حالت اسوقت ایسی ہے۔ ہاں خُداوند آچکا ہے +

یا ہماری آنکھوں کے سامنے سے کوئی شخص گذرتا ہے جو بدی سے بدی تک ترقی
کرتا چلا جاتا ہے اُسکی خوشی دن بدن زایل ہوتی جاتی ہے۔ بدنامی اور بےعزتی کا انبار روز بروز اُسکی
گردن پر دھرا جاتا ہے اور زیادہ زیادہ بھاری ہوتا نظر آتا ہے۔ لیکن وہ خود کچھ پرواہ نہیں
کرتا۔ وہ مر رہا ہے اور نہیں جانتا کہ میں موت کی طرف بھاگا جاتا ہوں۔ اسکا خاندان تباہ
ہو رہا ہے۔ اسکے بچے بھوکے مرتے ہیں لیکن اُسے فکر نہیں۔ ایسے شخص کو دیکھ کر دل کہتا
ہے اس سے خُداوند اپنے غضب میں انتقام لے رہا ہے۔ خُداوند اُسکے پاس ضرور آیا ہوگا
اور اُسنے اُسکو قبول نہ کیا ہوگا اسلئے اب خُداوند اُسے سخت سزا دے رہا ہے۔ اُس نے اُسے
موت کے حوالہ کیا ہوا ہے +

کیا ہم کہیں کہ مسیح کی پیشین گوئی پوری ہوگئی جب رومی عقابوں نے اس ملعون شہر
کی لاش کو گھیرا۔ ہاں وہ پیشین گوئی ایکدفعہ اس موقع پر پوری ہوئی لیکن باوجود اسکے بھی
وہ الفاظ ہماری طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ وہ آجکے دن پورے ہو رہے ہیں اور ممکن ہے کہ آج
وقت کوئی شخص ہے جسکے حق میں وہ الفاظ صادق ٹھہر رہے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک دیکھ
سکتا ہے کہ میرے سامنے کئی برکتوں کی لاشیں پڑی ہیں جنکو میں نے گستاخی سے نامنظور کیا
مدہ موقعوں کی لاشیں۔ بڑی بڑی عبرتوں اور آگاہیوں کی لاشیں قیمتی اور مفید امتحانوں
ر آزمائشوں کی لاشیں۔ بیش قیمت روحوں کی لاشیں

ریگستان میں اکثر جانور پیاسے ہو کر پژمردہ گر جاتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ کسی
جیب شناخت کی ہدایت سے گدیں کو سونپر سے انکی بو سونگھ لیتی ہیں اور گرے ہوئے جانور

کے چوکر گھیرا کرتی ہیں۔ وہ آسمان کی سمت سے آتی ہیں اور اپنے شکار کو پیشتر اسکے کہ وہ مر جائے آہستہ آہستہ پاس سے تاکنا شروع کرتی ہیں وہ اپنی خون آلودہ آنکھوں سے اسکے کمزور جسم کو تلاش کرتی ہیں اور اسکی بے ہوشی سے آپ جھپکتی آنکھ کو تاکتی ہیں۔ اور جب اس بیچارے کا آدمی دم توڑ جاتا ہے تو بڑی حرص سے اپنا مکروہ کام شروع کرتی ہیں آدمی کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اسکی آزمائش حد کو پہنچتی ہے۔ آخری امتحان سامنے ہوتا ہے روح مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور مر جاتی ہے۔ تب ہر طرح کی بری خواہش اور ہر قسم کی بدی اس گری ہوئی مردہ روح کو گھیرتی ہے اور گدھ کی طرح اسکو کھاتی ہے۔ وہ روح ان بری خواہشوں کے گدھوں کو ہٹا نہیں سکتی۔

ایسی آزمائش۔ ایسی تنگی۔ ایسے امتحان نیکی اور بدی کے ایسے وقت جب آدمی کی روح کے سامنے آتے ہیں تب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہتوں کے گرنے اور بہتوں کے اٹھنے کا وسیلہ ہے تب ثابت ہوتا ہے کہ مسیح بہتوں کے لئے موت اور بہتوں کے لئے زندگی کا باعث تب ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑا جاتا ہے۔

ہمارے خداوند کی موت یہودیوں کے لئے ایسی ہی آزمائش اور ایسا ہی امتحان تھی۔ شاگرد اسوقت پرکھے اور پھٹکے گئے۔ یہودیوں کی قدیم تاریخ کا اسوقت خاتمہ اور فیصلہ ہوا۔ اس روز یہودیوں کا خدا نے امتحان لیا اور انکو فیل کیا۔ یہودا۔ کائفا۔ پلاطوس یہ سب اس روز آزمائے گئے۔ جتنی بدی اور جتنی نیکی ان میں سے ہر ایک کے دل میں بھری اور دبی تھی وہ سب اسوقت ظاہر ہوگئی۔ بزدلی۔ شک۔ ظلم۔ گستاخی لالچ۔ فریب۔ مضبوط ایمان۔ جرأت۔ برداشت۔ نرمی۔ محبت۔ مسیح کی موت نے ان سب کی گہرائی کو گلگتا کے روز ظاہر کر دیا۔

دو آدمی تھے۔ وہ ایک ہی وقت قید تھے۔ انپر ایک ہی الزام لگایا گیا تھا یعنی یہ کہ وہ سازش کرکے امن میں خلل ڈالتے ہیں ایک قدیم روایت ہے کہ انکا نام بھی ایک تھا۔ یعنے

یسوع برعباس اور یسوع مسیح پلاطوس اور بزرگوں نے بھیڑ کو سکھایا کہ برعباس کو مانگ لیں اور مسیح کو ہلاکت کے سپرد کریں۔ برعباس کو یہودیوں نے چنا لیکن خدا نے اُسے رد کیا۔ مسیح کو یہودیوں نے مارا لیکن وہ [illegible] ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑا گیا +

لیکن مسیح [illegible] دو [illegible] آدمی ہوں دکھائی دیتے ہیں جنہیں [illegible] کو واقف تھے بہت [illegible] وہاں موجود ہیں یوسف جسکا نام کائفا تھا اور یوسف [illegible] ایک کی گردن پہ پیلاطس کے شرمناک قتل کا سارا بوجھ لد گیا۔ دوسرے [illegible] مسیح کو دفن کیا۔ ایک نے بادشاہ کے خلاف سازش کی۔ دوسرا [illegible] بادشاہ [illegible] ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑا گیا +

دو چور ایک ہی وقت مصلوب ہوئے۔ دونوں ایک ہی جرم میں مبتلا تھے۔ دونوں اپنی زندگی کی آخری گھڑی [illegible] **خداے قدوس** کے سامنے [illegible] ایک مرتا مرتا کفر بک گیا۔ دوسرے نے [illegible] ایک [illegible] میں [illegible] دوسرا بہشت میں پہنچا۔ ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑا گیا +

دو شاگرد تھے جو اپنے خداوند کی زمینی خدمت کے ایام میں ہر وقت اُسکے ساتھ رہے تھے۔ آخری رات کو وہ دونوں اُسکے ہمراہ تھے۔ دونوں عین موقع پر کمزور ثابت ہوئے۔ دونوں بیوفا نکلے۔ دونوں نے بعد ازاں اپنے گناہ پر بڑا گہرا افسوس کیا۔ باوجود اسکے بھی انمیں سے ایک ہلاک ہوا اور دوسرا بچ گیا +

آخری تفرقہ نہایت ہی غور طلب ہے۔ شمعون پطرس اور یہودا اسکریوطی۔ ان دونوں کو ترقی کے یکساں موقعے ملے۔ مسیح کے کاموں کو ان دونوں نے ایک ہی طرح دیکھا۔ وہ ایک ہی طرح آزمائے گئے۔ اُنہوں نے ایکسی ہی تعلیم پائی۔ وہ ایک ہی خداوند کی حضوری میں رہے۔ مسیح کے مبارک ہونٹوں سے اُنہوں نے ایک ہی آسمانی باپ کی محبت کا انکشاف

حاصل کیا۔ امید ہوسکتی تھی کہ انکی خصلت ایک ہی طرح کی ہوگی۔ لیکن کیوں انمیں اتنا بڑا فرق ہوگیا ⁂

اس بڑے فرق کا بھید اسمیں ہے کہ یہوداہ نے اپنی فعل مختاری کو بُری طرح استعمال کیا۔ فعل مختاری کا بُرا استعمال۔ اسی کی وجہ سے شروع میں چھوٹا سا شگاف پیدا ہوا اور پھر بڑھتا بڑھتا جہنم کے برابر وسیع ہوگیا ⁂

تعجب کی بات ہے کہ یہوداہ اور باقی رسولوں کی زندگیوں میں جو فرق تھا وہ آخری دم تک چھپا رہا۔ جب مسیح نے کہا کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائیگا تو شاگردوں نے پوچھا کہ "اے استاد کیا میں ہوں" شمعون نے پوچھا "اے استاد کیا میں ہوں" یہوداہ نے پوچھا "اے استاد کیا میں ہوں"۔ دونوں کے سامنے ایک ہی امتحان تھا۔ شاید دیکھنے والے کو **شمعون** اور **یہوداہ** کے درمیان کوئی بڑا فرق نظر نہ آتا۔ البتہ یہوداہ نے پطرس کی نسبت بڑا گناہ کیا لیکن دونوں گر گئے۔ پس کیا وجہ تھی کہ یہوداہ تو غرق ہوگیا لیکن پطرس نکل آیا ⁂

کیا **یہوداہ** کے لئے توبہ کی گنجائش باقی نہ تھی۔ کیا اسکا گناہ پطرس کے گناہ سے اسقدر زیادہ سیاہ تھا کہ خدا کی قدرت سے بھی توبہ ممکن ہوتی لیکن اسکے لئے خدا کی محبت کا دروازہ بند ہوچکا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہوداہ کا گناہ اسکی بُری دلی حالت کا محض ایک بیرونی نشان تھا۔ اور اسکے دل کی حالت اسقدر بگڑ چکی تھی کہ اسکا بدلنا تقریباً ناممکن سا تھا۔ اسکا دل بہت ہی سیاہ ہوچکا تھا ⁂

ہاں اسکا گناہ بہت ہی سیاہ تھا لیکن خدا کا رحم اس سے بھی بڑا ہے۔ اسکی تقصیر بڑی تھی لیکن خدا کا پدرانہ دل بڑی اور چھوٹی تقصیروں کے درمیان امتیاز نہیں جانتا۔ انجیل میں مسیح کی خبر یعنی بات جو ہے سو یہی ہے کہ جسقدر وہ گناہ کی گہرائی اور تاریکی کو ہمپر ظاہر کرتی ہے اسیقدر معافی کی امید کو بھی بڑھاتی ہے۔ باقی مذاہب جو انسانی ایجاد اور بناوٹ

یا تو خدا کا لا انتہا غضب ظاہر کرتے ہیں یا ہلکے طور پر سکھاتے ہیں کہ وہ بڑا رحیم اور غفار ہے۔ (مثلاً ہندو مذہب کی تعلیم ہے کہ گناہ معاف ہو ہی نہیں سکتا۔ ضرور ہے کہ انسان نہ فقط بُرے بلکہ اچھے کاموں کا نتیجہ سہے اور برخلاف اسکے اسلام سکھاتا ہے کہ معافی کی تو خدا کے نزدیک کوئی حقیقت ہی نہیں۔ وہ بات ہی بڑی سہل اور آسانی ہے) لیکن مسیحی مذہب نے حقیقت کو ظاہر کیا۔ اسنے نہ فقط انسان کے دل میں حقیقی توبہ پیدا کی بلکہ خدا کی غفوری کو بھی ہم پر روشن کیا۔ مسیحی روحانی تجربہ ہر زمانہ میں شہادت دیتا آیا ہے کہ معافی کی کامل امید فقط اُسی شخص کے دل میں پیدا ہوتی ہے جو اپنے گناہوں پر بالغ طور سے رونا اور ماتم کرتا ہے۔ یعنے جو اپنے گناہ کی حقیقت [illegible]

یہودا کا گناہ بہت بڑا تھا لیکن معافی سے بعید نہ تھا۔ اگر **یہودا** نے ... سمجھ کر پھانسی لی تو اُسنے بڑی غلطی کی۔ اگر کوئی شخص ہے جسے دلیر کسی گذشتہ گناہ کا ... ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اب ... معافی کی جگہ نہیں۔ اگر کوئی شخص ہے جسے کوئی اس خاص گناہ بھاری بوجھ کی طرح نیچے جہنم کیطرف دھکیلتا اور لڑھکاتا جا رہا ہے تو ہم مسیح کے نام سے اس شخص کو کہتے ہیں کہ دلیر ہو اور ہمت باندھ۔ اپنے دل سے شک کو دور کر کیونکہ یہ شک شیطان نے تیرے دل میں ڈال رکھا ہے تاکہ تجھے توبہ سے باز رکھے۔ شیطان اپنی قدیم عادت کے موافق خدا پر الزام لگاتا ہے اور ہماری نظروں میں اسکی مغفرت کو گھٹاتا ہے۔ حالانکہ بڑی سے بڑی تاریکی کے بیچ میں سے خدا اپنا پدرانہ ہاتھ ہماری طرف بڑھاتا ہے اور ہمیں باوجود تمام رکاوٹوں کے اپنی طرف بلاتا ہے۔

لیکن اگر یہ سچ ہے۔ اگر یہوداہ کا گناہ معافی کے دائرے کے اندر تھا تو پھر یہ کیسے ہوا کہ گہرے افسوس نے یہودا کو مجبور کیا کہ پھانسی لیکر اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ پطرس افسوس سے زار زار رویا اور پھر کھڑا ہوا لیکن یہودا نے افسوس میں مبتلا ہو کر پھانسی لی معلوم ہوتا ہے کہ **یہودا** کی ابتدائی حالت کسقدر توبہ کی حالت تھی۔ ...

اُسکو اپنے کام سے نفرت آئی ۔ جب اُسنے خود اپنے فعل پر غور کیا تو اُسکے دل میں بڑا درد اُٹھا ۔ اور اُسکی حالت بالکل بدل گئی ۔ کیسے درد سے اُسنے کہا کہ مینے گناہ کیا ہے کہ بیگناہ کا خون کروایا ۔ اُسکو یہ دردناک اقرار کئے دو ہزار برس کے قریب گذرے ہیں لیکن ابتک اُسکا لہجہ نہیں بدلا کچھ شک نہیں کہ اسکا افسوس نہایت ہی گہرا تھا ۔ اور یہ افسوس سچا تھا کیونکہ وہ اپنے فعل پر نادم تھا نہ اپنے فعل کے نتائج پر ۔ اور یہی نشان حقیقی افسوس کا ہے ۔ وہ افسوس کرتا تھا نہ اسلئے کہ وہ ناکام رہا بلکہ اسلئے کہ اپنے فعل بد میں خوفناک درجہ تک کامیاب ہوا ۔ اُسنے بیگناہ کا خون کیا ۔ یہ اُسکے رنج کا ڈنک اور کانٹا تھا ۔ اب اگر اس حریص اور کمینے کو تیس روپیوں کی جگہ تین ہزار ملتے تو اُسکا رنج کم نہ ہوتا ۔ کیا چاندی ایسے داغوں کو دھو سکتی ہے

دوئم ۔ یہوداہ نہ فقط دل میں سنجیدہ تھا بلکہ ظاہر میں اقرار بھی کرتا تھا ۔ اُسنے فوراً اپنے گناہ کو منظور کر لیا ۔ اور کن لوگوں کے سامنے اقرار کیا کیا ہمدردی کرنیوالے دوستوں کے سامنے ہرگز نہیں ۔ بلکہ کینے مندوں اور سنگدل دغابازوں کے سامنے ہے ۔ اُسنے دلیری سے بڑی شرم کا مقابلہ کیا ۔ اور ان شریروں کے سامنے جاکر کہا کہ مینے بڑی بدذاتی اور شرم کا کام کیا ہے ۔

سیوم ۔ اُسنے اپنے گناہ کا معاوضہ دینا چاہا ۔ حقیقت میں تو اب کوئی معاوضہ ممکن نہ تھا جو ہو چکا تھا وہ ٹل نہ سکتا تھا بیگناہ مارا گیا ۔ اب کیا ہو سکتا ہے لیکن یہوداہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے وہ تو میں کرونگا اُسنے جاکر تیس روپے اپنے آزمانے والوں کے سامنے پھینکدئے ہاں یہ تو اُسکے لئے ممکن تھا ۔

گناہ سے نفرت ۔ اسکا اقرار ۔ جہانتک ممکن تھا اُسکا معاوضہ ۔ یہ تینوں باتیں **یہوداہ** کی توبہ میں موجود تھیں ۔ اس سے زیادہ توبہ کسی کیلئے بھی ممکن نہ تھا یہی شاید پطرس نے بھی کیا ہوگا ۔

لیکن یہاں سے انکے حالات جدا ہوتے ہیں ایک پکڑا دوسرا چھوڑا جاتا ہے حقیقت یہ تھی کہ یہوداہ نے جو کچھ کیا **محض افسوس** سے کیا پطرس نے جو کچھ کیا **توبہ** سے کیا ۔ آدمی کا گر کر بحال ہونا ناممکن ہے اگر اس میں **ایمان** اور **امید** نہ ہوں ۔ **ایمان**

اور **امید** سے نئی زندگی بخشنے والی توبہ شروع ہوتی ہے۔ **ایمان** اور **امید** کے بغیر مار ڈالنے والا افسوس لپر اپنے عقاب کے سے پنجے گاڑ لیتا ہے اور اسمیں سے زندگی کو خارج کر دیتا ہے۔ گہری سے گہری پستی کی حالت میں آدمی ایمان کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ اور امید کو نہ چھوڑے۔ خدا میں طاقت ہے کہ ہمکو موت کے گڑھے اور پاتال کی تاریکی میں سے نکال لائے۔ اور دن کی روشنی دکھائے۔ وہ ہمیں پھر جلا سکتا ہے پس ہم امید کو نہ چھوڑیں۔

(۱) **خدا پر ایمان**۔ جبتک ہم اپنی طرف دیکھتے ہیں اپنی طاقت کا خیال کرتے رہتے ہیں تب تک معافی بہت دور معلوم ہوتی ہے۔ وہ ہماری پہنچ سے باہر ہے ہمارے اندر یہ کچھ باقی نہیں جس سے نئی زندگی کی امید ہو۔ ہماری گذشتہ زندگی محض ناامیدی پیدا کرتی ہے اپنی طاقت پر بھروسا کرنے سے یہوداہ کی سی مایوسی اور ناامیدی پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ افسوس بھی ایک خاص قسم کا ہے کہ جس سے توبہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ ہر قسم کا افسوس بھی توبہ کا سبب نہیں ہوتا۔ چاہیئے کہ ہماری شکستیں ہمارے لئے کاملیت کیطرف چڑھنے کیلئے ایک سیڑھی بنیں۔ نہ کہ ہمارے رستے میں گڑھے اور ٹھوکریں بنجائیں۔ شکست کھا کر ہمت کو کم نہ ہونے دینا چاہیئے لیکن ضرور ہے کہ ایسا ہو اگر ہم صرف اپنی طرف دیکھتے رہیں کیونکہ اپنی ذات میں سوائے کمزوری بے آرامی۔ جہالت شکست اور گناہ کے ہمیں کچھ نظر نہیں آئیگا۔ ہماری طاقت۔ ہماری تسلی۔ ہماری پالودگی بالکل ہم سے باہر ہے۔ جب ہم خودی سے باہر آتے ہیں اور اپنی طاقت کے تنگ دائرے سے عبور کر جاتے ہیں۔ اور ہمارا دل عاجز ہو کر خدا کیطرف پرواز کرتا ہے۔ جب ہم خدا کی عقل خدا کی قدرت خدا کے رحم اور خدا کی ربوبیت پر بھروسا کرتے ہیں جب ہم محدود کو چھوڑ کر غیر محدود میں پناہ لیتے ہیں۔ اسوقت معافی کے دروازے کھلتے ہیں۔ اسوقت ہمیں نیا دل ملنے لگتا ہے۔ اسوقت ہمارے اندر نئی روح پڑنی شروع ہوتی ہے۔

یہودا اس بلندی کو نہ پہنچ سکا۔ وہ خدا کی نسبت فقط یہی جانتا تھا کہ وہ انتقام لینے والا قاضی ہے۔ وہ نہ جانتا تھا کہ خدا **محبت کرنے والا باپ ہے**۔ اور ایسے قاضی سے

اُسکو کیا امید ہو سکتی تھی لیکن اگر وہ خدا کو باپ سمجھتا تو امید کا کتنا بڑا میدان اُسکے سامنے دکھائی دیتا

(۲) اپنی طرف حد سے زیادہ دیکھنا **ایمان** سے انکار کرنا ہے۔ گذشتہ زمانہ کو بہت یاد کرنا امید کی جڑ کاٹنا ہے **یہودا** نے زمانہ مستقبل کا مقابلہ کرنیکی جرأت نہ کی۔ اُسکا ماضی کا زمانہ بالکل ایک شکست تھا اُسنے معاوضہ دینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ قرض کب پورا ہو سکتا تھا۔ اور اس بُری اور مقروض حالت میں زمانہ استقبال اسکے سامنے پڑا تھا۔ وہ کیونکر زندہ رہ سکتا۔ پولوس اور پطرس انجیل کے دو بڑے مناد تھے پولوس کلیسیا کا برباد کرنیوالا تھا اور پطرس اپنے خداوند سے انکار کرنیوالا تھا۔ دل تو چاہتا ہے کہ خداوند کے اِن دونوں مبارک بندوں کے ساتھ اسکا پکڑوانیوالا **یہودا** بھی شامل ہوتا۔ کیا عمدہ ہوتا اگر ہم کہہ سکتے کہ **سنانیوالے۔ انکار کرنیوالے** اور **پکڑوانیوالے** نے انجیل کو کامل طور پر پھیلایا

ہاں ایسا ہونا چاہیئے تھا لیکن **یہودا** نے **ایمان** کے ساتھ **امید** کو بھی کھو دیا گذری ہوئی شکستوں نے دیواروں کی طرح اُسکو گھیر لیا۔ اور اُسنے مایوس ہو کر **خودکشی کی** +

یہودا کی عقل یہودا کی زندگی بیہودا کا منطق کیسا بودا اور کھوکھلا تھا +

اگر تم سے کوئی کہے کہ امید ایک فریب ہے تو نہ مانو۔ انسان کے دل میں امید خدا کے رحم کا سایہ ہے۔ امید خدا کی محبت کی گونج ہے۔ امید میں طاقت ہے۔ امید میں ہمت ہے۔ امید میں زندگی ہے۔ امید کے بغیر گناہ پر غم کرنا بربادی پیدا کرتا ہے۔ شاید ناامیدی تمکو یہودا کی پستی تک نہ پہنچائے۔ لیکن تاہم تمہارا حال بُرا ہوگا۔ زندگی تھوڑی ہے۔ اور زیادہ افسوس میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ کیا فائدہ ہے کہ ہم بیٹھ کر اپنے زخم اور چوٹیں گنا کریں۔ لڑائی جاری ہے۔ جنگ شدید ہے۔ وقت گذرتا جاتا ہے۔ پس جس طرح بن پڑے آگے بڑھو اور لڑو۔ خدا سے دعا مانگو وہ تمہارے زخم باندھیگا

کیا تم آزمایش میں پھنستے ہو۔ کیا تم سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ پس باہر نکلو۔ آزمایش کی جگہ سے باہر نکل جاؤ جسطرح پطرس نکل گیا اور خدا کے سامنے آنسو بہاؤ۔ لیکن جب تم رو چکے ہو تو واپس آؤ۔ اور اپنے بھائیوں کو مضبوط کرو۔ دوسروں کے لئے محنت کرو۔ اپنے تئیں خدا کے سپرد کرو۔ تب تمہارا افسوس چھلکوں کی طرح تمہاری روح پر سے گر پڑیگا۔ سب سے پہلے اپنے

تمہارے گناہ بہت ہیں تو دور آ رہو۔ دلیر ہو۔ امید کو پکڑو +

و میری پیروی کر +

دمیں جب خوبی عیسے کا چرچا ہو گیا
چشم الفت اُس کا ہر یک دلمیں سودا ہو گیا

ب غفلت سے ہر یک چونکا تو گیا دیکھا عجیب
آفتاب صدق ہے دنیا میں پیدا ہو گیا

نے ہو جلوہ گر دکھلادے سب کے عیوب
کور چشموں نے کہا اندھیر کیسا ہو گیا

ب شب گمراہی پر صبح ہدایت کا نمود
نیّر صدق و صفا سے ہے اُوجالا ہو گیا

قابل وہاں کے سب نے چادر حیلہ سے عیب
مہر حُسن حق کا تب جلوہ دوبالا ہو گیا

ب پرستاران حُسن حق کی جاں میں آئی جان
سیرت و صورت پہ اک اک اُسکے شیدا ہو گیا

س دیکھا جبکہ اُس کا آئینہ انجیل میں
جاں فدا کرنے کو ہر اک پیر و برنا ہو گیا

لھیں چوندھیانے لگیں شپّر مزاجوں کا ہر یک
جا چھپا کنج تعصب میں یہ نقشہ ہو گیا

ر میں ہوں اور فرمایا کہ ہوں ابن خدا
وہ نہ بہکا جو صدا میری کا شُنوا ہو گیا

دگی میں ہوں قیامت میں ہوں اور آب بقا
جو گیا در سے مرے وہ خوار و رسوا ہو گیا

الم اپنے دل میں خوش
تیسرے دن قبر سے زندہ مسیحا ہو گیا

ن اقدس سے مسیح ک
ے میلا ہو گیا

طلع خورشید وصف انجاب آنے کو ہے
منطرب آنیکو ہے

بکر مدح مسیح باآب و تاب آنے کو ہے
حق عبدان سخن اب بے نقاب آنے کو ہے

ب ضلالت اور گمراہی جہاں سے ہو گی دور
نور مہر دفع ظلمت بے حجاب آنے کو ہے

فتابی دائرے حرفوں کے ہیں کیوں مدح میں
حمد خورشید صداقت باصواب آنے کو ہے

ہوگا علم سے عمائل نبیوں نے کہا
ایک منجی دہر میں بس لاجواب آنے کو ہے

ر تولد دی گڈریوں کو فرشتوں نے ندا
ہے وہ ناجی جو کہ پاس ابن الوہاب آنیکو ہے

قالت عیسی پہ ہو جس کو محشر کا یقین
منکر روز قیامت پر عذاب آنے کو ہے

قوت دنیائے دوں پہ او مرے پیارے نہ پھول
لمحہ میں تجھہ پہ عدم مثل حباب آنے کو ہے

آئیگا پھر وہ عدالت پہ جہاں کے پُر جلال
حشر ہوگا قدآدم آفتاب آنے کو ہے

ار سینی ظلم کے نیچے رہیں گے کب تلک
دادرس ہے اب کوئی دم میں جواب آنیکو ہے

در خدا سے بندگی کر ہوگا پیری میں نہ کچھ
تجھہ پہ شاید وقت یہ بعد از شباب آنیکو ہے

سرکشی اور ظلم مت کر جاگ اور کر یاد حق
ناگہہ مالک تیرا لینے حساب آنے کو ہے

MASIHI

Voll. II May No. 5.
1897.

مسیحی

امرت سر

جلد ۲ جون نمبر ۶

۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مطبوعہ مشن پریس امرت سر

مسیحی

۱- ہر مہینے کی پہلی تاریخ - امرتسر سے شائع ہوتا ہے +

۲- قیمت پیشگی ڈیڑھ روپیہ سالانہ۔ محصول ڈاک سب کو معاف +

۳- خاص خاص لوگوں سے رعایت بھی کیجاتی ہے +

۴- جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ اُنہیں ایک سال کے لئے رسالہ مفت ملتا ہے +

۵- جن اصحاب کو پرچہ نہ ملے یا دیر بعد ملے۔ تو اُنہیں چاہئے کہ مینیجر کو فوراً اطلاع کر دیا کریں +

۶- اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کر دینا بھی ضرور ہے +

۷- ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جنکو خریداری منظور نہ ہو۔ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینیجر کو اطلاع دیں +

۸- ہر طرح کی خط وکتابت و زرچندہ بنام منیجر **مسیحی** امرتسر پنجاب ہونی چاہیئے +

۹- ہمارے پاس ماہ مئی - جون - جولائی ۱۸۹۶ء کے کچھ فالتو پرچے پڑے ہیں۔ اگر کوئی خریدار مفت تقسیم کرنے کے لئے لینا چاہے تو صرف محصول ادا کرنے پر اُسے مفت دئے جائینگے +

مسیحی

جُون ۱۸۹۷ء

نوٹ اور رائیں

میتھوڈسٹ اپسکوپل چرچ کے منتظمان کے بورڈ نے ایک قاعدہ جاری کیا ہے کہ اُنکے تمام مشنری صاحبان جو غیر ممالک میں بھیجے جائیں اُن ممالک کے لوگوں کی زبان سیکھنے میں تمام وکمال جد وجہد کریں اور اگر کوئی مشنری دو سال کے عرصہ میں زبان نہ سیکھ سکے اُسکو واپس بُلا لیا جائے انگریزی سکولوں کے پرنسپل وغیرہ اور جو مشنری [illegible] معذور ہیں اِس قاعدہ سے مستثنیٰ سمجھے جائینگے نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اِسی قسم کا قاعدہ ہر ایک [illegible] سوسائٹی میں قائم کیا جائے یہہ تو ضرور نہیں کہ جو مشنری غیر زبان جلدی سیکھ سکے وہ ضرور اعلیٰ درجہ کا کار[illegible] ہوگا لیکن ہم برعکس اسکے بعض لائق اور دیندار کارندوں کو جانتے ہیں جو ہمارے ملک کی زبان حاصل کرنے میں قاصر رہے ہیں انڈین وٹنس کی رائے میں مشنری بورڈوں کو لازم ہے کہ وقتاً فوقتاً ناقابل کارندوں کے حالات دریافت کرتے رہیں کیونکہ جیسا زبان سیکھنا ضرور ہے ویسا ہی خدمت کی قابلیت حاصل کرنا بھی لابد ہے ؞

مندرجہ بالا قاعدہ میں ایک بات قابل غور ہے کہ اگر دو سال کے عرصہ میں کوئی مشنری غیر زبان نہ سیکھ سکا اور بموجب قاعدہ واپس بُلا لیا گیا تو جو زر اِس عرصہ میں اُسکی تعلیم وغیرہ میں خرچ ہوا وہ کس کام آیا کیا بہتر نہ ہوگا کہ امریکہ اور انگلستان کی مشنری سوسائٹیاں اپنے کالجوں میں غیر ممالک کی زبان سکھانے کا کوئی انتظام کریں اِس سے خرچ کی کفایت ہوگی اور دوسرے اُس ملک کے لئے مشنری [illegible] وغیرہ سے واقفیت حاصل کرنے سے اُس ملک میں انجیل کی خدمت کرنے کا شوق [illegible] مشنری ہو سکیگا ؞

ھندوستانی مسیحیوں کی طرف سے جو ایڈریس شصت سالہ جوبلی پر پیش کرنے کی تجویز کیگئی ہے اُسپر سوائے بمبئی کے تمام ہندوستان میں اتفاق ظاہر کیا گیا ہے امریکہ کی سولہ سوسائٹیوں کے مشنریوں نے بھی ملکر ایک ایڈریس اِس عظیم موقعہ کے لئے تیار کیا ہے جس میں انہوں نے اپنی مختلف خدمات کو مختصر لیکن عمدہ طور پر ظاہر کیا ہے حقیقت میں یہہ ایسا مبارک دن ہے جس میں تمام ہندوستان کے دل سے یہہ دعا نکلنی چاہئے کہ خدا قیصرِ ھند کے با امن عہد کو مدت تک قائم رکھے ٭

ایک امریکن خادم الدین نے جائز تفریح کی پہچان کیلئے چار قاعدے ٹھہرائے ہیں۔ اوّل یہہ کہ اس تفریح سے جسمانی طور پر فائدہ ہو۔ دوئم دل کو اُس سے تقویت ہو۔ سوئم وہ روحانیت کے خلاف نہ ہو اور چہارم یہہ کہ وہ نیک تاثیر کو زائل کرنے والی نہ ہو اِس سے بڑھکر ایک مسیحی نے ہر ایک تفریح کے لئے بعض ایسے سوالات تجویز کئے ہیں جو نہایت کارآمد ہیں مثلاً کیا اِس قسم کی تفریح امتحان پر غالب آنے میں مددگار ہے یا نہیں کیا اِس سے ہم مسیح کے پاس کھینچے جاتے ہیں یا دور ہٹائے جاتے ہیں اِس زمانہ میں جبکہ ہر ایک قسم کے کھیل تماشے فیشن سمجھے جاتے ہیں ضرور ہے کہ مسیحی لوگ دیکھبھال کر چلیں ٭

گناہ اکثر اوقات انسان کی نظروں سے چھپا رہتا ہے لیکن خدا کے سامنے روشن ہوتا ہے کہتے ہیں کہ ایک چور بہت سی قیمتی اشیا چرا کر لے گیا لیکن اُسکی نیت سیر نہ ہوئی اور اُسنے سوچا ایک بوری اناج کی بھی لیتے چلیں اتفاقاً بوری کی تہ میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جسمیں ایک ایک دانہ کبھی کبھی زمین پر گر پڑتا تھا یہی گرے ہوئے دانے اُس چور کا سراغ دینے اور اُسکو پکڑوانے میں کارگر ہوئے اگر ہم کو یقین ہو کہ ہمارے گناہوں کا سراغ باقی رہیگا تو ہم گناہ سے باز رہنے میں کیسی خبرداری کرینگے ٭

حساب کیا گیا ہے کہ شہد کی مکھی کے پر ایک منٹ میں پندرہ ہزار پانچسو چالیس دفعہ حرکت کرتے ہیں ایسی قسم کی مکھی کے پر اڑنیوالے کیڑوں میں سب سے چھوٹے ہیں اور اِس کمی کو پورا کرنیکے لئے ضرور ہے کہ پروں کی حرکات

کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہو پھر اُس قسم کی ہڈیوں کے اُنکے دو دو پر دونوں طرف ہوتے ہیں اور اِنہیں کہیں کہیں ایسے انداز سے جڑے ہیں کہ دونوں پر ملکر ایک طرح حرکت کر سکتے ہیں۔ اگر اِنسان کو اِس قسم کی باریک تحقیقات کے لئے اعلیٰ درجہ کے دماغ اور اوزار درکار ہیں تو جو شخص اپنے دل میں کہے کہ "خدا نہیں"۔ وہ احمق نہیں تو اور کون ہے؟

فلپیوں کے نام کے خط میں پولوس رسول فرماتا ہے کہ "میں شریعت کی راستبازی میں بے عیب تھا"۔ (۳ باب ۶ آیت) اِس پر ڈاکٹر ڈیلیو صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہہ دعویٰ نہیں کر سکتا تھا سوائے اُس جوان کے جس نے خداوند یسوع مسیح کے پاس آکر دریافت کیا کہ "میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں"۔ اُسنے کہا کہ "میں نے جوانی سے اِن سب کو مانا ہے"۔ صاحب موصوف کے خیال میں یہہ شخص مقدس پولوس تھا جس نے مشہور اُستاد گملیل کے قدموں میں پرورش اور تعلیم پائی تھی یہی شخص شرع کی راستبازی پر عمل کرکے کسی درجہ تک بے عیب ہونیکا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن آخر کار اُسکو معلوم ہو گیا کہ میں اپنی کسی کوشش سے مقدس خدا کو خوش نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُسکے خطوط سے ظاہر ہے خواہ یہہ درست ہو یا نہو لیکن صاحب موصوف کا خیال نہایت دلچسپ ہے۔

چندروز کا ذکر ہے کہ کسی مسیحی شخص نے اثنا گفتگو میں کہا کہ ہمارے خادم الدینوں کی آواز گرجے میں جاکر کیسی بدل جاتی ہے بجائے آواز کے معمولی نشیب فراز کے ایک خاص لمبی سی سُر شروع کیجاتی ہے شاید یہی باعث ہے کہ گرجے میں عبادت کیوقت نیند کا زور ہوتا ہے چنانچہ ریل گاڑی میں اور چکی کی آواز کے شور میں ایک قسم کی غنودگی طاری ہو جاتی ہے جس کو انسان بمشکل روک سکتا ہے۔ بِٹیمیر صاحب ایک عورت کا ذکر کرتے ہیں جسکو مطلق نیند نہ آیا کرتی تھی۔ آخر جب سب خواب آور ادویات استعمال کی گئیں اور کچھ فائدہ نظر نہ آیا تو اُسکو ایک گرجے میں لے گئے جہاں وہ فوراً شیریں خواب استراحت میں غوطہ زن ہو گئی اسی طرح ہمارے گرجوں کی عبادت اور خصوصاً وعظ مسمریزم کا اثر رکھتی ہے ۱۶۶۲ء میں ملک ڈنمارک کے دربار میں ایک پی جیفنس نام ایک چیپلین تھا ایک روز گرجے میں وعظ کرتے وقت اُسنے دیکھا کہ جماعت کا بہت

سا حصّہ سو رہا ہے۔ اُس نے فوراً جیب سے ایک کھلونا نکالکر کھیلنا شروع کر دیا سب سونیوالے بیدار ہو گئے +

چند ماہ کا عرصہ گزرا کہ تناولی علاقہ مدراس کے بشپ صاحب دورہ کرتے ہوئے مقام سرنداٹی پر پہنچے اور علاوہ بورڈنگ سکول وغیرہ مقامات کے صاحب موصوف نے قبرستان کا بھی ملاحظہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان درست حالت میں نہ تھا چنانچہ بشپ صاحب نے مسیحی کاندوں کو بلا کر صلاح دی کہ آیندہ اِس زمین کو درستی سے رکھنا چاہئے تا کہ مسیحی لوگ قیامت کی نسبت جلالی خیالات رکھیں یہہ آخری فقرہ قابل لحاظ ہے۔ انگریزی میں قبرستان کو مقام خواب کہتے ہیں اور مسیحیوں کے لئے حقیقت میں یہہ مقام ایسا ہی ہے۔ ہم اپنے عزیزوں کو وہاں سلاتے ہیں اور منتظر ہیں کہ قیامت کی صبح عظیم میں تازہ دم ہو کر بیدار ہونگے۔ اِسلئے ہمارے قبرستان خوشنما اور آراستہ ہونے چاہئیں نہ مقام ہیبت جن پر گویا وحشت برس رہی ہے ہم کو وہاں جا کر سڑی گلی ہڈیوں کا خیال نہ آئے بلکہ وہ جو نکے آرام اور شگفتگی کا نقشہ نظر آئے +

مزمور نویس فرماتا ہے کہ ”اپنا بوجھ خداوند پر ڈال کہ وہ تجھے تھام لیگا“ شاید ہمارے خیال میں یہہ عمدہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ ”اپنا بوجھ خداوند پر ڈال اور وہ اُسکو اُٹھا لیگا“ لیکن لکھا ہے کہ وہ ”تجھے تھام لیگا“ خدا ہمارے بوجھ اِسطور پر نہیں اُٹھا لیتا کہ ہمیں کچھ کرنا ہی نہ پڑے یا ہمیں اُسکی ضرورت ہی نہ رہے بلکہ وہ اپنی رُوح سے ہم کو ایسی طاقت دیتا ہے کہ ہم بھاری ذمہ واریوں کا بوجھ سر پر لئے ہوئے خوشی اور مسیحی گیت گاتے ہوئے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں گویا ہم ظاہر کرتے ہیں کہ یہہ ہماری طاقت نہیں بلکہ خدا ہی کی ہے جو ہم کو تھامے لئے جاتی ہے +

خدا عین موقع پر اپنے بندوں کی حمایت کرتا ہے لوتھر نے کسی جگہ یوں کہا کہ میں نے بعض اوقات مسیحیوں کو لنگڑاتے ہوئے اور کمزوری کی حالت میں چلتے دیکھا ہے لیکن جب دُنیا کے مقابلہ پر کھڑے ہونیکا وقت آیا تو مسیح دفعتاً اُنکے اندر متحرک ہوا اور وہ ایسے مضبوط ہو گئے کہ شیطان حواس باختہ اُنکے سامنے سے بھاگ گیا +

ہندوستانی کلیسیا میں سلف سپورٹ کا مسئلہ

آج ہم کو اپنی زبان کی بے بضاعتی ایک انگریزی لفظ استعمال کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن اگر کسی زبان میں نئے خیالات کے لئے الفاظ غیر زبانوں سے نہ لئے جائیں تو وہ ایک تنگ ظرف اور مقید زبان ہوگی۔ ہم لوگ کل سلف گورنمنٹ کے معنی بخوبی سمجھتے ہیں تو سلف سپورٹ کے استعمال میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے اس سے ہمارا مطلب ہے خود اپنی پرورش کرنا یا دوسرے الفاظ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا۔ کوئی مسئلہ مشنریوں کے سامنے اس سے زیادہ دلچسپ نہیں ہوسکتا اور ضرور ہے کہ ہم بھی اس پر توجہ کریں۔ کیونکہ اگر ہم اپنی پاؤں پر کھڑے ہو جائیں تو ہمیں غیر ممالک کے مشنری صاحبان کے سر پر کوئی احسان نہیں بلکہ خود ہمارے ہی تختے مضبوط ہونگے اور بدن میں قوت آئیگی +

یہ سوال بارہا مشنری مجالس اور کونسلوں میں پیش کیا جاتا ہے اور آجکل اخبارات میں اسکا بہت چرچا ہے بعض لوگ جان توڑ کر اس پر بحث کرتے ہیں۔ مدراس کا اخبار ”ایسٹرن سٹار“ تو ہاتھ دھو کر مشنریوں کے پیچھے پڑا ہے۔ ”اسکی رائے میں اس معما کا حل یہ ہے کہ یورپین مرد اور عورات کو ہندوستان میں آنے سے قطعی طور پر روکا جائے۔ اور بجائے انکے ہندوستانی کارندے رکھے جائیں۔ کیونکہ اس میں علاوہ کفایت شعاری کے کام بھی بخوبی چلیگا۔ کیونکہ جس قدر زر ایک مشنری پر خرچ ہوتا ہے اُس میں اعلی درجہ کے چھ ہندوستانی مسیحی بآسانی رکھے جاسکتے ہیں“ بعض اصحاب یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسیحی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ پاسٹروں کے لئے دیا کرے۔ گویا تمام معاملہ کا فیصلہ اسی پر ہوگیا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ باوجود اس تمام بحث کے ابتک روز اول ہے۔ اور کوئی چابی ایسی دستیاب نہیں ہوئی جو اس قفل کو بآسانی کھول سکے ایسے اہم سوالات کا فیصلہ مجالس میں فرضی قواعد بنانے یا تجاویز گھڑنے سے نہیں ہوسکتا اور اسکا کیا باعث ہے وہی کہ ابتک ہندوستانی کلیسیا میں سلف سپورٹ کا وقت نہیں آیا۔ پیش از وقت بوجھ لاد دینے سے ٹانگیں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں ہم تو اس اصول کے قائل ہیں کہ مصرعہ خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے +

ہمارا یہہ خیال ہندوستان کی مجموعی کلیسیا کی نسبت ہے ممکن ہے کہ بعض مقامات میں کلیسیا نے ایسی ترقی کی ہو کہ اپنے پاسٹر کی خود پرورش کر سکے چنانچہ اضلاع شمالی و مغربی میں میتھوڈسٹ ایپسکوپل کلیسیا کے متعلق بعض شہروں میں اس پر توجہ ہو رہی ہے اور تناولی مشن کے بعض حلقوں میں کلیسیائیں اپنے پاسٹروں کی خود پرورش کرتی ہیں۔ علاوہ بریں چند مقامات میں سالانہ غلہ کی درو کیوقت یا کسی اور مقررہ موقع پر ایک خاص چندہ جمع کیا جاتا ہے جس میں ہر قسم کی اشیا بلکہ حیوانات بھی دئے جاتے ہیں اور زرنقد و جنس سلف سپورٹ کی مد میں ڈالا جاتا ہے بہت باتیں کرنے اور تجویزیں پیش کرنے کی نسبت یہہ سادہ طریق زیادہ مناسب اور قابل تعریف ہے

لیکن اسوقت ہم اس سوال کے وسیع معنوں میں غور کرینگے سلف سپورٹ ایک نتیجہ ہے جو اپنے ضروری اسباب کا پابند ہے پیشتر اسکے کہ ہماری کلیسیا اپنے پانوں پر کھڑی ہو ضرور ہے کہ اُس میں محبت اور خود انکاری کی رُوح موجود ہووے وہی رُوح جو ہمارے خداوند میں تھی۔ اگر ہم خدا کی سلطنت کی ترقی کے لئے جانفشانی اور بھائیوں کی خدمت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے پاسٹروں کی پرورش کرنے کے لئے کمربستہ ہوں۔ اگر ہم خود نمونہ نہیں ہوئے تو اوروں تک انجیل پہنچانے میں اپنا تن من اور دھن کیونکر خرچ کر سکتے ہیں؟ جب ہم میں آسمانی آگ مشتعل ہو گی تو ہم اس امر کے محتاج اور منتظر نہ ہونگے کہ کوئی ہم کو سلف سپورٹ کا مسئلہ سمجھائے یا سکھائے +

ایک اور بھی ضروری بات ہے جسکی طرف توجہ درکار ہے یعنی یہہ کہ ہمارے اپنے انتظام کی ذمہ واری ہمارے ہی سپرد ہو۔ دوسرے الفاظ میں اسکو سلف گورنمنٹ کہتے ہیں اس سے یہہ مراد ہرگز نہیں کہ ہم موجودہ کلیسیا کے خلاف کوئی نئی کلیسیا قائم کریں بلکہ یہہ کہ کارندوں اور پاسٹروں کا تقرر وغیرہ ہمارے ہی سپرد ہو۔ کیونکہ جب تک کسی قسم کی ذمہ واری کا بوجھ ہمارے سر پر نہ ہو ہم اُس میں کیونکر دلچسپی دکھا سکتے ہیں اسمیں اشارتاً یہہ امر بھی شامل ہے کہ جب ہم اپنے پاسٹر خود مقرر کرینگے تو مشاہرہ وغیرہ کی وہی سخت شرائط نہ ہونگی جو مشنوں کے انتظام میں پائی جاتی ہیں ہم اپنے پاسٹروں کو بلحاظ انکی خود انکاری کے سامان معیشت دیا کرینگے اور وہ بھی چادر دیکھکے پانوں پھیلائینگے۔ اسوقت کونسلوں میں بیٹھکر پاسٹروں کی تنخواہوں کی نسبت بڑے بڑے مسودے پیش کرنا اور بڑھ چڑھ کر ہاتھ مارنا اپنے پانوں پر آپ کلہاڑا مارنا ہے۔ اس قسم کی تجاویز سے یہہ صاف

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بھائی ابتک غیر ممالک کے کندھوں پر سوار رہنا چاہتے ہیں گویا اُن کو یقین ہی نہیں کہ ہم کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں گے +

ایک تیسری بات بھی غور طلب ہے کہ کیا اب تک ہماری کوئی کلیسیا ایسی ہے جو اپنا بوجھ خود اُٹھا سکے کیونکہ اگر کلیسیا ہی نہ ہو تو سلف سپورٹ کی باقی شرائط کا ذکر ہی فضول ہے مشنری صاحبان ہم پر طعن کیا کرتے ہیں کہ یہہ لوگ خیرات اور چندہ دینا نہیں جانتے - اسکا یہہ کافی جواب نہیں ہے کہ ہمارے اخراجات بڑھ رہے ہیں اور اسلئے ہم دے نہیں سکتے - اس سے ہم پر خود غرضی کا الزام زیادہ عائد ہوسکتا ہے - جواب اسکا یہہ ہے کہ جہاں ہم کو ضرورت معلوم نہ ہو ہم چندہ دینا نہیں چاہتے مثلاً جب ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاسٹروں یا منادوں کی پرورش کے لئے انگلستان سے بڑی بڑی رقوم آرہی ہیں تو اس کام کے لئے چندہ دینے کی ضرورت کا یقین ہمارے دل میں بیٹھ نہیں سکتا ہم تو گرجا کی تھیلیوں میں پیسہ ڈالنا ایک نئی فیشن سمجھتے ہیں لیکن ہم کو یقین دلاؤ کہ کلیسیا کا فلاں کام بالکل ہمارا ہی غیرت کا محتاج ہے پھر دیکھنا ہمارے غریب بھائی بھی اپنی حسب توفیق بلکہ حیثیت سے بڑھ کر چندہ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں ہم لوگ خیرات دینے والے لوگ ہیں [illegible] چرچ کے پادری وارڈ صاحب اپنے وسیع تجربے اور بیس سال تک اس سوال پر غور کرنے کے بعد فرماتے ہیں - کہ ہندوستان کے غیر مذاہب کے غریب لوگ اپنی قسم کی آمدنی کے دسویں حصہ سے زیادہ دینی مذہبی عقائد کی خاطر خرچ کرتے ہیں - اور یہہ اسلئے کہ ان کو یقین ہے کہ انکے گرو غیر ممالک سے تنخواہ نہیں پاتے اور ان کی عبادتگاہوں اور مقدس مقامات کا خرچ یورپ یا امریکہ کے روپیہ سے نہیں چلتا - اگر کسی اور ثبوت کی ضرورت ہو تو کیا ہم نے اپنے ہی مشنوں میں بعض ایسے بھائی اسی سال میں نہیں دیکھے جنہوں نے لنگر توڑ کر کشتی خدا پر چھوڑ دی ہے ؟ کیا ہم انکی خدمت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ؟ اُن سے دریافت کرو کہ جس دن سے تم نے مشن کا پیچھا چھوڑا کبھی بھوکے اور تنگ حال تو نہیں رہے ؟ ہم اسوقت خصوصاً ایک بھائی کی طرف اشارہ کرنے سے باز نہیں رہ سکتے - یہہ شخص اپنی کلیسیا میں خادم الدین ہے اور خدا نے اُسکے گھر کو نصف درجن بچوں سے ہرا بھرا کیا ہے جب وہ اپنے مشن میں ملازم تھا تو اُس کی کلیسیا بمشکل ایک روپیہ ماہوار اُسکے لئے جمع کرسکتی تھی لیکن جب سے وہ ملازمت سے دست بردار ہوا تو وہی کلیسیا سات سات روپیہ ماہوار اسکو بآسانی دے سکتی ہے

یہہ اُمید افزا آثار ہیں جو ہماری کلیسیا کی آیندہ آزادی کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہہ ہاتھ کے برابر بادل ہیں جو آنے والی تازگی بخش برسات کی خبر دیتے ہیں یہہ زمانہ کی سطح پر تنکے ہیں جو دھارا کا رُخ بتاتے ہیں اور اُسوقت کے پیشتر ہی جب یہہ چھوٹی سی ندی ابدیت کے بھاری سمندر میں جا ملیگی +

ہم جواب دے چکے ہیں اور اب اپنی جماعت پر نظر دوڑاتے ہیں کہ کہاں ہے ایسی کلیسیا جو سلف سپورٹ کے لئے اپنا ہاتھ کھڑا کریگی کیا ادنیٰ قوموں میں سے وہ غریب دیہاتی مسیحی؟ ہاں اگرچہ اسوقت وہ مدد دینے کی نسبت مدد لینا اپنا حق سمجھتا ہے مگر وہ بھی اپنے مقدور بھر دیگا۔ اوّل دیہاتی کلیسیا کی کوئی پختہ صورت قائم ہونے دو پھر خدا کی رُوح کی مدد سے یہی غریب دیہاتی مسیحی سلف سپورٹ کے مسئلہ کو حل کر کے دکھائیگا۔ کیا مشن کے ملازموں کی نامدار فوج اس معاملہ میں کسی قسم کی امداد دے سکتی ہے؟ ہاں بحیثیت ملازم وہ تھوڑی تنخواہ لینے پر راضی نہیں لیکن اگر اپنی ملکی کلیسیا کی محبّت اور جوش سے اُسکا دل لبریز ہو تو وہ خود انکاری کر کے مُفت خدمت کرنے کو تیار ہوگی۔ لیکن یہہ وہ لوگ نہیں جن پر ہماری کلیسیا کی اُمیدیں ہیں وہ وہی آزاد مسیحی ہیں جو سرکاری ملازم یا وکالت پیشہ یا کاشتکار ہیں جنکے سہارے پر ہماری آیندہ سلف سپورٹنگ کلیسیا قائم ہوگی جب تک ہم میں یہہ آزاد گروہ پیدا نہ ہو کلیسیا کی سلف سپورٹ پر بحث کرنا لاحاصل ہے غرض اوّل آزاد کلیسیائیں قائم ہونے دو پھر اپنی پرورش کے ایک نہیں بیسوں رستے نکل آئینگے۔ اب جو کام شروع ہوا ہے اُسکو سنبھالنا ہمارا اوّل فرض ہے۔ وہ وقت ضرور آئے گا جب ہم جان و مال سے اپنی کلیسیا کی خدمت کرنے کو تیار ہونگے۔ خدا وہ دن ضرور لائیگا اور ہماری اُمیدیں پوری کریگا +

سادہ علاج

غصّہ کیوقت کسی میدان میں ٹہلتے رہو۔ ہوا کو تمہارے غصّہ سے کچھ نقصان نہیں پہنچے گا +

سستی کیوقت۔ گھڑی کی آواز گنتے رہو ایک گھنٹہ کے بعد تم ایسے تنگ ہو جاؤگے کہ فوراً کمر باندھکے کام کرنیکو مستعد ہو جاؤگے +

بڑے بڑے خیال باندھنے کیوقت قبرستان میں جا کر کتبوں کو پڑھو اور اپنے خیالات کا انجام سیکھو۔ آخر یہی تنگ کوٹھری تمہارا بسیرا ہوگی +

الوہیتِ مسیح

(۵)

کیا ضرورت تھی کہ آسمان سے آواز آئے کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے کیا خدا کی طرف سے غیبی آوازیں کبھی بیفائدہ اور بےضرورت بھی آیا کرتی ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ اس آسمانی آواز نے مسیح پر ظاہر کیا کہ وہ خود کون اور کیا تھا۔ خود یہہ معلوم کرکے کہ میں کون ہوں اُسنے یہہ علم اور پہچان اپنی نسبت دنیا کو بخشنا شروع کیا۔ گویا اسوقت اپنے تئیں پہچانکر بیٹا باپ کی گود میں واپس گیا وہ انسان ہی رہا کیونکہ جس خدمت کے لئے اُس نے انسانیت اختیار کی تھی وہ ہنوز پوری نہ ہو چکی تھی لیکن اس پر پوری طرح منکشف اور عیاں ہو گیا کہ خدا کے ساتھ میرا کیا رشتہ ہے میں زمانہ ازل سے اُسکا محبوب ہوں اور خدا میرا باپ ہے اور انسان ہوتا ہوا وہ کہہ سکتا تھا "کوئی باپ کو نہیں جانتا مگر بیٹا اور نہ کوئی بیٹے کو جانتا ہے مگر باپ" "پیشتر اسکے کہ ابرہام تھا میں ہوں" +

ایک عالم مسیح کی الوہیت کی نسبت یوں لکھتا ہے "نوع انسان کی ہر پشت اور نسل گناہ کے ساتھ پیٹ میں پڑتی اور پیدا ہوتی ہے اور بیٹے ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے اُنکے والد اُن سے پیشتر تھے۔ سیاہ کبوتروں کے بچے سیاہ ہوتے ہیں پس جبکہ نجات دہندہ کا ارادہ اور کام تھا کہ اس گناہ آلودہ سلسلہ کو کامیابی کے ساتھ توڑے تو ضرور تھا کہ وہ خود محض اسی سلسلہ میں سے نہ ہو وہ خود اسی زنجیر کا ایک حلقہ نہ ہو بلکہ کچھہ زیادہ ہو ضرور تھا کہ مقدس پولوس کے قول کے مطابق وہ دوسرا آدم ہو" +

کیا مسیح اپنی نسبت بڑے بڑے دعوے محض غرور اور گھمنڈ کے باعث کرتا تھا کیا اُسکو معلوم نہ تھا کہ ایسی باتوں کو سنکر ظالم اور کٹّی موحد یہودی میری جان لینے کے درپے ہو جائینگے +

ضرور تھا کہ وہ اپنے تئیں ظاہر کرتا اسی پر اسکا کام موقوف تھا۔ وہ خدا کو ظاہر کرنے آیا تھا اور خدا کی ابوّیت فقط تب ظاہر ہو سکتی تھی جبکہ اپنے بیٹے کی ابنیت ظاہر ہو جاتی اپنی ابنیت ثابت کئے بغیر کس طرح ممکن تھا کہ مسیح باپ کی محبت کا پورا ثبوت نوع انسانی کو دیتا۔ باپ کی سب سے بڑی محبت اس میں ہے کہ اُسنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا۔ پس مناسب تھا کہ بیٹا اپنی ابنیت ثابت اور ظاہر کرتا "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اُسنے اپنا اکلوتا بیٹا بخشا تاکہ جو کوئی اُسپر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے" +

بنی آدم اپنی حقیقت اور اپنے درجہ کو بھولے بیٹھے ہیں مسیح اپنی ابنیت کو ظاہر کرکے ہم سے کہتا ہے کہ میرے وسیلہ سے تم خدا کے بیٹے ہوگئے ہو۔ اپنا درجہ جانو لیکن اُسنے اپنی الوہیت کو ہمیشہ کے لئے نہیں اُتارا جب انسانیت کمال کو پہنچ چکی اُسوقت بیٹا پھر اپنے قدیم اور اصلی ذاتی جلال میں داخل ہوا۔ اُسنے انسانیت کو الوہیت کا وارث بنایا اور جو حالت اُسکی انسانیت پر صادق آتی ہے وہی ہمارے سامنے بھی موجود ہے اگر ہم ہمت باندھیں اور اپنے تئیں اُسکے اثر کے تابع کریں ٭

صعود کے روز مسیح اپنے قدیم جلال میں داخل ہوا۔ اسی جلال کا نقشہ اسا نور اُس وقت چمکا جبکہ پہاڑ پر اُسکی صورت بدل گئی اور موسیٰ اور الیاس اُس سے باتیں کرتے دکھائی دئے لیکن تب وقت پورا نہ ہوا تھا اسکے سامنے وہ بھاری اور آخری خدمت موجود تھی جسکا چرچا وہ موسیٰ اور الیاس کے ساتھ کر رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اسیوقت اپنے جلال میں داخل ہو جاتا لیکن اگر وہ اسوقت ایسا کرتا تو بنی آدم جنکے بچانے سب سے زور آور نمونہ ابھی تک اُسنے مہیا نہ کیا تھا صلیب کے بغیر اُسکا انسانی جلال ادھورا تھا ٭

بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا محبوب بیٹا ہے پر بیٹا پہاڑ پر سے نیچے اترا تاکہ یروشلم میں جاکر سے ایک آخری تنگ دروازہ باقی تھا جس میں سے ضرور تھا کہ انسانیت گذرے اور جب وہ اس میں سے گذر گیا تو انسانی اپنے قدیم جلال میں داخل ہوگیا۔ "اے باپ مجھے اس جلال سے جلال بخش جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا" ٭

لیکن یہ خیال نہ کرو کہ جلال میں داخل ہونے کے لئے ضرور تھا کہ وہ اپنی انسانیت کو اتار دے اسکی کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ انسانیت بلند ہو سکتی ہے جب خدا اور انسان کامل ہوتا ہے تو انسانیت بلند ہو کر خدائی کو پکڑ لیتی ہے انسانیت بلند ہو سکتی ہے مسیح میں خدا ہی نے انسانیت کو بلند کیا اور اسکو خدا کے تخت کے دہنے ہاتھ بٹھایا جب شہید استیفان نے مرتے وقت مسیح کا دیدار حاصل کیا تو اُسنے اسکو کیسا دیکھا۔ اُسنے ابن آدم دیکھا یوحنا نے اسکی صورت ایسی دیکھی جیسی ایک برہ کی ہوتی ہے جو ذبح کیا گیا ہے پولوس لکھتا ہے کہ خدائی کا سارا کمال اس میں جسم کی صورت میں جمع تھا قلسیون ۲: ۹ ٭

[illegible] انسانی صورت میں ہوکر انصاف کریگا

وہ کون وسیلہ ہے جو ہماری انسانی زندگی کو ایسا بلند کرے کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ایک کامل ہتھیار بنجائے
وہ وسیلہ وہی ہے کہ جسنے مسیح کے انسانی جسم کو اس لائق کر دیا کہ باوجود زمینی ہونیکے وہ خدائی جلال میں داخل ہونیکے قابل ہو
مسیح کے آسمان پر جانے سے خدا کے ارادے انسان کی نسبت پورے ہوئے گویا دنیا کی پیدایش کا کام اسی دن
پورا ہوا اور تکمیل کو پہنچا۔ البتہ آدمی خدا کی صورت پر بنایا گیا تھا لیکن یہہ صورت محض ایک خاکہ تھی۔ پورا آدمی خدا
کی پوری صورت رکھنے والا آدمی بیت اللحم کی چرنی میں پیدا ہوا اور اپنے مصلوب ہونیکے دن تک ترقی کرتا
رہا اسکی ترقی اسوقت تکمیل کو پہنچی جبکہ وہ آسمان پر صعود کیا آزمایش کرنیوالے نے شروع ہی میں کہا تھا کہ تم ایسے
ہوجاؤگے جیسا خدا ہے۔ اور حقیقت میں خدا کا بھی یہی ارادہ تھا لیکن اس اعلیٰ درجہ کو پہنچنے کے لئے جو طریقہ
شیطان نے حوا کو سمجھایا وہ غلط اور سرکشی کا تھا جس پر چلنے سے آدم اور حوا بھٹک گئے تھے اُس کو مسیح نے
دوبارہ دریافت کیا۔ اور کمال ایمانداری اور استقلال سے اُسپر چلنے سے ہمیں خدا کے ارادہ کو پورا کرکے دکھایا [illegible]
اور جبکہ خدا کا ارادہ ایک آدمی میں پورا ہوچکا تو صرف یہہ بات باقی رہی کہ جو کچھ ایک کے حق میں پورا ہوا
وہ سب باقیوں کے حق میں بھی پورا ہو۔ مسیح کے آسمان پر جانے سے یہہ باقی کام بھی پورا ہونے لگا پنتکوست
کے روز یہہ اعلیٰ تاثیر اپنا کام کرنے لگی اور آجتک کرتی جاتی ہے۔ کلیسیا کی کل زندگی ایک لا انتہا پنتکوست
ہے مسیح کی روح ہمیں اُسکی قدسیت میں داخل کرتی ہے اور اُسکی قدسیت میں داخل ہوکر ہم اُس کے
جلال کے بھی شریک ہوتے ہیں۔ مسیح میں یہ طاقت ہے کہ اپنی مقدس و جلیل بشریت ہمیں بھی بخشے اور
اگر ہم اپنے تئیں اُسکے حوالہ کردیں تو وہ طاقت رکھتا ہے کہ ہماری ٹوٹی پھوٹی گناہ آلودہ بشریت کو اپنی تاثیر
سے کامل کرے +

مسیح رُوح کی تاثیر اور اپنے انکشاف کے ذریعہ سے ایک عظیم کامل جسم تیار کر رہا ہے جسکا نام
کلیسیا ہے جب یہہ جسم پورے قد کے اندازے کو پہنچ جائیگا تب مسیح اس کو اپنے پاس بلند کر لیگا
اور اپنی جلیل خدائی ہستی میں اسکو بھی داخل کر لیگا۔ اُسکا دوسرا آنا اسی غرض کے لئے ہوگا۔ اسکی دوسری
آمد کا کلیسیا پر وہی اثر ہوگا جو اسکے صعود کا اُسکی اپنی شخصیت پر ہوا +

چرچ کونسل اور کانفرنس

از ڈاکٹر ٹی۔ ایل پنل

جب کاریگر کوئی بڑا اور عمدہ کام بنانا چاہتا ہے تو وہ پہلے بیٹھکر سوچتا اور اُسکے نقشے بناتا ہے اور جب تک کہ اپنے مطلب کی تصویر ذہن میں بخوبی نقش نہ کرے کام کو ہاتھ نہیں لگاتا ورنہ اُس کا کام ضرور معیوب ہوگا یا ایک ایسی صورت اختیار کریگا جو اُسکے ارادہ سے بالکل بعید ہو۔ اسی طرح ہمیں لازم ہے کہ پہلے دریافت کریں کہ ہم کس بنیاد پر یہہ چرچ کونسل بنانا چاہتے اور اس کے قواعد اور تعلقات کیسے ہونے چاہئیں اور جب اِن باتوں پر ہمارا ارادہ خوب مستحکم اور یقینی ہوجائے تو ہم بڑی اُمید اور تسلّی سے اس کے قائم کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ سکتے ہیں اس بارے میں بشپ لائٹ فٹ صاحب کا قول نہایت ہی موزون اور قابل غور ہے کہ ہم نے مسیحیوں کی گردنوں پر غیر ضروری باتوں کے تعلقات کا جوا نہ رکھیں ہم اپنے سامنے یہہ مقصد مدنظر رکھیں کہ ولایتی کلیسیاؤں کو ہندوستان میں قائم کرنیکی کوشش نکریں بلکہ خاص ایک دیسی کلیسیا کھڑی کریں ہم اُن باتوں پر جو ایمان کے جوہری اور ضروری اجزا نہیں زور نہ دیں اور نہ ہم اپنے خاص فرقے کے عقائد یا اپنی نماز کی کتاب کو ایک ضروری امر سمجھیں +

پھر دہلی کے بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ہمارا یہہ مقصد ہے کہ دیسی کلیسیا کو بڑھنے دیں نہ یہہ کہ غیر دستوروں اور طریقوں کے وسیع میدان میں انگریزی قواعد کی ایک پتلی اور تنگ سڑک نکالیں۔ ہاں سچائی کا بیج بوئیں اور ایمان کی اصولی باتونکا پودہ لگائیں کہ وہ خدا کے فضل کے مینہہ سے تازگی پاکر اُس ہی زمین میں اُگے اور وقت معیّن پر زندگی کے درخت کی شاخوں پر ایک نیا اور خوشنما قسم کا میوہ لائے +

ان راؤں سے جن سے ہم اکثر متفق ہیں یہہ صاف صاف ظاہر ہے کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہندوستان میں چرچ آف انگلینڈ کی ایک شاخ قائم کریں بلکہ ایک ہندوستانی کلیسیا جس میں ہندوستان کی مسیحیت کے سب اعلےٰ اور عمدہ عناصر الگ الگ وکالت اور نیابت پائیں +

جبتک کہ موجودہ صورت رہے یعنی جبتک کہ چرچ کونسل ہندوستانی مسیحیوں کے صرف ایک فرقے کے

متعلق رہے اور محض اُسی سے اپنی امداد پاتی رہے تو یہ اَن ہونی بات ہے کہ کل پنجاب کے مسیحیوں کے جوش اور توجّہ کا عرق اُس میں ہوکر اُسکو استقامت اور تازگی اور استواری بخشے اور نیز یہہ ہو سکتا ہے کہ وہ کل دیسی مسیحیوں کا گویا منہہ اور وکیل ہو اور یہہ بھی خیال کرو کہ اس طور سے ہم وہ کام کر رہے ہیں جو ہمارے مقصد کے خلاف ہے یعنی ہم پنجاب میں کئی دیسی کلیسیائیں قائم کر رہے ہیں جنمیں ولائتی کلیسیاؤنکے تفرقات مبالغے کے ساتھہ پائے جاتے ہیں اور اُس آپس کی ہویتگی کو دور کر رہے ہیں جو زور اور تازگی کی حقیقی بنیاد ہے +

سو لازم ہے کہ چرچ کونسل سب مشنری سوسائیٹیونکے درمیان ایک ہویتگی کا باعث ہو اور سبھونکی معاون و مددگار ہو اور کسی ایک فریق کی رضامندی پر اپنے کسی کام کو موقوف نرکھے ہر ایک کلیسیا سے کئی معتبر محنتی سرگرم اور لائق آدمی چُنے جائیں مثلاً چرچ آف انگلینڈ امریکن پریسبیٹرین سکاچ چرچ بپٹسٹ چرچ اور مکتی فوج وغیرہ میں سے اور وہ سب مسیحیوں کی منظوری سے ایک جلسہ کریں اور تب اُمید قوی ہے کہ ایسی چرچ کونسل ہوگی اور انکی امداد ملیگی کہ وہ خاطر جمعی سے اپنا کام شروع کرسکیگی لہذا ایسے انتظام اور طریقہ سے ہم ایک حقیقی اور وطنی اور زندہ کونسل دیکھیں گے جو تتلی کی مانند اپنی ہر ایک حالت کیلئے اُن مشنری صاحبوں پر جنکے ہاتھوں میں اُسکی ریاں ہیں منحصر نہیں ہوگی +

شاید پہلے پہل بہت نمائش اور پھیلاؤ ظہور میں نہیں آئیگی لیکن وہ اُس درخت کی مانند ہوگی جو اپنی ذاتی مٹی میں لگایا گیا جو اگرچہ دیکھنے میں چھوٹا لیکن زندہ اور بڑھنے والا ہے +

اگر کوئی معترض کہے کہ ایسی مجلس میں اختلاف راؤں سے عملی کاروائی میں مشکلیں پیش آئینگی تو ہم جاپان اور انگلینڈ مشن کی نظیر پیش کرتے ہیں جسمیں بہت صاحبان جنکے دستور اور طریقے مختلف ہیں بڑے ملاپ اور اتحاد سے باہم کام کرتے ہیں کیونکہ ملک کی وسعت انکو موقعہ دیتی ہے کہ سب جو متفق الرائے ہوں ایک ہی علاقہ میں کام کریں اور صرف ایک وسطی جلسہ کے جوابدہ ہوں اور سچ پنجاب میں ایسی جگہوں کی کچھ کمی نہیں جہاں چرچ کونسل اپنے آدمیوں کو ایسے کام پر لگائے جس سے اپنے ورثہ کو نہ پہنچائے ابھی موقعہ ہے کہ سب کلیسیاؤنکے مسیحی یاد کریں کہ ہم کسی نام سے کیوں نہ کہلائیں جائیں سب ایک ہی مسیحی کلیسیا کے حصّہ ہیں اور یونہی آپس میں اتفاق کر کے ایک ایسا حقیقی دیسی چرچ کونسل قائم کریں اسوقت مشنری صاحبان اپنی دلی آرزوں کو پورا ہوتے خوشی سے دیکھیں گے کہ دیسی کلیسیا ایک ایسی چرچ کونسل پر موقوف نہیں جسکے افسران چیرمین سکرٹری وغیرہ وغیرہ ملک کے ہیں اور جو اپنے سب کاموں کے لئے انگریزوں اور امریکنوں کے زیر منحصر ہے اور نیز ایک ایسی کونسل جسکو صاف آزادی سے اپنی مرضی کے اظہار کرنے میں کسی قسم کا خوف اور نامناسب لحاظ نہ ہو گا بلکہ خدا پر پورا بھروسہ کر کے دلیری سے اپنے مقصد کیطرف ترقی کریگی اور مسیح صاحب کی بشارت اور اُسکی کلیسیا کی استقامت کے لئے ہمیشہ کوشش کریگی +

کفارہ

(۷)

یہہ کہنا کہ مسیح بیگناہ تھا محض ایک ادھورا بیان ہے مسیح کی صفات کو پوری طرح بیان کرنیکے لئے یہہ ضرور کہنا چاہئے کہ وہ نہ فقط بیگناہ تھا بلکہ کامل تھا اور یہہ کاملیت اُسکے بچپن سے یکساں نہ چلی آئی تھی بلکہ برابر ترقی کرتی رہی تھی۔ بچہ کی کاملیت کسی کی کاملیت سے متفرق ہوتی ہے اور لڑکپن کی کاملیت جوانی کی کاملیت سے فرق رکھتی ہے یہہ سمجھنا کہ تین برس کی عمر میں اس میں وہی کمال موجود تھا جو تیس برس کی عمر میں تھا محض غلط ہے۔ رفتہ رفتہ اسکی بشریت نے اس قدوسیت کو جو من حیث الالوہیت اس میں شروع سے موجود تھی جذب کرلیا گویا وہ کمال جو بالقوہ اس میں موجود تھا رفتہ رفتہ اسکی بشریت میں نمایاں ہوا۔
بچپن میں باپ کی مرضی کو وہ ایک فطرتی کشش کے باعث مانتا تھا اس عمر کے لئے یہی تابعداری کامل تھی لیکن جب وہ بڑھا تو اسی مرضی کو سوچ سمجھکر کامل طور پر مانتا رہا وہ کہتا ہے کہ میں اپنی مرضی نہیں ڈھونڈھتا بلکہ اُسکی مرضی جس نے مجھے بھیجا ہے اُسنے تابعداری سیکھی۔ اس سے یہہ مراد نہیں کہ وہ پیشتر سرکش تھا۔
وہ تابعداری پوری اور حقیقی نہیں کہلاسکتی جو کہ محض ایک بیرونی حکم کی نسبت ہو حقیقی تابعداری اُسوقت نمایاں ہوتی ہے جبکہ تابعدار حکم کرنیوالے کے دل اور ارادے سے واقف ہوکر اُس سے محبت کرنے لگے اور اُسکی مرضی کو اپنی مرضی بنالے پس جبکہ ہم کہتے ہیں کہ مسیح کامل تھا تو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کاملیت میں سمجھدار تابعداری شامل تھی جسقدر کوئی شخص درجہ میں پست ہے اُسی قدر اُسکے لئے تابعداری آسان ہوتی ہے لیکن جب درجہ بڑھے اور فرائض زیادہ اور پیچیدہ ہوں اُسیقدر تابعداری اور راستی اہم اور مشکل ہوتی جاتی ہے مسیح کی زندگی بسبب اُسکی ذاتی بزرگی اور اعلیٰ خدمات کے نہایت ہی پیچیدہ تھی انسان کی نجات اُس کے ہر لفظ پر مبنی تھی لیکن اُسنے اپنی اس پیچیدہ خدمت کو اُسنے پورے اور کامل طور پر ختم کیا +
ہمارے خداوند کی تابعداری کی نسبت ایک امر ہے جس پر بہت غور کرنا ضرور ہے جسوقت وہ دنیا میں ظاہر ہوا اُسوقت دنیا کی حالت نہایت ہی بگڑی ہوئی تھی اُسکی آزمائش پہلے آدم کی آزمائش کی

نسبت ہزار ہا درجہ زیادہ مشکل تھی پہلا آدم آزمایا گیا لیکن اُسکی آزمائش بذریعہ دکھوں اور تکالیف کے نہ ہوئی اگر وہ قائم رہنا چاہتا تو اُسکو فقط اتنا ضرور تھا کہ اپنے آپ کو سیدھے رستے سے تجاوز کرنے سے روکے رہے اُسکا رستہ ہموار اور ٹھوکروں سے خالی تھا لیکن دوسرے آدم کے زمانہ میں مشکلات کا ایک بڑا پہاڑ بن چکا تھا ان تکلیفوں سے جو اُسنے سہیں اُسنے تابعداری سیکھی یعنے پہلے آدم کی مانند اُسکے لئے نہ فقط یہہ ضرور تھا کہ اپنے آپ کو بھٹکنے سے روکے بلکہ اِس سے بڑھکر بنی آدم کے گذشتہ گناہوں کے باعث اُسکے لئے ضرور ہوا کہ دکھ اور تکلیف سہے داؤد کے تخت کا بیگناہ وارث ایک اصطبل میں پیدا ہوا اِسکے پیدا ہوتے ہی شیطان نے بذریعہ ہیرودیس کے اُسکی جان پر حملہ کیا جوانی میں وہ بڑھئی کا کام کرتا رہا بعد اِسکے جب چالیس دن کے روزے اور سختی کا تجربہ کر کے اُسنے علانیہ اپنا کام شروع کیا تو یسعیاہ کے قول کے مطابق وہ رنج کا آشنا بنا۔ ابن آدم کے لئے جگہ نہیں جہاں وہ اپنا سر دھرے سب سے بڑا رنج اُسکے لئے یہہ تھا کہ وہ ہر طرف سخت دلی اور شکست دیکھتا تھا اُسکے گھر کے لوگ کہتے تھے کہ وہ دیوانہ ہے۔ اُسکے قوم کے شریف اور ذی عزت اشخاص دن بدن اُس سے نفرت کرنے لگے گلیلی دہقان اور دیہاتی لوگ جو جلد اُسکے معتقد ہو گئے تھے انکی آن میں فقیہوں اور فریسیوں کے بہکانے سے اُسکے مخالف بن گئے اُسکے چُنے ہوئے شاگرد اُسکو چھوڑ کر بھاگ گئے جب موت کی سختیوں اور درد نے اُسے گھیرا تو ایک عجیب تاریکی اُسکی دامنگیر ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ خدا بھی اُس سے روپوش ہو گیا مسیح نے نہ فقط اپنی بے گناہی اور تابعداری سے ہمارے لئے نجات حاصل کی اور اعلیٰ مکانات کا دروازہ ہمارے لئے کھولا بلکہ وہ اِس زندگی کے تاریک رستے کو ہمارے لئے روشن کرنے کو بڑی سختیوں اور مصیبتوں میں سے گذرا وہ اپنے باپ کی مرضی بجا لانے میں خوش تھا گو یہہ خوشی ہلکے پن کی خوشی سے بہت ہی متفرق تھی"۔ اے میرے خدا دیکھ میں تیری مرضی بجا لانے کو آتا ہوں میں اُسکے بجا لانے پر خوش ہوں تیری شریعت میرے دل کے بیچ ہے" "اگر تم میرے حکموں کو بجا لاؤ تو میری محبت میں قائم رہو گے جسطرح کہ میں نے اپنے باپ کو پیار کیا ہے اور اُسکی محبت میں قائم ہوں یہہ باتیں میں نے تمہیں کہیں ہیں تاکہ میری خوشی تم میں بنی رہے اور تاکہ تمہاری خوشی کامل ہو"

زندگی کی تابعداری پر موت کی تابعداری کا تاج رکھا گیا۔ آدمی کی صورت میں ہو کر اُسنے اپنے تئیں پست کیا اور موت بلکہ صلیبی موت تک تابعدار رہا۔ مسیح کی موت اِسپر غور کرنے کے دو پہلو ہیں ایک پہلو

سے یہہ موت مسیح کی باقی زندگی کے نہایت ہی لائق معلوم ہوتی ہے لیکن جب دوسرے پہلو سے اس پر غور کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت مطلق مناسب نہ تھی کیا اسکی زندگی جلالی نہ تھی کیا ہمارا عقیدہ نہیں ہے کہ آدمی ابتدا میں موت کے لئے پیدا ہوا تھا۔ البتہ انسان کی زمینی زندگی کیلئے تو بقا کبھی مقرر نہ ہوئی تھی لیکن اگر انسان گنہگار نہ ہوتا تو موت اسکے لئے ایک عالیشان اور خوشی آمیز رخصت کا درجہ رکھتی + اور فی الواقع مسیح کے لئے اس زندگی سے جاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہونا بالکل ممکن بلکہ ایک موقع پر قریب تھا۔ اسکی صورت کا پہاڑ پر نورانی ہوجانا ایک عظیم الشان تبدیلی کا آغاز تھا اور بعض تو کہتے ہیں کہ چاہئے تھا کہ مسیح اسی وقت صعود کر جاتا اسکی بشریت کمال کو پہنچ چکی تھی اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت وہ جلال کی مستحق تھی پرانے زمانہ کے دو بزرگ جنہوں نے موت کا مزہ نہ چکھا تھا اسکے استقبال کو موجود اور طیار کھڑے تھے مسیح کے فانی حصہ کو بقا اور زندگی گویا نگل رہی تھی۔ وہ اپنی بشریت کو لئے ہوئے آسمان کے بہت ہی نزدیک پہنچا ہوا تھا +

لیکن لکھا ہے کہ شاگردوں نے اسکو موسیٰ اور الیاس سے باتیں کرتے سنا۔ اور وہ باتیں کیا تھیں مسیح اُن سے کہہ رہا تھا کہ میں اپنے جلال میں دوسری طرح داخل ہونگا وہ دوسرا طریقہ چند روز کے بعد ظاہر ہوا مسیح آسمان اور جلال کے کھلے دروازے سے واپس آیا تاکہ کچھہ زیادہ عرصہ تک ایک بے ایمان اور ٹیڑھی قوم کے ساتھہ رہے۔ اور اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اس ماجرے کا کسی سے ذکر نہ کرنا جب تک کہ میں مُردوں میں سے زندہ نہ ہوجاؤں +

اُس نے اپنے آپ کو ایک گناہ آلودہ نسل کا سر بنایا تھا۔ اور ضرور تھا کہ جس رستے پر اُس نے چلنا شروع کیا تھا اُسکو ختم کرے۔ اُس نے ان چھوٹے چھوٹے دردوں اور رنجوں کو اپنے اوپر لیا جو اسکے ہمجنسوں پر آیا کرتے تھے تو کیا سب سے بڑے رنج سے اپنے تئیں بچاتا۔ یہہ حکم اُس نے اپنے باپ سے پایا تھا کہ اپنی جان دے تاکہ اُسے پھر لے +

وہ مرا نہ اس لئے کہ موت سے بچنا اُسکے لئے ممکن نہ تھا بلکہ اسلئے کہ اُسنے موت کو پسند کیا +

وادی میں نور

پہلا باب

خطرہ

سولھویں صدی کے کسان کا ایک معمولی مکان ناتراشیدہ پتھروں سے بنا ہے چونا کاری تو کہاں۔ پتھروں کو باہم پیوستہ کرنے کے لئے گارا بھی بخوبی نہیں لگا تاہم وہ مضبوط اور خوبصورت نظر آتا ہے دیواروں میں نہ کوئی اینٹ بھی ہے اور نہ شیشے دار کھڑکیاں نچلی منزل میں چوپایوں کا اصطبل ہے اور اوپر کے کمرہ میں ایک برآمدہ ہے جس سے ایک سیڑھی لگی ہے صاحب خانہ بچوں اور گھاس پھوس پر سویا کرتے ہیں یہاں تک تو یہ سب چیزیں سادگی اور افلاس کا پتہ دیتی ہیں لیکن اگر اس چھوٹی سی عمارت کے ارد گرد نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کی خوبصورتی میں اسے بہت کچھ حصہ حاصل ہے سرسبز چراگاہیں چاروں طرف دور تک پھیلی ہیں شاہ بلوط سرِ فلک کھڑے لہلہا رہے ہیں ساتھ ہی انگورستان میں شاخ ثمردار تسلیم خم کئے کھڑی ہیں انگوروں کے گچھے ایسے ہیں گویا ٹانگے لگے ہیں اور اس سڑک پر جو گھر کو آتی درختوں سے ایک نہایت دلکش سائبان بنا ہے۔

کھیت کا کاروبار صاحب خانہ اور اس کے دو جوان بیٹے خود کرتے اور جب کبھی ضرورت ہوتی تو مزدوروں کو بھی لگا لیتے ہیں بیٹیاں گھر کے دیگر فرائض کو انجام دیتی ہیں کپڑے دھونا کھانا پکانا اور چارپایوں وغیرہ کی خبر گیری رکھنا روٹی بنانے اور انگور کے رس نکالنے میں زیادہ مددگار ہے روٹی بنانے میں تو بھائی مدد دیتے ہیں آٹے کو گوندھ کر بڑے ڈھنگ کے سانچوں میں ڈالکر بڑے تنوروں میں ڈالتے ہیں یہ نان ۲ سو مہینوں تک نہیں بگڑتی اور گو بڑی مشکل سے ٹوٹتی ذائقہ میں بڑی شیریں رہتی ہے۔

انگور کے رس نکالنے کے لئے دوست اور رشتہ دار دور دور سے بلائے جاتے ہیں اور بڑے بڑے مٹکوں میں بھر کر روزمرہ کے استعمال کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اور اگر زیادہ ہو تو بیچ بھی ڈالا کرتے ہیں کسان آلو، نان اسنو اور پنیر کے ساتھ اسے استعمال کرتے ہیں یہ بڑی مقوی ہوتی ہے اور اس میں نشہ نہیں ہوتا شاہ بلوط کے پھلوں کو ابال کر آٹے کے ساتھ پیس کر بھی کھایا کرتے ہیں۔

اس مکان کی ظاہری صورت اور نمائش کا یہ صرف ایک خاکہ ہے جسکے رہنیوالوں کا اس قصہ میں بہت کچھ ذکر آئیگا

سنہ ۱۵۳۴ء کے موسم بہار میں ایک شام کا ذکر ہے کہ ہوا پھولوں کی خوشبوئی سے مہک رہی اور جان

میں جان ڈال رہی تھی اور یہ مکان جسکا کچھ حصہ درختوں سے چھپا تھا سلامتی کی مسکن نظر آرہا تھا اور

کے کمرے سے جہاں نوجوان دن بھر کے تھکے ماندے اپنے کپڑے اتار رہے اور وزار کھ رہے تھے خوشی بھری

آوازیں آرہی تھیں سب سے چھوٹا لڑکا ابھی بچہ ہی تھا اور سب کے چہروں سے تندرستی اور صحت کے نشان نمایاں تھے +

ہنری نے جو سب سے بڑا تھا پوچھا کہ لڑکیاں کہاں ہیں چھوٹے نے جواب دیا کہ شاید وہ کپڑے لا رہی ہونگی اور

اُسکا خیال ٹھیک تھا وہاں سے تھوڑی دور دونوں بہنیں لب نہر جو گل بنفشہ سے پر تھا آرام کر رہی تھیں

وہ دن بھر سخت کام میں مشغول رہی تھیں پہلے تو اُنہوں نے تمام گھرانے کے کپڑوں کو دھویا اور پھر انہیں سکھایا

اور اب شام اور آرام کا وقت آگیا تھا سو وہ سوکھے ہوئے کپڑوں کے گٹھڑ زمین پر رکھے وہاں ٹہل رہی تھیں۔

ایک تو حسن تندرست اور حسین تھی اور اسکے رخساروں سے سرخی ٹپک رہی تھی دوسری سروقد بارہ یکی عمر اٹھارہ کے

لگ بھگ تھی اور عالم شباب کا عین آغاز تھا وہ ٹھیک بلبل ہزار داستان کیطرح چہچہاتی رہی اور پھر اپنی بہن کو

غیر معمول خاموش پاکر بول اٹھی کہ پیاری کلیرا آج تمہیں ہوا کیا ؟

بہن کچھ نہیں یعنی اگر ایک بار گراں جو میرے دل پر ہے کچھ چیز نہیں +

کلیرا فضول باتیں نہ کرو۔ تم دن کو بھی خواب دیکھتی ہو۔ تم پر ایسی کونسی مصیبت آپڑی کیا ایذا رسانی

سے ہم آزاد نہیں اور کیا ہمارا گرجا تعمیر نہیں ہوا۔ اب ہماری اماں جان کو کھلے میدان میں عبادت کرنی نہیں پڑیگی

ذرا سوچو تو اب کے ہماری فصل کیسی اچھی ہوئی ہے اور ہم کیسے دولتمند ہو جائینگے +

ہاں سلینہ اگر

مگر وگر نہ کرو سلینہ نے ہنسکر کہا۔ ابا جان نے وعدہ کیا ہے کہ پیرس سے میرے لئے کپڑوں کا ایک نیا جوڑا

لائینگے اور اگر تم بھی کہتیں تو تمہارے لئے بھی لاتے +

لیکن بہن یہ ٹھیک ہے سلینہ یہ سب کچھ ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تو انکی پائیداری اور سچائی پر شک پیدا ہوتا ہے

پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھے نغمہ پردازی کر رہے تھے اور پھولوں کی خوشبو سے سارا مکان مہک رہا تھا پھر جب بھی کلیرا

چوپانی زبور

آٹھواں باب

ضیافت

تو میرے دشمنوں کے روبرو میرے آگے دسترخوان بچھاتا ہے۔ زبور ۲۳: ۵ +

یہاں راقم مزمور کے مطلب کی تہ کو پہنچنا ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بھیڑشالہ کا ذکر کرتے کرتے دفعتہً دسترخوان کا ذکر کرنے لگ جاتا ہے۔ روحانی زندگی کی ضروریات و مطالبات ایسی اعلیٰ و ارفع ہیں کہ وہ زمینی تشبیہوں اور استعارات میں ادا نہیں ہو سکتیں اور اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ استعارہ استعمال کیا جائے تاکہ اگر ایک تشبیہ میں کچھ کمی رہے تو دوسری اسے پورا کر دے تاکہ ہم اس تعلق کو جو ہمارا خدا سے ہے بخوبی و کما حقہ سمجھ سکیں۔ اپنے آپ کو بھیڑ اور مسیح کو گڈریا سمجھنا بیشک مفید تو ہے لیکن بے زبان جانور اور اُسکے نگہبان کے مابین باہمی تعلق اور دوستی کیسے ہو سکتی ہے چھوٹا بچہ جو جھونپڑی سے نکلکر اپنے باپ سے ملنے آتا ہے گو وہ بے زبان ہے اور ہونٹوں سے بمشکل اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا۔ اُن بے زبان بھیڑوں کی نسبت جو اُسکے باپ کی زیر حفاظت ہیں اُس سے زیادہ گہرا رشتہ رکھتا ہے + اسلئے مزمور نویس یہہ معلوم دیتا ہے کہ میں یہوواہ کی بھیڑوں سے کچھ زیادہ ہوں میں یہوواہ کا مہمان ہوں کسی شخص کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھانا دوستی کا نشان ہے یہہ نہ صرف بھوک مٹانے ہی کا ذریعہ ہے بلکہ خاص دلی محبت کا نشان۔ زبور نویس کے غم کی زیادتی کا یہی باعث ہے جیسا کہ اُسنے لکھا کہ "وہ جو میرے ساتھ روٹی توڑتا ہے اپنی لات میرے خلاف اُٹھاتا ہے"۔ اور ہمارے خداوند کے لئے بھی ممکن نہ تھا کہ اپنی محبت کا جو اُسے اپنے برگشتہ پیرو سے تھی اِس سے بڑھکر کوئی اَور ثبوت دے کہ اُسنے نوالہ کو تر کرکے اُسے دیا۔ اگر ہم اِس خیال کو پیش نظر رکھیں کہ زندگی خدا کی ضیافت کے دسترخوان پر بیٹھنا اور اُن چیزوں کا کھانا ہے جو اُسنے تیار کی ہیں تو ہمیں غور و فکر کے لئے اچھا مضمون مل جاتا ہے

+ جسجگہ یہہ نشان ہو بہرے کرات سمجھا جائے

ہم ہر روز خدا کی عنایت کے دسترخوان پر بیٹھتے ہیں۔ ہمارے آسمانی باپ کا ایک بڑا خاندان ہے ایک عالم کے فکروں کا بوجھ اُس پر ہے تمام ذی حس چیزیں اپنی پرورش اور زندگی کے لئے اُسی کی محتاج ہیں فرشتوں تک جو کہ ہوا میں پرواز کرتے ہیں فرمانبرداری کی طاقت اپنے بادشاہ خدا ہی سے حاصل کرتے ہیں زندگی کا سب سے چھوٹا ذرہ جو سورج کی روشنی میں اِدھر اُدھر اُڑتا ہے اُس ازلی اور مرکزی آفتاب کی روشنی اور زندگی کا محتاج ہے جسکے حضور فرشتے بھی اپنے چہروں پر نقاب ڈال لیتے ہیں۔ وہ باوجود جہان کی تمام ضرورتوں کو برابر پورا کرتے رہنے کے وہ خصوصاً اُنکی ضرورتوں کی طرف متوجہ رہتا ہے جو اُسے خاص طور پر اُسے ہمارے باپ کہکر پکارتے ہیں ہم اُسکے وظیفہ خوار ہیں نہیں نہیں اس سے بھی زیادہ ہم تو اُسکے بچے ہیں اُسکے الٰہی خزانے میں کچھ کمی نہیں اسلئے ہم بھی کبھی محتاج نہ ہونگے۔ ہاں وہ بعض دفعہ تو وقت پورا ہونے تک ہمیں ٹھہرا رکھتا ہے لیکن جیسے وہ کسی کام کو ایک منٹ پہلے نہیں کرتا اُسی طرح وہ ایک لمحہ دیر سے بھی نہ کریگا وہ بیوہ عورت کو حکم دیگا کہ جس ایک مٹھی آٹے سے بھی جو کہ جتنی دفعہ استعمال ہوا اُتنی ہی دفعہ بڑھ جاتا ہے وہ آسمان سے روٹی برسائیگا کہ آدمی فرشتوں کی خوراک کھائیں وہ لڑکے کی خورش کو اسقدر بڑھائیگا کہ اُسوقت کی ضرورت کو پورا کرے اور آیندہ کیواسطے بھی ذخیرہ جمع ہو جائے۔ ایک اتوار کی شام کو ایک بیوہ عورت عبادت میں نہ آسکی اور اُسنے پادری کے ہاتھ میں دو روپیہ دیدئے کہ ایک چندہ کو جسے یہ دونوں جانتے تھے دیدے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ بیوہ گرجا جاتے وقت اُسے ملی اور پادری نے فوراً اُسکے ہاتھ میں دو روپیہ دیدئیے بیوہ کے منہ سے بیساختہ نکل گیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ خدا ایسی جلدی جواب بھیجیگا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ اُس بیوہ نے اپنا آخری پیسہ اُس دن چندہ میں ڈالدیا تھا اور دوسرے وقت کی روٹی کے لئے اُس مدد کی محتاج تھی جو اُس کا آسمانی باپ اُسکی سچی اور پر ایمان دُعا کے جواب میں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے اور خدا کے مابین گہرے تعلقات تھے اور اُسنے یہ سبق سیکھا تھا کہ صبح ہاں سخت مصیبتوں کی صبح کے نکلتے ہی جبکہ بیکسی اور خود غرضی کی شب تاریک نظروں سے چھپ جاتی اور ایمان اور اُمید فتح کے دروازوں پر رہائی کے منتظر کھڑے رہتے ہیں عین وقت پر رہائی اور مدد پہنچتی ہے۔ یہاں مجھے ایک بوڑھے شخص کا قصہ یاد آتا ہے کہ جو شہر پارک کے گرجا میں عبادت ختم ہونے سے تھوڑی دیر بعد بیٹھا دیکھا گیا وہ وہاں صبح سے کسی کا منتظر بیٹھا تھا

وہ شہر میں اپنی چٹھی کو ڈھونڈھنے آیا تھا لیکن اُسے نہ پایا۔ اُسکا سفر خرچ ختم ہو چکا تھا اور یہاں اُسکا نہ کوئی جان
پہچان تھا نہ صورت آشنا۔ گرجا کی عالیشان عمارت کو دیکھ کر وہ صبح سے یہاں آ بیٹھا یہ خیال کر کے میرے باپ کا
ضیافت خانہ میرے باپ کے گھر ہی میں ہوگا۔ یہہ بتانے کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ اسکی تمام ضروریات
مہیا کی گئیں۔ خدا کے فرزند سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا کے لوگوں سے کچھ بہتر حالت میں ہیں اور ان کے
ایمان کے مطابق ان سے سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر ہم ایمان کو استعمال میں نہ لائیں اور خدا باپ کے خزانوں
پر دعویٰ نہ کریں تو ہمیں تعجب نہ کرنا چاہئے کہ ہمیں کچھ نہیں ملتا لیکن اگر ہم اپنے ایمان کا ہاتھ اُس کے ان
وعدوں پر جن میں اُسنے اپنے فرزندوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے ڈالیں تو کوئی اچھی
چیز جو اُسکے وعدوں میں لکھی ہے ہم سے دریغ نہ کریگا۔

جب لوگ بعض حالتوں کو جنہیں خدا کے فرزند بھوک سے مر گئے پیش کرتے ہیں تو یہہ دریافت
کرنا مناسب ہے کہ کیا وہ مسیح کی پُر ایمان صحبت میں رہتے تھے کہ نہیں اور کیا انہوں نے اُسکے وعدوں کے پورا
ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اگر خدا کے فرزند اپنے روز کی روٹی کمانے کی ایسی ہی فکر ظاہر کریں جیسے دنیا کے لوگ
کرتے ہیں تو نہایت نامناسب ہے کہ وہ گزران کیا ہمارے خداوند نے افسوس اور ڈانٹ کے رو سے
نہیں کہا کہ ایسی چیزوں کی تلاش تو غیر قومیں بھی کرتی ہیں؟ اور اُسکے اپنے اُن الفاظ سے بڑھکر جنکا نشاندار اُسکی
اپنی زندگی کا تجربہ ہے اور کونسی بات زیادہ تسلی دہ ہو سکتی ہے کہ تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تمہیں
ان چیزوں کی ضرورت ہے؟ بھلا اگر تمہارا چھوٹا لڑکا صبح سکول جانے سے پہلے تمہارے گودام میں جا کے
اور بڑی خبرداری سے دیکھے کہ شام کے کھانے کے لئے تمہارے پاس کیا کچھ ہے تو کیا وہ تمہیں ناراض کریگا
کیا تم اُسے نہیں کہو گے کہ تم سکول کو جاؤ اور میں کھانے کا بندوبست کرونگا؟ کیا اُسکی بے ایمانی اور کم اعتقادی
پر تمہیں غصہ نہ آئے گا؟ کاشکہ ہم اپنے بچوں سے سبق سیکھیں کہ زندگی بھر باپ کے گھر میں رہنا ہے اور کہ وہ وقت
کبھی نہ آئیگا جب میز بالکل خالی ہو جائے اور کھانے کو کچھ بھی باقی نہ رہے شاید کسی وقت تمہیں بھوکا رہنے دے
کیونکہ بعض دیو ہیں جو دعا اور روزے کے بغیر نہیں نکل سکتے لیکن کسی نہ کسی وقت اُسکا فرشتہ تمہیں چھو کے
کہیگا کہ اُٹھ اور کھا۔ اور زمین پر فرشتوں کے ہاتھ سے چنی ہوئی ضیافت تمہارے آگے ہوگی خواہ وہ تھا۔

سر کے پاس پانی کا گھڑا اور ویرانہ کے گرم پتھروں کی پکی ہوئی روٹی ہی کیوں نہو۔ خدا ہمارے لئے روحانی خوراک کا دسترخوان بھی تیار کرتا ہے کیا ہم وہ نقشہ کبھی بھول سکتے ہیں جو چالیس دن کے واقعات میں سب سے دلکش ہے کہ تھکے ہوئے مچھوے رات بھر کی محنت کے بعد اپنی کشتیوں سے کنارے پر آئے تو جھیل کے کنارے ایک ضیافت تیار پائی انہوں نے خشکی پر پاؤں رکھا ہی تھا کہ کوئلوں کی آگ پر مچھلی اور روٹی دیکھی اور کیا یہ خداوند کے سلوک کا جو وہ اپنے فرزندوں سے ہمیشہ کرتا ہے ایک نشان نہیں ہے؟ مایوس وخستہ۔ خائف وترساں ہم اکثر اس کنارے پر پہنچتے ہیں جس پر اسکے مبارک قدم گزر چکے ہیں اور ہمیشہ پاتے ہیں کہ اُسنے ہماری روحانی ضروریات کو پہلے سے معلوم کر لیا۔ اور کہ اُسکا بدن سچ مچ گوشت اور اُسکا لہو پینے کی چیز ہے۔ قرنتس کے مسیحیوں کو لکھتے وقت پولوس رسول فرماتا ہے کہ چونکہ مسیح ہمارے لئے فسح کا برہ ہوکے مارا گیا۔ ہمیں چاہئے کہ اسرائیلیوں کی طرح اس ضیافت کو کھائیں وہ اپنے دروازے بند کرکے اپنی کمریں باندھے جوتیاں پہنے میز کے گرد کھڑے ہوکے برے کے گوشت کو کھاتے تھے اور اس برہ کے لہو سے انکے دروازوں پر چھاپہ مارا جاتا تھا یہ اُن کے چھٹکارے کا ایک نشان تھا۔ مسیح ہمارا فسح ہمارے لئے قربان ہوا آؤ ہم عید منائیں۔ ہماری کلیسیا کی پہلی اور دوسری آمد کے مابین کی زندگی کو اُس یادگار رات سے تشبیہہ دی جاتی ہے جبکہ ہم میز کے گرد گھٹنے ٹیک کے مسیح کے گوشت کو جو کہ سچے دلوں کی خوراک ہے کھاتے ہوں اور ہمارے کان اُس آواز کی طرف لگے ہوں جو ہمارے کوچ کے وقت کا پتہ دیگی تو ہم کیسے خوش وخرم مظفر ومنصور نظر آتے ہیں اکثر مسیحی اس بات سے بےفکر رہتے ہیں کہ روحانی زندگی کی پرورش کے لئے خدا کی میز پر سے کھانے کی ضرورت ہے کام تو بہت ہو رہا ہے کنفرنس اور روحانی مجمع بکثرت ہوتے ہیں دینی کتابیں بھی بشوق وسرگرمی پڑھی جاتی ہیں لیکن اس امر میں بڑی کمزوری پائی جاتی ہے کہ یسوع کی شخصیت اس کے کلام اور کاموں پر بخوبی غور وفکر نہیں کیا جاتا۔ کیا اس رسالے کا ہر ایک ناظر یاں تھوڑا سا توقف کرکے اپنے آپ سے پوچھے گا کہ مراقبہ کی اندرونی زندگی کا جو خداوند کی بابت غور وفکر کرنے سے ہر لحظہ نئی قوت حاصل کرتا ہے مجھے کیا تجربہ حاصل ہے؟

تھوڑے ہی دن ہوئے کہ میں مقدس فرانسس ڈی سیلیس کے حالات کو پڑھ کے اپنے آپ میں
شرمندہ ہوا اسکی بابت لکھا ہے کہ وہ صبح اٹھنے کا عادی تھا اور یہہ عادت اسکی زندگی کے آخر تک قائم
رہی وہ دوسروں کو بھی اس عادت کی طرف راغب کرتا تھا وہ صبح کے چار اور پانچ بجے کے بیچ میں
دعا بندگی شروع کرتا تھا اور کبھی ایک گھنٹے سے کم نہیں خرچ کرتا تھا اسوقت اسکے ہاتھ میں یادداشت
کی کتاب ہوتی تھی تا گذشتہ غفلتوں کو یاد کرکے آگے بچنے کے مشغلہ کو یاد کرے اور ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اسکی مشغول زندگی کی ایک ساعت بھی ایسی نہیں گذرتی تھی کہ وہ خدا سے رفاقت رکھکر روح
کے لئے تازہ زندگی حاصل نہ کرے اس زمرہ ریاضت کے علاوہ ہر برس میں دو تین ہفتے الگ کر رکھتا
تھا کہ شفاعت کے بھیدوں پر چپ چاپ دھیان و فکر کرے اسنے ایک دفعہ کہا کہ شخص تجسم و نجات کے
بھیدوں پر غور کرنے سے اپنے آپ کو خدا کے پیار میں زیادہ غرق پاتا ہے اور یہہ اسکی زندگی کا سب سے
بڑا افضل کا وقت ہوگا یعنی ایسا بہت سا وقت اپنے خدا کو دونگا۔ ان اسکی زمینی اور روحانی زندگی کے
خصائل اور خیالات زندگی پر زیادہ دھیان و فکر کرونگا کا شکر میری زندگی خدا میں مسیح کے ذریعہ سے
چھپ جائے یہہ الفاظ عشاء ربانی کی میز پر بھی صادق آتے ہیں وہی ایک میز ہے جو خدا نے ہمارے لئے
تیار کی ہے وہ نہ صرف ہمیں وہ رات یاد دلاتی ہے جسمیں ہمارا خداوند پکڑا گیا بلکہ وہ ہمارے پراگندہ خیالوں کو
جمع کرکے مسیح پر جہاں وہ اب ہے لگا دیتی ہے وہ اس میں کوئی عجیب تبدیلی نہیں ہو جاتی اس سادہ ضیافت
کے آخر تک روٹی روٹی ہی رہتی ہے اور وائن وائن ہی لیکن انکے کھانیکے وقت ایک سچا دل معلوم
و محسوس کرتا ہے کہ ایمان اور پاک خیال سے مجھے تسلی اور طاقت کے لئے ایک خاص برکت ملتی ہے اس
سنجیدہ وقت میں یہہ بہتر ہے کہ مسیح کی جانکنی و خونی پسینے اور صلیب اور تکلیفیں و مشقتیں موت اور
دفن یاد کیجائے لیکن یہہ بھی ضرور ہے کہ قبر کے گہراؤ کے پار نظر کرکے مسیح پر اسکی دوسری طرف نظر کریں تاکہ اسکی
قیامت اور صعود اسکی ہستی کے ابدی ایسٹر میں بھی حصہ پائیں اگر ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ عشاء ربانی
سے بہت مدد ملتی ہے تاکہ ہم روزمرہ کی زندگی کو ایسی پاک بنا سکیں جیسے کہ اسوقت جبکہ ہم خداوند کی میز
کے پاس ہوتے ہیں اور ہر ایک کھانے کیوقت ہم ایسے ہوں جیسے ساکرمنٹ کیوقت اور ان سب قوانین

طبعی کو مسیح کے ساتھ پاک یگانگت کے ذریعے سمجھیں ان معنوں میں ہم کب خدا کا کافی شکریہ ادا کر سکتے ہیں
کہ اُسنے ہمارے آگے دسترخوان بچھایا ہے۔ ان لفظوں میں کہ یہ تُو آگے بچھاتا ہے بڑی تسلی ملتی ہے کیونکہ
ان سے خدا کی پیش بینی اور خبرداری ظاہر ہوتی ہے وہ کوئی بات اچانک نہیں کرتا وہ اپنے فرزندوں کو
وہ چیز نہیں مانگنے دیتا جسکی ضرورت اُسنے پہلے سے معلوم کر لی ہو جیسے کہ پہلے سے وہ اچھے کام جسمیں ہمیں چلنا ہے
تیار کئے ہوئے ہیں ویسے ہی اُسنے وہ خوراک بھی پہلے سے تیار کی ہوئی ہے جس سے اُسکے کام کرنے والوں کو
طاقت حاصل ہوتی ہے ہماری زندگی کی راہ میں پتھروں کے ڈھیر دھرے ہیں جنکے نیچے ہمارے منصف نے وہ خوراک
جسکی ہمیں ضرورت ہے رکھی ہے توفیق کی برکتوں سے آپ اُسکے ساتھ پیش آ یا بھوک سے پہلے سیر بھی ہوتی ہے اس
پیشتر کہاں اور بیابت پر گرمی اور پیاس سے گر پڑیں چشمہ اپنا ٹھنڈا پانی اچھال رہا ہے خدا کے فرشتے نہ صرف
دشمن کا ملک لے لیا بلکہ اناج پسند بھی کر لیا خدا اپنے قلعوں کو محصور ہونے سے پیشتر خوراک سے پورے طور سے بھر دیتا ہے تو تو میرے آگے
دسترخوان بچھاتا ہے۔ یہ بات بڑی معنی خیز اور پُر وزن ہے کہ میرے دشمنوں کے روبرو۔ اس سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے چاروں طرف
دشمن ہمارے نقصان پہنچانیکو کھڑے ہیں کہ ہماری خوراک کا رستہ بند کریں اور ہمیں بھوکا ماریں۔ دیکھو کہ دشمنوں کے منہ سے اور
اُنکی غصہ بھری آنکھ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب موقعہ پائینگے روح کو صدمہ پہنچائینگے لیکن وہ اُس خوراک کو جو دم بدم
اوپر سے آتی ہے بند نہیں کر سکتے وہ ان فرشتوں کو روک نہیں سکتے جو دسترخوان بچھاتے اور پھر آپ دسترخوان کے
گرد حلقہ باندھکے کھڑے ہو جاتے ہیں دشمن چاہے ہزار دانت پیسے اور غصے سے جھنجھلائے لیکن جب خدا روح کو اپنے
کیلئے الگ کر لیتا ہے تو چاہے سارا جہنم کوشش کرے وہ اُسے پال لیگا کبھی دفعہ داؤد نے امن اور چین سے روٹی
کھائی جبکہ ساؤل کی فوج وادیوں اور پہاڑوں میں اُسکے پیچھے لگی تھی جیسا داؤد کے ساتھ ہوا ویسا ہی ہمارے ساتھ بھی ہوتا ہے
ہاں اے روح خدا تجھے فرماتا ہے کہ شوق سے کھا دینی بادشاہ خود تجھے اپنے ضیافت خانہ میں لاتا ہے اور اُسکے پیار کا جھنڈا
تجھپر پھیلاتا ہے تو اُس پوشیدہ من سے کھائیگی اور اُس زندہ چشمہ سے جو دشمنوں کے ملک میں بہتا پئیگی اور اپنے سارے دشمنوں پر فتحیاب ہوگی
وقت بہت دور نہیں جبکہ ہم مسیح کیساتھ اُسکی بادشاہت میں شریک ہونگے اور جیسے یوسف کے تھکے ماندے بھائیوں نے اُس شہزادہ
کیساتھ جسے ایکدفعہ انہوں نے کنوئیں میں گرا دیا تھا ضیافت کھائی ویسے ہی ہم بھی شادی کی ضیافت میں حصہ پائینگے اور
مسیح خود کمر باندھکے ہماری خدمت کریگا اور ابدی ضیافتیں جنمیں کچھ تنگی نہ ہوگی زمانہ بھر کے دکھوں کی یاد کو مٹا دینگی +

شکست میں فتح

تب سارے شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ متی ۲۶:۵۶

ہم مسیح کی صلیب کے پاس کھڑے ہو کر مسیح کی زندگی پر غور کرتے ہیں۔ مسیح نے کیسی شکست کھائی وہ اپنی کوشش میں بالکل ناکام رہا۔ اُسنے اپنی زندگی ضائع کی اور اپنے دماغ کے غلط اوہام کی قربانگاہ پر قربان ہو گیا۔ اُسنے قیمتی زندگی ضائع کی اُسے کچھ حاصل نہ ہوا +

یہہ دنیا کے خیالات اور دنیا کا فیصلہ ہے۔ مسیح نے اپنا کام ایک بیاہ کی دعوت میں شروع کیا اور پھانسی کے عذاب میں اُسکو ختم کیا +

مسیح کی زندگی کا خاتمہ نہایت ہی پر رنج ہے۔ کہاں اُمید کی براق روشنی اور کہاں نا اُمیدی اور مایوسی کی گہری تاریکی۔ اُن دنوں پر غور کرو جبکہ وہ گلیل کے خوشنما ملک میں خوشی اور رونق کے ساتھ اپنا کام کیا کرتا تھا کس طرح تعریف کرنے والوں کی بڑی بڑی بھیڑیں اسکے پیچھے پھرتی تھیں جب وہ جھیل کے کنارے بیٹھکر تعلیم دیتا تھا تو لوگ اُس کے چو طرف ہجوم کرتے تھے جب وہ کادوس یا صور اور صیدا کے علاقوں کی طرف نکل جاتا تھا تو لوگ بڑے شوق سے وہاں بھی اسکا سراغ لگاتے تھے۔ اور اُسکے ہر لفظ کو پیاسوں کی طرح پی جاتے تھے وہ اُسکی ہر ایک حرکت اور اُسکے ہر کام کو بڑے تعجب سے دیکھتے تھے اُسکا کام تمامی کو پہنچنے پر تھا اور کوئی ظاہری نشان نہ تھا جس سے معلوم ہوتا کہ کوئی حادثہ ہونیوالا ہے جب وہ آخری دفعہ یروشلم میں داخل ہوا تو ایک انبوہ کثیر نے اسکا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ البتہ قوم کے بزرگ اُسکی قدر و منزلت دیکھکر ناراض تھے لیکن قوم کا دل اُس سے لگا ہوا تھا

لیکن مسیح اور صرف مسیح جانتا تھا کہ یہہ رونق اور غل کیسا بودا اور ناپائدار ہے ہوشعنا کے شور کے ساتھ وہ مقدس شہر میں داخل ہوا۔ اُسوقت وہ لوگوں کا منظور نظر تھا اور داؤد کا بیٹا تھا جسکا انتظار مدت سے ہو رہا تھا وہ اسرائیل کا مانا ہوا بادشاہ تھا +

لیکن تھوڑے ہی دنوں میں یہہ تمام کیفیت پلٹ گئی بھیڑ کی طبیعت بدل گئی اور وہ پکارنے لگی۔

کہ اسے صلیب دے صلیب دے اسکے شاگرد اسے چھوڑکر بھاگ گئے۔ پطرس جو چند گھنٹے پہلے ایسے
جوش سے اپنی محبت کا اظہار کرتا تھا قسمیں کھا کر اسکا انکار کرنے لگا۔ یوحنا جسکو وہ خاص طور سے پیار
کرتا تھا قائم نہ رہ سکا غرضیکہ نہ فقط جوشیلی بھیڑ اسکے خون کی پیاسی ہوگئی بلکہ اسکے خاص دوست بھی
بیوفا اور بزدل نکلے عدالتگاہ میں جبکہ اسکی بےعزتی ہورہی تھی اور صلیب پر جبکہ وہ موت کا عذاب سہہ رہا تھا
وہ اکیلا تھا +

چند گھنٹوں میں اسکی تمام محنتیں لاحاصل ثابت ہوئیں اسکی زندگی کا پھل گویا وقت سے پیشتر
زمین پر گرکر برباد ہوگیا۔ جن لوگوں کو اسنے بڑی محنت سے جمع کیا تھا جنکو اسنے بڑی سرگرمی سے تعلیم دی اور بڑی
جانفشانی کے نمونہ سے تھوڑی بہت تعلیم جنکی آنکھیں نہیں بلکہ محنت اور تعلیم کے بعد اسکی سچائی کی روشنی آنے لگی تھی وہی پراگندہ
ہوکر روپوش ہوگئے اور اسکو اکیلا چھوڑ گئے +

کیا کوئی شکست اس سے بھاری ہوسکتی ہے کیا کوئی شرم اس سے گہری ہوسکتی ہے +

جتنے آدمی صلیبی ماجرے سے تعلق رکھتے تھے ان سب کی یہی رائے تھی کائفا سے پوچھو کہ کیا معاملہ ہے
وہ جواب دیتا ہے کہ ہمارے درمیان ایک بڑا مفسد برپا ہوا تھا جسکی سازشوں کا نتیجہ ضرور بہت ہی برا ہوتا
اور غالب تھا کہ اسکے باعث ہماری کہانت اور ہیکل پر کوئی بڑی آفت آتی لیکن ہمنے بڑی کوشش سے اس سانپ کا سر کچل دیا ہے
پیلاطوس اور رومیوں سے پوچھو کہ یہ کیا معاملہ تھا وہ جواب دینگے کہ یہ یہودی بڑے متعصب اور بحث
کے دوست ہیں انمیں کوئی نہ کوئی مذہبی فساد ضرور پڑا رہتا ہے ایک فساد ابھی برپا ہوا تھا گو اسکا بانی مبانی بڑا
حلیم طبع اور نیک آدمی معلوم ہوتا تھا تاہم فساد کا ڈر تھا اور ہم نے اسکے مارے جانیکی اجازت دیدی
کیونکہ ایسے آدمی اگلی دنیا میں یہاں کی نسبت زیادہ اچھے رہینگے +

گھبرائے ہوئے شاگردوں سے پوچھو کہ یہ کیا معاملہ تھا وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم خود بڑے حیران اور پریشان
ہیں کہ یہ بات دراصل کیا تھی یہ شخص کہتا تھا کہ میں مسیح موعود اور خدا کا بیٹا ہوں اور معلوم بھی ایسا
ہی ہوتا تھا کہ وہ سچ کہتا ہے لیکن کسکو معلوم تھا کہ نتیجہ ایسا ہوگا +

یا کسی ایسے شخص سے پوچھو جو صرف اس تمام ماجرے کو علیحدہ کھڑا ہوکے دیکھتا ہے وہ جواب دیتا ہے

کہ تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ ایسا نیک ایسا قدرت والا اور بہادر آدمی ایسی موت مرے اور اپنے پیچھے کوئی پھل نہ چھوڑ جائے اُس شخص کی زندگی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تمام نیکیوں۔ اسکی تمام کوششوں اُسکی تمام خودانکاریوں کا نتیجہ شکست ہے +

شکست ایک بڑی آزمائش ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس سے بڑی آزمائش خدا نے اپنے بندوں کے لئے مقرر نہیں کی اور یہہ آزمائش ان لوگوں کے لئے بھاری ہے خاص کر انکے لئے جو زندگی میں کوئی اعلیٰ اور سنجیدہ مقصد رکھتے ہیں انکے لئے جو اپنے اندر ایک مضبوط آواز سنتے ہیں جو انسے کہتی ہے کہ اپنے بنی آدم کی بہتری کرو اور صرف آرام اور میانہ روی اور عزتداری پر قناعت نہ کرو انکے لئے جو اپنے اندرونی گناہ کی پہچان رکھتے اور جنکا دل آس پاس کی مصیبت زدگی کو دیکھکر جلتا اور رحم سے بھرتا ہے ایسے لوگوں کے لئے شکست نیک کوششوں میں شکست نہایت ہی بڑی آزمائش ہے اپنے اندر کی بدی کے خلاف لڑنا اور مدت تک لڑنے کے بعد فتح کا کوئی نشان نہ پانا۔ بار بار مسلح ہوکر حملہ کرنا اور شکست کھانا یہہ بڑی آزمائش ہے غریب اور حقیر لوگوں کا حامی بنکر ظالموں اور دولتمندوں سے مقابلہ کرنا اور بڑی کوششوں کے بعد معلوم کرنا کہ جنکے لئے میں لڑتا ہوں وہ بھی میری نیک نیتی پر شک کرتے ہیں اور مجھے مکار اور مطلبی سمجھتے ہیں +

ایسے مشکل موقعوں پر مسیح کی صلیب بڑی مدد اور تقویت کا باعث ہوتی ہے +

تین باتیں ہیں جنکی طرف بہت غور کرنا ضروری ہے (۱) ہمیں شکستوں کی ضرورت ہے (۲) شکست ایک تربیت ہے (۳) اصلی فتح شکست ہی سے پیدا اور برآمد ہوتی ہے +

(۱) ہمیں شکستوں کی حاجت اور ضرورت ہے شکست سے بچنا ناممکن ہے فطرت انسانی پر غور کرو کیا شکست زیادہ دیکھی جاتی ہے یا فتح۔ فتح نہایت ہی شاذ ہے جوانی میں کتنی مبارک اور پُر رونق اُمیدیں دل میں ہوتی ہیں کتنی بڑی بڑی باتوں کا امکان جوان آدمی کے سامنے ہوتا ہے لیکن چند روز کے بعد دیکھو تو سو جوانوں میں سے شاید ایک یا دو کسی کامیابی کو پہنچے ہیں اور باقی شکست خوردہ معمولی رہ رہے ہیں غرض ہیں یہہ بات دیکھکر دل میں نہایت پریشانی اور پشیمانی پیدا ہوتی ہے کہ قدرت اپنے موتی کیوں اسطرح بکھیرتی اور ضائع کرتی ہے ایک پیپل کے پیڑ میں ہر موسم میں کتنے کروڑ بیج لگتے ہیں لیکن اُنہیں سے کتنے اُگتے اور پیڑ ہو جاتے ہیں اگر دنیا میں ایک پیڑ کے سارے بیج ایک موسم میں اُگ کر پیڑ ہو جائیں

تو کسی پیڑ یا جانور کے لئے جگہ نہ رہے یہی حالت بنی آدم کی ہے اُنکا زیادہ حصّہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی درجہ کو نہیں پہنچتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت زیادہ چیزیں بربادی کے لئے پیدا کرتی ہے (اس امر میں سے آواگون یعنی تناسخ کے خلاف ایک بڑی مضبوط دلیل پیدا ہو سکتی ہے ، +

نسل انسانی میں ہم وہی فضولی اور بربادی دیکھتے ہیں جو خدا کی باقی مخلوقات میں نظر آتی ہے فطرت اُمیدیں بڑی بڑی باندھتی ہے لیکن بہت ہی تھوڑے نتائج پیدا کرتی ہے +

فطرت کی پیشانی پر شکست بڑے موٹے حروف میں لکھی ہوئی ہے ایک مسیحی شاعر لکھتا ہے کہ ہم زندگی کے گھٹنے والے دریا کی سطح پر نیچے کو بہے جاتے ہیں اور ہمارے ساتھ مُردہ اُمیدوں اور مُردہ خوشیوں کی لاشیں بہتی ہیں ایک اور شاعر لکھتا ہے کہ ہر ایک عمر رسیدہ آدمی اپنے ساتھ اپنی جوانی اور اپنے بچپن کی لاش رکھتا ہے ہر گھڑی ہم قیمتی اُمیدوں قیمتی بخششوں اور قیمتی موقعوں کو دفن کرتے ہیں ہماری زندگی کے راستہ کے دونوں طرف اعلیٰ ارادوں اور براق اُمیدوں کی لاشیں پڑی سڑا کرتی ہیں شاید تم نے بڑی کوشش و محنت سے کوئی درجہ حاصل کیا ہے تم نے اپنے گھر کو عیش اور آرام کے سامان سے بھر لیا ہے تم نے اُمرا کے ساتھ بیٹھکر اپنے دوستوں کو اپنے چاروں طرف جمع کیا ہے تم نے گویا اپنے واسطے ایک شاہانہ محل مرصع کیا ہے تم نے علم اور تجربہ کی ایک بڑی کوٹھی اپنے لئے بھری ہے تم بڑے کامیاب ہو جو کچھ حاصل ہو سکتا تھا تم نے حاصل کیا ہے +

ایکدم جب تم سمجھتے ہو کہ میرے لئے زندگی کا پھل اب پک گیا ہے اُسیوقت وہ سڑنا شروع ہو جاتا ہے تم نے کھیتی بوئی پر تمہیں صاف نظر آتا ہے کہ اُسکو کوئی اور شخص کاٹیگا موت اکثر سب سے بڑی کامیابی کو شکست سے بدل دیتی ہے +

جب کوئی امیر مر جاتا ہے تو اُس کا جنازہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ اُٹھایا جاتا ہے اُسکی لاش کو کیسے فاخرہ کپڑے اور زیورات پہنائے جاتے ہیں یہہ تمام شان و شوکت اور دھوم دھام کیسی بودی اور مسخرہ پن معلوم ہوتی ہے +

(۱) انسانی زندگی ایک عجیب شکست ہے (۲) اگر یہہ صحیح ہے اگر شکست سے ہم بچ نہیں سکتے تو کیا کرنا مناسب ہے کس طرح ممکن ہے کہ اس شکست سے ہم فائدہ حاصل کریں یعنی اس شکست کو بھی اپنے لئے ایک فتح بنالیں +

شکست ایک نصیحت ہے باقی جتنی آزمائشیں ہم پر آتی ہیں وہ سب ہمارے فائدے تعلیم و تربیت کے لئے ہوتی ہیں۔ غم درد و محنت ۔ بدنامی شرم یہہ سب مختلف پہلوؤں سے ہم کو تعلیم دیتی ہیں لیکن شکست ان سب سے بڑی آزمائش

طاقت اور ایمان کو آزمانیکے لئے شکست سے بڑھکر اور کوئی شئے نہیں +

طاقت کی آزمائش جبکہ لوگ تمہاری تائید پر کمربستہ ہیں کسی بڑے کام کو بہم پہنچانا ایک آسان بات اور لوگوں کی ہاں ہاں اور شاباش شاباش سے محنت ہلکی ہو جاتی ہے ذرہ سی نیکی کے لئے تمہاری تعریف کیجاتی لیکن جب تمہارے خلاف ایک ملک مخالف ہو اور تمہارے اپنے وطن کے اچھے اور دانا اشخاص تمہاری مخالفت کریں جب تمہارے دوست تمہاری طرف دیکھکر ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگیں جب تمہیں یقین ہو جائے ہم اکیلے اور تنہا ہو اُسوقت مشکل شروع ہوتی ہے +

ایسے موقعوں پر مدد اور ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے ایسے موقعوں پر مسیح کیطرف دیکھکر اسکے نمونے سے نئی روح اور اسکی زندگی سے مضبوطی اور ہمدردی حاصل کرو جسکے برابر کوئی شخص اکیلا اور تنہا نہ تھا اُسکے برابر کسی نے ظاہری شکست نہیں کھائی اور اسکے برابر کوئی آجتک کامیاب بھی نہیں ہوا اس سے تسلی مانگو۔ اس سے الہامی ہدایات کی درخواست کرو اسکی تقویت چاہو اسکو دیکھکر امید حاصل کرو +

یونان کے ایک قدیم حکیم نے (جو حکیم علمائے یونان میں سب سے بڑا ہوا ہے اور مسیح کے ۴۰۰ برس پہلے تھا) اپنی عقل سے ایک خیالی راستباز آدمی کی تصویر کھینچی ہے وہ لکھتا ہے کہ میں ایسے آدمی کا بیان لکھتا ہوں جو دنیا میں سب سے بڑا نیک اور راستباز ہوگا پھر وہ لکھتا ہے کہ ایسا آدمی جہاں کہیں وہ ہو اور خواہ کسی زمانہ میں پیدا ہو وہ ضرور بدقسمتی سے آزمایا جائیگا لوگ اس پر جھوٹ اور بہتان باندھینگے راستباز ہوکر وہ ناراستی سمجھا جائیگا اور مجرم اور ظالم سمجھا جائیگا۔ اور آخرکار پھانسی پر چڑھایا جائیگا +

یہ بیان ایک بت پرست حکیم نے مسیح سے چار سو برس پہلے لکھا اس زمانہ کی عقل اور روحانی شناخت بھی گواہی دیتی تھی کہ نوع انسانی میں سب سے بڑے نیک شخص کو بڑی بھاری اور ظاہری کامل شکست کھانی ہوگی گویا جسقدر کوئی شخص اعلیٰ خیالات اور بصارت رکھتا ہے اُسیقدر اسکے لئے ضرور ہے کہ وہ بھی شکست کھائے ممکن نہ تھا کہ مسیح کی کاملیت بغیر شکست کے ظاہر ہو سکے یہی شکست اسکے تاج کا سب سے بڑا اور چمکدار موتی ہے۔ اسی میراث کا جو اس نے ہمارے لئے کمائی اُسکی شکست ایک اعلیٰ اور قیمتی جزو ہے +

اور شکست نہ فقط قوت کی آزمائش ہے اس سے ایمان بھی آزمایا جاتا ہے جبتک کوئی شخص کامیاب رہتا

تب شک اُسکے دل میں یہہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرا عقیدہ صحیح ہے وہ اپنے عقیدہ کو صحیح سمجھتا ہے صرف اسلئے کہ وہ اُسکو اپنے ہاتھوں میں ترقی کرتے اور پھلدار ہوتے دیکھتا ہے اُسکی کامیابی کے باعث اور لوگ بھی اُسکی تائید کرتے رہتے ہیں لیکن پھر کبھی وقت آتا ہے کہ وہ اپنے تئیں ایک طرف اور باقی دُنیا کو دوسری طرف کھڑے دیکھتا ہے شکست نااُمیدی اور ہمت کو پست کرنے والی دوسری اشیا اُسکے مقابل آکر پرہ باندھتی ہیں +

تب اُسکے دل میں شک کے سوالات پیدا ہونے لگتے ہیں کیا فی الحقیقت میرا عقیدہ صحیح ہے کیا ممکن ہے کہ ساری دُنیا میں فقط میرے خیالات صحیح ہوں اور باقی سب غلطی پر ہوں کیا یہہ آواز جسکو میں خدا کیطرف سے سمجھتا ہوں فی الحقیقت خدا کی آواز ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اسی مشکل میں پھنسکر ایمان کو کھو بیٹھتا ہے اور رُوح کو بجھا دیتا ہے +

رُوح کو بجھانا۔ بھائیو اور بہنوں یہہ سمجھو کہ یہہ آگاہی کسی اور کیلئے ہے اور خاص تم سے کچھہ تعلق نہیں رکھتی یہہ سمجھو کہ ایسی باریک نصیحتیں فقط اُنکے لئے ہیں جو بڑی بڑی لیاقتیں رکھتے ہیں یا جنکو خدا نے بڑے کاموں کیلئے پیدا کیا ہے کیا کوئی ایسا آدمی دُنیا میں ہے جسکے دل میں کبھی اعلیٰ جوشیلے ارادے پیدا نہیں ہوئے جسکے دل میں کبھی اسبات کی اُمنگ نہیں پیدا ہوئی کہ میں پاک اور رُوحانی زندگی بسر کروں اور خدا کو بڑا کروں کیا کوئی ہے جس کے دل نے اسکو نہیں کہا کہ غریبوں اور گرے ہوؤں کی مدد اور حقیر دل کو بلند کرنیکی کوشش کر +

ایسے ارادے ایسے خیالات خدا کی آوازیں ہیں خدا کی رُوح تم میں بولتی ہے لیکن تم نے اس آواز کو دُنیا کے شور وغل میں ڈوب جانے دیا شاید تم نے اس آواز کی تابعداری شروع کی لیکن کسی رکاوٹ نے تمکو ڈرایا اور تمنے اس ایمانکو جو خدا کی آواز کے باعث پیدا ہوا تھا چھوڑ دیا تم نے سمجھا کہ میں اس کام میں تنہا ہوں اور تم بھول گئے کہ خدا تمہارے ساتھہ تھا اور تم نے مسیح کے صرف نصف تجربہ کو حاصل کیا تم نے شکست پر قناعت کی اور بھول گئے کہ شکست میں بھی مسیح کی انسانیت اُسکی الوہیت سے جدا نہیں ہوئی یعنی اُسکا ایمان بنا رہا اور شکست کے بعد اُسنے کامل فتح پائی الوہیت اور انسانیت متحد ہیں۔ ایمان قائم رہا اور شکست میں سے فتح پیدا ہوئی +

مسیح کیطرف دیکھو ایمان کے ہاتھہ سے تم بھی الوہیت کو مع اُسکی تمام طاقت اور قوت کے پکڑ سکتے ہو اُسکو پکڑو تو شکست اور موت کی تاریک وادی میں سے گذرتے ہوئے ایمان کے چراغ کو بجھنے نہ دو۔ ایلی ایلی لما سبقتانی ان لفظوں سے ظاہر ہوا کہ مسیح تاریکی میں سے گذر رہا تھا لیکن ساتھہ ہی یاس نااُمیدی کے کلمے کے اُسنے یہہ بھی کہا کہ اے باپ میں اپنی رُوح کو تیرے ہاتھو

میں سونپتا ہوں مسیح کے جسم میں سے صلیب کے عذاب نے انسانی جان کو نکال دیا لیکن کیا اُسکی انسانی روح میں سے خدائی
ایمان اِس تکلیف کے باعث نکل گیا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں اُسکا ایمان بنا رہا تاریکی اور شیطان نے اپنا سارا زور اُسپر خالی کیا۔
یہانتک کہ وہ ایلی ایلی پکارنے لگا ضرور تھا کہ جسمانی عذاب کے باعث اُسکی آنکھوں میں تاریکی آجاتی کیونکہ اُسکی انسانیت حقیقی تھی
ورنہ محض بناوٹی وہ بہروپیہ نہ تھا بلکہ حقیقی انسان تھا لیکن گہری سے گہری تاریکی کے درمیان بلکہ ایلی ایلی پکارتا ہوا وہ کہہ
سکتا تھا کہ اے باپ میں اپنی روح کو تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں ایمان قائم تھا الوہیت اور انسانیت ملی ہوئی تھی +

ایسے ایمان کو ڈھونڈو اس سے تم فتح پاؤ گے کیونکہ یہہ خدا کی طاقت ہے +

لیکن کیا تم کہتے ہو کہ میں کم عمر ہوں میں بے عزت ہوں میں بے علم ہوں کیا تمہیں یاد نہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ میری
قوت کمزوری میں کامل ہوتی ہے کیا وجہ ہے کہ دنیا کے زیادہ آدمی بے فائدہ اور بے سود اپنے موتیوں کو بکھیرتے اور ضائع کرتے ہیں صرف
یہی وجہ ہے کہ موتیوں کے ساتھ اُنکی روح میں ایمان نہیں ہوتا اُنکے پاس اینٹیں ہیں لیکن چونا نہیں اِسلئے کوئی عمارت بنا
نہیں سکتے اینٹیں بھی ضائع ہوجاتی ہیں +

یاد رکھو کہ خدا دنیا کا مالک ہے اور آخر کار فتح پائیگا +

(۴) اب ہم آخری حصہ پر پہنچے یعنی شکست کی فتح تواریخ اسکی مثالوں سے پر ہے شروع میں کامل شکست بعد
میں فتح کئی سو برس گذرے اٹلی کے شہر فلارنس میں ایک بڑا ریفارمر بنام ساوونارولا پیدا ہوا اصلاح کے میدان
میں اُسکی ابتدائی کوشش بالکل لاحاصل تھی جنکے سامنے اُسنے وعظ کیا اُنکے دلوں میں کچھہ جوش پیدا نہ ہوا یہانتک نوبت
پہنچی کہ کوئی اُسکی نہ سنتا تھا ایک سال گذر گیا دو سال گذر گئے تین سال گذر گئے لیکن اسکے اندر ایک آگ جلتی تھی اور اُسکو
یقین تھا کہ میرے دل کی آگ زمینی نہیں ہے کچھہ عرصہ کے بعد دفعتاً یہہ آگ مشتعل ہو کر بھڑک اُٹھی سننے والے حیران ہوکر
بیہوش ہو ہو کر گرتے تھے روحیں کانپ جاتی تھیں دل پھٹ جاتے تھے بڑی بڑی انجمنیں اور گروہیں دور دور سے خوف زدہ
اور قائل ہو کر اسکے ممبر کی سیڑھیوں پر آنکر گرتی تھیں +

جارج سٹیفن سن (ریل کا ایجاد کرنیوالا) کی زندگی بھی ایک مثال ہے بیس برس تک اُسنے ایک انجن تیار
کرکے اُسکے چلانیکی کوشش کی تمام کاریگر اور انجنیئر اُسپر ہنستے اور تمسخر کرتے تھے بیس برس کے بعد اُسنے چلتا ہوا انجن دنیا
کو دکھایا اور اُسکی ایجاد نے دنیا کی حالت کو بدل ڈالا ہے +

دکاشکہ اس مقدس گروہ میں ہم محمد صاحب کو بھی شامل کر سکتے لیکن اُسکی زندگی جو مدینہ میں گذری بہت ہی شرمناک ہے اگر وہ اپنی پہلی نیک نیتی اور خود انکاری پر جو مکہ میں ظاہر ہوئی جما رہتا اور بغیر دُنیا کے ساتھ صلح و ملاپ کئے اپنی کوششوں میں کامیاب ہوتا تو اُسکی زندگی بھی شکست کی فتح کا ایک اعلیٰ نمونہ ہوتی لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا اُسنے نیک نیتی اور خلوص دلی اور خود انکاری سے ہار کر دنیوی ہتھیار اختیار کئے اور عربوں کی سی عادت پکڑنے لگا اور دنیوی بادشاہی اختیار کرکے جور و جفا سے اپنا مذہب پھیلایا اور اپنے اختیارات کو نہ فقط خدا کی خدمت میں صرف کیا بلکہ اپنے نفس کو بھی خوب پالا اور پوسا - اور اپنے پیچھے ایک ایسا بُرا نمونہ چھوڑا کہ ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے مسلمان اپنے مذہب کی اشاعت اور حمایت میں جور و جفا خون و فساد کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں محمد صاحب نے جو سلوک یہود مدینہ سے کیا وہی سلوک آجکل ٹرکی میں عیسائیوں کے ساتھ ہو رہا ہے اور ہند کے مسلمان بھی خفیہ چھُری چلانے کو جائز سمجھتے ہیں +

کون کہہ سکتا ہے کہ مسیح کامیاب نہ ہوا - ممکن نہیں کہ خدا کے ارادے فوت ہوں - جو باتیں دیانتداری کی ہیں جو چیزیں خوبصورت ہیں - جو چیزیں پاک ہیں - جو چیزیں حق اور سچی ہیں - ان سب میں ایک زور اور زندگی ہوتی ہے جو کبھی مر نہیں سکتی) - جو کوشش تم نے وعظ اور منادی میں صرف کی ہے وہ ضائع نہیں ہو سکتی - ضرور ہے کہ شرم مخالفت اور شیطنت پر تم غالب آؤ - وہ روٹی جو تم نے پانیوں پر ڈالی ہے ضرور تم کو دوبارہ ملے گی تمہاری آواز گونجتی ہوئی تمہارے پاس واپس آئیگی +

"وہ غلبہ جس سے ہم دُنیا پر غالب آتے ہیں یہی ہے یعنی ہمارا ایمان" +

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اوروں کی آنکھیں ہم پر لگی ہیں شاید بلا ارادہ بعض ایسے اشخاص پر جنکو ہم جانتے بھی نہیں اپنا اثر ڈال رہے ہیں +

ہر روز کسی نہ کسی کا بھلا کیا کرو زندگی خوشی سے بسر کرنے کا راز یہی ہے +

ذکرِ رسید

سردار دیدار سنگھ صاحب۔ گجرات۔ .. .. ڈیڑھ روپیہ
سیّد غلام قادر شاہ صاحب۔ ڈیرہ غازیخاں۔ .. .. //
پادری ایچ۔ ایف ہنیل صاحب۔ کوٹ گڈھ۔ .. .. //
ڈاکٹر احمد شاہ شائق صاحب۔ لدّاخ۔ .. .. //
پادری احسان اللہ صاحب۔ نارووال۔ .. .. //
مسٹر سموئیل بلدیو صاحب۔ سہارنپور .. .. //
مس ڈیور صاحبہ۔ اجنالہ۔ .. .. //
مولوی صفدر علی صاحب۔ ای۔ اے سی۔ بھنڈارہ۔ .. .. //
پادری امام مسیح صاحب۔ کلکتہ۔ .. .. //
مس بوس صاحبہ۔ کلکتہ۔ .. .. //
بابو پریو ناتھ صاحب بوس۔ الور۔ .. .. //
مسٹر جے بسیٹن صاحب ہیڈ ماسٹر ایم بی سکول جالندھر۔ .. .. //
مولوی سراج الدین صاحب چشتی بی اے لاہور۔ .. .. //
پادری میاں صادق صاحب۔ اجنالہ۔ .. .. دو روپیہ
ڈاکٹر۔ ایم۔ بی۔ عطارد۔ صاحب۔ گورداسپور۔ .. .. تین روپیہ
پادری ڈی جے میکنزی۔ انگلستان۔ .. .. //

The MASIHI

Vol. II. June *No. 6;*
1897.

CONTENTS.

مسیحی

امرت سر

جلد ۲ جولائی نمبر ۷

۱۸۹۷ء

فہرست مضامین

مطبوعہ مشن پریس امرت سر

مسیحی

۱- ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شائع ہوتا ہے (۲) قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ محصولڈاک سب کو معاف (۳) خاص خاص لوگوں سے رعایت بھی کیجاتی ہے (۴) جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں اُنہیں ایک سال کے لئے رسالہ مفت ملتا ہے (۵) جن اصحاب کو نہ ملے یا دیر بعد ملے تو اُنہیں چاہئے کہ مینیجر کو فوراً اطلاع کردیا کریں (۶) اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کردینی ضرور ہے۔ (۷) ہر مہینے ہر مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جنکو خریداری منظور نہ ہو۔ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینیجر کو اطلاع دیں (۸) ہر طرح کی خط وکتابت وزرِ چندہ بنام مینیجر مسیحی امرتسر (پنجاب) ہونی چاہئے +

اَب بھی عصیاں کا میں اقرار کروں یا نہ کروں

ذکر وصفِ عیسیٰ بھی ہر بار کروں یا نہ کروں / کیا بیاں صورتِ دلدار کروں یا نہ کروں

چشم وگوش اور خط وخال سے کیا نسبت دوں / نقش قدرت کا بھی اظہار کروں یا نہ کروں

کوکب وشمس وقمر جسکے ہیں جلوہ سے عیاں / شوقِ دیدار پُر انوار کروں یا نہ کروں

تُو تو ابن اللہ ہے اور موجدِ کل موجودات / آشکارا تیرے اسرار کروں یا نہ کروں

سب کے دکھ درد پہ تھی نظرِ ترحم تیری / حال ظاہر تیرا غمخوار کروں یا نہ کروں

مرے بدلے میں بھی دی جان مسیحا تُو نے / اب میں دل سے تجھے پیار کروں یا نہ کروں

بارِ عصیاں سے کیا تُو نے سبکدوش مجھے / تیرے احسان کا اذکار کروں یا نہ کروں

خون اپنے سے لکھا معافی کا فرمان تُو نے / اَب بھی عصیاں کا میں اقرار کروں یا نہ کروں

جب کہ فرزندیٔ مولا میں لیا تُو نے مجھے ہو / اپنوں بیگانوں کا انکار کروں یا نہ کروں

جدِ امجد کو مرے دھوکا دیا شیطان نے / اس سے دل اپنے کو بیزار کروں یا نہ کروں

جب لگیں غیر مذاہب مجھے بہکانے اگر ہو / پھر بھی میں شکوہ اغیار کروں یا نہ کروں

دین و دُنیا میں ہے تسکین کے لئے کافی یسوع / اب بھی اس نام پہ سب کار کروں یا نہ کروں

مسیحی

جولائی ۱۸۹۷ء

نوٹ اور رائیں

صلیب کا نشان۔ کلیسیا کے ابتدائی زمانہ میں صلیب محض ایک نشان یادگار سمجھی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ رُوحانی اور معجزانہ تاثیریں اس سے منسوب کی گئیں چھٹویں صدی میں رومی کلیسیا نے اسکی پرستش کو جائز ٹھہرایا۔ اس بُت پرستی کا بقایا اب تک ہمارے بعض گرجوں میں پایا جاتا ہے شاید گرجا کی مینار پر صلیب کا نشان کھڑا کرنا چنداں قابل اعتراض نہیں لیکن گرجے کے اندر مقدس میز کے اوپر یا اُسکے سامنے صلیب کو بنانا یا قائم کرنا ہمارے ملک میں نہایت نامناسب

صلیب کا ناجائز استعمال مسیح کی صلیب ہم کو گناہ کا مکروہ ہونا اور خدا کی محبت کا کمال یاد دلاتی ہے لیکن اس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ مغیر لکڑی یا پتھر کی صلیب کے اس صداقت کو خیال میں نہیں لاسکتے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہہ ظاہری صورتیں ہمارے ایمان کے لئے مددگار ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ مسیح کی قبر بھی گرجا میں بناکر نہ رکھی جائے اور خود مسیح کی تصویریں یادگاری کے لئے مگر کیوں اُن کی عزت اور تعظیم نہ کیجائے یہہ سلسلہ آخر ہم کو بہت دور لیجائیگا ہم کو ضرور ہے کہ بدی کی صورت ہی سے بھاگیں ✦

مسیحیوں میں سر نو زندگی کی ضرورت۔ ونتھرپ ہنٹن کی پوشیدہ لکھتے ہیں کہ مسیحیت ہمارے درمیان یوں نظر آتا ہے کہ کلیسیا میں نام کے مسیحی بہت ہونگی اس ملک میں

کی سلطنت کی ترقی کے لئے ایک بڑی بھاری رکاوٹ ہے اور ہم دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے مشنری صاحبان جلد بازی سے بنیچہ دیکے خطرناک نتائج کو بخوبی سمجھ لیں مسیحیوں میں از سر نو زندگی کی ضرورت ہے ہم اکثر خیال کیا کرتے ہیں کہ بہمہ وجوہ بہتر ہوگا کہ اگر اس ملک کے تمام مشن دس یا پندرہ سال تک نومرید حاصل کرنے کا کام چھوڑ کر موجودہ مسیحیوں پر اپنی توجہ کلیتاً مبذول کریں اور ان کی روحانیت کے پایہ کو سرفراز کریں اسکے لئے ہم کو سرگرم مشنری صاحبان اور دیسی پاسٹروں کی ضرورت ہے +

چینی منیجر۔ ملک چین کی طرف سے جو چینی سفیر سلطنت واشنگٹن (امریکہ) میں متعین کیا گیا ہے وہ ایک مسیحی شخص ہے اور چرچ آف انگلینڈ سے متعلق ہے اُس نے انگلستان میں وکالت پیشہ کی تعلیم حاصل کی پھر جزیرہ ہانگ کانگ میں ملکہ انگلستان کی طرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز کیا گیا۔ بعد ازاں اُسنے **لی ہنگ چنگ** وائسرائے چین کے ہمراہ اپنے ملک کی نمایاں خدمت کی۔ امریکہ میں وارد ہوتے ہی چینی مسیحیوں نے اُسکی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا جس کے جواب میں آپ نے مشنریوں کی خدمات کی تعریف کی اور چینی سامعین کو فرمایا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چین کے لوگوں کی خود پسندی اور حقارت کا کفر کیونکر ٹوٹ رہا ہے +

مسیحی عُہدہ داروں کا نمونہ۔ جب سرکار دولتمدار کے اعلیٰ ملازم مسیحی دین کا نمونہ رعایا کے پیش کرتے ہیں تو مسیحی خادمان دین اور مشنریوں کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے چنانچہ جو ایڈریس منجانب مشنری کانفرنس کلکتہ شصت سالہ جوبلی پر پیش کیا گیا ہے اُس میں اسی مضمون کا ایک فقرہ ایزاد کر دیا گیا ہے۔ کیا ہم پنجاب میں ایسے خدا ترس اور خدا دوست ملازموں کی نظائر نہیں دیکھتے۔ کیا سر چارلس ایچیسن صاحب مرحوم اپنا سکہ رعایا کے دلوں میں نہیں بٹھا گئے۔ دیگر اعلیٰ حکام میں سے مکانکی صاحب و مرکنس صاحب و کولڈ سٹریم صاحب زندہ مثالیں ہیں جن کی انصاف پروری اور مسیحی طبیعت کا غیر مذاہب کے لوگ بھی انکار نہیں کرتے +

خُداپرستی اور دُنیاپرستی میں فرق۔ پرنس بسمارک کی موجودہ حالت کیسی قابل رحم ہے ایک وقت وہ تھا کہ سارا یورپ اُسکے لبوں کی حرکت سے تھرتھراتا تھا اور آج اُسکے گویا آخری کلمات سُنو کہ "میں بیمار نہیں لیکن ماندہ ہوں میری زندگی بیچین ہے اور اُسکا کوئی مدعا معلوم نہیں ہوتا کسی چیز سے مجھے خوشی حاصل نہیں ہوتی میں گویا تنہا ہوں میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میرے لڑکے اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ زراعت اور جنگلات میں مجھے کچھ دلچسپی نہیں رہی اور پولیٹیکل معاملات مجھے کاٹنے دوڑتے ہیں۔" بیچارہ بسمارک! دیکھو یہہ شخص جنہیں جی مرچکا ہے اسکے ساتھ انگلستان کے بوڑھے مسٹر گلیڈسٹون کا مقابلہ کرو جو اپنی سن رسیدگی میں جوانی کی تازگی رکھتا ہے اور مسیحی ایمان میں قائم اور سرگرم ہے۔ ڈاکٹر نا تن بینگس صاحب نے اپنے روزنامچہ میں درج کیا کہ آج میری عمر بیاسی سال کی ہوئی ہے میری سلامتی نہر کی مانند رہی ہے اور میں اپنی حالت پر شاکر ہوں۔ بشپ ہیڈنگ صاحب نے اپنی مسافرت کے انجام پر فرمایا کہ میں نے پچاس سال سے زیادہ خدا کی خدمت کی ہے۔ عام طور پر مجھے اطمینان رہی ہے لیکن ایسا جلال اور ایسا نور ایسی صفائی اور خوبصورتی جو میں اب دیکھتا ہوں مجھے کبھی پیشتر نظر نہ آئی تھی" +

بیماری بھی ایک نعمت ہے۔ بہت سے مسیحی اُس طاقت کے لئے جو بیماری سے حاصل ہوئی خدا کا شکر کرسکتے ہیں ہم نے آج کے دن اپنے درمیان ایک ایسا شخص دیکھا ہے جس نے بستر مرگ پر اپنی زندگی خدا کے لئے دے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اب اُسکو خُدا ہی کی مدد سے پورا کر رہا ہے۔ اُس مسیحی کو ہم نے یہہ کہتے سُنا کہ اگر ہم کو انسان کے ساتھ وعدہ کرکے پورا کرنا ضرور ہے تو کیا خدا کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے اور حقیقت میں خُدا اُسکی کمزوری میں اپنی طاقت کو ظاہر کر رہا ہے

انجیل کی برکت۔ جزیرہ فیجی کے باشندوں نے ہندوستان کے قحطزدوں کی امداد کیلئے قریب تیرہ ہزار روپیہ چندہ کرکے بھیجا ہے حضور قیصر ہند کی تخت نشینی کیوقت اس جزیرہ میں وحشی

اقوام خوارآباد تھے سنہ ۱۸۳۰ء میں دو ویسلین مشنری صاحبان انجیل کو لیکر وہاں گئے اور تکالیف اور مصائب کے درمیان جان کو ہتھیلی پر رکھکر انجیل سُناتے رہے اور آج سرکاری کاغذات کے بموجب اسی جزیرہ کے لوگ دنیا بھر میں سب سے زیادہ نمک حلال اور تابعدار رعایا ہیں یہہ انجیل کی برکت ہے جسکا مقابلہ دنیا بڑی سے بڑی دلائل کے ساتھ بھی نہیں کرسکتی۔ مانا کہ یہہ تمام رقم صرف مسیحیوں کی طرف سے نہیں لیکن اس جزیرہ میں انسانی ہمدردی کی تازگی بخش ہوا کیونکر پھیل گئی اور باقی لوگوں نے اِس اعلیٰ صفت کو کہاں سے حاصل کیا +

امریکن پرسبٹیرین مشن میں تخفیف۔ ہم نے کمال افسوس کے ساتھ سنا ہے کہ امریکہ کے پرسبٹیرین بورڈ آف مشن نے بوجوہات چند اپنا گرانٹ ۳۵ پینتیس فیصدی کم کردیا ہے اسکے یہہ معنی ہیں کہ اس مشن کو اپنا قریب ایک تہائی بنا بنایا کام چھوڑنا پڑیگا ہم کو خاص افسوس دو بات کا ہے اول تو اِس مشن کے کام کا زیادہ حصّہ ادنےٰ اقوام کے مسیحیوں کے درمیان ہے جنکے بچوں کو تعلیم دیکر ایک نئی پشت قائم ہو رہی تھی شاید ان حقیر اور راندہ اقوام کے لئے خدا کوئی بہتر انتظام کریگا۔ دوسرا افسوس یہہ ہے کہ اس تخفیف کا زیادہ تر دیسی کارندوں پر پڑیگا۔ بیرڈ جیسے امریکن پرسبٹیرین مشن کے تجربہ کار مشنری ڈاکٹر حبیب صاحب کی رائے میں یا تو بعض مشنوں کو بالکل اُٹھا دینا چاہئے اور یا اپنے تمام مشنوں میں سے ساٹھ سال کے زیادہ عمر کے مشنریوں کو واپس بلا لینا چاہئے اس آخرت رائے میں ہم کسی قدر متفق ہیں کیونکہ ایک یا دو امریکن مشنریوں کو برطرف کرنے سے ایک بڑا بھاری دیسی مسیحیوں کا عملہ تخفیف سے بچ سکتا ہے +

ممکن ہے کہ ہم نجات دہندہ کی نسبت اپنے خیالات کی صحت میں ایسے مستغرق رہیں کہ خود نجات دہندہ کو بالکل بھول نہ جائیں +

سمندر کے عجائبات

کسی گذشتہ نمبر میں ہم نے سائینس کے مطالعہ کی طرف ناظرین کو توجہ دلائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ نیچر کا مشاہدہ اور مطالعہ ایک مسیحی شخص کے لئے خاص دلچسپی رکھتا ہے ہم اپنے دعویٰ کو ثابت کرنیکے لئے موجودات میں سے کسی ایک حصہ کو منتخب کر سکتے ہیں اور پھر اُس حصہ کی ایک شاخ کو لیا چاہئیں اس پر دفتروں کے دفتر لکھے جائیں تو بھی کما حقہٗ اُسکا حق ادا نہ ہوسکیگا۔ مزمور نویس فرماتا ہے کہ "میں ہیبت ناک طور سے عجیب و غریب بنا ہوں"۔ اور حق تو یہہ ہے کہ اگر علم الادیان کے بعد دیکھا جائے تو العلم علم الابدان یعنی انسانی جسم کا علم سب سے زیادہ عجیب و غریب اور دلچسپ ہے مگر اسکو طے کرنا ذرا دقت طلب ہے۔ آج ہم ایک سادہ مضمون کو دیگر سائینس کی معلومات پیش کرنا چاہتے ہیں +

زبور کی کتاب میں سمندر کا بیان بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے اور ایسے ایسے خاکے کھینچکر دکھائے ہیں کہ ہم گھر بیٹھے بٹھائے سمندر کی موجوں کا نقشہ اپنے دل پر جما سکتے ہیں مثلاً ایکسو سانویں مزمور کی تئیسویں آیت سے بحری طوفان کا ایسا دلچسپ اور صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے موجوں کی بلندی اور پستی اور نیز جہاز کی خطرناک حالت کو دیکھ رہے ہیں خیر اسوقت ہم کو خاص سائنس کے معلومات سے سروکار ہے کتاب مقدس میں سے سمندر کے عجائبات کا بیان دوسرے مضمون کے لئے چھوڑتے ہیں +

اِسوقت سمندر کرہ زمین کی تین چوتھائی کو ڈھانپے ہوئے ہے لیکن ایک وہ وقت تھا کہ خشکی مطلق نہ تھی اور پانی نے ساری زمین کو گھیر رکھا تھا۔ اُسوقت بحر کی گہرائی قریب اڑھائی میل ہوگی۔ اِسوقت سب سے زیادہ گہرائی جو حساب سے معلوم کی گئی ۴۶۲۲۳۶ فیٹ ہے یعنی قریب پونے نو میل۔ کوہ ہمالہ کی سب سے اونچی چوٹی ایوریسٹ اِس سے قریب سترہ ہزار فیٹ کم ہے اور اگر اِس تمام بحر کے پانی کو ایک جگہ جمع کر کے ایک کرہ بنایا جائے تو اِس کرہ کا قطر نوسو میل ہوگا اور وزن میں زمین کا ۱/۴۰۰ ہوگا۔ اگر سمندر کی گہرائی کی اوسط کو دیکھیں تو قریب بارہ ہزار فیٹ سے اٹھارہ ہزار فیٹ تک ہوگی +

ناظرین کو معلوم ہے کہ سمندر کا پانی صاف اور شیریں نہیں بلکہ کھاری ہے اور اُس میں بہت سی

معدنیات حل ہوئی ہیں۔ حساب کرنے والوں نے اندازہ کیا ہے کہ سمندر کے پانی میں سینتیس حصوں میں سے ستائیس حصے نمک ہے تو پھر پانی کڑوا کیوں نہ ہو۔ اس مقدار کو صحیح طور پر خیال میں لانے کیلئے فرض کیجئے کہ سمندر میں سے نمک کو نکالکر زمین پر انبار کیا گیا ہے۔ یہہ انبار ایک ایسا پہاڑ بن جائیگا جس کی تہ سارے شمالی امریکہ کو ڈھانپ لے گی اور بلندی میں ایک میل ہوگا یا دوسرے لفظوں میں ہم اسکو یوں ادا کر سکتے ہیں کہ یہہ نمک کا پہاڑ پچاس لاکھ مکعب میل ہوگا +

علاوہ نمک کے سمندر کے پانی میں سونے اور چاندی اور دیگر معدنیات کی بھی آمیزش ہے عالموں نے چاندی کی مقدار کا حساب ایک نہایت آسان طریق سے کر لیا ہے یعنی کسی جہاز کی تہ میں تانبا لگا ہوا جس پر مدت مدید تک سمندر میں ڈوبا رہنے سے چاندی کی تہ جم گئی تھی۔ اس چاندی کو وزن کرنے سے سمندر میں اس شے کی مقدار کا تخمینہ قائم کیا گیا چنانچہ حساب سے معلوم ہوا کہ اگر اس تمام نقرہ کو جمع کیا جائے تو اسکا وزن بیس کروڑ ٹن ہوگا (ٹن قریب اٹھائیس من کا ہوتا ہے) سونا اس سے کم مقدار میں پایا جاتا ہے یعنی ایک ٹن پانی میں قریب نصف رتی بھر +

سمندر کے متعلق ایک اور عجیب حساب ہے یعنی ہر روز اسکی سطح پر سے پانی بخارات کی صورت بنکر ہوا میں ملجاتا ہے بارہ گھنٹہ کے عرصہ میں دس انچہ مربع سطح سمندر پر سے ایک مکعب انچہ پانی اڑتا ہے یعنی ایک مربع میل سطح پر سے قریب پندرہ لاکھ گیلن پانی اڑیگا۔ اس حساب سے دن بھر میں بحیرہ تمام سے قریب دس کھرب گیلن پانی بخارات بنکر ہوا میں ملجاتا ہے اگر اس قدر پانی ہر روز سمندر میں سے کم ہوتا جارہا ہے تو کیا تعجب کا مقام نہیں کہ سمندر اب تک خالی کیوں نہیں ہوگیا۔ ہاں اگر سمندر کو پر کرنے کا کوئی سامان نہ ہوتا تو دو ہزار سال میں تمام بحر خشک پہاڑوں اور وادیوں کا سلسلہ ہوجاتا لیکن خدا نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ سمندر کا پانی پھر سمندر میں چلا جاتا ہے اول تو سمندر کی سطح پر کثرت سے بارش ہوتی ہے اور پھر سیکڑوں چھوٹے بڑے دریا پہاڑوں اور جھیلوں میں سے بہکر سمندر کی کمی کو پورا کرتے رہتے ہیں۔ اصل میں یہہ بھی سمندر ہی کا پانی ہے جو کوہستانی حوضوں میں جمع ہوکر بتدریج ملک کو سیراب کرتا ہوا اپنے اصلی وطن میں رجعت کر جاتا ہے ایک اور سلسلہ سمندر میں موجود ہے جو مختلف

حصّوں کی کمی بیشی کو ہموار کرتا رہتا ہے یعنی بحر کی دھارا کا رخ سمندر کا پانی بھی متحرک ہے اور سرد سے گرم اور گرم سے سرد ملکوں کی طرف گردش کرتا رہتا ہے جس سے نہ فقط پانی کی سطح ہموار رہتی ہے بلکہ مختلف ملکوں کی آب و ہوا پر بھی بڑا بھاری اثر رکھتا ہے +

اس بیان سے گذر کر اگر ہم سمندر کے حیوانات پر غور کریں تو نہایت عجیب مخلوقات اس میں نظر آئیں گے بڑی بڑی مچھلیوں سے لیکر (جنکی دم کے تھپیڑے سے جہاز غارت ہو جاتے ہیں) ایسے خورد حیوانات تک جنکا وجود بذریعہ بڑی طاقت والی خوردبینوں کے دیکھا جاتا ہے سمندر کے پانی میں پائے جاتے ہیں۔ شاید موخرالذکر خورد حیوانات سے بڑھکر کوئی چیز سطح عالم پر حیرت افزا نہیں۔ خیال کیجیے کہ سمندر کے چٹان ایک وقت زندہ حیوانات کا مسکن تھے۔ نہیں نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے باریک قسم کے گھونگوں اور جونکا کا مجموعہ تھے ان چھوٹے حیوانات کی کئی ایک قسمیں ہیں چنانچہ ایک قسم وہ ہے جسکا قطر قریب ایک انچ کا اٹھارہ ہزارواں حصّہ ہے ایسے کیڑے ایک مربع انچ پر قریب تیس لاکھ کے رکھے جاسکتے ہیں اور ایک مکعب انچ میں تو انکی تعداد دُنیا کی آبادی سے چوگنی جمع ہو سکتی ہے۔ مصر کے جو پہلے مثلث نما مینار کیا ہیں وہ یہی کیڑے ہیں جن میں چونے کی آمیزش ہونے سے سخت ہو گئے۔ کوئی وقت ایسا تھا کہ یہہ تمام تو وہ جو انسانی صنعت اور کاریگری کا تاج سمجھا جاتا ہے ایک زندہ کیڑونکا متحرک مجموعہ تھا۔ اسی طرح کھریا مٹی بھی ایک قسم کے خورد حیوانات کا مجموعہ ہے حیوانی مادہ بتدریج سڑگل کر زائل ہو گیا اور جماداتی مادہ یعنی چونا اپنی جگہ پر قائم رہا +

علاوہ انکے اور بہت سے عجائبات کا ذکر کر سکتے ہیں لیکن ہم بائبل کے مقدس صفحات میں سے ایسی اشیا نکا ذکر پیش کرنا چاہتے ہیں جنکا ذکر تک سائنس میں پایا نہیں جاتا۔ ان کے لئے ناظرین کسی آئندہ پرچہ کے منتظر رہیں +

کہتے ہیں کہ ایک چینی آدمی لوقا کی انجیل میں فقط مسیح کا نسب نامہ پڑھنے سے مسیحی مذہب کی صداقت کا قائل ہو گیا اُسنے اُور وہ خدا کا دھیان تھا کا مقابلہ کنفیوسس کے نسب ناموں سے کیا +

الوہیّت مسیح

(۶)
خاتمہ

خدا محبّت ہے یہہ محبت اپنے کام اور اپنے انتظامات اور اپنی حکمت میں لاثانی اور عظیم الشان ہے اسکی گہرائی کو انسانی عقل نہیں پہنچ سکتی محبّت کا سب سے بڑا کام یہہ ہے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں پر خرچ کرتی ہے دوسروں کے لئے دیتی ہے محبّت کا سب سے بڑا ظہور یہی ہے خدا کے لئے امکان کا میدان وسیع بلکہ لا انتہا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکے لئے کیا ممکن ہے اور کیا ممکن نہیں +

مذکورہ بالا خیالات کو مدّنظر رکھکر کون شخص ہے جو مسیح کی عجیب زندگی اور عجیب معنوں پر جو ہم مسیحی بیان کرتے ہیں اعتراض کرنے کی جرأت کریگا۔ آدمی کا صرف یہہ کام ہے کہ فروتنی اور شکرگذاری کے ساتھ جو کچھ خدا نے کیا ہے اُسکو تسلیم کرے +

مسیح کی الوہیّت کا عقیدہ کیسی عجیب روشنی بنی آدم کے لئے ڈالتا ہے ہم اب دیکھ سکتے ہیں کہ ہم دراصل کیا ہیں اور خدا ہماری نسبت کیسے کیسے ارادے رکھتا ہے خدا ہماری ذات کو اپنی حضوری سے ممتاز کر چکا وہ انسانیت کے ساتھ حقیقی رشتہ اور اتحاد قائم کر چکا ہے +

خدا ایک آدمی کے جسم میں آدمی بنا تاکہ اُس ایک پر ایمان لاکر کُل بنی آدم خدا کے ساتھ مل جائے۔ سہ پس بیٹے کے تجسّم سے جو غرض خدا کی ہے وہ اب ہم سے پوشیدہ نہیں ہے اور ہم اُسکے عملی نتائج کو سمجھ سکتے ہیں یاد رہے کہ بیٹے کا مجسم ہونا دُنیا کا درمیانی اور عظیم واقعہ ہے یہہ گویا نوعِ انسانی کی کل تاریخ کا مرکز ہے +

کسی نے اعتراض کیا ہے کہ مسیح کو خدا ثابت کرنے کا یہہ نتیجہ ہے کہ ہم اپنی نوع میں سے سب سے بڑے جلیل عضو کو خارج کر دیتے ہیں یہہ اعتراض غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر مسیح کی الوہیّت ثابت ہو جائے تو ہماری جنس کا سر اونچا ہوتا ہے اور ہم زمین سے بلند ہو کر آسمان میں داخل ہو جاتے ہیں +

اگر دنیا کے بیشمار آدمیوں میں ایک آدمی زیادہ داخل کردیا جائے تو کونسی بڑی بات حاصل ہوگی ایک گھنے شاخدار پیڑ میں اگر ایک نئی شاخ اُگے تو کیا پیڑ کی شاخ بڑھ جائیگی کیا اس سے پیڑ کی زندگی تبدیل ہو جائیگی ہرگز نہیں +

لیکن اگر ایک ناقص پیڑ میں اچھے پیڑ کی پیوند لگائی جائے تو کتنی بڑی تبدیلی ہوگی اگر مسیح باقی آدمیوں سے کسی بات میں مختلف نہیں ہے تو ہم اس سے کسی بڑے اور نرالے نتیجہ کی توقع بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر اس جسم میں ایک نیا بیج تھا جو ایمان کے ذریعہ سے ہر شخص کی زندگی میں پڑ سکتا ہے تو البتہ دنیا میں ایک نیا آدمی پیدا ہوا ہے اور ایک نئی تاثیر آئی ہے +

خدا نے دنیا کو کیوں بنایا صرف اسلئے کہ وہ آدمی کے لئے لائق گھر ہو لیکن آدم کے پیدا ہونے سے کیا غرض تھی۔ صرف یہہ کہ ایک مقدس ذات پیدا ہو جو خدا سے کامل میل اور اتحاد رکھ سکے جو اسکی کامل اور مقدس مشیت کا لائق ہتھیار اوزار اور وسیلہ ہو۔ جو اس نادیدنی ذات کا دیدنی نمونہ ہو کیا اسکا یہہ ارادہ کسی خاص آدمی کے لئے تھا؟ نہیں اس ارادہ کے دائرہ میں کل نوع انسانی داخل ہے مسیح میں یہہ ارادہ پوری طرح ظاہر ہوا تاکہ اس ظہور کی قوت سے کل نسل انسانی کے حق میں بھی پورا ہو۔ "تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ہو" رومیوں ۸: ۲۹ +

موسیٰ اور یوحنا میں مطابقت۔ موسیٰ اور یوحنا رسول میں ایک قدرتی مطابقت پائی جاتی ہے۔ دونوں خدا کی سلطنت کو قائم کرنا چاہتے تھے موسیٰ نے مصری کو قتل کیا اور سمجھا کہ اپنے زور بازو سے اسرائیل کو مخلصی دلاونگا۔ یوحنا نے اسی انجام کو حاصل کرنے کے لئے آسمان سے آگ برسانا ضرور سمجھا۔ لیکن جیسا چالیس سال تک مدیان کے تنہا گوشہ میں زندگی بسر کرکے موسیٰ کی طبیعت میں سے تندمزاجی کا مادہ زائل ہوا یہانتک کہ جس کام کو وہ تیزی سے پورا کرنا چاہتا تھا۔ اب اسی سے بھاگتا ہے۔ اسی طرح یوحنا رسول کی روح میں سے بتدریج رعد والا مادہ معدوم ہوا +

کفّارہ

(۸)

مناسب نہیں کہ مسیح کی موت اُسکی کل زندگی سے ایک علیحدہ وقوعہ سمجھی جائے۔ موت اور زندگی ایک شے تھی۔ صرف اتنا فرق تھا کہ وہ تابعداری جو زندگی میں عام طور پر ظاہر ہوتی تھی موت میں خاص بلندی اور گہرائی کو پہنچی +

مسیح کے حالات کو پڑھنے والے تعجب کیا کرتے ہیں کہ وہ موت سے کیوں ڈرتا تھا سُقراط کس خوشی سے مرا اور ہزار ہا متعصب مسلمان جوش و خروش سے موت کا مقابلہ کرتے آئے ہیں مسیح کی بابت لکھا ہے کہ وہ گھبرانے اور مغلوب ہونے لگا۔ اُس نے خود کہا کہ میری رُوح از حد رنجیدہ ہے بلکہ میری حالت موت کی سی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ موت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا تھا تاہم اُس نے ٹھیک اندازہ نہیں کیا تھا کہ وہ کیسی حالت ہوتی ہے لیکن جب وہ دفعتاً اُسکے سامنے آئی تو اُسکی حالت بالکل ناقابل بیان تھی +

اسکا کیا سبب تھا عبرانیوں کے خط میں ایک جملہ ہے جو اس بھید کو کسی قدر کھولتا ہے "اُسنے دُنیا کے ہر فرد بشر کی خاطر موت کا مزہ چکھا"۔ (عبرانیوں ۲: ۹) بعض آدمی فطرت سے بے پروا اور بھدّی ساخت کے ہوتے ہیں۔ اُن کو موت سے چنداں خوف نہیں ہوتا بعض اَور ہوتے ہیں جو اُسکا خیال ہی دُور کر دیتے ہیں اور اس طرح اُنکی ہمت بندھی رہتی ہے لیکن مسیحیوں کی حالت میں موت کا ڈنک نکل چکا ہے صرف اس وجہ سے کہ مسیح مر کر زندہ ہو گیا ہے پس مسیح کی موت کی وجہ سے ہمارے لئے موت نہایت ہی آسان ہو گئی ہے ہمارے لئے وہ فقط ایک رستہ ہے جس سے ہو کر ہم ایک بہتر حالت میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن جسوقت مسیح نے موت کا مقابلہ کیا اُسوقت اس تنگ دروازے کی اذیت تھی اس سے پیشتر کوئی شخص فتحمندی کے ساتھ اس میں سے گذر نہ چکا تھا موت کا خوف طلق گھٹایا نہ

گیا تھا اور مسیح جانتا تھا کہ اِس خوف کو کم کرنا میرا کام ہے اور اُس نے اُس کو کس طرح کم کیا اِس طرح کہ اُسنے اُسکو پوری طرح اپنے اوپر لے لیا +

وہ نہ بے پرواہ تھا اور نہ بھدّی ساخت کا شخص تھا اسلئے موت کے پورے ہول سے واقف تھا صلیب کیوقت سپاہیوں نے اُسکو پت ملا سرکا پلانیکی کوشش کی۔ یہہ شئے مجرموں کو پلائی جاتی تھی تاکہ اُسکے نشے سے اُنکا عذاب کچھہ کم ہو جائے لیکن اُسنے اسکے پینے سے انکار کیا اسکی کیا وجہ تھی صرف یہہ کہ وہ موت کا پورا عذاب سہنا چاہتا تھا +

موت کا عذاب دو حصّوں پر منقسم ہو سکتا ہے ایک حصّہ تو محض جسمانی ہوتا ہے ہم دیکھہ چکے ہیں کہ مسیح نے اُسکو پوری طرح اپنے اوپر لیا۔ دوسرا حصّہ وہ ڈنک ہے جو موت او گناہ کے تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ موت گناہ کا نتیجہ ہے یہہ موت کا ڈنک ہے (اقرنتیوں ۱۵-۵۶) بنی آدم کے لئے موت ایک خلاف فطرت وقوعہ ہے جس طرح کہ گناہ خلاف فطرت ہے اُسی طرح گناہ کا نتیجہ یعنی دکھہ بھی خلاف فطرت ہے لیکن یہہ دکھہ مسیح پر کس لئے آئے جبکہ وہ گناہ سے بری تھا۔ اُسکا جواب یہہ ہے کہ مسیح نے بیگناہ ہو کر ایک بگڑی ہوئی ابتر دنیا میں رہنا قبول کیا اس بگاڑ اور ابتری کا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ باوجود بیگناہی کے موت سے نہ بچا زندگی اُسکا حق تھی لیکن اُسنے اسقدر اپنے آپکو بنی آدم کے ساتھہ ملایا کہ اُسنے نہ فقط تکلیف سہنا قبول کیا بلکہ موت کو بھی اختیار کر لیا اور اسی میں اُسکا کفارہ تھا

انسان اپنے گذشتہ گناہوں کے لئے کیا معاوضہ دیسکتا ہے اسکے بس میں صرف اتنا ہے کہ اوّل گہرا افسوس ظاہر کرے اور دوم آیندہ کیلئے کامل نیک ارادہ باندھے لیکن افسوس اور آیندہ کے لئے نیک ارادہ کافی نہیں ہیں لازم ہے کہ گنہگار کی طبیعت اور خصلت بھی ساتھہ ہی پوری طرح بدل جائے منشا یہہ ہے کہ آیندہ گنہگار اپنے گناہ کو اُسی نظر سے دیکھے جس سے خدا اُسکو دیکھتا ہے +

لیکن یہہ کسی آدمی کی طاقت میں نہیں ہے آدمی کا گناہ اُسکو توبہ اور سچے افسوس سے روکتا ہے اُسکی آنکھیں بند ہو رہی ہیں اُسکی قوت ممیزہ سر بسر بگڑی ہے قدسیت کا خیال بھی اُسکے لئے ایک اجنبی بات ہے اور اسلئے گناہ اور ثواب میں وہ حقیقی اور لائق تمیز نہیں کر سکتا +

چوپانی زبور

نَواں باب

تُو میرے سر پر تیل ملتا ہے۔ زبور ۲۳ : ۵

مشرقی ممالک میں رواج ہے کہ میزبان۔ مہمان کے سر پر خوشبودار چیزیں ملتا یا تیل انڈیلتا ہے اگر مہمان کی خاطر تواضع مطلوب نہ ہو تو اس رسم کو نظر انداز کیا جاتا ہے جیسے شمعون نے مسیح سے کیا۔ اور اُسکی عدم موجودگی پر ہر ایک کے دل میں خیال گذرتا اور شائد کلا بھی کہا جاتا ہے جیسے مسیح نے شمعون کو یاد دلایا کہ تو نے میرے سر پر تیل نہیں ملا +

جتنی محبّت اور ادب اور خوشی زیادہ ہو اُتنا ہی زیادہ قیمتی عطر بکثرت انڈیلا جاتا ہے مگر اُس پان اور عطر کی خوشبو کپڑوں سے کئی دن تک آتی رہتی ہے اور اُس وقت کی یاد دلاتی ہے جو بخوشی و خرمی گذرا۔ اُس عطر نے جو مریم نے مسیح کے سر پر ڈالا غم و مصائب کیوقت اُسے تازہ دم کیا اور ہمت دلائی ہو گی اور جب اُسکے کپڑوں کی خوشبو دماغ تک پہنچتی ہو گی تو اُسے ایک سچے دل کی محبّت یاد آتی ہو گی +

یہ عطر جو خستہ بدن اور دُکھتے سر کے لئے ایسا تازگی بخش ہے سنگ مرمر کے عطر دان میں رکھا جاتا تھا کہ جس وقت ضرورت پڑے جلدی سے نکال کے مہمان کے سر پر چھڑکا جائے۔ محبّت خرچ کی پرواہ نہیں کرتی ا جب ایک دفعہ معافی سے کامل محبّت کا چشمہ بہنے لگ جاتا ہے تو گنہگار اُس معافی اور قبولیت کی ساعت میں آنسو بہانے اور پیار و محبّت کے کام کرنے سے شرماتا نہیں۔ لوقا ۷ : ۳۸ +

جبکہ زبور نویس فرماتا ہے کہ خداوند خود مجھہ پر تیل ڈھالتا ہے تو کیا اُس کا یہی مطلب نہیں ہے کہ زندگی ایک ضیافت ہے جس میں ہم سب مہمان اور خدا ہمارا میزبان ہے؟ اور نیز کیا اُس کا یہہ بھی مطلب نہیں کہ خدا ہمیں بڑے تپاک اور محبت سے خیر مقدم کہتا ہے؟ وہ کنجوس اور تند مزاج نہیں بلکہ ہمیں خوش و خرم دیکھنے اور خوش رکھنے میں اُس کی خوشی ہے - ہاں اُسکی خوشی یہہ ہے کہ ہمیں نہ صرف ضرورت کی چیزیں دے بلکہ نعمتیں بھی وہ ہم پر یہہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اسکی خوشی ہمیں قبول کرنے اور اپنے عزیز بیٹے کی خاطر ہم پر فضل کرنے میں ہے +

کئی امور خدا کے فضل کا پتہ دیتے ہیں کئی انسانی زندگیوں میں روشنی کی کرنیں ہاں عزیز دوستوں کی محبت یا خاندانی آرام خدا کی محبت کے نشان پائے جاتے ہیں - بہت لوگوں کے لئے زندگی شروع کرتے وقت خدا کے فضل کا تیل کسی نہ کسی طرح سے مہیا کیا جاتا ہے - ہر ایک شخص پیدا ہوتے وقت ہی مبارکبادی پاتا ہے - ہاں ماں کی محبت - جوانی کی خوشی - قدرتی نظاروں کی تازگی اور غم و افکار سے بیفکری +

خدا نے ہماری طبیعتوں کو دنیا کے ساتھہ ایسی موافقت دی ہے کہ خود اپنی زندگی ہی میں ایک خوشی ہے اور ذاتی خوشی اور مسرت کے بھی بہت سے سامان ہیں بشرطیکہ انسان گناہ سے اپنے خالق کے ارادوں کو بگاڑ نہ دے "اے خدا تیری مہربانی کیسی عزیز ہے اسلئے بنی آدم تیرے پروں کے سایہ تلے آکے پناہ لیتے ہیں وہ تیرے گھر کی چکنائی کھانے سے سیر ہونگے اور تو اپنی عشرتوں کے دریا سے اُنہیں سیر کریگا" "مے جو انسان کے دل کو خوش کرتی ہے اور روغن جو چہرے کو چمکاتا ہے" "تو درمچھیاں بھی جنتی وہ جانیں"

اگرچہ عام طور سے یہہ لوگوں پر صادق آتا ہے تاہم ایک خاص طرح کا مسح ہے جسمیں عام لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہے خروج کی کتاب ۳۰: ۲۳-۲۵ میں ایک خاص قسم کے تیل کا ذکر ہے مقدس ملنے کا کا تیل جو کہ عہد کے صندوق اور پاک برتنوں پر چھڑکا جاتا تھا اور جس سے ہارون اور اُسکے

بیٹے مُقدّس کئے جاتے تھے اِس میں دو شرطیں تھیں اوّل کہ ایسا اور اُسی ترکیب سے نہ بنایا جائے - دوئم کہ وہ کسی آدمی کے بدن پر نہ ڈھالا جائے - دونوں شرطیں قابل غور ہیں- اِسی ترکیب سے عام لوگ اِسے نہ بنائیں- اِس سے ظاہر ہے کہ اِس علم الٰہی کیمیائی میں اِنسان کو دخل نہیں جس سے وہ بنایا جاتا ہے -غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ نوشتوں میں شروع سے آخر تک اِس تیل سے رُوح القدس مراد ہے - زبور نویس کا یہہ خوشی کا نعرہ کہ تو میرے پر تیل ملتا ہے - بہت سی آئتوں میں پایا جاتا ہے کاشکہ ہم روز بروز جان سکیں کہ ہمارا مہمان نواز جسکی میز پر ہم کھاتے ہیں ہمیں رُوح القدس کے تیل سے ہمیشہ مسح کرتا رہتا ہے +

یہہ لفظ اپنے گہرے اور اصلی معنوں میں مسیح پر صادق آتے ہیں- بیٹے سے کہتا ہے کہ خدا تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا - (عبرانیوں ۱: ۸ و ۹) اور پطرس نے کرنیلیوس کے گھر میں بڑے واضح طور سے کہا کہ ایسا مسح پہلے باپ سے بیٹے کو ملا- خدا نے یسوع ناصری کو رُوح القدس کی قدرت کے ساتھ مسح کیا اعمال ۱۰: ۳۸- ستائی ہوئی لیکن فتحیاب کلیسیا کی آواز یہہ کہتی سُنائی دیتی ہے کہ تیرا پاک بیٹا مسیح جس کو تو نے مسح کیا - اعمال ۴: ۲۷- باپ نے رُوح ناپ کر نہیں دی بلکہ بکثرت گویا کہ آسمان کھولے گئے جیسے سنگ مرمر کے عطر دان توڑے گئے اور رُوح القدس نازل ہوئی - لوقا ۳: ۲۲ +

ایسا کوئی وقت نہ تھا جبکہ یسوع مسیح رُوح القدس سے بھرپور نہ تھا لیکن کون شخص جس نے بائبل کو بغور پڑھا ہو کہہ سکتا ہے کہ یردن کے بپتسمہ سے اُسے خاص برکت نہیں ملی "خداوند کی رُوح مجھ پر ہے کیونکہ اُسنے مجھے مسح کیا میں بدرُوحوں کو خدا کی رُوح سے نکالتا ہوں"!

مسیح مسح کیا گیا کہ سردار کاہن ہو ہر ایک کاہن تیل سے مسح کیا جاتا تھا (خروج ۲۹: ۲۱) اور ہمارا سردار کاہن ہارون کی طرح نہ تھا تو بھی اُس پاک عہدے کے ایسے پاک نشان سے خالی نہیں رہ سکتا تھا اِسلئے رُوح القدس اُس پر ٹھہری اُس ہنگ ہوئے عطر کی مانند جو سر پر

ڈالا گیا اور داڑھی پر بالکل ہارون کی داڑھی پر بہکے اُسکے پیراہن کے گریبان تک پہنچا۔ (زبور ۱۳۳: ۲) اور ہم مسیح کے قدموں کے پاس اُس کی پوشاک کے دامن میں جہاں انار سونے کی گھنٹیوں کے بیچ پائے جاتے ہیں (خروج ۲۸: ۳۳) تو پھر کیا ہمیں اس امر کا دائمی اُمیدوار نہیں ہونا چاہئے کہ چونکہ ہم اُسکے پیراہن کے دامن میں اسکی برکت بہکر ہمیں بھی معطر کریگی ٭

ہمارا خداوند مسّح کیا گیا کہ بادشاہ ہو۔ مسیح کے معنی ہی مسّح کیا ہوا ہے ہم نے مسیح کو جسکا ترجمہ کرسٹس ہے پایا ہے۔ یوحنّا ۱: ۴۱ - اُن زبوروں میں جو مسیح سے متعلق ہیں اور خاص اُس مبارک زبور میں جس میں کہ خدا تعالیٰ اپنے بیٹے کو اپنے دشمنوں کے درمیان آدمیوں کا سچا بادشاہ ہونیکے لئے مقرر کرتا ہے یہہ لکھا ہے "میں نے اپنے بادشاہ کو کوہ مقدّس صیحون پر بلند کیا ہے"۔ زبور ۲: ۶- کیا ان لفظوں میں اُس نظارہ سے مشابہت نہیں جبکہ ادونیا اور اُسکے ساتھی زحلت کے پتھر کے پاس خوشی کر رہے تھے کہ ایک پیغامبر یہہ پیغام لایا کہ "فی الحقیقت ہمارے خداوند بادشاہ داؤد نے سلیمان کو بادشاہ مقرر کیا اور صدق کاہن اور ناتن نبی نے جیحون پر اُسے ممسوح کیا اور وہ وہاں سے ایسی خوشی کرتے پھرے ہیں کہ شہر گونج گیا" (۱ سلاطین ۱: ۴۳-۴۵) ہلیلویاہ کہ خداوند خدا سلطنت کرتا ہے ابن آدم خدا کا مسّح کیا ہوا بادشاہ ہے اور اگرچہ ہم سب چیزوں کو اُسکے تابع کئے ہوئے نہیں دیکھتے وہ سب کیجائینگی اور دُنیا خدا کے اٹل حکموں کو ادب سے مانے گی ٭

ہم بھی کاہن اور بادشاہ ہونے کو مسّح کئے گئے ہیں تیل اور خون پاک کرنے کو استعمال کئے جاتے تھے ہمارے خداوند نے ہمیں خریدا اور اپنے خون میں دھویا اور مسّح کیا کہ بادشاہ اور کاہن اُسکے خدا باپ کے آگے ہوں (مکاشفات ۱: ۶) اور اُسکے رُوح القدس کے ذریعہ سے جو کہ ہمیں اُس نے بہتایت سے دیا ہے (طیطس ۳: ۶) ناظر! کیا تیرا بھی یہہ تجربہ ہے یا اس کمی کے سبب تیری زندگی بوجھ اور دُکھ دینے والی ہے؟ خدا چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی طرح کی طرفداری تیرا مسّح کرنا خدا کے خیال اور ارادے میں ہے اب تیرا یہہ کام ہے کہ اُسے ڈھونڈے اور اپنے آپ کو اُسکے لائق بنائے اور اُسے اپنی زندگی کا ایک مبارک حصہ ہونے دے تاکہ رسول کی اُمید تیری نسبت بھی

پوری ہو کہ جو ہم کو تمہارے ساتھ مسیح میں قائم کرتا ہے اور جس نے ہمیں مسح کیا سو خدا ہے اور اُسنے ہم پر مہر بھی کی اور رُوح کا بیعانہ ہمارے دلوں میں دیا - (۲ قرنتیوں ۱: ۲۱ و ۲۲)

"ہمیں نہیں چاہیئے کہ کاہن کا کام یعنی حمد اور دُعا اور بندگی کی قربانیاں بغیر تازہ مسح پائے گذرانیں"۔ اور یہہ ہمیں جان لینا چاہیئے کہ کوئی بادشاہی عہدہ ہم سے پورا نہ ہوسکیگا یعنی اپنی اندرونی نیچر پر حکومت کرنی یا مسیح کے ساتھ اسکے بادشاہی تخت پر حصّہ لینا جب تک کہ اسکے رُوح القدس کا مسح کرنے والا فضل ہمیں ترقی دیتا نہ رہے ✦

یہہ ہمارا نصیب ہے کہ تازہ تیل سے مسح پائیں - زبور ۹۲: ۱۰ - یہہ اُس شخص کی امتیاز ہے جس سے خدا راضی ہے خدا کے گھر میں کوئی چیز باسی نہیں کچھ ضرور نہیں کہ ہم سوکھے پھلکو پر گذارہ کریں کیونکہ جاڑے نے درختوں کو ننگا کر دیا ہے - گذرے دنوں کی خوشی اور طاقت کو یاد کرکے غم کرنا بیفائدہ ہے کیونکہ ہمارا مہماں نواز طاقت رکھتا اور چاہتا ہے کہ اتنا ہی بلکہ زیادہ ہمارے آئندہ کے لئے کرے جتنا کہ اُسنے گذرے دنوں میں کیا تھا - گذشتہ دنوں کے فضل کیواسطے اس طرح آہ نہ مارکہ گویا وہ کبھی واپس نہیں آئیگا - خدا کے زیتون کے درختوں میں سنہلے تیل سے پوشیدہ چشمے بھرے ہوئے ہیں جو کہ ایمان کی سنہلی نالیوں میں سے ہیکے پاک زندگی کی بتی کو خوراک پہنچائینگے اس طرح وہ زندگی کی بتی لمبی طوفانی رات میں بجھ نہیں جائیگی بلکہ روشنی اور جلال میں بڑھتی رہیگی - ذکریاہ ۴: ۱۲ - ہر صبح تازہ تیل سے مسح ہونیکی خواہش رکھو ✦

یہہ مسح ہمیں خوش کرلجائیگا "یہہ خوشی کا تیل ہے" - زبور ۴۵: ۷ - اُسکی عظمت اور اُسکی خوبصورتی کتنی بڑھی ہے "نوجوان غلّہ سے بڑھیں گے اور لڑکیاں نئی مَے سے" "روغن چہرے کو چمکاتا ہے" "آشتر مبارک ہو اور اپنا پاؤں تیل میں بھگو دے" - ہم سب کو دنیا میں چمکتے چہرہ اور خوشی اور اُمید افزا باتوں کی بڑی ضرورت ہے اِنکے بغیر ابنیت کی مہر سے محروم رہنا ہے - اور اِسی مہر سے ہم دنیا کے سامنے بیٹے ثابت کئے جاتے اور اسکے نہ ہونے سے ہم یسوع کی انجیل کے دشمن سمجھے جاتے ہیں اگر ہم رُوح القدس سے مسح کئے جائیں تو ہمارے ساتھ کے

لوگ ہماری حالت اور شکل کو دیکھکر حیران ہونگے لیکن سمجھیں گے نہیں وہ ہم سے پوچھینگے کہ اسی خوشی کا بھید کیا ہے جس کو دنیا حاصل نہیں کر سکتی اور نہ دنیا اُسے چھین ہی سکتی ہے کیونکہ اُسکے سوتے اُس زمین میں ہیں جہاں موسم سرما کا یخ نہیں۔ اس مسح ہونے سے ہم وہ سبق سیکھینگے جو کوئی اُستاد سکھا نہیں سکتا رسول لکھتا ہے کہ تم اسکے محتاج نہیں کہ کوئی تمہیں سکھائے بلکہ وہ مسح تمہیں سب باتیں سکھاتا ہے (یوحنا ۲ : ۲۷) انسانی اُستادوں کی تعلیم سے تکلیف و بے صبری وابستہ ہے اور ہم اکثر اس علم کو جو بہت سیکھنا چاہئے چھوڑ جاتے ہیں لیکن خدا کے ساتھ یہہ حال نہیں اُسکے سب فرزندوں کا تجربہ ہے کہ جب وہ سکھاتا ہے تو انکی تسلی ہو جاتی ہے اُسکی مانند کوئی بھی سکھا نہیں سکتا اور جب وہ کسی روح کی تربیت کا ذمہ لیتا تو آسمانی علم الٰہیات سے ایک نکتہ بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ اس مسح کی تاثیر دائم قائم رہتی ہے۔ وہ مسح جو تم نے مسیح سے پایا تم میں بحال رہتا ہے (یوحنا ۲ : ۲۷) جو خوراک ہم کھاتے ہیں ہم میں رہتی ہے اور جب اسکے اپنے اندر ہونے سے بالکل بے خبر ہوں وہ ہمارے بدن کو طاقت دینے میں لگی رہتی ہے۔ اسی طرح بڑی روحانی برکت کی تاثیر جب روح پر ہوتی تو فوراً چلی نہیں جاتی بلکہ بحال رہتی ہے اور کام کے وقت تکلیف۔ رکاوٹ و امتحان میں جبکہ دل دنیوی کاموں میں ایسا لگا ہو کہ اُسے اوپر دیکھنے کی فرصت بھی نہ ہو تو روح القدس فضل اور طاقت دینے کے کام کو پورا کرتا رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اُسکا مطلب یہہ ہے کہ ہم روح القدس سے مسح ہونیکے بہت دیر بعد اس مسح کا فائدہ اٹھاتے ہیں خوشبوئی ہمارے کپڑوں پر رہتی اور فضل کی تاثیر ہمارے چہرہ سے نمایاں ہوتی ہے +

ہمیں مسح کی رفاقت سے کسی اور چیز سے تسلی نہ پانی چاہئے ہم نہیں جان سکتے کہ کیونکر اسکی تاثیر سے وہ کام ہوتا ہے جو علم اور فصاحت سے نہیں ہو سکتا لیکن ہم میں جب یہہ تاثیر ہو تو اُسے معلوم کرتے اور جب دل میں ہو تو ہم اُسے یاد کرتے اور روتے ہیں اسکے ہوتے ہوئے چھوٹے سے چھوٹا لفظ انسان کے دل میں ایسا تاثیر کرتا ہے کہ گویا یہہ خدا کا پیغام ہے اور اُسکے بغیر عالمانہ فکر و خیال بے پر تیروں کی مانند ہیں جو تیر انداز یا اُنکے پاس ہی گر پڑتے ہیں۔ اے خدا جو تو چاہتا ہے سو ہم کو دے لیکن یہہ روح القدس کا مسح ہمیں ضرور دے تو میرے سر پر تیل ملتا ہے اے خداوند صرف میرا سر ہی نہیں بلکہ میرے ہاتھ اور پاؤں بھی

محبت کی روح

۱۔ محبت کی روح خدا میں۔

اب محبت کی روح کی اصل کیا ہے۔ خدا اپنی پاک ذات اور ہستی کے لحاظ سے پیشتر اسکے کہ اُسنے کوئی چیز پیدا کی یا اُس سے پیدا ہوئی فقط خیرِ کلی کی دائمی رضا ہے[عہ] یہی وہ واحد اور لاتبدیل خدا ہے جو ازل سے ابد تک یکساں رہتا ہے نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا۔ اور نہ کچھ اور کا اور بن جاتا بلکہ تمام بھلائی کی جو اُسی میں ہے اور اُسی سے نکلتی ہے ابدی رضا ہے خواہ کتنے ہی عالم اور کتنی ہی طرح طرح کی مخلوق کیوں نہ خلق کرے تو بھی اس سے اس لاتبدیل خدا میں نہ کچھ کمی ہوتی ہے نہ بیشی بلکہ وہ یکساں طور پر خیرِ کل کی ابدی رضا ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہیگا۔ جیسے اُسکا خالق ہونا حقیقت ہے ویسے ہی وہ حقیقی طور پر ایک خلق کو برکت دینے والا ہے۔ اور وہ سوائے برکت اور بھلائی اور خوشی کے اپنے پاس سے کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ خود اُسکی ذات میں اسکے سوا دینے کے لئے اور کچھ نہیں سورج سے تاریکی پیدا ہونی ممکن ہو تو ہو مگر خدا خیر و برکت کے سوا نہ کچھ کر سکتا نہ ہو سکتا نہ دے سکتا ہے +

۲۔ محبت کی روح مخلوق میں۔

مخلوق میں بھی تمام محبت کی روح کی بنیاد اور جڑ یہی بات ہے ہاں یہہ جڑ خیرِ کلی کی رضا ہے اور ہونی چاہئے اور جب تک یہہ خیرِ کلی کی رضا ہر وقت اور ہر موقع پر تم میں موجود نہ ہو تم میں محبت کی روح نہیں ہو سکتا ہے کہ تم بہت سے محبت کے کام کرو اور اُن سے تمہارے دل کو بھی بہت کچھ فرحت حاصل ہو خاصکر ایسے موقعوں پر جبکہ ایسا کرنے سے تمہیں کچھ تکلیف نہ پہنچے یا وہ تمہاری حالت یا مزاج یا زندگی کے دیگر تعلقات کے خلاف نہ ہوں لیکن تو بھی مت سمجھو کہ محبت کی روح تم میں موجود ہے جب تک کہ وہ تمہاری

عہ خدا کے صفات اُسکے عین ذات ہیں۔ جیسے محبت خدا کی صفت ہی نہیں بلکہ اُسکی عین ذات ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ خدا نہ صرف صاحبِ رضا و ارادہ ہے بلکہ اُسکی ذات ایک ایسی رضا و ارادہ ہے جس میں ازل سے ابد تک فقط خیر و بھلائی کے سوا کسی چیز کو دخل نہیں بلکہ وہ خود خیر و نیکی مجسم ہے۔ ناظرین براہِ مہربانی اِس فقرہ کے مضمون کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کیونکہ مصنف کے تمام خیالات کا اِسی اصول پر مدار ہے۔

زندگی کی رُوح نہ بن جائے۔ جب تک کہ تم آزادی سے۔ رضا و رغبت سے۔ ہاں اپنی مجموعی شخصیت سے بالکل اُسکے مطابق زندگی بسر کرو۔ جیسے کہ غضب کو غضبناک ہونیکے لئے یا نور کو چمکنے کے لئے حُکم کی ضرورت نہیں۔ اِسی طرح ہر ایک چیز خواہ مخواہ بغیر کِسی کے کہنے کے اپنی فطرت یا ماہیت کے قانون کو پورا کریگی۔ اور اِسی قاعدہ کے مطابق جب محبت تمہاری زندگی کی رُوح ہوگی تو اُسکو بھی وہ آزادی اور اختیارِ کل جو رُوح کو تمام جسم پر ہوتا ہے حاصل ہوگا۔ وہ ہمیشہ محبت میں رہیگی اور محبت سے ہر ایک کام کریگی۔ نہ اِس وجہ یا اُس وجہ سے۔ اِس موقع پر یا اُس موقع پر۔ بلکہ اِسلئے کہ محبت کی رُوح جہاں کہیں جائے یا جو کچھ کرے۔ محبت کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتی۔ جیسے ایک شرارہ۔ خواہ رات کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی۔ اوپر آسمان ہی کی طرف جائیگا۔ اِسی طرح محبت کی رُوح بھی فقط ایک ہی راستہ جانتی ہے۔ اُسکے نزدیک زمان مکان یا اشخاص کا کچھ امتیاز نہیں بلکہ خواہ وہ دیتی یا بخشتی۔ برداشت کرتی یا ہٹ رہتی۔ وہ ہر صورت میں یکساں خوشی و خرمی سے کام کرتی اور اپنی ذات میں یکساں برکت و سرور حاصل کرتی کیونکہ محبت کی رُوح ہر حالت میں آپ اپنی برکت اور راحت ہے کیونکہ وہ خود خدا کی حقیقت اور سچائی ہے جو ہماری رُوح میں جاگزین ہے اور اِسلئے ہر جگہ اور ہر موقع پر اپنے لئے زندگی کی یکساں مسرت اور یکساں خیر و برکت کا باعث ہے۔

۳۔ محبت کی رُوح کامل ہے۔

اے دوست۔ کیا تم ساری برکتوں کی برکت کو معلوم کرنا چاہتے ہو وہ یہی محبت کا خدا ہے جو تمہاری رُوحوں میں سکونت کرتا اور کڑواہٹ کی ہر ایک جڑ کو جو ہر ایک زمینی اور خود غرضانہ محبت کے دُکھ و مصیبت اور عذاب کا باعث ہے نابود کرتا ہے کیونکہ تمام حاجتیں رفع ہو جاتیں۔ طبیعت کی تمام خرابیاں دُور ہو جاتیں زندگی پھر بوجھ نہیں معلوم دیتی۔ ہر روز سلامتی اور امن کا دن بنجاتا۔ ہر چیز جس سے سابقہ پڑتا مددگار ہوتی ہے۔ اور یہ فقط اِسلئے کہ جو کچھ تم کرتے۔ یا دیکھتے ہو اِسی محبت کے شیریں اور ملائم عنصر کے ذریعہ سے کرتے ہو چونکہ محبت کی اور کوئی غرض نہیں بلکہ فقط اپنی بڑھتی چاہتی ہے اِسلئے ہر ایک چیز اُسکے شعلہ کے لئے تیل کا کام دیتی ہے۔ وہ جو کچھ چاہتی اُسے ضرور حاصل کرلیتی اور کبھی ناکام نہیں ہوتی کیونکہ ہر ایک چیز طبعی طور پر اُسکی مدد کرتی ہے تاکہ وہ اپنی فطرت کی منشا کو پورا کرے اور اپنے کام سرانجام

کرے محبت کی روح انعام یا عزت و توقیر کی خواہاں نہیں۔ اسکی خواہش فقط یہی ہے کہ بڑھے اور پھیلے۔ اور ہر ایک شخص کی جو اسکا خواہشمند ہو برکت اور فرحت کا باعث ہو۔ جیسے کہ روشنی جب تاریکی کے مقابل ہوتی تو فقط یہی چاہتی ہے کہ اس پر غالب آکر اسے اپنی تمام برکتوں سے مالا مال کرے اسی طرح محبت کو بھی جب غضب اور بدی۔ عداوت اور مخالفت کا سامنا ہوتا تو اسکی خواہش بھی فقط یہی ہوتی ہے۔ اگر تم کسی شخص کے غضب اور بدخواہی سے بچنا یا اسکے منظور نظر ہونا چاہتے ہو تو ممکن ہے کہ تم اپنے مقصد میں ناکام رہو۔ لیکن اگر خیر کلی کے سوا تم کچھ اور خواہش و ارادہ نہ رکھو تو ہر ایک چیز جس سے تمہیں سابقہ ہو خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ مخواہ تمہاری فرمانبردار ہو جائیگی۔ کیونکہ دشمن کا غضب اور دوست کی دغابازی اور ہر ایک قسم کی برائی محبت کی روح کی فقط مدد کرتے ہیں کیونکہ اس سے وہ زیادہ زیادہ فتحیاب ہوتی۔ اپنی زندگی کی منشا کو پورا کرتی اور زیادہ اعلیٰ طور پر اپنی تمام ذاتی برکات کو حاصل کرتی۔ اسلئے خواہ تم کاملیت کا خیال کرو یا خوشی کا وہ سب اس محبت کی روح میں شامل ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے۔ اس وجہ سے کہ خدا جو لامحدود کمال اور خوشی کا مالک ہے فقط محبت ہے۔ یا یوں کہو کہ خیر کلی کی لاتبدیل رضا ہے۔ اور اسلئے ہر ایک مخلوق جہانتک اس خیر کلی کی لاتبدیل رضا کے سوا کسی اور رضا کی پیروی کرتا ہے اسی حد تک بدبخت اور خراب حال ہوگا۔ اس سے تم نے جان لیا کہ محبت کی روح کی بنیاد اور فطرت اور کاملیت کیا ہے +

۴ محبت کی روح کی ضرورت مطلقہ +

اب ہم ایک دو لفظوں میں اس محبت کی ضرورت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ضرورت مطلق اور لاتبدیل ہے۔ کوئی مخلوق خدا کا فرزند نہیں ہو سکتا مگر صرف اسوقت جبکہ خدا کی خیر و بھلائی اس میں ہو۔ اور نہ الوہیت کی خیر و خوبی سے اتحاد یا رفاقت حاصل ہوئی جب تک کہ محبت کی روح اسکی حیات نہ بنجائے۔ خدا اور مخلوق کے درمیان یہی ایک رشتہ اتحاد ہے۔ اسکے علاوہ اور سب کچھ خواہ اسے کسی نام سے پکارو فقط غلطی بناوٹ۔ ناپاکی اور بگاڑ ہے جو مخلوق میں آگھسا ہے۔ اور ہمکو اس سے جدا کرنا ضرور ہے پیشتر اسکے کہ وہ اس پاکدامنی اور قدوسیت کو حاصل کرے جس کے سوا خدا کو نہیں دیکھ

سکتے۔ اور نہ آبی زندگی کو حاصل کرسکتے چونکہ خدا خیر کلی کی لاتبدیل رضا ہے اسلئے رضا آلہی کسی مخلوق کی رضا سے متحد یا شریک نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ فقط اُسی چیز کی خواہش نہ رکھے جو بھلی ہو۔ اس سے سکی ضرورت مطلقہ ثابت ہے کوئی اور چیز اس رضا کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ تقدیس کے تمام منصوبے۔ دینداری کی تمام صورتیں اس خیر کلی کی رضا کے بغیر بالکل بے معنی ہیں +

چونکہ خیر کلی کی رضا خدا کی فطرت کلی ہے اسلئے وہی عبادت یا مذہب اُس کے نزدیک مقبول ٹھہریگا جس کی فطرت کلی وہی ہوئی۔ کیونکہ وہی خدا کی بندگی کرتا یا عبادت و پرستش بجا لاتا ہے جو اُسکی اُسی رضا رکھتا اور اُسکے ایسے کام کرتا۔ کیونکہ خدا کی خوشی فقط اپنی ہی رضا اور اپنی رُوح میں ہے اسلئے کہ تمام خیر و خوبی اُسی میں شامل ہے اور اُسکے باہر اور کہیں نہیں ہو سکتی + اسلئے ہر ایک چیز جو کسی اپنے ارادہ یا کسی اپنی رُوح کی پیروی کرتی اُس ایک رضا کو جو خیر کلی کے لئے ہے ترک کر دیتی ہے۔ اور جو ایسا کرتی خدا کے نور اور رُوح کے حاصل کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ اسلئے مخلوق کے لئے محبت کی رُوح کی ایسی سخت ضرورت ہے کہ خود خدا بھی اگر چاہے تو اس سے قطع نظر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنا گویا اپنے سے انکار کرنا یا اپنی قدوسیت کے خلاف کرنا ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ اُسکی خیر کلی کی رضا تھی جس سے فرشتے اور تمام ارواح انسانی پیدا ہوئے اسلئے اُنکی زندگی کے لئے بھی اُسکی اور کوئی رضا نہیں مگر فقط یہی کہ وہ اُسی محبت اور بھلائی کی رُوح کو جس سے وہ پیدا ہوئے اپنی زندگی میں ظاہر کریں اور اُسی کے مطابق چال چلیں اور عمل کریں۔ اسلئے خیر و بھلائی کی زندگی اور ارادہ کے سوا اور جو کچھ مخلوق میں ہے سو فقط گمراہی اور خدا کی ذات کلی سے بغاوت ہے +

آدمی کی رُوح کے لئے کوئی تسلی و اطمینان نہیں اور نہ ہو سکتا ہے مگر اُسی پاکی اور کمال میں جو اُسکی فطرت میں تھا جیسی کہ وہ دراصل خلق ہوئی تھی۔ اور نہ یہ پاکی اور کمال کسی اور طریق سے حاصل ہو سکتا ہے مگر اُسی محبت کی رُوح میں اور اُسکے ذریعہ سے۔ کیونکہ جب محبت ہی ہے خدا وہ ہے جس سے ساری چیزیں خلق ہوئیں۔ تو محبت ہی تمام مخلوق کی پاکی اور کمال اور برکت ہے

اور کوئی چیز جدا نہیں رہ سکتی مگر اُسی قدر جس قدر کہ وہ محبت میں ہے +

۵- خودی مسیح کو صلیب دیتی ہے +

طبیعت انسانی میں جو بدی یا دُکھ یا خرابی ہے اُس پر نظر کرو- وہ سوا اسکے اور کیا ہے کہ مخلوق کی رُوح محبت جامع کو چھوڑ کر کسی ذاتی غرض یا اپنے ارادہ کے پیچھے جا لگی ہے- اسلئے فقط یہی محبت ہر ایک بدی کی دوا ہے- اور اُسکے سوا اور کوئی علاج نہیں- جو شخص اس محبت کی پاکیزگی میں رہتا ہے وہ تمام بدی کی طاقت سے نکلکر اُس ایک آسمانی رُوح کی آزادی کو پہنچ گیا- فلسفی لوگ ہمیں ہر ایک قسم کی بدی کی صحیح صحیح تعریف بتاتے ہیں- کہ آیا وہ حرص ہے یا غرور و غضب ہے یا حسد وغیرہ- اور یہہ ثابت کرتے ہیں کہ ذہن میں اُنکا تصور و امتیاز ایک دوسرے سے کس طرح کرنا چاہئے- مگر مسیحی کو ایک نہایت مختصر طریق معلوم ہے جس سے وہ اُن کی ماہیت اور قوت کو جان لیتا ہے اور نیز یہہ کہ وہ سب کیا ہیں اور اُس سے اور اُسکے اندر کیا کچھ کرتے ہیں- کیونکہ تم انہیں خواہ کسی نام سے پکارو- اور اُن میں باہم جس قدر چاہو امتیاز کرو مگر تو بھی وہ سب کے سب الگ الگ اور بالاتفاق ایک ہی چیز ہیں اور ایک ہی کام کرتے ہیں جیسے کہ فقیہی اور فریسی ریاکار لوگ اور یہودیوں کی جماعت جنہوں نے مسیح کو صلیب دیا- اگرچہ ظاہر میں اُنکے نام مختلف تھے تاہم سب کے سب ایک ہی تھے اور سب نے ایک ہی کام کیا- اِسلئے اگر تم غرور حرص غضب حسد وغیرہ کی ماہیت اور قدرت کے صحیح معنی دریافت کرنا چاہتے ہو تو جان لو کہ وہ اپنی تمام فطرت کے لحاظ سے خدا کے سچے مسیح کے قاتل اور صلیب دینے والے ہیں نہ ان معنوں میں جیسا کہ سردار کاہنوں نے کئے سو سال ہوئے اُسکے ظاہری انسانی جسم کو لکڑی کی صلیب پر لٹکا کر ہلاک کیا- بلکہ وہ از سر نو ابن اللہ قدوس عمانوئیل کو صلیب پر کھینچتے ہیں- کیونکہ یہی وہ مسیح ہے جس کو ہر ایک آدمی جتنی دفعہ وہ غضب غرور حسد یا حرص کرتا ہے اُتنی دفعہ صلیب پر کھینچتا ہے- کیونکہ ہر ایک مزاج یا جذبہ جو مسیح کی نئی ولادت کے خلاف ہے یا قدوس عمانوئیل کے تمہاری رُوح میں زندہ ہونے کا سد راہ ہے حقیقی طور پر خداوند حیات کا قاتل ہے- اور جہاں غرور اور حسد اور دشمنی کو

زندہ رکھا جاتا ہے وہاں وہی واقعہ دُھرایا جاتا ہے جبکہ مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا اور ہمارا باپ کو اُسکی جگہ زندہ رکھا گیا۔ خدا کا مسیح پہلی دفعہ اُسی وقت مصلوب نہیں ہوا جبکہ یہودیوں نے اُسے صلیب پر کھینچا بلکہ سب سے پہلے اسکے حقیقی قاتل آدم اور حوا تھے۔ کیونکہ جو موت اُن پر اُس دن واقع ہوئی جس دن انہوں نے ممنوع درخت کا پھل کھایا وہ درحقیقت خدا کے مسیح کی موت تھی۔ یا یوں کہو کہ اُسدن وہ الٰہی زندگی جو انکی رُوحوں میں تھی ہلاک ہو گئی +

۳۔ مسیح ہمارا نجات دینے والا ہے ؟

اگر مسیح آدم اول کی حیات اور کاملیت اور جلال نہ ہوتا تو وہ کبھی اس دُنیا میں آدم ثانی کی حیثیت میں اُسکو نجات دینے کیواسطے نہ آتا۔ اور وہ خدا کے ساتھ ہمارا میل اور صلح نہ فقط اس وجہ سے کہ جب اُس سے اور اُسکے وسیلے سے وہ ہم میں زندہ ہو جاتا ہے تو ہم پھر اُسی پاکیزگی کی حالت پر جس میں ہم پہلے تھے قائم کئے جاتے ہیں اور مسیح ہم میں بھی پھر اسی طرح سکونت کرتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے پہلے باپ میں اُسکی خلقت کیوقت تھا۔ کیونکہ اگر مسیح ہمارا پہلا باپ نہ ہوتا۔ ان معنوں میں کہ اُسکی حیات ہم میں پیدا نہ ہوتی تو آدم فقط غضب کا فرزند ہوتا۔ اُسکی فطرت ایسی ہی ناپاک ہوتی۔ وہ خدا کا ایسا ہی دشمن ہوتا۔ اور ایک صلح کرانے والے منجی کا ایسا ہی محتاج ہوتا جیسے کہ ہم آج کے دن ہیں +

کیونکہ خدا کو نہ تو کسی مخلوق میں خوشی ہوتی نہ اُسکے ساتھ کسیطرح کا اتحاد پیدا کر سکتا ہے مگر فقط اس وجہ سے کہ اُسکا عزیز بیٹا جو اُسکی ماہیت کا نقش ہے اُس میں پایا جاتا ہے +

یہہ بات افتادہ اور غیر افتادہ دونوں قسم کی مخلوق کے حق میں صحیح ہے ایک تو نجات کے حاجتمند ہیں اور دوسروں کو اُسکی حاجت نہیں فقط اسوجہ سے کہ مسیح کی زندگی اُنکے اندر سکونت پذیر ہے۔ کیونکہ کلام یا ابن اللہ تمام چیزوں کا خالق ہے اور جو کچھ پیدا ہوا اُسی کے وسیلے پیدا ہوا۔ اسلئے جو کچھ خیر یا پاکی غیر افتادہ فرشتوں میں پائی جاتی اُسی سے ہے جو اُنکے اندر زندہ اور سکونت کرتا ہے اور ویسے ہی ہر ایک خیر و پاکی جو نجات یافتہ انسان میں ہے وہ بھی اُسی سے ہے اور جیسے کہ

وہ آسمان کی تمام حکومتوں اور ریاستوں کی قوّت اور جلال اور زندگی اور محافظ ہے۔ ویسے ہی وہ افتادہ
انسان کی راستبازی اور سلامتی اور نجات ہے +

اس خدا کے مسیح کو پاک نوشتوں میں طرح طرح کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ مگر اُن سب
ناموں کے فقط یہی معنی ہیں کہ وہ ہر ایک مخلوق کی جو پاک ہے خواہ وہ آسمان پر ہے یا زمین پر پاکیزگی
اور زندگی اور نور ہے۔ اور فقط وہی یہہ سب کچھہ ہو سکتا ہے جہاں کہیں مسیح نہیں وہاں فطرت
کا غضب ہے یا یوں کہو کہ وہاں فطرت اپنے حال پر چھوڑی جاتی اور اپنی ہی زندگی کی پُر عذاب
طاقت کے حوالے کیجاتی۔ اور اُسوقت وہ اپنی ذاتی صفات کے باطل اور بیچین کرنیوالے اختلافات کے سوا
اور کسی چیز کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتی۔ دوزخ اور یہ ایک قسم کی لعنت اور بدبختی کی جسمیں مخلوقات
گرفتار ہے فقط یہی چیز اصل و بنیاد ہے یہی انسانی فطرت جب خدا کے مسیح یا محبّت کی رُوح سے خالی
ہو اپنا آپ دوزخ بن جاتی ہے اور یہاں یہہ بھی جان لو کہ غضب بذات خود دوزخ ہے اور کسی مخلوق میں
اُسکا آغاز یا قدرت اُسی قدر قائم ہوتی جاتی جسقدر وہ خدا کے مسیح کو کھوتا جاتا ہے اور جب مسیح ہر جگہ
ہوگا اُسوقت غضب اور عداوت کا کہیں نام و نشان نہ رہیگا۔ اسلئے جب کبھی تم رضامندی سے
غضب کو دل میں جگہ دیتے یا عداوت پر کمربستہ ہوتے تو اُسوقت تم نہ صرف مسیح کے بغیر کام کرتے بلکہ
تم اُسکا مقابلہ کرتے اور اُسکی نجات بخش قدرت کو اپنے اوپر اثر کرنے سے روکتے ہو تم اُسوقت درحقیقت
وہی کام کرتے ہو جو یہودیوں نے کیا تھا جب انہوں نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ یہہ آدمی ہم پر حکمرانی
کرے کیونکہ مسیح نہ تو کبھی کسی مخلوق میں تھا نہ کبھی ہو سکتا ہے مگر فقط بطور محبت کی رُوح کے +

اگر ہر ایک مخلوق اُسی حالت پر قائم رہتا جس میں وہ خدا سے نکلا تھا تو تمام صفحۂ دہر
پر نہ تو آسمان اور آسمانی مخلوقوں کے سوا اور کچھہ ہوتا نہ کسی اور کا علم ہوتا۔ کیونکہ خدا کبھی اسکے سوا اور
کوئی رضا یا ارادہ نہیں کرسکتا کہ ہر ایک مخلوق اپنی زندگی میں اپنی حیثیت کے مطابق خدا کی نیکی
اور خوشی اور کمال کو ظاہر کرے۔ اور اسلئے جہاں کہیں یہہ نہ پائی جائے تو یقین جانو کہ مخلوق نے
اپنی حالت کو جو خدا سے ملی تھی کھو دیا اور بدل ڈالا ہے +

وادی میں نور

دُوسرا باب

قاصد

وہ بُری خبرونکا قاصد تھا گو اُسکے لباس اور ظاہری صورت سے اُسکی حالت کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ اُسکی عمر کوئی تیس پینتیس کے لگ بھگ ہوگی۔ کشادہ پیشانی گویا کشادہ دلی کا عکس تھی۔ معمولی کسانونکا لباس زیب بدن تھا۔ اُس میں کوئی ایسی غیر معمولی بات نہ تھی کہ کوئی شخص دوبارہ مڑکر اُسکی طرف دیکھے یوں ہمارے غم و مصائب اکثر غیر مترقبہ پیرایے میں آیا کرتے ہیں!

اُسکی جوتی کے تلے چوبی تھے جن سے وہ سڑک پر آہٹ کرتا ہوا گھر کے نزدیک پہنچا۔ اور سیڑھیوں سے اوپر چڑھکر برآمدہ میں آیا اور چپکے سے ایک کمرے کا دروازہ کھولا۔ چولہے میں آگ روشن تھی اور ایک سلیم الطبع عُمر رسیدہ عورت کھانا پکانے میں ایسی مصروف تھی کہ اُسنے آہٹ کو ذرا بھی نہ سُنا حتّٰی کہ دروازہ کھُلا ہوا کا جھونکا بزور اندر آیا اور ڈوبتے سُورج کی شعاع تاریک کونوں تک آبِ طلا کی طرح پھر گئی +

عورت نے ذرا چونک کر کہا کہ آہ میرے بھائی خوش آمدید۔ اور چولہے کے پاس اُسے جگہ دی اور پوچھا کہ تم پیرس سے آئے ہو نہ میرے خاوند کو تو نہیں دیکھا +

نووارد۔ "نہیں"۔ عورت نے جسکا نام میری ریڈ تھا کہا کہ بڑے تعجّب کی بات ہے اتنے میں دیگچی اُبلنے لگی اور اُسکی ساری توجّہ اُس طرف لگ گئی +

نووارد۔ بچّے کہاں ہیں۔ **میری ریڈ۔** باہر انگورستان میں ہونگے عشا کیوقت تک سب واپس آجائینگے +

کمرے میں ایک بڑی میز تھی جسپر میری نے پلیٹیں لگادیں اور اشیاءِ خوردنی رکھدیں۔ اتنے میں سب آنکلے اور لگے باری باری کہنے۔ سلام چچا جی سلام چچا پال۔ پھر باہمی سوال و جواب

ہونے لگے اور دعا کے بعد سب نے کھانا شروع کیا +

ہر سو تاریکی چھا گئی اور چولہے کی آگ زیادہ روشن معلوم دینے لگی لڑکے لڑکیاں باتیں کرتے اور ہنستے رہے۔ ماں اپنے بال بچوں کی طرف دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوتی اور کبھی کبھی مسکرا بھی دیتی تھی۔ مگر چچا پال غیر معمول خاموش نظر آتا تھا۔ صرف کلیرا کو یہہ بات سوجھی اور اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھکر پوچھنے لگی کہ چچا جی خیر تو ہے! **پال**۔ آہ کلیرا! یہہ بات تیرے سننے کی نہیں اور اسکے پُرشوق چہرے سے نظر اُٹھا کر وہ باہر کو دیکھنے لگا +

عشا کے بعد لڑکے تو باہر چلے گئے لڑکیاں میز سے چیزیں اُٹھاتی رہیں چچا پال چولہے پاس کھڑا رہا اور تھوڑی دیر بعد کہنے لگا کہ بہن! میں نے تمہیں کچھ کہنا ہے۔ **میری**۔ اکیلے میں۔ **پال**۔ ہاں۔ **سلینہ** تو کمرے سے چلی گئی لیکن **کلیرا** ششدر و حیران کھڑی رہی اور کہنے لگی کہ چچا تم بُری خبر لائے ہو کیا میرے والد صاحب تو خیر سے ہیں +

چچا پال ہکا بکا رہ گیا۔ اُس نے بولنے کی بہت کوشش کی لیکن اُسکی زبان بند ہو گئی۔ **میری ریڈ** دیوار کے سہارے کھڑی ہو گئی اور نزدیک تھا کہ اُس پر غش طاری ہو جائے۔ **کلیرا** نے اپنے چچا کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھ کے کہا کہ چچا جی بےشک و شبہ سے بُری خبر ہے تیرا باپ تو زندہ ہیں +

ہاں عزیزہ! اور اپنی بہن سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری بیٹھ جاؤ میں تمہیں بہت کچھ بتاتا ہوں میں نے پیشتر بتانے کی کوشش کی لیکن نہ ہو سکا تمہیں معلوم ہو کہ میں تمہارے خاوند کے ساتھ شہر سلیس میں خرید و فروخت کرنے گیا اور تمہارا خاوند بشپ کے پیش کیا گیا کہ اپنے مذہب کا اعلانیہ اظہار و اقرار کرنیکے لئے جوابدہی کرے

میری۔ میرا بیچارہ خاوند! وہ تمہاری طرح پاسٹر تو نہیں کہ اُس پر شبہ پڑا؟

پال عشا کے بعد وہ چند سوداگروں کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ باتوں ہی باتوں میں اُسکے منہہ سے نکل گیا کہ تم ایک روٹی کے ٹکڑے کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ **میری** افسوس کلیرا اب وہ کہاں ہے۔ **پال** قلعہ ٹوری کو بھیجا گیا۔ دونوں عورتیں جنکے چہروں سے حسرت و مایوسی ٹپک رہی تھی آگ کی طرف چپ چاپ دیکھ رہی تھیں اور یک خاموشی کا عالم

مسیح کا سلام

میں سلامتی کو تمہارے ساتھ چھوڑتا ہوں۔ اپنی سلامتی میں تم کو دیتا ہوں
نہ جس طرح کہ دنیا دیتی ہے میں تمکو دیتا ہوں ۔ یوحنا ۱۴ : ۲۷ +

دنیا کا امن چند روزہ ہوتا ہے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کسی غرض کی وجہ سے صلح کرتا ہے لیکن تھوڑے ہی دن گذرنے پاتے ہیں کہ صلح کا کچا دھاگا ٹوٹ جاتا ہے اور لڑائیوں اور خونریزیوں کی خبریں سیاہ بادلوں کی طرح اپنا خوفناک سایہ ملکوں اور قوموں پر ڈالتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کئی اقوام کی خودغرضی اور خونخواری کے مقابلے میں صلح محض ایک سایہ اور دھوکا ہے +

ناامیدی کی کڑواہٹ کا مزہ اپنی زبان پر رکھتے ہوئے ایسے موقعوں پر ہمارے خیال مسیح کے قدیم وعدے اور وصیت نامے کی طرف جاتے ہیں "میں سلامتی کو تمہارے ساتھ چھوڑتا ہوں۔ اپنی سلامتی میں تم کو دیتا ہوں۔ نہ جس طرح کہ دنیا دیتی ہے میں تم کو دیتا ہوں" +

یہاں پر ہم غور کرینگے کہ وہ امن اور وہ سلامتی جو مسیح ہم کو دیتا ہے کیسی ہے۔ اور کیا اُسنے اپنا وعدہ گذرے دو ہزار برسوں میں کہاں تک اور کس طرح پورا کیا ہے +

اسکے وعدہ کا پورا ہونا۔ ہم خیال کرسکتے کہ مسیح کے مخالف کس حقارت اور نخوت سے کہیں گے کہ یورپ کی گذشتہ تاریخ کو پڑھو۔ اور اسکی موجودہ حالت کو دیکھو۔ ہر زمانہ کی لڑائیوں ہر زمانہ کے مذہبی ظلم اور مذہبی جدائیوں۔ کلیسیاؤں کی شرم اور اُنکی بربادی پر نظر ڈالو۔ مخالف اگر مسیحی قوموں کی گذشتہ شرمناک تاریخ سے واقف ہے تو ضرور کہیگا کہ فرقہ البی گنسی کے قتل عام کو یاد کرو جس میں پوپ کے حکم سے لاکھوں غریب مقتول ہوئے وہ کہیگا کہ پیرس کے قتل عام کو یاد کرو جس میں ہزارہا پروٹسٹنٹ باترتیب ذبح کئے گئے +

یہہ سب شرمناک معاملے ہیں یاد دلا کر مخالف حقارت سے پوچھیگا کہ مسیح کا وعدہ کہاں ہے کہاں ہے امن۔ کہاں ہے سلامتی کیا لفظی وعدوں سے کچھہ فائدہ ہے؟ +

باوجود مخالفوں کی نفرت اور بنی آدم کی عجیب کمزوری کے دینداروں کے پاس ایک آسان جواب موجود ہے جس مسیح نے کہا کہ اپنی سلامتی میں تمہیں دیتا ہوں" اسی مسیح نے یہہ بھی فرمایا کہ "میں دُنیا میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" جسوقت اُسنے اپنے شاگردوں سے وعدہ کیا کہ تم مجھہ میں آرام واطمینان پاؤگے اُسی وقت اُن سے یہہ بھی کہا کہ تم دُنیا میں دُکھہ پاؤگے" یہ سب کچھہ مسیح کے سامنے عیاں او کھُلا ہوا تھا۔ وہ اپنے آسمانی اطمینان اور اپنی دودھاری تلوار کے تمام کاموں اور نتایج کو پہلے سے دیکھہ سکتا تھا۔ وہ بنی آدم کی خصلت سے واقف تھا اور اُنکی آیندہ تاریخ کو ایسا پڑھہ سکتا تھا گویا کہ وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی اُسکے سامنے موجود تھی +

"صلح نہیں بلکہ ایک تلوار" اسکا سمجھنا نہایت مشکل ہے تاہم نوع انسانی کا تجربہ اسکی صداقت پر مُہر کرتا ہے جب تک بنی آدم کی خصلت نہ بدلے ایک ہی نتیجہ نظر آتا رہے گا۔ بنی آدم کے درمیان کسی عظیم سچائی کو ڈالدو۔ کسی ایسی سچائی کو جس کے قبول یا رد سے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوتے ہوں اور کیا نتیجہ ہوگا۔ ہر قسم کا فساد طرح طرح کے جھگڑے برپا ہونگے۔ نوچ کھسوٹ تعصب وضد اپنی مکروہ صورتیں دکھانے لگیں گے جس قدر وہ سچائی بڑی ہوگی اُسیقدر اسکی نسبت جھگڑے بھی بڑے ہونگے لیکن کیا یہہ اس سچائی کا قصور ہے نہیں بلکہ یہہ نتیجہ بنی آدم کی جلدبازی ضد اور غصّہ سے برآمد ہوتا ہے +

ان دنوں میں ہزارہا آدمی ایسے ہیں جنکی دلی خواہش یہہ ہے کہ جوش اور تعصب سے خلاصی پانیکے لئے مذہب کا نام ونشان مٹادیں لیکن کیا ایک شئے کے بداستعمال کے باعث اس شئے کو معدوم کردینا لازم ہے جبکہ نیک اور درست استعمال سے بڑے بڑے فائدے پیدا ہوسکتے ہیں کیا تم خدا کی سب سے بیش قیمت نعمت کو پھینک دینا چاہتے فقط اس وجہ سے کہ اسکی بڑی قیمت بڑے بڑے جھگڑے پیدا کرتی ہے کیا تم چاہتے ہو کہ انسانی زندگی کو سستی اور بے پرواہی سے تبدیل کردو تاکہ جوش اور دشمنی کا خاتمہ ہوجائے کیا تاریخ تم کو نہیں بتاتی کہ گو مذہبی لڑائیوں سے دُنیا میں بڑا

فتور اور بڑی مصیبت پیدا ہوتی رہی ہے تاہم یہہ فتور اور مصیبت اس لعنت سے جو بنی آدم محض اپنی نفسانیت کے باعث آپنے اوپر لاتے ہیں بہت ہی کم ہے کیا تم نہیں جانتے کہ بالفرض تم مذہب کو نیست و نابود کر سکو اور ایسا کرنا ناممکن ہے تو بھی بنی آدم سلطنت کے مختلف طریقوں شہری حقوق اور تجارت کیلئے ویسے ہی بلکہ اُنسے بڑے جھگڑے پیدا کریں گے +

تم یہہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ یورپ کے عظیم مذہبی جھگڑوں کی جڑ مسیحی مذہب ہی ہے برخلاف اسکے بار بار کہا جاتا ہے کہ مسیح کی تعلیم آدمی کو بزدل اور نامرد بنادیتی اور ان میں عورتوں کی سی طبیعت ڈالنا چاہتی ہے۔ کیا مسیحی مذہب کا فخر نہیں ہے کہ اسکی ساری طبیعت اور تاثیر صلح کی طرف اپنا رُخ رکھتی ہے +

لیکن اگر تم دیکھا چاہو کہ مسیح کا وعدہ کس طرح پورا ہوتا ہے تو آتشی بحثوں اور دینی نوچ کھسوٹ کی طرف نہ دیکھو بلکہ برعکس اسکے مسیح کے سچے شاگردوں کے پاس جاؤ اُنکے پاس جاؤ جو دل کے حلیم اور غریب ہیں اُنکے پاس جو مصیبت زدہ اور مظلوم ہیں اُنکے پاس جو غمگین اور عزیزوں کی جدائی کا صدمہ اُٹھا چکے ہیں۔ ہاں اُنکے پاس جاؤ جو بیمار اور قریب المرگ ہیں کسی مسیحی عورت کی حالت پر غور کرو جسکو اسکے خصم نے باوجود اُسکی ساری محبت کے گہرا رنج پہنچایا ہے یا کسی مسیحی والدہ کو دیکھو جسکو اسکے بچے نے رنجیدہ کیا ہے باوجود ماں کی محبت اور خودانکاری کے۔ ہاں ایسی غریب اور گمنام لیکن سچی مسیحی عورتوں کو دیکھو کہ باوجود اُنکے رنج اور دکھ کے مسیح سے اُنکے دلوں کو کیسی تسلی اور اطمینان ہے۔ اُنکے دلوں میں غم کے کیل گڑے ہوئے ہیں لیکن مسیح کی اطمینان کا سایہ اُن پر ہے اور وہ اپنا رنج بھولکر اپنی مانند دوسری غریب رنجیدہ عورتوں کی خدمت و غمگساری میں دن و رات لگی رہتی ہیں یا کسی اُجڑے ہوئے غریب مسیحی کی جھونپڑی کی زیارت کرو جہاں وہ غریب ضعف اور تنگ دستی اور عمر بھر کی سخت محنت سے ٹوٹ کر پڑا ہوا ہے اُسکے پاس آرام اور خوشی کے سامان مطلق موجود نہیں ہیں لیکن وہ خوش ہے قانع ہے اور کسی غیر حاضر اور غیر محسوس چشمہ سے آبحیات پیتا اور آرام اور اُمید حاصل کرتا ہے یا کسی سچے مسیحی کے بستر مرگ پاس جا کر کھڑے ہو۔ اُسکی آخری جسمانی تکالیف کو دیکھو غور کرو کہ کن دکھوں سے

اُسکی رُوح جسم سے جدا ہوتی ہے دیکھو وہ درد کے باعث کسطرح غش کھاتا ہے لیکن درمیان ان سب دلشکن
مصائب کے خدا کی غیر محسوس حضوری سے اسکی رُوح لبریز ہے تم اُس سے وداع ہوتے ہو تم نے اسکا ہاتھ
اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے وہ کس خوشی سے تمہارے ہاتھ کو اپنی زائل ہوئی ہوئی قوت سے دباتا ہے۔
اُسکا جسم سرد ہو رہا ہے لیکن اسکی رُوح امید اور حیات ابدی کے یقین سے گرم اور تازی ہے اُسکا جسم
موت کے دکھوں کا شکار ہو رہا ہے لیکن چونکہ اسکا ایمان خدا پر بوسیلہ مسیح کے زندہ ہے اسلئے اسکی
رُوح دکھ اور موت پر فاتح ہے مسیح کے اطمینان سے وہ مطمئن ہے موت اسکے جسم پر غالب ہو رہی ہے
لیکن اُس کی رُوح موت پر غالب ہے ✝

ہاں جاؤ اور ایسے مسیحیوں کو ڈھونڈو۔ اور جب تم نے انکو پایا ہے تب کہو کہ آیا مسیح کا وعدہ سلامتی
اور اطمینان کی نسبت سچا ہے یا غلط ✝

اب ہم مسیحی اطمینان کی حقیقت اور ماہیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہہ اطمینان کیا شے
ہے ہم اُسکو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں یہہ اطمینان کہاں سے آیا ہے ✝

یہہ اطمینان کیا شے ہے یاد رکھو کہ بے پرواہی اور سستی سے یہہ شے مختلف ہے علاوہ اسکے
محنت کے کم ہونے یا بازوؤں کے ڈھیلے پڑ جانے سے بھی یہہ پیدا نہیں ہوتا۔ آرام یعنی جسمانی آرام اور مسیحی
اطمینان میں کچھ رشتہ نہیں بعض لوگ مسیحی زندگی کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ زندگی تمام
خوشیوں اور راحت کو دور کر دیتی ہے اور انسان کی رُوح کو سرد اور بے مزہ اور پھیکا کر دیتی ہے بعض اور
آدمی ہیں جو آئندہ زندگی کے اس بیان کو جو اکثر مسیحیوں کی زبان سے سُنا جاتا ہے بالکل ناپسند کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر فی الحقیقت دوسرا جہان موجودہ دنیا سے ایسا مختلف ہے کہ جیسا مسیحی کہتے ہیں تو ہمیں اسکی خواہش نہیں
اس زندگی کے بعد ہم کیا ہونگے ہم نہیں جانتے اس امر میں صرف خیال دوڑانا ہمارے بس میں ہے لیکن
اسکا ہمکو پورا یقین ہے کہ دوسری زندگی میں ہماری تمام رُوحانی قوتیں اور قابلیتیں کام میں آئینگی انکو وہاں ترقی بھی
حاصل ہوگی اور انسانی رُوح کا کوئی حصہ وہاں سست اور نکما پڑا نہ رہیگا۔ رہی یہہ بات کہ ہم دریافت کریں کہ
اس دنیا میں ہمیں کیا اور کیسا ہونا چاہیے جب رسول نے مسیحی اطمینان اور سلامتی کا بیان کرنیکی کوشش

کی ہے اور کہتا ہے کہ وہ "تمام فہم سے باہر ہے" اسی رسول نے دنیا کے باقی تمام آدمیوں کی نسبت زیادہ محنت مشقت
اور تکلیف سہی پس اس زندگی کے لئے ہم اُسی کو اپنا نمونہ بنائیں سلامتی اور اطمینان جو مسیح ہمارے لئے
چھوڑ گیا ہے محنت مشقت آفت اور فکر کی ضد نہیں ہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ دکھوں اور فکروں اور خوفوں کے
پسینہ سے تر ہوتے ہوئے ہم اس سلامتی اور اطمینان کو ڈھونڈیں +

دوئم۔ اس اطمینان کے حاصل کرنے کے لئے یہہ ضرور نہیں کہ ہم اپنی روحانی تمیز کا گلا گھونٹ کر
اُسکو خاموش کر دیں اور اپنی گنہگاری اور بری حالت سے بیخبر اور بے پرواہ ہو بیٹھیں بعض آدمی اپنی قوت ممیزہ کو مار کر
اور نیکی اور بدی کے فرق کو بھولکر اطمینان اور تسلی حاصل کرتے ہیں جب نیکی اور بدی میں کچھ فرق نہ رہا تو پھر
فکر کس بات کی ہوگی یہہ بھی ایک قسم کا اطمینان اور سلامتی ہے لیکن اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں
ہے یہہ اطمینان موت کی مانند ہے یا ایک قسم کا روحانی نشہ اور خمار ہے جو ہماری اصلی زندگی کے لئے موت
کی نیند کی مانند ہے +

سوئم۔ مسیح کا اطمینان نہ تو کاہلی کے ساتھ ہم معنی ہے اور نہ قوت ممیزہ کی موت سے پیدا
ہوتا ہے یہہ اطمینان آدمی کو آزمائش اور دکھ سے بھی نہیں بچاتا جس وقت مسیح نے اپنے شاگردوں کو
سلامتی کا وعدہ دیا اُسی وقت آنے والے دکھوں سے بھی انکو آگاہ کیا۔ اور غور کرنا چاہیئے کہ اُس نے
اُن سے نہیں کہا کہ دکھ اور سلامتی میں سے ایک کو چن لو بلکہ ان دونوں حالتوں کا یوں بیان کیا کہ گویا
سلامتی دکھ کا نتیجہ ہے یا یوں کہو کہ دکھ سلامتی کی شرط ہے حواریوں کی باقی تمام زندگیاں اس
عجیب حالت کے لئے تفاسیر تھیں +

"نہ جس طرح کہ دنیا دیتی ہے میں تمہیں دیتا ہوں"۔ میں نہیں کہتا کہ تم ایذا سے بچ گئے میں نہیں
کہتا کہ لوگ فوراً تمہاری نیک نیتی کو تسلیم کر لیں گے میں نہیں کہتا کہ تم ظلم سے بچ گئے۔ وہ لوگ جو دنیا
کا اطمینان حاصل کرتے ہیں البتہ ان باتوں سے بچے رہتے ہیں لیکن میرا اطمینان ایسی شرائط سے
مشروط نہیں ہے میں تمہیں ایک روح بخشونگا جو تمام دنیوی طوفان سے بچی رہیگی۔ دنیا کے پانی جوش
مارینگے اور دنیا کی ہوائیں نہ زور شور سے چلینگی لیکن میری روح تم کو دلجمعی بخشیگی تم دنیا کے طوفان کا دیکھا کروگے

خدا نے دو جہان ہم کو بخشے ہیں ایک تو یہہ نچلا جہان ہے جو مصیبتوں فکروں اور پریشانیوں سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا اوپر کا جہان ہے جس میں ایمان کے ذریعہ سے ہم چڑھ سکتے ہیں جہاں ہماری ہر آنکھ سے آنسو پونچھے جاتے ہیں اور جہاں موت اور غم اور دکھ نہیں ہے +

یہہ وعدہ خدا کے کلام کے انکشاف سے پیدا ہوتا ہے خدا واحد ہے وہ ہمارا باپ ہے مسیح کے ذریعہ سے ہم اسکے ساتھ صلح کر سکتے ہیں +

توحید۔ ایک قادر مطلق اور جامع مشیّت ہے جو ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے جسکے سایہ تلے باوجود تفرقوں اور جدائیوں اور مخالفتوں کے انسانی روح کو امن حاصل ہو سکتا ہے شرک اس امن کی امید کو انسانی دل سے دور کرتا ہے اور دنیا کے انتظام میں فتور پیدا کرتا ہے شرک حقیقت میں دنیاداری کا نتیجہ ہے دنیادار بہت سی چیزوں کو پوجا کرتے ہیں اور اس وجہ سے سمجھنے لگتے ہیں کہ پہاڑوں کا خدا علیحدہ ہے اور دریاؤں کا خدا علیحدہ۔ دھوپ کا علیحدہ اور چھاؤں کا علیحدہ +

واحد خدا کو اپنا باپ سمجھنا اطمینان کے رستے کا دوسرا قدم ہے ہم دنیوی والدین سے واقف ہیں جنکے ساتھ ہمارا رشتہ نہایت ہی نزدیکی اور مضبوط ہوتا ہے ہم انکی تابعداری کرتے ہیں انکو عزت دیتے اور انسے محبت کرتے ہیں تاہم یہہ دنیوی ممتاز رشتہ داریاں ہماری روحانی خواہشوں کو پورا نہیں کرتیں۔ دنیوی باپ اور دنیوی بیٹے کے درمیان باوجود یگانگت کے جدائی کی ایک دیوار ہوتی ہے لیکن جب ہم نے اپنے آپ کو اپنے آسمانی باپ کی محبت کے سپرد کرنا سیکھا ہے اور اپنی کل ہستی کو اسکے سپرد کر دیا ہے ہمیں پورا اطمینان حاصل ہوتا ہے اور یہہ اطمینان فی الحقیقت تمام فہم سے باہر ہوتا ہے +

یہہ سبق ہم بیٹے کے تجسم سے حاصل کرتے ہیں یسوع مسیح میں باپ کی محبت ظاہر ہوئی خدا نے اپنا پیار مسیح کی زندگی اور تعلیم میں ظاہر کیا صلیب اور دکھ اور قیامت نے اس پیار پر مہر کی اب یہہ پیار صحیفوں میں لکھا ہوا ہے دنیا کی تاریخ کے وسیع صفحے پر باپ کا پیار لکھا ہوا ہے اور بیٹے کی موت اور قیامت اس پر مہر لگی ہوئی ہے جس سے ہمارے دل میں کچھہ شک نہیں رہتا کہ جو کچھہ لکھا ہوا سو سچ ہے اس نوشتے کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے مسیح نے ہمکو باپ کے ساتھ ملا دیا ہے اسنے اسکے ساتھ ہماری صلح کروائی ہے باپ کی گود میں ہماری تمام

اَب تو تسکین کیلئے نام مسیحا بس ہے

دست شیطاں میں گناہوں نے پھنسایا مجھکو
پنجۂ دیو لعین نے تھا دبایا مجھکو

احمد اور کرشن نہ نانک نے نہ بدھ نے سُدھ لی
اُٹھ کے نوری کے جنگل سے چھڑایا مجھکو

چارہ گرِ دل نے کہا ڈھونڈھ قبولِ اُستاد
ہے بہت گردش دوراں نے ستایا مجھکو

ایک صاحب نے سنایا مجھے تب نامِ یسوع
پتہ انجیل سے سب اُسکا بتایا مجھکو

جان دی سب کے عوض اُسنے پڑھا جب مینے
اُس کی الفت نے تو یک لخت لبھایا مجھکو

تب پکارا اُسے یوں میں نے کہ اے منجی دھر
مرے عصیاں میں ہے کیا تونے بھلایا مجھکو

تجھ سوا کس کو پکاروں مجھے ابن اللہ بتا
یا مسیح ایسا خطر کوئی نہ آیا مجھکو

تونے شمعون کو شفا دی کیا لعزر کو حیات
کیا تعجب ہو اگر تونے بچایا مجھکو

نیند نے گھیرا مجھے رات کو اِس کہنے کے بعد
جلوہ اک قدرتِ قادر نے دکھایا مجھکو

گرا جاتا تھا جہنم کی طرف میں بے خود
پکڑ بازو سے مسیحا نے اُٹھایا مجھکو

شکر کیونکر نہ کروں خالق اکبر کا ہزار
فضل سے اپنی طرف جس نے بلایا مجھکو

اب تو تسکین کے لئے نام مسیحا بس ہے
جس کی رحمت نے ہے عیسائی بنایا مجھکو

دیگر

جب عزم ہوا مدحِ مسیحا کی رقم کا
قرطاس نے منہ چوم لیا سینۂ قلم کا

صف باندھ کے گاتے ہیں ثنا جسکی ملک
انسان سے کہاں وصف ہو اُس شاہِ امم کا

سرسبز نہ کیوں مزرعِ دل اہل یقین ہو
ہاں جب یہ تقاطر ہے مسیح ابرِ کرم کا

انوار تجلّی مسیح جب ہوئے ظاہر
سر سجدۂ باری میں جھکا لوح و قلم کا

دینے کو فلاح صورت انسان میں در آیا
مقدور ذرا دیکھئے اُس عالی ہمم کا

مومن کے عوض جور و جفا جس نے اُٹھائے
باقی نہ دقیقہ رہا کچھ ظلم و ستم کا

ہاں یہ ہے کفارے کا نشان سر نہ ہلائے
پورا ہوا عیسیٰ کا ہے قول آخری دم کا

زندہ ہوا جب تیسرے دن قبر سے عیسیٰ
ثابت ہوا مالک ہے یہی تیغ و علم کا

تسکین کو شفقت سے کہا عیسیٰ نے مقبول
تھا یہ تو گنہگار ا بس درجۂ اثم کا

مسیحی

۱- ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔(۲) قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ معہ محصولڈاک (۳) خاص لوگوں سے رعائت بھی کی جاتی ہے (۴) جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں اُنہیں ایک سال کے لئے رسالہ مفت ملتا ہے (۵) جن اصحاب کو نہ ملے یا دیر بعد ملے تو اُنہیں چاہیئے کہ مینجر کو فوراً اطلاع کردیا کریں (۶) اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کر دینی ضرور ہے۔ (۷) ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں۔ جنکو خریداری منظور نہ ہو وہ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینجر کو اطلاع دیں۔ ورنہ دو پرچے تک جواب نہ آنے سے خریداری منظور سمجھی جائیگی اور نام درج رجسٹر کیا جائیگا۔ (۸) ہر طرح کی خط وکتابت وزرجیشدہ بنام مینجر مسیحی امرتسر (پنجاب) ہونی چاہیئے +

غزل

خار عصیاں جسم انساں میں کھٹکتا جائیگا ۔۔۔ قبر تک اسکا اثر دل میں بھڑکتا جائیگا

نہ ہو روحانی طبیب اسکا علاج ہے دوستو ۔۔۔ جو نہ آیا پاس اُس کے وہ پھڑکتا جائیگا

مشعل نور حقیقی کے نہ پیچھے جو چلا ہو ۔۔۔ اپنی گمراہی میں وہ بیشک بھٹکتا جائیگا

روشنی پائی ہے جس نے آفتاب حق سے ۔۔۔ اختر اقبال اُس کا ہی چمکتا جائیگا

جب مسیح بادشاہ بیٹھے گا تخت عدل پر ۔۔۔ منکر حق سامنے اُس کے دھڑکتا جائیگا

پائیگا ایماں سے تاج زندگی عیسے سے وہ ۔۔۔ ہاں اگرچہ بالخشوع ایسے ٹپکتا جائیگا

ہوگا مرواریدِ الفت سے مزین بالفیض ۔۔۔ قمر جو دنس کی طرح سر پر جھلکتا جائیگا

حبذا اے ہادی برحق انساں میں خدا ۔۔۔ پہنچا منزل پر جو تیرا راہ تکتا جائیگا

منجی عالم کا جس پہ سایہ ہو فتنگین مدام ۔۔۔ بس تو وہ فردوس میں داماں جھٹکتا جائیگا

مسیحی

اگست ۱۸۹۷ء

نوٹ اور رائیں

ہندوستان میں مسیحیت۔ اخبار انڈین وٹنس کا ایک لائق نامہ نگار ہندوستان کے مختلف مشنوں کی گذشتہ سال کی رپورٹوں کو بغور مطالعہ کر کے مندرجہ ذیل نتائج نکالتا ہے +

اوّلاً۔ مسیحی مذہب نے ہندوستان پر پختہ طور پر گرفت حاصل کر لی ہے اور یہہ گرفت روز بروز مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ باوجود اُس سخت مخالفت کے جو وقتاً فوقتاً مختلف مقامات میں ظاہر کیجاتی ہے یا نئے نئے ہندو فرقوں کے جو چاند کو خاک اُڑا کر چھپانا چاہتے ہیں یسوع ناصری کا مذہب استقلال کے ساتھ عجیب ترقی کر رہا ہے +

ثانیاً۔ ہندوستانی مسیحیوں کی نسبت افسوس کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہماری دیسی کلیسیاؤں کے زیادہ حصّہ کی اخلاقی ہوا بگڑی ہوئی ہے نہ وہ راستی کی محبت اور نہ مردانہ انصاف اُن میں پایا جاتا ہے جو مسیحیوں میں ہونا چاہئے محبت کی رُوح اور اَوروں کی نجات کی بےغرض خواہش افسوسناک طور پر معدوم ہیں +

ثالثاً۔ لیکن اِس تاریک تصویر کا روشن پہلو بھی ہے ہماری ہندوستانی کلیسیاؤں میں خدا کے ایسے بندے اور بندیاں ہیں جو نہایت قابل اعتبار اور عزت اور اُلفت کے لائق ہیں ہندوستان میں ایسے مبشران انجیل ہیں جو اپنے خداوند کا سا مزاج رکھتے اور انسان کی نجات کے لئے غیرت مند ہیں جنکی زندگی انکی تعلیم کی زینت ہے +

اسی ضمن میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حقیقت میں محبت صبر اور رُوح سے بھرا ہوا شخص ایمان اور اُمید کے ساتھ دیسی مسیحی جماعت کو اُبھارنے کے لئے اپنے تئیں دیدیوے

تو بلا شک و شبہ مسیحی لوگ روحانی زندگی میں ترقی کر جائینگے اور کثرت سے روح کا پھل لائینگے لیکن مشکل یہہ ہے کہ جو مشنری صاحبان روحانی کام کی قابلیت رکھتے ہیں اکثر اُن پر دفتر اور خط و کتابت کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے نتیجہ جسکا یہہ ہوتا ہے کہ وہ کلیسیا کی تعمیر پر پوری طاقت خرچ نہیں کر سکتے +

رابعاً۔ سلف سپورٹ کی نسبت میرا خیال ہے کہ ہنوز دلی دور ہے بعض رپورٹوں سے پایا جاتا ہے کہ شاید نصف صدی تک بھی مغربی طریق کے سلف سپورٹ کو جاری کرنا محال ہے بہت سے مشنوں نے اس میدان میں زور آزمائی کی لیکن آخر ناکامیاب رہے ہیں لیکن اس قاعدہ کے چند مستثنیات بھی ہیں۔ راقم کی رائے میں بعض سرکردہ مشنری سوسائٹیوں کی موجودہ مالی مشکلات شاید سلف سپورٹ کے لئے تازیانہ کا کام دیں اور ہماری اُمیدوں کو جلد بر پورا کرنے میں مددگار ہوں +

خامساً۔ ہندوستانی کلیسیا کی بابت راقم مضمون کے خیالات بھی مختصراً قابل اندراج ہیں کہ سال بسال ہندوستانی مسیحیوں کو دینی انتظام کے ایک ہی سانچہ میں ڈھالنا ناممکن ہوتا جاتا ہے چرچ آف انگلینڈ والے اپنے انتظام کے چوگرد قلعہ بندی کر رہے ہیں پریسبیٹیرین انتظام زیادہ واضح ہوتا جاتا ہے میتھوڈسٹ لوگ اپنے کیل کانٹے سے آراستہ ہو رہے ہیں بپٹسٹ لوگ پکار رہے ہیں کہ ہمچو ما دیگرے نیست۔ باقی فرقے بھی اپنی اپنی جگہ پر جمتے جاتے ہیں یہہ سب اپنی اپنی تعلیم کا اثر ہے جسوقت غور کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مغربی ممالک کے دینی انتظام کا پورا پورا نقشہ جم جائیگا تو دماغ چکرانے لگتا ہے تسلی ہے تو یہی ہے کہ مسیح خود اپنی کلیسیا کا ہادی اور نگہبان ہے۔ علاوہ بریں جب تک کہ انسانی طبائع کا اختلاف رہیگا زمینی کلیسیا کے لئے ایک ہی انتظام کے قلعہ میں مقید رہنا مناسب یا سلامتی کا باعث نہ ہوگا +

ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمارے ہائی چرچ والے برادران اس آخری نتیجہ میں متفق نہونگے +

شادی کا چھلا۔ جو دستور مغربی کلیسیا سے ہم نے سیکھے ہیں ان میں وہ چھلا ہے جو شادی کے وقت دولہا دولہن کو دیتا ہے کہتے ہیں کہ یہہ دستور ابتدا میں بت پرست اقوام سے لیا گیا ہے۔ بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی میں پہنانا بھی ایک عجیب روایت پر مبنی ہے جو جہالت کے زمانوں کا یادگار ہے یعنی یہہ قیاس کیا گیا ہے کہ اس انگلی سے ایک رگ سیدھی دل میں گئی ہے آجکل بھی بہت سے فلاسفر مزاج چھلے کی گولائی میں محبت کے دائرہ کو دیکھتے ہیں جسکا نہ شروع ہے نہ آخر۔ ہمارے معزز مدراسی ہمعصر کرسچن پیٹریٹ میں اس دستور پر بہت سی دلچسپ خط وکتابت کی گئی ہے۔ چھلے پر اعتراض کیا گیا ہے کہ کاروبار میں غلیظ ہوجاتا ہے اور اتارنا پڑتا ہے جس سے اس کے کھوئے جانیکا اندیشہ ہے اول تو اُسکا انگلی سے نکالنا ہی شادی کے معاہدہ کے گویا خلاف ہے پھر یہہ چھلا پرانا ہوکر گھس جاتا ہے۔ وغیرہ۔ اس کے عوض ایک زیور تجویز کیا گیا ہے جسکو گلے میں لٹکا سکتے یا بطور جگنی یا کنٹھے کے پہن سکتے ہیں۔ ہماری پنجاب کی کلیسیا میں ابتک اس قسم کی تجویز یا بحث کی ضرورت نہیں پڑی یہاں کلیسیا کا انتظام نیا نیا ہے۔ شادی کے چھلے کی نسبت شادی والی کا خیال مقدم ہے۔

ہمارے ڈوینٹی سکول۔ لاہور ڈوینٹی سکول کے پرنسپل پادری وگرم صاحب آجکل انگلستان میں رخصت پر تشریف فرما ہیں گذشتہ ماہ مئی میں سی۔ ایم۔ ایس کے سالانہ جلسہ میں آپنے فرمایا کہ "ضرور ہے کہ ایشیا میں انجیل سنانے کا ذمہ دیسی خود اُٹھالیں۔ اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے ہندوستان میں دیسی خادمان دین کے پایہ کو سرفراز کرنا چاہئے۔ شمالی ہندوستان میں ہمارے ڈوینٹی سکولوں کی حالت قابل افسوس ہے۔ دس سال گذشتہ کو چھہ سکولوں میں سے چار میں پرنسپل ہی ندارد تھے اور اب بھی ویسی ہی ردی حالت ہے۔ ہمیں ہندوستان میں اول درجہ کے کالجوں کی ضرورت ہے۔ سی۔ ایم۔ ایس کو چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کے مسیحی جوانوں کو انگریزی زبان میں تعلیم دلائیں کیونکہ اس زبان میں ہر قسم کی تھیالوجی کی کتابیں میسر اور دستیاب ہوسکتی ہیں ہم ہندوستان میں ہلکے پھلکے درجہ کا

مسیحی مذہب نہیں مانگتے۔ آپ کو چاہئے کہ جس قدر جلد ہو سکے ڈاکٹر موُل صاحب کے ایسے جید عالمان ہمارے پاس بھیجدیں"۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو منجملہ ان وجوہات کے جو ہندوستانی مسیحیوں کو انگلستان میں دینی تعلیم دلانے کے خلاف پیش کیگئی تھیں ایک یہہ بھی تھی جو ہمارے ایک پرانے مشنری صاحب نے پیش کی تھی کہ جو دال دلیا دیسی مسیحیوں کے لئے ہندوستان کے ڈونٹی سکولوں میں مہیا کیا جاتا ہے وہی انکی موجودہ ضروریات کے لئے کافی ہے لیکن پادری وگرم صاحب ایسے تنگ خیال آدمی نہیں ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ انکی جدوجہد سے لاہور میں کسی روز انگریزی میں اعلی درجہ کی تھیالوجی کی تعلیم کا انتظام کیا جائیگا +

علم الہیات کی تعلیم۔ ڈونٹی سکول کی تعلیم کے متعلق ایک اور خیال بھی کچھہ عرصہ سے ہمارے دل میں جوش زن ہے کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود اس درجہ کی علمی اور ملکی ترقی کے بعض ڈونٹی طلبا کے لئے فقط چند ماہ کی تعلیم ہی کافی سمجھی جاتی ہے۔ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ ایسے نیم ملّا بنانے میں خطرۂ ایمان ہے۔ اب ملک کی حالت بدل گئی ہے اور وہ زمانے نہیں رہے جب تو مریدوں کو فوراً ریڈر یا کیٹیکسٹ بنایا جاتا تھا۔ کیا سرکاری ملازمت کی طرح دینی خدمت میں بھی لیاقت کی نسبت کسی مشنری کی سفارش زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہے؟ اس ریمارک میں ہمارا روئے سخن اس اصول کی طرف ہے کہ جس نے خود تعلیم حاصل نہ کی ہو وہ اوروں کو نہ سکھائے +

خدا کے طریقے۔ بقول لارڈ بیڈسٹاک وہ تمام آفات جنہیں ہندوستان اسوقت مبتلا ہے خدا کے ہاتھ میں ہیں جنکے ذریعہ وہ یہاں کے باشندوں کے دلونکو کلام کے بیج کیلئے تیار کر رہا ہے اور یہاں اپنے ملک میں ہم نے ایک بزرگ مسیحی کو کہتے سنا کہ اگر آج ہندوستان اپنے بتوں کو پھینک دے اور مسیح کیطرف پھرے تو یقیناً انکے لئے تازگی بخش ایام آئینگے کیا تعجب ہے کہ خدا ایسے موقعوں کو ہمارے سامنے رکھدیتا ہے کہ ہم کہانتک اپنے ملک میں ملک کا کام دیکھتے ہیں

ہمارے دیہاتی مشن

دیہاتی اور شہری زندگی اور حالات میں بڑا بھاری فرق ہے اور شہروں کی نسبت دیہات میں مشن کا کام مختلف صورت رکھتا ہے۔ اوّل اوّل جو مشنری اس ملک میں آئے وہ ضرورتاً سب اِوینجلسٹ یعنی مبشر یا مناد تھے۔ خواہ اپنا صدر مقام اُنہوں نے کوئی شہر رکھا ہو لیکن انجیل کی خوشخبری گردونواح کے گاؤں میں سُنایا کرتے تھے۔ چند نو مرید جو اُنکے ساتھ آملے وہ بھی انجیلی خدمت کے کام پر لگائے گئے۔ ایک بڑی بھاری مشکل اُس زمانہ میں یہہ تھی کہ اردو زبان کا رواج انگریزی سلطنت کے ساتھ پنجاب میں جاری ہوا۔ جو لوگ فارسی دانستہ تھے وہ اردو بولنے کے بہت شائق تھے۔ دیہاتی زمینداروں کیواسطے یہہ زبان بالکل ایک غیر زبان تھی جسکو وہ بہت تھوڑا سمجھ سکتے تھے۔ توبھی اُسوقت کی منادی فائدہ سے خالی نہ تھی۔ ایک پادری صاحب کا ذکر ہے کہ وہ اردو زبان سے بھی بے بہرہ تھے۔ اُنکی منادی یہہ ہوا کرتی تھی کہ اپنی لاٹھی سے زمین پر دو لکیریں کھینچکر لوگوں کو کہا کرتے کہ "یہہ محمد اور دوزخ یہہ مسیح اور بہشت"۔ اور پھر یہہ کہکر کہ "بس عیسائی تو بہشت"۔ اپنی منادی ختم کرتے اور وہاں سے چل دیتے۔ اِس پہیلی کے حل کرنے میں دیسی مناد کو گفتگو کا عمدہ موقعہ مل جاتا۔ اس طور پر جو کلام نہایت کمزوری میں بویا گیا تھوڑا پھل لایا۔ اور مدت تک دیہات میں مسیحی کلیسیا کی کوئی خاص صورت نہ نکلی۔ ایسے خفیف نتائج کو دیکھکر کون خیال کرسکتا تھا کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب مشن کی توجہ خصوصاً دیہات کی طرف منعطف ہوگی ۔

چند سال سے دیہات کی ادنٰے اقوام خصوصاً چوہڑوں میں مسیحی مذہب کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ شاید اس خدمت کا فخر سب سے اول امریکن مشنوں کو حاصل ہے۔ ایک قلیل عرصہ میں سیکڑوں دیہات میں ہزاروں چوہڑوں نے بپتسمہ پایا۔ اگرچہ عام رائے ان بپتسموں کے خلاف ہے لیکن اس حقیر آغاز کو بالکل لاحاصل نہیں سمجھنا چاہئے۔ پھر چرچ مشن والونکو

بھی کسی نہ کسی باعث سے اِن غریب لوگوں کے درمیان کام شروع کرنا پڑا۔ اوّل اوّل تو جن لوگوں نے درخواست کی بلا اہتمام زیادہ کچے پکے سب کلیسیا میں شامل کئے گئے۔ رفتہ رفتہ کئی قسم کی مشکلات نے مشنری صاحبان اور اُنکے کارندوں کو ذرا محتاط بنا دیا اور اب بپتسمہ کی شرائط کسی قدر سخت کر دی گئی ہیں +

اس بیان سے ظاہر ہے کہ آج کے دن دیہاتی مشن کا ذکر کرنا گویا ادنیٰ اقوام میں کلیسیا کی ترقی کا ذکر کرنا ہے۔ مشنری دُنیا میں یہہ ایک مسلمہ امر ہے کہ بنسبت شہروں کے دیہات کے لوگ سادہ لوح ہوا کرتے ہیں۔ اور جب شہروں میں مسیحی مذہب کو حقیر سمجھکر رد کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مشنری کام کا زور دیہات میں صرف نہ کیا جائے۔ اور پھر دیہات میں بھی سب سے حقیر اور راندہ قوم بہتروں کی ہے لیکن خدا کی نظر میں اُنکی روحیں ویسی ہی قیمتی ہیں جیسی اعلیٰ اقوام کی۔ اور دوسرا یہہ کہ انکو مسیحی مذہب اختیار کرنے میں وہی مذہبی اور قومی مشکلات سدِ راہ نہیں جو ہندو مسلمانوں کو ہوتی ہیں۔ اسلئے یہہ گویا ایک قدرتی دروازہ ہے جو خدا نے مشنریوں کے سامنے کھولدیا ہے اس موقعہ پر ان دیہاتی نومریدوں کی بابت بیان کرنا اپنے نفس مضمون سے کسی قدر برگشتہ ہوجانا ہے لیکن مختصراً یہہ ظاہر کرنا ضرور ہے کہ ان لوگوں کے بپتسمہ حاصل کرنے سے کئی قسم کی ترقی کم و بیش ہوئی ہے۔ تعدادی ترقی تو ظاہر ہی ہے جس سے اور نہیں تو ملکی اور قومی فوائد ملحوظ ہیں۔ پھر اس ترقی کا دخل سوشل معاملات میں بھی نظر آرہا ہے نومرید بہتروں کی سوسائٹی عجب پلٹا کھا رہی ہے اور یہہ لوگ اپنی عادات اور رسوم سدھار رہے ہیں۔ اخلاقی طور پر اُنمیں نمایاں ترقی واقع ہوئی ہے جنکی نظائر وقتاً فوقتاً مشنری رپورٹوں میں شائع ہوا کرتی ہیں سب سے زیادہ خوشی اور شکرگذاری کی بات یہہ ہے کہ انمیں بعض سچ مچ رُوحانی اشخاص ہیں بعض لوگ ایسے کمزور مسیحیوں کی جماعتیں دیکھکر مشنریوں کو بھلا بُرا کہنا شروع کرتے ہیں لیکن یہہ ایسا مشکل معاملہ ہے کہ جس کے سر پر آپڑتا ہے

وہی اسکی وقعت کو قیاس میں لاسکتا ہے۔ کیا کوئی معترض ایسی کلیسیا دنیا میں دکھا سکتا ہے جس میں سب پطرس اور پولوس ہی ہوں؟ سب سے دانائی کا انتظام جو ان دیہاتی کلیسیاؤں کے متعلق کیا گیا ہے سو یہہ ہے کہ جا بجا مدرسے جاری کئے گئے ہیں۔ جن میں ان غریب نو مریدوں کی اولاد کو مسیحی مذہب کی تعلیم دیجاتی اور پڑھنا لکھنا سکھایا جاتا ہے اور ان بچوں کی بابت اُمید کیجاتی ہے کہ انکا مذہب اور پایہ اخلاق انکے والدین سے بلند اور اعلی ہوگا +

ایک اور حصہ مشنری خدمت کا دیہات میں ترقی پر ہے جسکا بیان کرنا ضرور ہے یعنی زنانہ مشن جا بجا مقامات پر ایسے مرکز قائم کئے گئے ہیں جہاں لیڈیاں رہتی ہیں اور گرد نواح کے دیہات میں دورہ کیا کرتی ہیں۔ بہتروں میں کام کا دروازہ کھلنے سے ان مس صاحبان کے لئے بھی بہت کچھہ کام سکولوں وغیرہ کا نکل آیا ہے۔ عموماً ان بہادر لیڈیوں کی محنت کا نمایاں فائدہ دیہاتی مستورات میں نظر نہیں آتا۔ اور بظاہر تو ہزارہا روپیہ جو سال بسال اس مشن پر صرف کیا جاتا ہے وہی اگر مردوں میں لگایا جائے تو اُسکا فائدہ ہاتھوں ہاتھہ نظر آجائے۔ خیر یہہ تو دیگر سوال ہے۔ لیکن اس میں کچھہ شبہ نہیں کہ دیہات میں زنانہ اور مردانہ مشن کا کام بالکل ایک دوسرے سے نسبت نہیں کھاتا۔ جہاں ولایت کی لائق اور تعلیم یافتہ لیڈیاں مستورات میں کام کرنے کے لئے تعداد میں کثیر ہیں وہاں اُنکے مقابلہ میں آدمی مبشر تھوڑے اور ملکے درجے کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور اگر خرچ کا لحاظ کیا جائے تو کوڑیوں کے مول۔ یہہ نقص مشن کی پالیسی میں قابل اصلاح ہے +

علاوہ انکے بعض علاقوں میں پادری صاحبان کے سرمائی دورے دیہات میں انجیل سنانیکا نہایت عمدہ ذریعہ ہیں جہاں کلیسیائیں قائم ہوئی ہیں انکو پند و نصائح سننے اور روحانی فوائد حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور غیر مذاہب کے لوگ عموماً خوشی سے خدا

کا کلام سنتے ہیں +

موجودہ دیہاتی مشنوں کے خلاف یہہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان ادنیٰ اقوام کے نومریدوں کا اثر باقی اقوام پر مسیحی مذہب کی ترقی کو روکنے والا ہے۔ ہم نے بارہا لوگوں کو یہہ کہتے سنا ہے کہ بہتروں کے عیسائی ہونے سے ہندو مسلمان ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ اور اسلئے مسیحی دین کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ہمیں اس رائے کے ساتھہ کلیہ اتفاق نہیں کیا کبھی کوئی ایسا موقعہ بھی ہماری کلیسیا کی تواریخ میں ہوا ہے جب دیہاتی یا شہری اعلیٰ اقوام کے لوگ گروہ کے گروہ مسیحی ہو گئے ہیں۔ اگر نہیں تو کیا حق کے طالب آج بھی اُسی طرح فرداً فرداً اور وقتاً فوقتاً مسیحی کلیسیا میں شامل نہیں ہوتے جیسا کہ پیشتر ہوا کرتے تھے۔ یہہ ایک سنہلا اصول ہے کہ جو شخص حق کی تلاش میں ہے وہ ضرور حق کے پاس آئے گا۔ اور جو نور کا متلاشی ہے کوئی چیز اُسکو روک نہیں سکتی +

سنو ہندوستانی مسیحیو۔ یوگنڈا مشن کے مقام منگو میں ایک ایسا وسیع گرجا تعمیر کیا گیا ہے جس میں سات ہزار اشخاص کی گنجائش ہے۔ اتوار کی عبادتوں میں یہہ گرجا مسیحیوں سے بھر پور ہوتا ہے۔ اُس ملک کے مکانات کی طرح سراسر سرکنڈوں سے بنایا گیا ہے۔ اُس کی چھت دو سو لکڑی کے ستونوں پر ٹھہری ہے۔ اوّل تو محنت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ایک لکڑی کو پہاڑ پر لیجانیکے لیئے ایک سو آدمی لگائے جاتے تھے اور پھر اُس ملک میں ایسی جلدی ایک ایسی بڑی مسیحی جماعت کا قائم ہو جانا انیسویں صدی کا بڑا بھاری معجزہ ہے ہم ہندوستانیوں کے لیئے تو اتنی بڑی عبادتگاہ کا ملکی طرز پر بنایا جانا بھی باعث تعجب اور قابل تحسین ہے +

چوپانی زبور

دسواں باب

جام لبریز

"میرا پیالہ لبریز ہونے چھلکتا ہے" زبور ۲۳: ۵

تھکے غمزدہ دلونکو خوشی کی ساعت بھی نصیب ہوا کرتی ہے بہت فکر و تھکاوٹ کے بعد جب انسان تپتی زمین پر لیٹا ہو تو نیند آرام کیلئے آتی فرشتے ضیافت کا دسترخوان بچھاتے اور روح تازہ ہوئی طاقت حاصل کرکے بیدار ہوتی ہے ۔

ہم ہمیشہ بتا نہیں سکتے کہ یہ تجربے کہاں سے آتے ہیں ہاں صرف اتنا جانتے ہیں کہ قدم قدم پر چیا لالی۔ دل خوشی کی امید سے بھرپور اور گیت منہ سے خواہ مخواہ نکلتے اور ہمارا جسم خوشی اور امید سے ایسا بھر جاتا جیسے بہار کے خوبصورت دن تمام چیز خوشی مجسم ہو جاتی اور سارا جہان وجد میں آجاتا ہے۔ خداوند جس وقت صیہون کے اسیروں کو پھیر لایا۔ ہمارے منہ ہنسی سے بھر گئے اور ہماری زبان گانے سے۔ تب غیر قوموں کے درمیان ہم نے چرچا کیا کہ خداوند نے ہم سے بڑے سلوک کئے ہم خوش ہیں۔ زبور ۱۲۶: ۱-۳ +

ایسے وقت میں زندگی ایک پیالہ معلوم ہوتی ہے جسکے اندر کی چیز خدا نے اپنے ہاتھ سے ملائی ہو اور جو اسکی مہربانی اور رحمت سے بھر کر بہتی ہو تب آنسو اور ہنسی ایک دوسرے پر غالب آنیکی جدوجہد کرتے جیسے برسات کے دن سورج کی کرنیں اور مینہ کے بادل ایک دوسرے پر سبقت لیجانیکی کوشش کرتے ہیں اور ہم لبریز پیالہ کو اٹھا کر ہونٹھوں تک لاتے اور چلاتے ہیں "میرا پیالہ لبریز ہونے چھلکتا ہے" +

اس طرح کا تجربہ ایک اور زبور سے ظاہر ہے جس میں انسانی تجربے کی سب سے نیچی

اوراعلیٰ دونوں حالتوں کا ذکر پایا جاتا ہے وہ غم کی آواز سے شروع ہوتا۔ موت اور غم اور جہنم کی تکلیفوں کا ذکر کرتا"۔ انسان کی راستبازی پر الزام لگاتا ہے یہہ زبور ہمیں بتاتا ہے کہ کیونکر زبور نویس اپنی ضرورت میں خدا کے نام کو پکارتا ہے اور اُس جلال بخش رہائی کا جو اُسنے خدا کے ہاتھوں سے پائی اظہار کرتا ہے اور جبکہ وہ اپنی حالت پر غور کرتا ہے تو وہ ایک نجات سے لبریز پیالہ معلوم ہوتی ہے ہاں اُس پوری کامل نجات سے جو مسیح نے ہمارے واسطے خریدی ہمیں زندگی کے پیالہ کی بناوٹ سے کچھہ کام نہیں۔ چاہے وہ سونے کا ہو یا چاندی کا سنگ مرمر یا شیشہ کا۔ وہ مادہ جس سے ہماری زندگیاں بنتی ہیں مختلف قسم کا ہوتا ہے ہمیں تو صرف اُس چیز سے واسطہ ہے جو پیالہ میں ہو اور جو مٹی کے برتن میں بھی ایسی ہی شیریں ہوتی ہے جیسے سونے کے برتن میں۔ انسانی زندگی کے بڑے بڑے اختلافات کا سبب اُسکے اندر کی چیز ہے نہ کہ باہر کی صورت۔ پیالہ کے باہر پر نظر نہ ڈال۔ بلکہ شکر گذاری سے اُسکے اندر کی چیز کو دیکھہ جو تیرے حق میں زیادہ شیریں ہوگی گو وہ عام برتن ہی میں کیوں نہ ہو بہ نسبت اُنکے جن سے شائد تجھے رشک پیدا ہوتا ہے لیکن تو نہیں جانتا کہ اُن خوبصورت پیالوں میں کیسا کڑوا شربت ہے +

ہمیں یہہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ برکت کا پیالہ جس میں سے ہم پیتے ہیں ایک دفعہ سخت لعنت سے بھرا ہوا تھا نوشتوں میں ہم خوف کے پیالے اور خدا کے غضب کے پیالے کی بابت پڑھتے ہیں اور جب ہم یہہ لفظ پڑھتے تو جان لیتے ہیں کہ ہماری زندگی بھی خوف اور غضب سے جو ہمارے کاموں کا راست اجر ہے بھری ہوئی ہوتی نہ اسلئے کہ خدا بدلا لینے والا ہے یا گنہگار کی موت میں اُسکی خوشی ہے بلکہ اسلئے کہ جب کبھی وہ گناہ اور ناپاکی کو دیکھتا تو اُسکی پاک طبیعت غضب سے بھرے بغیر رہ نہیں سکتی اگر ہمیں اپنے گناہوں کا نتیجہ ملتا تو ہمارے ساتھہ بھی وہی حال ہوتا جیسا موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھہ کیا کہ سونے کے بچھڑے کو پیس کر پانی میں ڈالدیا اور وہ پانی اُنہیں پینے کو دیا۔ اگر کوئی پوچھے کہ ہم ایسے کڑوے

تجربہ سے کس طرح بچ گئے تو اس کا جواب خدا کے اپنے لفظوں میں پایا جاتا ہے "دیکھو میں تھرتھراہٹ کا پیالہ اور اپنے قہر کے جام کا تلچھٹ تیرے ہاتھ سے لے لونگا تو پھر اسے کبھی نہ پئے گا"۔ اور جب مسیح نے یہہ پیالہ ہمارے ہاتھ سے لے لیا تو اس نے اسکے اندر کا زہر اس پیالہ میں جو وہ آپ پینے پر تھا ڈال لیا۔ اور ہمیں تلچھٹ سے بھی خالی کرکے دیدیا نہیں نہیں اپنی محبت اور زندگی سے بھر کے دیا۔ اور آپ ہمارے غضب اور تکلیف کے حصہ کو پی گیا +

اس کے ان لفظوں پر ذرا غور کرو جو اس نے باغ میں کہے جبکہ موت کا دکھ اسپر تھا اور دشمن اسے باندھتے تھے اور پطرس نے اس جلد باز طبیعت سے جو اسکی طبیعت کا خاصہ تھا تلوار نکالی تب مسیح نے پطرس سے کہا۔ "اپنی تلوار کو میان میں کر کیا وہ پیالہ جو میرے باپ نے مجھے پینے کو دیا ہے میں نہ پیوں"+

ذرا سوچو کہ مسیح کے پیالہ میں کیا کیا کچھ تھا۔ شرم۔ بے عزتی۔ درد تکلیف۔ بدنی دکھ اور سب سے بڑھکر ہمارے گناہوں کی تلخی جو اسے چکھنی پڑی ہماری لعنت کا بوجھ جو اسنے ہی سے اٹھایا ہماری سزا اونکا بدلہ جو اسے دیا گیا یہہ سب کچھ پیالے میں تھا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تمام دنیا ایک قطار میں کھڑی تھی ہر ایک کے ہاتھ میں زہر سے لبریز پیالہ تھا مسیح نے ایک ایک کے پاس سے گذر کر ہر ایک کے پیالے کا زہر اپنے پیالہ میں انڈیل لیا۔ اور یوں اسنے صلیب پر "ہر ایک آدمی کیواسطے موت کا مزہ چکھا"۔ اور اب ہماری زندگی نجات سے بھری ہے کیونکہ مسیح کی زندگی سزا کے حکم سے بھری تھی ہمارا پیالہ خوشی کا پیالہ ہے کیونکہ مسیح کا پیالہ غم کا پیالہ تھا ہمارا پیالہ مبارکبادی کا پیالہ ہے کیونکہ مسیح کا خدا سے الگ کئے جانیکا تھا +

کاشکہ ہم خوشی کیوقت میں ان مبارک لوگونکی جو آسمان پر ہیں نقل و پیروی کریں جو اپنی خوشی کو مسیح کی موت کا سبب ٹھہراتے ہیں اس قیمت کو جس سے تمہاری خوشی اور آرام کا وقت خریدا گیا کبھی نہ بھولو +

اب ذرا دیکھیں کہ ہماری زندگی کے پیالہ میں کیا کیا کچھ ہے +

تندرستی کسی شخص کے پاس گو دنیا کی سب خوشی بخش اور راحت افزا چیزیں ہوں لیکن اگر اسکا بدن دکھ اور تکلیف سے بھرا ہو تو وہ اُن سے کیا حظ اٹھا سکتا ہے؟ ہمارے وہ غمگین اور دلشکن دن جن میں ہر ایک چیز تیرہ و تاریک نظر آتی۔ اکثر بدنی کمزوری کا نتیجہ ہوتے ہیں اور وہ دن جب ہر ایک چیز زندگی کے میدان میں چمکتی نظر آتی تندرستی کا نتیجہ۔ اگر تمہاری زندگی کا پیالہ شیریں اور تازگی بخش ہے تو جان لو کہ تندرستی اُس پیالہ کے مرکبات میں ایک خاص حصہ رکھتی ہے۔ گو ہم اسکی پوری قدر جب تک کہ وہ ہم سے لے لی نہ جائے نہیں کرتے +

۲- **انسانی دوستی اور محبت** جس کے بغیر بڑی اقبالمندی بھی ناچیز معلوم ہوتی ہے یہانتک کہ سنہلی سڑکیں بھی پاؤں میں ایسے ہی آبلے ڈال دیتی ہیں جیسے کنکریلی پتھریلی راہیں لیکن اس دوستی اور محبت کے ہونے سے غریبی بھی امارت کا جامہ پہن لیتی اور معمولی ترکاری کا باغ بھی آسمانی جلال و چمک پا لیتا ہے +

۳- **گھر کے آرام و راحت اور ضرورتوں کا پورا ہونا**۔ ہم میں سے کتنوں کا یہ نصیب ہے۔ نرم تکیہ۔ فرش پر قالین۔ آراستہ و پیراستہ کمرے قسم قسم کی عمدہ اور کافی خوراک اور نوکر جو ہمیں ہر طرح کی محنت و تکلیف سے بچاتے ہیں۔ ہاں ایک راہب اپنے آپ کو ایسا عادی بنا سکتا ہے کہ ان چیزوں کے بغیر گذارہ کرے اور ہمیں اپنی فقیرانہ زندگی سے یہ جتلانا چاہیے۔ کہ انکے بغیر زندگی زیادہ آرام سے گذرتی ہے لیکن ہم اس بات سے تو ہرگز ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ روزمرہ کی زندگی کی خوشی ان سب چیزوں کے ہونے سے بڑھ جاتی ہے +

۴- **باطنی خوشی**۔ ہر ایک شخص اگلے اور حال کے زمانے کے عالموں کے خزانہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ہر ایک فلاسفروں اور شاعروں کے خیالوں کو جو زمانہ بزمانہ اسی طرح چلے آتے ہیں اپنے لئے جمع کر سکتا ہے اور وہ اُس گھاس کی مانند ہے جو سمندر کی تہہ میں سے طوفان سے توڑا گیا اور لہر کے ساتھ بہتا ہوا کنارہ پر پہنچ گیا ہر ایک اپنے واسطے نیچر کی خوبصورتیوں اور عجائبات کو دریافت کر سکتا ہے

۵- کبھی کبھی زندگی کے پیالہ میں اند شیرینی ڈالی جاتی ہے۔ کوئی خاص رہائی۔ کوئی غیر مترقبہ

بجائے ہاں کوئی خاص برکتیں جنکے ہم لائق نہ تھے۔ یہہ سب برکت صرف خدا کی بخشش کرنے کی عادت
کو پورا کرنیکا سبب ہوتی ہیں۔ انکا کوئی اور سبب نہیں۔ اور اب مجھے اپنے قلم کو تھامنا ہوگا کسی آدمی کا
قلم اُن سب برکتوں کو جو خدا ہمیشہ ہمیں بخشتا لکھ نہیں سکتا۔ بہت سے ایسے اجزا ہیں جنکی باریکی کو
ہم دیکھ نہیں سکتے۔ بعض ایسے پاک والہی ہیں کہ ہم انہیں خیال میں نہیں لاسکتے۔ اور کتنوں کا تو ہم
شمار ہی نہیں کرسکتے۔ اسکے علاوہ ہر ایک کی زندگی کا پیالہ ایک ہی مقدار سے مرکب نہیں ہوتا۔ ہمارا
باپ بڑے غور سے ہماری بدنی حالت کو دیکھتا۔ اور پھر اُسکے مطابق مرکبات تیار کرتا ہے۔ اور چونکہ
ہماری بناوٹ مختلف ہے۔ ہمارے پیالوں کے مرکبات بھی مختلف ہوتے ہیں +

لیکن جو کچھ برکت ہمارے پیالہ میں ہے وہ ضرور بھر کے بہہ نکلیگی۔ اُسکا بچھڑا ہمیشہ سب سے موٹا بچھڑا ہوتا ہے
اور اُسکا کپڑا سب سے عمدہ کپڑا۔ اور اُسکی خوشی جسکا ذکر نہیں ہوسکتا۔ اُسکی تسلی تمام فہم سے
باہر۔ ہاں اُسکا فضل اپنی بہتائت سے کہ پانے والا تمام چیزوں میں فضل سے کاملیت پاتا اور
ہر ایک اچھے کام میں بڑھتا ہے۔ خدا کی مہربانی میں تنگی نہیں۔ وہ اپنی بھلائی اور مہربانی کو حکیم
کیطرح بوند بوند گن گنکے اور ناپ ناپ کے نہیں دیتا۔ خدا کی خاصیت ہی یہی ہے کہ اُسکی مہربانی
بہتائت سے اور بہتی ہوئی ہے۔ جیسے کہ نیچر جو خوبصورتی اور زندگی سے ایسی بھری ہوئی ہے
اور سمندر کی ایک ایک بوند اور جنگل کی ایک ایک انچ ایسے عجائبات سے بھری ہے کہ انسان
کسی طرح سے دریافت نہیں کرسکتا۔ ہم بھی رسول کے ساتھ یہہ کہہ سکتے ہیں کہ میرا پیالہ کچھ کثرت سے ہے +

امریکہ کے تازہ پانی کی ایک جھیل کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی
ہے جس میں ایک خاندان رہتا ہے۔ ایک چھوٹا بچہ جو تمام دن کھیلتا رہا اور پیاسہ ہوگیا اندر
جاکے اپنی ماں سے پانی مانگتا ہے اسکی ماں پیالہ لیکر ٹھنڈے اور تازہ پانی کے چشمے سے بھر کے پیارے بچے
کے ہونٹھوں سے لگاتی ہے۔ یونہی خدا ہمارے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ وہ سب کو بہتائت سے دیتا ہے اور کبھی
طعنہ نہیں مارتا۔ اُسکے پاس ہماری ضرورتوں سے بڑھکر ہے۔ اور وہ ہمیں اِس سے بہت زیادہ دیتا ہے جتنا کہ ہم سچ
سچ اپنے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔ ہمیں احتیاط رکھنی چاہئے کہ اپنے پیالہ کو اِسطرح پکڑیں کہ جو چیز اُسسے گرے

ضائع ہو لیکن اُن پیالوں میں گرے جو ہمارے لئے ہیں۔ کاشکہ ہماری راہیں خُدا کی راہوں کی سی ہوں کہ جب وہ اپنی برکت کے پیالہ میں سے کچھہ اُنڈیلتا ہے۔ تو وہ خشک اور سُوکھی زمین پر گراتا۔ تب چھوٹی پہاڑیاں خوشی سے ...... اور آخر کار گلے سے بھر جاتی ہیں" وہ خوشی سے چلاتے اور خوشی سے گاتے ہیں" +

چاہئے کہ خصوصاً روحانی برکتوں سے پیالہ بھر کے بہنے لگے + یہہ بہت سے مقدسوں کا تجربہ ہو چکا ہے۔ سکاٹ لنڈ کا جان ویلش ایسے ایک خاص موقعہ پر چلا اُٹھا۔ کہ اَے خُداوند اپنے ہاتھ کو روک۔ یہی کافی ہے۔ تیرا بندہ مٹی کا برتن ہے اور زیادہ نہیں سما سکتا"۔ جان فلیول کہتا ہے کہ ایکدفعہ جب وہ اکیلا سفر کر رہا تھا اُس کے خیال اعلےٰ و بلند ہونے لگے۔ یہانتک کہ وہ ایک بڑے طوفان کے سانتھ ٹھہر گئے۔ اُسکے دل کا یہہ حال تھا کہ آسمانی خوشیوں کا ایسا تازگی بخش مزہ تھا۔ اور اُسکے ان سب میں حصہ رکھنے کا ایسا پورا یقین تھا کہ وہ بیچ بیچ دنیا اور اُسکے کاروبار کو بھول گیا۔ بہت برسوں کے بعد وہ اُس دن کو آسمانی دنوں میں شمار کیا کرتا اور کہتا تھا کہ میں نے اُسدن آسمانی زندگی کا حال زیادہ سیکھا۔ بہ نسبت اِن کتابوں یا وعظوں کے جو میں نے سنیں

یہہ یقینی بات ہے کہ یسوع کا مطلب تھا کہ ہمیں اِن خوشیوں کا دائمی پایدار تجربہ حاصل ہو۔ وہ ہمیں نہ صرف زندگی بلکہ بہت زندگی دینے آیا۔ اُسنے ہمیں اپنے پیارے لفظ بتائے کہ ہماری خوشی پوری ہو۔ اُسکا مطلب تھا کہ ہمارے دل جی بھر کے لطف اُٹھائیں اور خُدا کی محبت سے تسکین پائیں۔ جو وہ ہمارے واسطے چاہتا ہے۔ وہ سمندر کی تہہ کے ساتھ تشبیہہ دیا جا سکتا ہے کہ سطح پانی کے برابر گرتے رہنے سے پتھر گہیں کے گہرے ہو جاتے ہیں جنہیں دریا ہمیشہ آگے بہتا اور پانی اُن گہراؤں میں جمع ہو جاتا ہے لیکن جو نیچے سے اَور پانی آتا تو وہ پانی بہہ کر آگے چلا جاتا ہے تاکہ کوئی چھوٹا گہراؤ بھرے۔ یا اُن ہزاروں پھولوں اور درختوں کو زندگی بخشے جو اپنی جڑیں اُسکے زندگی بخش پانی تک پہنچاتے ہیں۔ جو کچھہ ہمیں ملے اُسے جمع کر چھوڑنا مناسب نہیں۔ بلکہ چاہئے کہ ہم خوشی سے اپنے پیالہ کو بہنے دیں۔ اُس کنجوس کی مانند نہ ہو جو کہ اسلئے نہیں دیتا کہ ڈرتا ہے کہ اَور کہاں سے ملیگا۔ ہاں چاہئے کہ ہم فضول خرچ نہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ختم ہونیوالی نہیں۔ کیونکہ ہمارا باپ اُسے مہیا کرتا ہے۔ اور اُسکی بادشاہت کا یہہ قانون ہے کہ ہم جس حد تک دیتے ہیں۔ اُسی حد تک پائینگے +

اَب آخری بات یہہ ہے کہ ہم یقین کر کے نجات کے پیالے کو لیلیں۔ بخشش کرنیوالے کی اِس سے بڑھکر بےعزتی نہیں کہ ہم اُسکی بخشش سے تغافل کریں۔ تو بھی کتنے ہی پیالہ خُدا ہمارے سامنے رکھتا ہے جو ہم نہیں پیتے! بعض تو یہہ سمجھتے ہیں کہ خُدا کی مرضی ہی نہیں کہ ہم بالکل خوش و خرم ہیں۔ اور اگر ہم اپنے خوشی کے پیالے پئیں تو جھکنے سے یا معافی مانگ کے پینے چاہئیں۔ بعض آدمی پیالہ پیتے ہیں اور اگر کسیطرح سے سارا پی بھی لیں تو اپنی طرف سے کچھہ کڑوی چیز اُسمیں ملا لیتے ہیں تاکہ شربت بہت میٹھا نہ ہو جائے۔ ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ خُدا نے ہمکو سب چیزیں بہتات سے ہماری خوشی کیلئے دی ہیں اور جب ہمکو یقین ہے کہ اُسنے ہمکو کچھہ پینے کو دیا تو ہم اُسکے ہاتھ میں سے پیالہ لیکے پینے سے کیوں شرماتے ہیں۔ بعض دفعہ ہمیں یقین نہیں ہوتا اور ہم نہیں پیتے سو واسطے ہم اپنے اندھے ہیں کہ ہم کچھہ نہیں سکتے اور بعض دفعہ اُس پیالہ کو جو خُدا نے ہمارے لئے تیار

محبّت کی رُوح

۷۔ پاک صاف ہونا۔

افتادہ آدم کے ہر ایک فرزند کو یہہ ضرورت آپڑی ہے کہ ہمیشہ ایک ایسی چیز کے حصول
کے پیچھے پڑا رہے جو نہ وہ خود ہے اور نہ رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہہ ہے کہ انسانی زندگی میں
وہ یگانگت اور پاکیزگی موجود نہیں جو اُسے ابتدا میں حاصل تھی۔ اور اس لئے ضرور ہے کہ
اُس میں کشمکش برابر جاری رہے جب تک کہ یہہ تمام اختلاف اور ناپاکی اس سے جدا نہ ہو جائے
اور وہ خدا میں اپنی پہلی حالت کو حاصل نہ کرے +

اس لئے پاکیزگی ایک نہایت ضروری چیز ہے اور اور کوئی چیز اس کی قائم مقام
نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہم کسی آدمی کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ پاک صاف ہو گیا۔
جب تک کہ ہر ایک طبیعت یا عادت جو نہایت خود پسندانہ اور نفسانی ہو اور خود غرضی طرفداری
اور خیرخواہی سے معمور ہو اس سے دور نہ کیا جائے۔ جب تک یہہ مزاج اُسکی طبیعت میں
نابود نہیں ہو جاتی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے آپ سے مر گیا ہے۔ اور جب تک وہ ان کی
نسبت مُردہ نہیں ٹھہرتا وہ کبھی خدا میں زندگی نہیں حاصل کرسکتا۔ کیونکہ جب تک
اس میں اس قسم کا مزاج ہے وہ پاکیزگی کا حاجتمند ہے۔ جب تک اُن سے جدا نہیں
کیا جاتا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُسکی یہہ حاجت رفع ہو گئی۔ اسلئے سب سے بڑی ضرورت اس بات
کی ہے کہ الٰہی فطرت کی پاکیزگی اور کاملیت از سر نو اُس میں داخل کیجائے کیونکہ اسی پاکیزگی
اور کاملیت کو لیکر وہ خدا سے نکلا تھا۔ اور اب بھی اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلئے کہ وہ خدا
کا فرزند ہے اور وہ مبارک زندگی جو خدا میں اور خدا سے ہو اُس کا حق ہے۔ کوئی چیز جس کے
ارادہ یا فعل میں ناپاکی یا ناکاملیت ہو خدا سے متحد نہیں ہو سکتی۔ ہم یہہ گمان نہ کریں کہ
الفاظ "پاکیزگی اور کاملیت" بہت اعلیٰ ہیں اور اس موقعہ پہ استعمال کرنیکے لائق نہیں

اُن سے صرف یہہ مراد ہے کہ مخلوق کا ارادہ آلہی ارادہ کا بچّہ ہے اور اِس لئے ضرور ہے کہ اُسکا ارادہ اور فعل رضائے آلہی کے مطابق ہو۔ کیونکہ تب ہی وہ فی الحقیقت خدا کی پاکیزگی اور کاملیت میں قائم ہوتا اور اُس سے زندگی حاصل کرتا ہے اور اگر ایسا نہیں تو وہ خدا سے عداوت رکھتا ہے اور اِسلئے وہ آلہی حیات اور خوشی سے اتحاد پیدا نہیں سکتا بلکہ اُس سے بے بہرہ رہتا ہے ✦

۸۔ محبت کی رُوح خیر جامع ہے ✦

اب یہہ ظاہر ہے کہ یہہ فقط محبت کی رُوح ہی ہے جو خدا کی تمام ارادہ میں کار ہے کیونکہ خود ذات آلہی میں اِسکے سوا اور کوئی چیز کام نہیں کرتی۔ قادر مطلق نے سب کچھ اِسی مقصد کیلیئے خلق کیا کہ اِس لامحدود محبت کو رہنے اور کام کرنیکے لئے جگہ بندی اور نشاہ کہانی حاصل ہو اور قدرت کی تمام قوتیں اور سارا جد وجہد اِسی بات میں ہے کہ اِسی خیر جامع کی پوشیدہ رُوح محبت کو جو ہر اور ماہیت۔ زندگی اور طاقت بخشنے تا کہ وہ عملی طور پر کام کر سکے اور اُسکی برکت بخش قوتیں ظہور پذیر ہوں اور جو مخلوق محض تجربہ کی طاقت اور اِسکے قوائے سے خلق ہوئے ہیں خیر و محبت کی رُوح کو ایک دوسرے تک پہنچا ئیں اور باہمی خوشی و مسرت کے دینے لینے سے شادمان ہوں جو کچھہ اِس محبت کی حالت سے خالی ہے وہ سب خدا کی اِس یکتا زندگی سے بے بہرہ ہے جسکے سوا محبت کا خدا مخلوق میں سکونت پذیر نہیں ہو سکتا۔ رودادی۔ خودی۔ مسرّت تیرا۔ وغیرہ یہہ باتیں صرف اُسی مخلوق میں پائی جاتی ہیں جو خیر جامع کی قدرت حضوری اور رُوح کو کھو بیٹھا ہے۔ اِن باتوں کو آسمان میں جگہ نہیں اور اگر اور زمین اُنہیں جگہ ملتی ہے تو صرف اِسی وجہ سے کہ آسمان ہم سے چھپ گیا ہے اِسلئے یہہ نہ گمان کرو کہ اِس خالص اور جامع محبت کی رُوح کی تعریف میں جو آسمان اور تمام آسمانی مخلوق کی اکیلی پاکیزگی اور کاملیت ہے بہت مبالغہ کیا گیا یا کیا جانا ممکن ہے۔ یا اُسکی ضرورت طاقت یا حد سے بڑھا کر بیان کیا گیا ہے کیونکہ اُس میں کسی اعلیٰ سے اعلیٰ یا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی گنجائش نہیں۔ اور اگر یہہ مطلقاً خالص اور

بے میل حالت میں نہ پائی جائے تو اُسکا وجود ہی ممکن نہیں ٹھیک اسی طرح جیسا کہ خط مستقیم کا وجود ممکن نہیں جب تک کہ وہ ہر ایک ٹیڑھے پن سے مطلقاً خالی نہ ہو +

۹ - محبّت خدا سے ہے -

اَب ہم اصل مضمون کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جو کچھ اسوقت تک لکھا گیا اُسکا ماحصل یہہ ہے کہ ہر ایک بدی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہر ایک دُکھ او مصیبت اپنی پیدائش عمل اور وسعت کے لحاظ سے سوائے اسکے نہیں کہ فطرت اپنی حالت پر چھوڑی گئی ہے اور اپنی ذاتی بھوک غضب اور اختلاف کی متضاد قوتوں کے حوالہ کیگئی ہے اور اسلئے جسمانی اور ذہنی انسان کیلئے اس ابدی بھوک اور غضب اور اختلاف سے اور کوئی جائے پناہ نہیں بجز صرف اس طریق میں جسکی انجیل تعلیم دیتی ہے یعنی اپنے سے انکار کرنا اور خودی کو مار ڈالنا برخلاف اسکے تمام خیر و کاملیت تمام خوشی جلال اور مسرت جو کسی ذی عقل اور خدا پرست مخلوق کو حاصل ہو سکتی ہے وہ فقط خدا کی غیر فانی اور غیر مخلوق نور اور روح سے حاصل ہوتی اور حاصل ہونی ممکن ہے جو اپنے کو مخلوق زندگی کی خاصیتوں کے ذریعہ نمایاں کرتی اور انکو محبت اور حیات کی خوشی سے معمور و مسرور اور متحد کردیتی ہے +

اور پھر جان لو کہ آدمی کے لئے اس آسمانی کاملیت اور خوشی کے حصول کا اور کوئی وسیلہ نہیں سوائے اس انجیلی طریق کے یعنی سوائے الٰہی اور انسانی طبیعت کے اتحاد کے - یا یوں کہو کہ سوائے اسکے کہ آدمی عالم بالا سے خدا کے کلام اور روح کے ذریعہ از سر نو پیدا ہو - یہہ بات اور کسی طرح سے امکان پذیر نہیں کیونکہ اور کسی چیز میں یہہ طاقت نہیں کہ زندگی کی اصلی خاصیتوں کو آسمانی حالت میں تبدیل کردے اور یہہ کام فقط الوہیت کی حضوری اور قدرت سے جو اُن خاصیتوں سے متحد ہوکر اُن میں کام کرتی ہے ہو سکتا ہے - اور اسی لئے کلام مجسم ہوا اور انسان کو آسمانی طبیعت کے حاصل ہونیکے لئے یہہ ضروری تھا کہ وہ مجسم ہو +

اَب جیسا کہ تمام بدی - گناہ اور دُکھ مصیبت کا آغاز اور عمل کی طاقت -

انسانی فطرت کی منقسم اور متضاد خاصیتوں کے ظہور کے وقت سے ہے ویسے ہی یہہ بھی تحقیق ہے
کہ سوائے اس گمشدہ روح محبت کے اور کوئی چیز نہیں جسکی طرف آدمی کو پھرنا چاہیئے اور جس کے
حصول کیلئے جستجو اور جد وجہد کرنا فرض ہے اور اسوجہ سے فقط خدا ہی اُسکا نجات دہندہ
ہوسکتا ہے۔ کیونکہ فقط خدا ہی محبت ہے اور محبت اور کہیں نہیں مگر خدا میں اور جہاں وہ رہتا
اور کام کرتا ہے +

۱۰۔ محبت کی روح ایک خیالی بات نہیں بلکہ ایک طبیعت کا نام ہے*

اب اس محبت کی روح کی پاکیزگی اور جامعیت کے حاصل کرنے میں جو مشکلات تمکو پیش
آتی ہیں اسکی وجہ یہہ ہے کہ تم اُسے عقلی طور پر دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہو اور جب تک
اُسکی مناسبت اور لگاؤ کا عقلی طور پر یقین نہ ہو جائے اُسے حاصل کرنا نہیں چاہتے اور
پھر جب اُسکا صحیح تصور ذہن میں بٹھا لینے سے فی الفور تمہیں حقیقی طور پر حاصل نہیں ہو جاتی
تو تمہاری عقل دبدھے میں پڑ جاتی اور اس قسم کے خیال تمہارے دل میں گذرنے لگتے کہ
کہیں یہہ فقط وہم ہی وہم نہ ہو۔ لیکن اے صاحب - یاد رکھو یہہ تمہاری اپنی غلطی ہے
یہہ بات ایسی ہی فطرت کے خلاف ہے جیسے کہ تم آنکھوں سے وہ کام لینا چاہو جو فقط تمہارے
ہاتھہ یا پاؤں کر سکتے ہیں محبت کی روح نیچر اور حیات کی ایک روح ہے اور نیچر اور حیات کے
تمام فعل نیچر کی عملی طاقتوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ حیات کا ہر ایک نمو اور درجہ اپنے اپنے
وقت اور مقام میں اور اپنے ہی مناسب سبب اور اُسکے صحیح نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتا ہے۔ نیچر
اور حیات میں کوئی چیز اتفاقی طور پر نہیں ہوتی بلکہ سب کچھہ ایک مقررہ قاعدہ کے مطابق
ہوتا ہے۔ آگ ہوا اور روشنی کبھی اس چیز سے کبھی اُس چیز سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ جہاں
کہیں وہ پائی جائیں ہمیشہ ایک ہی طور سے اور قدرت کی خاصیتوں کے ایک سان عمل سے
پیدا ہوتی ہیں۔ اسیطرح محبت کی پیدائش بھی ایک لاتبدیل طریق سے ہوتی ہے وہ ہمیشہ
ایک ہی سبب کا نتیجہ ہے اور جب تک اُسکے حقیقی والدین موجود نہ ہوں وجود میں نہیں آتی +

کیا یہہ ایک نامعقول بات نہیں سمجھی جائیگی اگر کوئی شخص اس امر میں شبہ کرنے لگے کہ آیا قوت اور صحت بھی کوئی حقیقی چیزیں ہیں یا اُنکا حاصل ہونا ممکن ہے فقط اس وجہ سے کہ وہ محض عقل کی قدرت سے قابو میں نہیں آسکتیں مگر یہہ ٹھیک ویسی ہی بات ہے کہ تم محبت کی پاکیزگی اور کاملیت کو فقط وہم و خیال سمجھ بیٹھو صرف اسلئے کہ تمہاری عقل اُنہیں تمہاری رُوح میں پیدا نہیں کر سکتی کیونکہ عقل جیسے کہ وہ جسم کی حیات اور خاصوں کو تبدیل نہیں کر سکتی ویسے ہی رُوح کی حیات اور خاصوں کے تغیر و تبدل کرنے کی قدرت نہیں رکھتی وہ۔ اور فقط وہی شخص ۔شیاطین اور بدرُوحوں کو رُوح میں سے باہر نکال سکتا ہے جو طوفان سے کہہ سکتا ہے "تھم جا" اور کوڑھی سے "پاک وصاف ہو"+

محبت کی ولادت زندگی کی ایک صورت اور حالت کا نام ہے عقل جیسے کہ ہمارے جسم کے قد کو ایک گرہ بھر بھی نہیں بڑھا سکتی ویسے ہی ہماری رُوح میں حیات کی کسی خاصیت کو نہ بدل سکتی نہ ترقی دے سکتی نہ کمال کو پہنچا سکتی ہے ۔ ہر ایک زندہ چیز کے کمال تک پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں مگر وہی جس سے پھول اپنے کمال کو حاصل کرتا ہے یعنی اپنے بیج اور جڑ سے اور پھر اُن مختلف مدارج ترقی سے جن میں سے گذر کر وہ اپنے پورے اندازے تک پہنچتا ہے رُوح کا کمال تک پہنچنا بھی اسی طور پر ہے اُسکی زندگی کے خاصوں کو بھی ایک دوسرے سے حقیقی طبعی تولد اور نشو و نما حاصل کرنا ضروری ہے پہلے پھول کے بیج اور جڑ کی طرح انکو طبعی تبدیلی کے ذریعہ ایک اعلیٰ حالت تک پہنچنا ہے۔ پھول کے بیج کی طرح موت کے وسیلے زندگی کو حاصل کرنا۔ اور اُسکو حاصل کرتے وقت آسمان کی آگ اور نور اور رُوح سے فیضیاب ہونا ضرور ہے ٹھیک ویسے ہی جیسے پھول زمینی حرارت اور روشنی اور ہوا کی مدد سے موت سے گذر کر زندگی کو حاصل کرتا ہے یہانتک کہ وہ اپنی کمالیت کو پہنچکر ایک خوشنما اور خوشبودار پھول بنجاتا ہے اسلئے یہہ گمان کرنا سراسر غلطی اور اشیا کی ماہیت سے جاہل ہونیکا نتیجہ ہے کہ رُوح اس طریق کے سوا جسکا ہم نے بیان کیا کسی اور طریق سے اس کمال کو حاصل کر سکتی ہے +

۱۱ محبت کی ولادت۔

اسلئے اس بات کو یقینی سچائی مانکر قبول کرو کہ تمہاری روح میں کوئی خیر و خوبی داخل نہیں
ہوسکتی مگر صرف عالم بالا سے از سر نو پیدا ہونیکے ذریعہ سے۔ یا یوں کہو کہ الوہیت کو تمہاری
روحانی زندگی کے خاصوں میں دخل پانیکے ذریعہ سے۔ پہلے ضرور ہے کہ فطرت کی حالت سدہاری
جائے۔ اسکے خاصے نئی ولادت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائیں۔ وہ نور کے پیدا کرنیمیں مشغول ہو۔
اور تب محبت کی روح اس میں متولد ہوگی کیونکہ محبت **فرحت** ہے اور یہہ فرحت کسی مخلوق میں پیدا
نہیں ہوسکتی جبتک کہ خود اسکی فطرت حالت زحمت میں ہو یا اس چیز کا بغض نہو جس میں اسکو فرحت حاصل ہوتی ہو۔
اور یہی وجہ ہے کہ خدا کا انسان بننا ضرور ہے تاکہ الوہیت انسانی روح میں ولادت حاصل
کرکے اسکی فطرتی حاجتمندی کو رفع کرے۔ ورنہ روح کبھی فرحت ناک حالت کو نہیں پہنچ سکتی
اور نہ فقط محبت کی روح میں کام کرسکتی ہے کیونکہ جبتک روح کو صرف اسکی طبعی زندگی حاصل
ہے وہ فقط اسی حالت میں ہیگی جس میں نیچر اسکے بغیر ہوتی ہے یعنی محض بھوک محتاجی اور کسی
غیر معلوم چیز کیلیے اندرونی اختلاف۔ اور کشمکش کی حالت میں ۔

اسی وجہ سے وہ باتیں جو ایک طبعی انسان میں حکمت عزت۔ دیانت داری اور مذہب کے
نام سے موسوم ہیں اکثر خود اسکی ذات کے اور اوروں کے لئے ایسی ہی ضرر ہوتی ہیں جیسے فخر۔ ہوا و
ہوس۔ خود پسندی۔ حسد یا کینہ اور انکا مدار بھی فقط اسکے دل کی لہر اور امنگ پر ہوتا ہے اسکی
وجہ یہہ ہے کہ اسکی طبیعت کی حالت ان دونوں قسم کے جذبات کی تحریک میں ایک سی ہوتی ہے
اور ایسی ہی ہیگی جبتک کہ کوئی **بالائے فطرت چیز** اس میں داخل نہو جائے ۔

ہم اکثر اشخاص پر خواہ کلیسیا میں یا دنیاوی حکومت میں یہہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے
اپنے اصول بدل دئے ہیں مگر یہہ الزام ٹھیک نہیں کیونکہ کوئی شخص کبھی اپنے اصول نہ تو
بدلتا ہے نہ بدل سکتا ہے جبتک اوپر سے سر نو پیدا نہو طبعی انسان جسکو کتاب مقدس میں
پرانی انسانیت کے نام سے پکارا ہے ہر ایک کام میں جو اس سے سرزد ہو ہمیشہ دل اور روح کے لحاظ سے

یکسان ہوتا ہے ظاہر میں اسکے افعال کو جس نام سے چاہو پکارو کیونکہ **خودی** یا نفسانیت ہیں جہاں کہیں وہ چاہئے یا جو کچھ وہ کرے خواہ کلیسیا میں خواہ حکومت میں۔ سوائے خودغرضی کے اور کوئی تحریک پیدا نہیں ہو سکتی اور تم یقین جانو کہ ایک آدمی کی فطرت خواہ وہ عالم ہو یا جاہل **خودی** یا نفسانیت کے سوا اور کچھ نہیں اور نہ ہو سکتی ہے جب تک کہ الوہیت کو ہمیں تولد حاصل نہیں ہوتا۔ اپنے نیچر کی ہی طاقت سے یا عقل کے زور سے کبھی ممکن نہیں کہ ہم محبت کی روح یا کوئی آلہی خوبی حاصل کر سکیں وہ فقط اپنے ہی زمان اور مکان کی نسبت سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسکا زمان و مکان بھی ہے جبکہ ہمارے روح کے خاصوں میں خدا کی حیات ولادت سے ہماری فطرت مغلوب ہو جاتی ہے اور اس امر سے تم مسیحی نجات کے قانون کی لازوال سچائی اور ضرورت مطلقہ کو معلوم کر سکتے ہو کیونکہ وہ ساری نیچر میں سب سے زیادہ یقینی اور بیّن حقیقت ہے۔

ضرور ہے کہ الوہیت انسانیت کا جامہ پہنے ہماری گری ہوئی فطرت میں متولد ہو۔ اُس سے اتحاد حاصل کرے اسکی حیات بن جائے ورنہ طبعی انسان کو خواہ مخواہ اپنی طبعی بھوک۔ عذاب۔ اندرونی اختلاف اور خودآزاری کے دوزخ میں ابدالآباد تک سکونت کرنا لابدی ہے جسکی ظاہر و بیّن وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت سوائے خودآزاری اور عذاب کے بوقلموں سلسلے کے نہ اور کچھ ہے نہ ہو سکتی ہے۔ جب تک کہ الوہیت اس میں ظہور و سکونت پذیر نہ ہو۔

۱۲۔ اپنے آپ سے مرنا بھی آلہی حیات کے حصول کا رستہ ہے۔

اور اب آپ اس سے **انجیل کی اس تعلیم کی ضرورت مطلقہ معلوم کر سکتے ہیں** جو صلیب کے بارہ میں ہے یعنی یہہ کہ اپنے آپ سے مرنا ہی آلہی حیات کے حاصل کرنیکا اکیلا طریق ہے صلیب یا اپنے آپ سے مرنا ہی وہ اکیلا اخلاقی اصول ہے جس سے انسان کو کوئی فائدہ مرتب ہو سکتا ہے۔ انسانی توہمات نے انسان کی اخلاقی تہذیب و درستی کیلئے ہزاروں قواعد ایجاد کئے ہیں مگر وہ سب بیکار ہیں۔ کیونکہ ان سے اصلی فطرت کی زندگی برابر قائم رہتی ہے جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی اندرونی شرارت کو چھپانیکے لئے ریاکاری اور ظاہرداری کے فن کے خوب مشتاق ہو جاتے ہیں۔

اور ظاہر ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ شر کی قدرت سے نکل گئے ہیں اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے وہ یہہ ہے کہ فطرت کی اصلاح ہرگز ممکن نہیں اُسکے افعال لاتبدیل ہیں اور ویسے ہی رہیں گے۔ اور اسلئے وہ اُسکی اندرونی طبعی کارستانیوں کی نسبت نہ تو بہتر ہو سکتی نہ بدتر۔ جیسے کہ تاریکی رفتہ رفتہ اپنی حالت کو تبدیل کر کے روشنی نہیں بن سکتی اسی طرح اُسکے فعل بھی بد سے نیک نہیں بن سکتے اسلئے مسلیب کے ۔مسئلہ کے سوا اور کوئی اخلاقی اصول نہیں ہے یعنی اپنی فطرت سے انکار اور اُسکا مقابلہ کرو تاکہ ایک بالائی فطرت۔ طاقت یا الٰہی حسن و خوبی اُس پر قابض ہو کر اس میں ایک نئی روشنی داخل کرے +

الغرض تمام اشیا میں زندگی کی فقط دو صورتیں یا حالتیں ہونی ممکن ہیں۔ ایک فطرت دوسری خدا جو فطرت میں ظہور پذیر ہو۔ اور چونکہ فطرت اور خدا دونوں تیرے اندر ہیں اس لئے یہہ تیرے اختیار میں ہے کہ اُن دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے سکونت اور کام کرے مگر یہہ بھی ضرور ہے کہ تو اُن میں سے ایک کو اختیار کرے کیونکہ یہاں چُپ چاپ کھڑا رہنا ممکن نہیں ۔زندگی گذرتی جاتی ہے اور جہاں کہیں جاتی ہے ہمیشہ نئے نئے حقائق پیدا کرتی ہے +

قصہ مختصر یہہ کہ نیکی ایک کھوکھلی آواز اور خوبی فقط طبعی جذبات کی کشمکش کا نام ہے جب تک کہ محبت کی روح ہر ایک چیز کا جو دل میں بستی اور حرکت کرتی ہے دم حیات نہیں بنجاتی۔ کیونکہ اکیلی محبت ہی برکت اور خوبی اور فطرت کا خدا ہے۔ اور جب تک وہ محبت کی رُوح جو خود خدا ہے۔ جو تجھ میں زندہ اور کام کرتا ہے تمہارے اندر اور تمہارے شامل حال نہ ہو۔ نہ تو تم سچے دین کے پابند ہوا ور نہ اس واحد اور سچے خدا کے حقیقی عابد ہو۔ اب میں تحریر سے ہاتھ کھینچتا ہوں اور باقی مضمون کو پھر کسی اور وقت بیان کرونگا +

وادیِ بِن نور

تیسرا باب
امیر اور غریب دونوں اکٹھے ملتے ہیں۔

ملک اٹلی میں عام رواج ہے کہ بچّوں کو پیدائش سے کچھ عرصہ بعد دیہات میں کسی کسان کے ہاں بھیجدیتے ہیں۔ کہ پہلے ایک سال تک ان کی پرورش واں کیجائے۔ یا ایک دایہ گھر میں بلوائی جاتی ہے بچّہ اپنی دایہ کو ماں ہی سمجھنے لگجاتا ہے۔ اور ماں اور انا کے بچّوں کے درمیان قدرتًا ایک محبت کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بڑے بڑے امیروں اور غریبوں میں ایسی دوستی اور محبت قائم ہوجاتی ہے۔ کلیرا ریڈ جو کسان کا کام کرتی اور اڈلین کے درمیان جو بیرن کی بیٹی تھی بہنوں کی سی محبت تھی +

یہہ بات کچھ عجیب معلوم ہوتی تھی کہ بیرن بونی فیس ٹریلیٹ نے اپنی اکلوتی بیٹی کی پرورش ایک پروٹسٹنٹ کے ہاں کروائی۔ کیونکہ وہ وِنڈا کا جانی دشمن تھا۔ شاید اپنی بیوی کے انتقال کی وجہ سے جو انہیں دنوں میں واقع ہوا بے پرواہ ہوگیا یا شاید اُسکا یہہ سبب ہو کہ رومن کاتھولک کی نسبت پروٹسٹنٹ زیادہ معتبر خیال کئے جاتے تھے۔ اگر یہی وجہ تھی۔ تو بیرن نے بڑی دانشمندی کا اظہار کیا۔ کیونکہ خود رومن کاتھولک بھی اپنے ہمخیال لوگوں کی بہ نسبت پروٹسٹنٹوں کا زیادہ اعتبار کیا کرتے تھے۔ یہانتک کہ کہتے ہیں کہ مذہبی جنگ کے دوران میں بھی آس پاس کے شہروں کے لوگوں نے بھی اپنی بیوی بیٹیوں کو پروٹسٹنٹوں کے ہاں پناہ دی۔ اُسنے اِس امر میں غلطی نہ کی کیونکہ اِس سے بہتر دایہ کا ملنا مشکل تھا۔ لیکن اِس بیچارے کو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ پروٹسٹنٹ عقاید میری بیٹی کے دل پر اپنے نقش ہوجائیں گے +

پچھلے باب کے واقعات کے بعد یہہ دوسری صبح کا ذکر ہے۔ اڈلین ٹریلیٹ اپنے عالیشان محل کے اوپر کی کھڑکی سے وادی سنٹ مارٹن کیطرف دیکھ رہی تھی۔ وہ سیاہ ریشم کے کپڑے پہنے تھی جو اِس نازک بدن پر بارِ گراں معلوم دیتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اُسے کھانسی آتی تھی جو اِس امر کا ثبوت دیتی تھی کہ بیرن کی بیٹی تپ دِق سے مر رہی ہے +

اڈلین (آہستہ سے) خدا جانے اب پیاری کلیرا مجھے کیوں ملنے نہیں آتی۔ اتنے میں دروازہ

کُھلا - اور بیرن داخل ہوا +

پیاری بیٹی آج تم اچھی معلوم دیتی ہو - تم جلد بالکل تندرست ہو جاؤگی +

اُسکا چہرہ پہلے تو ذرا چمک اٹھا - اور پھر اُسپر تمام زردی چھاگئی - اور اُسنے ایک دردانگیز مضمون سے توجہ پھیرنے کے لیئے کہا کہ ابا جان میں کلیرا کی منتظر ہوں - آہ اُسے معلوم نہ تھا کہ اُسنے اور بھی دردانگیز مضمون چھیڑا +

بیرن نے تیوری چڑھا کر کہا کہ مجھے تو اُسکے آنے میں شک ہے - اُسکے اپنے ہی سر پڑی ہے اڈلین ابا جان یہہ کیا +

بیرن نے جلدی سے کہا کہ پیاری کچھ نہیں - اور پھر تمہیں کسانوں کی کیا فکر پڑی ہے +

کسانوں - کی - کیا - فکر - اڈلین آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی - کلیرا تو مجھے ایسی پیاری ہے - لیکن پیارے ابا جان کوئی مذہبی جھگڑا تو پھر شروع نہیں ہو گیا - اور حسرت بھری نگاہوں سے اُسپر نظر ڈالی +

چلو - اِسے دفع کرو - کلیرا چنگی بھلی ہے - لیکن اُسکا باپ قید میں ہے - یہہ تو تمہاری پھپھی آئی - وہ تمہیں سارا حال بتا دیگی - اور اپنا ناخوشگوار کام سرانجام دیکر بیرن واں سے چلتا بنا +

کونٹس ڈی کارٹیلو نے اڈلین کو پیار سے اپنے پاس بٹھا کر کہا کہ بیٹی اُداس کیوں ہوتی ہو - کونٹس اپنے بھائی کیطرح متعصب رومن کیتھولک نہ تھی - اور شاید اپنی خوش مزاجی اور حلیمی طبع کے باعث کسی امر میں بھی سختی گوارا نہیں کر سکتی تھی - پھر اپنی بھانجی کے سر پر ہاتھ پھیر کے کہنے لگی - مجھے افسوس ہے کہ تمہارے باپ نے تمہیں یہہ بتا دیا - تم ایسی خبروں کی برداشت نہیں کر سکتی بیرن ہمیشہ ایسی غلطی کرتا ہے - (بیرن بونی فیس بیشک کم سمجھ آدمی تھا - ابھی ایک برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ وہ چند بدمعاشوں کو ساتھ لیکر ایک پروٹسٹنٹ گرجا میں گیا اور پاسٹر کو پکڑنے کی کوشش کی - طرفین میں ایک بلوہ برپا ہوا جسمیں مرد عورتیں اور بچے سب شریک تھے - اور بیرن کی خوب گت بنی) +

اڈلین چپکے چپکے رو رہی تھی +

کونٹس - میں نے سُنا ہے کہ تُسنے میاری ریڈ کو اجازت دی ہے کہ اپنے خاوند سے مل سکے - اڈلین نے ذرا خوش ہو کر کہا - یہہ تو اُسنے بڑی مہربانی کی - شاید وہ اُسے چھوڑ دے +

مہربانی ! کونٹس اپنے آپسے کہنے لگی اُسکا تو یہہ خیال ہے کہ بیوی خاوند کو اُبھاریگی کہ اب بھی تائب ہو کر رومن کیتھولک ہو جائے - (اور پھر ذرا آواز بلند) کیا عزیزا تمہارا یہہ خیال نہیں کہ کلیرا جو ایک سمجھدار لڑکی ہے اپنی ماں کو صلاح دیسکتی ہے - کہ اپنے باپ کو سمجھائے +

اڈلین کیا سمجھائے ؟ کونٹس - کہ ذرا عقل کی بات کرے - اڈلین عقل کی بات کرے ! میری سمجھ میں تو یہہ بات نہیں آئی - کونٹس - اچھا یوں کہو کہ تائب ہو جب کسی کے گلے میں پھانسی کا رسہ حمائل ہو تو وہ سوائے اِسکے اور کیا کر سکتا ہے - اڈلین - تائب ہو ! سچے زندہ خدا سے پھر کر بتوں کی طرف رجوع کرے - کبھی نہیں ! کونٹس - اوہو - میری پیاری بھانجی بھی اب پروٹسٹنٹ ہوئی ہے - یہہ بہت

تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟

اعمال ۱: ۱۱

شاگردوں کے سامنے دوسری بڑی ناامیدی موجود تھی۔ جام عشرت دوبارہ انکے ہاتھوں میں آیا تھا۔ لیکن وہ اُسے اپنے مونہوں سے لگانے نہ پائے تھے کہ اُن سے چھین لیا اور زمین پر پٹک دیا گیا۔ چند ہفتے پہلے انکے ایمان نے بڑا صدمہ اُٹھایا تھا۔ وہ اپنے اُستاد کے ساتھہ ہوشعنا کے نعروں کے درمیان فتحمندی سے یروشلم کو چڑھہ گئے تھے۔ لوگوں کی بڑی گروہ نے اُن کے اُستاد کا یہہ کہتے ہوئے استقبال کیا کہ یہہ داود کے خاندان و تخت کا سر اور وارث ہے جس بادشاہ کا ہم مدت سے انتظار کر رہے ہیں وہ یہی ہے۔ یہی ہے وہ بادشاہ جو صیہون میں سے کل دُنیا پر سلطنت کریگا۔ انکی امیدیں دوپہر کے آفتاب کی طرح سمت الراس پر بلند ہوئی ہوئی تھیں +

لیکن دفعتاً تاریکی کا سیاہ بادل چھا گیا وہ بیہوش اور سکتہ کے عالم میں ہو گئے انکی حالت اس بھوکے آدمی کی سی تھی جو خواب میں روٹیاں دیکھے اور جاگ کر معلوم کرے کہ یہہ تو خواب تھا۔ انہیں تخت و تاج کے خواب آتے تھے۔ لیکن جب انکی آنکھیں کھلیں تو سوائے ایک پھانسی کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ انکے خواب میں زمینی اور آسمانی محل تھے لیکن یہہ محل دفعتاً ایک قبر سے مبدل ہو گئے +

لیکن اُنکی اُمیدیں جاگیں قبر نے لاش اُگل دی۔ اُنکا خداوند زندہ ہوا البتہ انہوں نے تبھی سے کسی تاجدار کو نکلتے نہ دیکھا۔ انہوں نے دُنیا کی لوٹ کے مال کے انبار نہ دیکھے لیکن کم از کم اُنکا خداوند تو زندہ ہو کر اُنکے سامنے آیا اور اُن سے ملتا رہا +

لیکن اب وہ بات بھی نہ رہی۔ ان کا اُستاد اُن کے ساتھہ اپنی موعودہ سلطنت کی نسبت باتیں کرتا رہا۔ اپنی سلطنت کی نسبت اُس نے تمام باریکیاں انپر کھولیں۔ حد یہاں تک پہنچی کہ وہ بے صبری سے پوچھنے لگے کہ اے خداوند کیا تو چاہتا ہے کہ ابھی وقت اسرائیل کی سلطنت کو دوبارہ بحال کرے" وہ اپنے دلوں میں کہتے کہ اُسکے زندہ ہونے۔ اس کی قیامت۔ اسکی حضوری کا کیا مقصد اور فائدہ ہے اگر اب بھی داود کا تخت دوبارہ قائم نہ ہو۔ انکو یہ گہری انتظار تھا کہ آسمان کھل جائے اور فرشتوں کی فوجیں داود کے بیٹے کے لئے لڑنے کو نیچے اُتریں +

لیکن ہفتے گذر گئے اور کچھہ نہ ہوا۔ دیر ہوتی جاتی تھی۔ کوئی یقینی فیصلہ نہ ہوتا تھا ایک دن دوسرے دن کے بعد اپنے معمولی فرائض کی گٹھری لئے ہوئے آن حاضر ہوتا تھا۔ وہ دوڑ دھوپ گرد و غبار سے تنگ آئے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ جلد اسکا خاتمہ ہو۔ بے صبر ہو کر وہ رہ نہ سکے اور پوچھنے لگے "کیا اے خداوند اب وقت ہے" انکو اس سوال کا جواب تو ملا لیکن اس جواب میں وہ بات نہ تھی جو وہ چاہتے تھے اُنکے سامنے عمر بھر کی خلاصی اور آرام کے عوض عمر بھر کی محنت رکھی گئی اور اس محنت کو پورا کرنے کے لئے آسمانی قوت کا وعدہ دیا گیا لیکن "کب" کا جواب نہ ملا۔ انکا خداوند گویا اُن سے کہتا تھا کہ یہہ تمہارا کام ہے یہہ تمہاری محنت۔ اور یہہ ہے اس کام اور محنت کو پورا کرنے کی طاقت۔ اور کچھہ نہ پوچھو۔ بیفایدہ اور بے سود سوال نہ کرو۔ جو باتیں باپ نے پوشیدہ رکھیں اُن میں جھانکنے کی کوشش اور خواہش نہ رکھو۔ اور بعد اسکے کیا ہوا؟ گویا اس حکم کو زیادہ مضبوط کرنے کی غرض سے اور انکو بیفائدہ سوالات پوچھنے سے روکنے کے لئے اُنکے دیکھتے دیکھتے وہ اُٹھایا گیا اور ایک بادل نے اُسے ان کی آنکھوں سے چھپا لیا +

پس یہہ تمام اُمیدیں۔ یہہ تمام خوشیاں خواب و خیال تھیں۔ بادل کو ہوا اڑا

لے گئی ۔ دھواں زائل ہوگیا۔ اُنہوں نے گویا اپنے ہاتھ پھیلائے کہ تخت کو تھام لیں لیکن تخت کا تو کیا ذکر بادشاہ ہی ہوا ہوگیا +

وہ حیران سرگردان اور پریشان ہوکر آسمان کی طرف تاکتے رہ گئے ۔ کیا اُنکا خداوند فی الحقیقت اُنہیں چھوڑ گیا۔ یا کیا وہ صرف کچھ عرصہ کے لئے اُنکی نظروں سے جاتا رہا۔ تاکہ اپنے آپ کو جلال سے ملبّس کرکے دوبارہ واپس آئے ۔ اور اپنی سلطنت کو بحال کریگا۔ اِس لئے وہ آسمان کی طرف تاکتے کھڑے رہے۔ اور نہ چاہتے تھے کہ اپنی آنکھوں کو ہٹائیں اَبتک اُمید کا تھوڑا سا سایہ باقی تھا ۔ اُنکے دِل میں اُمید تھی کہ بادلوں میں سے نُور ضرور دکھائی دیگا +

اِس خواب کو فرشتوں کی گھڑکی نے دُور کیا وہ چونک اُٹھے اور چوکنے ہوگئے "اے جلیلی مردو"۔ اِن الفاظ میں ایک قسم کی سختی اور بے رحمی تھی۔ فرشتوں نے نہیں کہا "اے آسمانی بادشاہ کے وزیرو یا جرنیلو"۔ اُنہوں نے نہیں کہا۔ "اے آسمانی لشکر کے کپتانو"۔ +

فی الحقیقت جلال جاتا رہا۔ وہ صرف جلیل کے دہقان اور مچھوے تھے۔ وہ ایک حقیر ضلع کے گنوار تھے +

اِن لفظوں کے بعد گھڑکی آئی "تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف تاکتے ہو" اپنی محنتوں کی طرف توجہ کرو۔ زندگی ایک عظیم اور بھاری حقیقت ہے۔ تمہارے لئے کام مقرّر ہوا ہے۔ ایسا کام جسکے کرنے میں تمہارا خون پسینہ ہوکر بہے گا۔ بنی آدم گناہ کے بوجھ تلے دبے پڑے ہیں اور وہ بدن مٹی میں دفن ہوتے جاتے ہیں۔ تم مقرر ہوئے ہو کہ اُنہیں کھود کر نکالو۔ تمہارا کام ہے کہ جہالت کے تاریک بادلوں کو اُڑاؤ۔ دُنیا تمہارے سامنے پڑی ہے۔ اُس کو مسیح کے نام سے تسخیر کرو تمہیں اِس سے کیا غرض کہ وہ کب آئیگا۔ وہ چاہے ابھی آئے چاہے دوسرے سال آئے ۔ چاہے

صدیوں تک اپنا آنا ملتوی رکھے۔ اوپر کی طرف بیفائدہ کھڑے نہ تاکو۔ تمہاری محنتوں کا میدان زمین پر ہے آسمان پر نہیں پس زمین کی فکر کرو"+

فرشتے انہیں دھمکاتے ہیں کہ ایسے امور کی نسبت جو انسانی علم سے بعید ہیں اپنے آپ کو حیران نہ کرو۔ مذہب کے دو حصے ہیں (۱) وہ جو واقعی اور ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے (۲) وہ جو غیبی اور خیال اور تصور سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے کو مضبوطی سے تھام لو اور دوسرے کو خدا کے سپرد کرو+

انسانی وہم ہمیشہ اُن بادلوں کی سیر کرتا رہتا ہے جن میں مسیح کا صعود اُسکی آسمانی سلطنت اور اُسکا دوبارہ نازل ہونا پوشیدہ ہے۔ اسلئے ہر موسم صعود پر فرشتوں کے یہہ الفاظ ہمارے سامنے آکر ہمیں دھمکاتے اور کہتے ہیں کہ مسیح کے صعود کے عملی پہلوا ور نتیجوں پر غور کرو اور ربانی بھیدوں میں دخل پانے کی خواہش نہ کرو۔ ایسا کرنے سے صرف اپنے وقت کو ضائع کروگے +

ایک طرح سے تو ممکن نہیں کہ ہم آسمان کی طرف دیکھنے سے باز رہیں۔ کیا پاک کلام میں اور جگہ ہمیں نہیں کہا گیا کہ ہم آسمان کے باشندے ہیں کیا ہمیں حکم نہیں دیا گیا کہ اُن چیزوں کو ڈھونڈیں جو آسمان پر ہیں جہاں مسیح خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے کیا ہمیں حکم نہیں دیا گیا کہ اپنا خزانہ آسمان پر جمع کریں اور کہ جہاں ہمارا خزانہ ہے وہیں ہمارا دل بھی لگا رہیگا۔ کیا صعود کے موسم میں کلیسیا اپنی خاص دُعا میں نہیں کہتی کہ اے خدا یہہ بخش کہ جس طرح ہم یقین کرتے ہیں کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح آسمانوں پر چڑھ گیا ہے اسی طرح ہم بھی دل سے وہاں چڑھ جائیں اور وہاں اُسکے ساتھ ہمیشہ رہیں پس کن معنوں میں فرشتے ہمیں کہتے ہیں کہ آسمان کیطرف نہ تاکو بلکہ زمین پر اپنی توجہ کرو+

اِس سوال کا جواب حواریوں کی حالت سے ملتا ہے۔ جو اُمر انکی حالت میں قصور

سمجھا گیا وہ ہماری حالت میں بھی قصور ٹھہرائیگا۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے خداوند کے دوبارہ آنے کا سال دِن اور گھنٹہ دریافت کریں۔ وہ ٹھہر نہ سکتے تھے استاد نے بار بار اُن سے کہا تھا کہ یہہ امر تم سے پوشیدہ رہیگا۔ تمثیلوں کے ذریعہ سے یہہ بات اُس نے اُنہیں سمجھائی تھی۔ اُس نے اُنہیں کہا تھا کہ جاگتے رہو اور ہوشیار رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کس گھڑی تمہارا خداوند آئیگا۔ اُس دِن کی نسبت کوئی آدمی واقف نہیں۔ آسمان کے فرشتے بھی اُسے نہیں جانتے۔ بیٹا بھی آدمی اور خدا کے درمیان وکیل ہو کر اسکو نہیں جانتا یہہ امر باپ کی مرضی اور مشیّت کے گہرے گڑھے میں مدفون ہے۔ باوجود اِس تمام آگاہی کے شاگرد بار بار اِس بھاری پردہ کو ہٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ آخری سوال جو اُنہوں نے اپنے خداوند سے کیا۔ اِسی فضول امر کی نسبت تھا۔ اور آخری جواب جو اُنہوں نے اِس سے پایا ایک دھمکی اور گھُڑکی تھا +

اِس زمانہ میں رسولوں کی طبیعت بعد کے زمانوں کی کلیسیا کی طبیعت کا نقشہ ہے۔ مسیح کی دوسری آمد ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون ہے۔ اور ہر زمانہ میں مسیحیوں کی طبیعت اُس پر غور کرنے کی بڑی شائق رہی ہے۔ سیکڑوں نے اس کی نسبت پیشین گویاں کی ہیں۔ اور سیکڑوں شکستوں نے فرضی نبیوں کی جرأت اور غلط پیش نظری کو کم نہیں کیا۔ کوئی نہ کوئی پیدا ہو جاتا ہے جو یقین سے بتاتا ہے کہ خداوند فلاں روز آئیگا۔ لیکن فرشتوں کی آواز دو ہزار برس کے فاصلہ پر سے پکارتی ہے کہ تمہارا کام نہیں کہ وقتوں اور موسموں کو جانو۔ تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف تاکتے ہو +

اور جو نقصان ایسی پیشین گوئیوں سے ہوتا ہے کوئی ہلکا نہیں ہے۔ ایسے ہی کلیسیا کو صبر سے انتظار کرنے سے روکتے ہیں۔ ایک قسم کی بے صبری اور گستاخی پیدا ہو جاتی ہے جو خدا کے بیٹوں کے بالکل لائق نہیں۔ لیکن اِس سے بُرے نتیجے بھی پیدا ہوئے

ہیں۔ اُمید جب پوری نہیں ہوتی تو اُس سے شک پیدا ہوتے ہیں اور شک ہنسی ٹھٹھے سے مبدّل ہو جاتا ہے۔ مسیح کے مخالفوں کو یوں کفر بکنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ پرسوں کے زمانہ سے لیکر ہر زمانہ میں ٹھٹھے باز پیدا ہوتے چلے آئے ہیں جو اپنی شہوتوں سے پھولکر پوچھتے رہے ہیں کہ اس کے آنے کا وعدہ کہاں ہے۔ اس زمانہ سے لیکر آج تک بنی آدم بھولتے چلے آئے ہیں کہ خدا کے نزدیک ایک دن ہزار برس کی مانند ہے اور ہزار برس ایک دن کی +

پس آسمان کی طرف تاکنے کی ممانعت کا ایک مطلب تو یہہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ اور دوسرا اُسکی مانند ہے۔ وہ مسیح کی سلطنت کی جگہ اور حالت سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ پہلا اُسکے زمانہ سے متعلق ہے +

مسیح آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ مسیح باپ کے دھنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ مسیح زندوں اور مُردوں کا انصاف کرنے کو آئیگا۔ لیکن اسوقت وہ کہاں ہے؟ کیا وہ کسی ستارے میں ساکن ہے۔ یا کیا وہ ہوا کے کسی کرہ میں رہتا ہے +

ایسے سوالات سے ہم صرف اپنے دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ ان باتوں کے سمجھنے کے لئے ہمیں حواس نہیں دئے گئے۔ ہماری موجودہ سمجھ موجودہ عالم اور اسکے حالات سے تعلق رکھتی ہے۔ لکھا ہے کہ ہم بذریعہ آئینہ کے دُھندلا سا دیکھتے ہیں ہم جن اشیا کو دیکھتے ہیں وہ ابدی نہیں ہیں۔ البتہ اُن کے ذریعہ سے خدا ہم سے بولتا ہے لیکن تمثیلوں میں +

اوپر کی طرف دیکھو۔ آسمانوں کی پاکیزگی انکی خاموشی۔ انکے جلال اُنکی وسعت پر غور کرو۔ یہہ سب کچھ ایک عظیم الشان تمثیل ہے۔ ہم اُن سے خدا کی پاکیزگی اُسکے خاموش دبدبہ اُسکے جلال اور بیحدی کو سمجھ سکتے ہیں +

پھر رسول کہتا ہے کہ خدا ایسی روشنی میں رہتا ہے کہ کوئی مخلوق اُسکے

نزدیک جا نہیں سکتا۔ انسانی خیالات اِس قسم کی مثالوں اور استعاروں سے مدد لیکر خدا کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں +

کیا ہم چاہتے ہیں کہ فی الحقیقت خدا کی رہائش کی جگہ کا بیان لکھیں۔ اِس بیان سے جو نبی نے لکھا ہے اور کوئی بہتر اور مناسب نہیں ہوسکتا "بلند اور قدوس خدا ازلیت اور ابدیت میں سکونت کرتا ہے"۔ ان سے بڑے اور وسیع الفاظ آدمی کی زبان سے نکل نہیں سکتے +

لا انتہا زمانہ اسکا محل ہے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے تو یہہ بھی ایک استعارہ ہے۔ خدا کے نہ ہاتھ نہ پاؤں ہیں۔ نہ خدا دہنی طرف رکھتا ہے نہ بائیں۔ پھر جب پولوس کہتا ہے کہ مسیحی مرد اور عورتیں بسبب تسلیمہ کے باعث مسیح کے ساتھ آسمانی جگہوں میں بٹھائے گئے ہیں تو یہہ بھی ایک استعارہ ہے +

لیکن شاید کوئی پوچھیگا کہ مسیح کا صعود کرنا بالضرور کسی مکان کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں خدا سکونت کرتا ہے۔ اگر یہہ غلط ہے تو پھر ہم اُسکے صعود سے کیا سمجھہ سکتے ہیں +

اسکے جواب میں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے کہ ہم اِس امر کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیا انسانی عقل اِسکے لائق قوت رکھتی ہے۔ کیا آدمی اپنے آپ کو سمجھتا ہے کس کو معلوم ہے کہ انسانی خیال باوجود جسم کے مقید ہونے کے کس طرح دُور دُور کی سیر کرسکتے ہیں۔ اور انسانی خیالات نہ فقط دُور کی شے کو اپنے دائرے میں لاسکتے ہیں بلکہ دُور کے زمانوں کو بھی گھیرتے ہیں۔ اور جبکہ ہم آدمیوں کی یہہ حالت ہے تو کیا ناممکن ہے کہ مسیح باوجود اپنی بشریت کے غیر محدود ازلی اور ابدی باپ کے دہنے بیٹھا ہو۔ آدمی سمجھتے ہیں کہ ہماری عقل میں ہر شے اور ہر حالت

اور ہستی کی گنجائش ہے حالانکہ آدمی صرف ایک حقیر کیڑا ہے +

پس آسمان کی طرف کھڑے نہ تاکو۔ بیفائدہ بحثوں میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ اِن سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ برعکس ایک قسم کی نقصان پیدا ہوتی ہے۔ چالاک ہو۔ کام کرو مسیح کی گواہی دو +

آسمان کی طرف نہ تاکو۔ لیکن اگر ہو سکے تو کبھی کبھی وہاں چڑھ جانیکی کوشش کیا کرو۔ اور دل سے وہاں رہو۔ بشریت کی بلندی مسیح کے جلال۔ باپ کی حضوری کا تصوّر باندھتے ہوئے وہاں چڑھ جاؤ۔ ایسا کرنے سے تم پاک ہمت والے اور بزرگ بن جاؤگے اور سمجھ سکوگے کہ مسیح کے ساتھ آسمان میں رہنے سے کیا مُراد ہے +

پس زمین سے اُٹھکر آسمان کی طرف چڑھ جاؤ۔ یا اگر ممکن ہو تو آسمان کو زمین پر لے آؤ۔ آسمان کی بادشاہت تمہارے اندر ہے۔ آسمان تمہارے گھروں اور گلیوں میں ہے بشرطیکہ دیکھنے کیلئے تمہاری آنکھیں ہوں +

آسمان کی طرف تاکتے نہ رہو۔ بلکہ کوہِ صعود پر سے اُتر کر اپنی معمولی رہائش کے شہر میں آؤ۔ اور اپنا روزمرّہ کا کام کرو۔ روزمرّہ کی دوڑ دھوپ میں مشغول ہو جاؤ۔ وہاں دُعا اور مناجات میں لگے رہو۔ وہاں رُوح القدس کے نزول کے منتظر رہو اور مسیح کے نام کی گواہی دو +

بڑائی اس میں نہیں کہ ہم اپنے پڑوسی سے بڑھ چڑھکر اعلیٰ درجہ حاصل کریں بلکہ اس میں ہے کہ جہاں خدا ہم کو رکھتا ہے وہیں رہیں اور اُسکی مرضی کے مطابق اپنی زندگی کے مدعا کو پورا کریں +

ضروری التماس

پنجاب و ممالک مغربی و شمالی و اودھ و ممالک متوسط و بنگال کے تمام عیسائی بھائیوں سے یہہ عرض ہے کہ ایک کتاب محمد صاحب کے حالات میں خاصکر اہل اسلام کے واعظوں اور مناظرین کو دندان شکن جواب دینے کی غرض سے لکھی گئی ہے اور اسی لئے اس کی ایک ہزار جلدیں اُن کے درمیان مفت تقسیم کرا کے اُن سے جواب طلب کرنا منظور ہے۔ اس لئے آپ صاحبان کچھ توجہ فرما کر بلکہ کچھ تکلیف گوارا فرما کر اپنے اپنے شہر کے اُن مسلمان واعظوں مناددوں اور مولویوں کے نام اور پتہ سے جو عیسائیوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت رکھتے یا حمایت اسلام کا دعوے کرتے ہیں بذریعہ کارڈ بہت جلد مجھ مشتہر کو اطلاع بخش کر اپنا ممنون فرمائیں۔ تاکہ کتاب اُن لوگوں کو جو مستحق ہیں ضرور ضرور پہنچ جائے۔ مجھے اطلاع ۱۰ اگست سے پہلے مل جانی چاہئے +

المشتہر

ڈاکٹر احمد شاہ۔ شائق +

دفتر کرسچن ایڈووکیٹ گوجرانوالا۔

پنجاب

کونوینشن

اِنتظام ہو رہا ہے۔ کہ رُوحانی زندگی کی ترقّی کے لیے ایک رُوحانی مجمع بمقام سیالکوٹ۔ بتاریخ ۲۸۔ اکتوبر بزبانِ اُردو۔ انگریزی منعقد کیا جائے۔ بیبل کا مطالعہ اور دُعا اُن عبادتوں کا خاص جُزو ہوگا۔ فتحگڈہ کے پادری جان فورمن صاحب اور کلکتہ کے پادری ڈاکٹر ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ رائٹ صاحب مدعو کیے گئے ہیں۔ ترتیب عبادات وغیرہ کا اِشتہار بعد میں دیا جائیگا۔ اُمید ہے کہ بہت مسیحی شریک جلسہ ہوکر مستفید ہونگے +

جے۔ اے۔ مکوم لی

مَسِیحی

(۱) ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شائع ہوتا ہے (۲) قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ معہ محصولڈاک (۳) خاص لوگوں سے رعایت بھی کیجاتی ہے (۴) جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ اُنھیں ایک سال کے لئے رسالہ مُفت ملتا ہے (۵) جن اصحاب کو نہ ملے یا دیر بعد ملے تو اُنہیں چاہئے کہ مینیجر کو فوراً اِطّلاع کر دیا کریں (۶) اپنے تبدیل مقام کی اِطّلاع کر دینی ضرور ہے (۷) ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمتمیں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں۔ جنکو خریداری منظور نہ ہو۔ وُہ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینیجر کو اِطّلاع دیں۔ ورنہ دو پرچے تک جواب نہ آنے سے خریداری منظور سمجھی جائیگی اور نام درج رجسٹر کیا جائیگا (۸) ہر طرح کی خط وکتابت وزرِ چندہ بنام مینیجر مسیحی امرتسر پنجاب ہونی چاہئے +

مسیحی

ستمبر ۔ ۱۸۹۷ء

نوٹ اور رائیں

معمولی واقعات میں بھی خدا کا ہاتھ ہے ۔ بشپ تھوبرن صاحب نے کلکتہ میں آثار زمانہ پر ایک نہایت مدلل وعظ کیا جس میں آپ نے ثابت کیا کہ فقط بڑے بڑے حوادث اور انقلابات میں خدا کا ہاتھ معلوم کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ دنیا کے معمولی واقعات کے سلسلہ میں بھی خدا کا ویسا ہی دخل ہے۔ اس لئے موجودہ قحط اور وبا اور جنگ اور دیگر مصائب اور آفات کو دیکھکر یہہ یقینی طور پر کہدینا کہ اس سال یا اُس سال خداوند آنیوالا ہے صحیح نتیجہ نہیں ہے بہرصورت ہم کو خداوند کی آمد کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

کلیسیا کی ترقی ۔ ماہ گذشتہ کی ۹ ۔ تاریخ کو کلکتہ کی مشنری کانفرس کا اجلاس منعقد ہوا۔ جسمیں آنریبل کالی چرن بنرجی ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ایل نے "قیصر ہند کے عہد میں دیسی کلیسیا کی ترقی" پر ایک نہایت برجستہ اڈریس دیا ۔ سب سے پہلے آپ نے تعدادی نقشجات کے بارے میں جو ترقی کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں فرمایا کہ اس سے خطرہ ہے کہ کہیں اخلاقی ترقی جو بہت زیادہ ضروری ہے نظرانداز نہ ہوجائے ۔ تعدادی ترقی کی بابت آپنے فرمایا کہ سنہ ۱۸۴۳ء میں کل ہندوستان میں ستاون ہزار مسیحی تھے اور سنہ ۱۸۹۱ء میں بیس لاکھ تھے جنمیں سے فقط بنگال میں ایک لاکھ اکانوے ہزار مسیحی تھے ۔ مسیحیوں میں تعلیمی ترقی بھی خاطرخواہ ہوئی ہے ۔ مدراس کرسچن کالج کے چھہ سو اسی گریجویٹ میں سے کم از کم ایک مسیحی

طالبعلم ہیں کلکتہ یونیورسٹی کے متعلق پچیس مسیحی ایم۔ اے ہیں۔ اور کلکتہ کی ایک کلیسیا میں چھ گریجویٹ لیڈیاں ہیں۔ رُوحانی معاملات میں مسیحیوں نے چنداں ترقی نہیں کی۔ جو نہایت قابل افسوس ہے۔ اس اڈریس کے بعد دلچسپ بحث ہوئی اور جلسہ ختم ہوا۔

دیسی کلیسیا کی ترقی اور نیم انگریزیت۔ ہم دیسی کلیسیا کی عام ترقی کو دیکھ کر خدا کا شکر کرتے ہیں لیکن مسیحیوں کی بعض نیم انگریزی عادات کو دیکھکر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے خالص انگریزیت اپنی جگہ پر بری نہیں لیکن ایک نہایت مہنگی جنس ہے اور یہاں ابتک کچھ اور ہی معاملہ ہے۔ ہم بارہا اس کا ذکر کر چکے ہیں کہ ترقی کی لائن پر نیم انگریزیت بھی ایک اسٹیشن ہے۔ تو بھی منجدھار میں پڑ کر کشتی کو چھوڑ دینا مردانگی نہیں۔ کنارہ کا رُخ کرتے جانا چاہئے۔ اور آخر وہ دن ضرور آئیگا جب ہمارا بیڑا پار ہوگا۔

مسیحی کلیسیا میں فرقہ بندی۔ میتھوڈسٹ اسکوپل چرچ کے بشپ تیرل صاحب مسیحی کلیسیا میں فرقہ بندی کی نسبت یوں فرماتے ہیں کہ "فرقہ بندی کے معنے پھوٹ نہیں اور نہ اس سے مسیحی اتحاد رُک سکتا ہے۔ کلیسیا کی یگانگت اسمیں ہے کہ وُہ مسیح میں قایم رہے۔ یہ ضرور نہیں کہ ایک فرقہ کا ممبر دوسرے کا مخالف ہو۔ ایک فوج میں بہت سے مختلف دستے ہوا کرتے ہیں۔ اور کسی دستۂ فوج کا سپاہی اس مجموعی فوج کا سپاہی ہوتا ہے۔ اگر کوئی میری ذاتی رائے دریافت کرے تو میں فرقہ بندی کا قائل ہوں۔ جو مسیحی ایک رائے کی نسبت دُوسرے کو ترجیح دیتا ہے۔ میں اسکی عزت کرتا ہوں۔ ...... جب میں کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جو اپنے تئیں فرقہ بندی کی قیود سے آزاد سمجھتا ہے اور سب کلیسیاؤں کو برابر جانتا ہے تو مجھے شبہہ گذرتا ہے کہ اس شخص کی رائے ہلکے درجہ کی ہے اور جسکو وہ آزادی کہتا ہے محض بے پروائی کا دُوسرا نام ہے"۔

مسیح کے اقوال۔ ملک مصر میں قاہرہ سے ایک سو بیس میل جنوب کی جانب ایک وحشی شہر کے کھنڈرات میں سے قدیم کاغذات (پیپرس) کا ذخیرہ دستیاب ہوا۔ ایک کاغذ پر جو چھ انچہ لنبا اور چار انچہ چوڑا ہے مسیح کے آٹھ اقوال مندرج ہیں۔ جو اناجیل میں پائے نہیں جاتے۔ مثلاً ایک یہہ ہے کہ مسیح فرماتا ہے کہ اگر تم روزہ نہ رکھو تو آسمان کی بادشاہت کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر تم سبت کے دن کی محافظت نہ کرو تو باپ کو دیکھنا تمکو نصیب نہ ہوگا"۔ دوسرا یہہ ہے کہ "پتھر کو اُٹھاؤ تو وہاں مجھے پاؤ گے۔ لکڑی کو چیرو تو میں وہاں موجود ہوں۔" تیسرا قول اس قسم کا ہے کہ مسیح دنیا میں کھڑا لوگوں کو شراب کے نشہ میں مخمور دیکھ رہا ہے۔ اور اسکو کوئی شخص پیاسا نظر نہیں آتا۔ اور وہ یہہ کہہ رہا ہے کہ میری روح انسان کے گناہوں پر غم کھاتی ہے کیونکہ اُنکے دل اندھے ہیں"۔ ان نوشتوں کی قدامت سنہ عیسوی بیان کیجاتی ہے۔ معلوم نہیں یہہ بیان کہانتک راست ہیں۔

سُنو هندوستانی واعظو! مسٹر سپرجن سُلطان الواعظین اپنی تحریروں و تقریروں میں چھوٹے چھوٹے دلچسپ قصے سنایا کرتے تھے اسی باعث اُنکا کلام نمکین ہوا کرتا تھا لیکن یہہ قصے دستیاب کہاں سے ہوتے تھے۔ لنڈن کے اخبار ٹیلیگراف سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب موصوف نے ایک خاص آدمی مقرر کر رکھا تھا جو برٹش میوزیم اور دیگر مقامات میں غیر مشہور تحریرات میں سے کہانیاں اور مثالیں وغیرہ جمع کیا کرتا تھا۔ ہمارے واعظین کے لئے اسمیں یہہ بات قابل تقلید ہے کہ جہانتک ممکن ہو اپنی وعظوں کو دلچسپ بنانے کی سعی اور کوشش کیا کریں۔ بغیر جانفشانی اور عرقریزی کے کسی کو فائدہ پہنچانا محال ہے۔

طالبعلموں میں مسیحی کا کام کس طرح کرنا چاہئے۔ گذشتہ تین ماہ کے عرصہ میں طالبعلموں نے جنوبی افریقہ میں مسیحی مذہب کو اختیار ہے۔ اب سوال یہہ ہے کہ کیا

باعث ہے کہ ہندوستان کے طالبعلموں پر کلام مقدس کی ایسی نمایاں تاثیر نہیں ہوتی۔ بعض کارندے اِس ناکامیابی کے باعث نہائت مایوس معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک کا قول ہے کہ اِن لوگوں (یعنی طالبعلموں) کے ساتھہ گفتگو کرنا بالکل رائگاں ہے۔ کسی قسم کے دلائل کی اُنکے دِل پر مطلق تاثیر نہیں ہوتی۔ یہہ نہائت افسوسناک حالت ہے لیکن لاعلاج نہیں ہے۔ ہم نے ایک مشنری صاحب کو دیکھا ہے جس نے عملی طور پر اِس مشکل کو حل کرکے دِکھایا۔ وُہ گفتگو پر چنداں زور نہیں دیا کرتے تھے بلکہ ایسی بے تکلفانہ زندگی طالبعلموں کے ساتھہ بسر کرتے تھے جس سے خواہ مخواہ اُنکا دِل کھیچ جاتا تھا۔ اورسکول میں اور کھیل کود میں مشنری صاحب کی روش کو روز بروز دیکھکر وُہ بخوبی سمجھہ لیتے تھے کہ مسیح کا مذہب کیا ہے۔ اور آخر کئی ایک انمیں سے مسیح پر علانیہ ایمان بھی لائے۔

ھمکو یہہ خبر پڑھکر کمال رنج ہوا کہ فقیر رابرٹ میکل صاحب اِس جہان سے کوچ کر گئے۔ آپ پونا کے متوطن اور سرکاری ملازمت میں معقول تنخواہ پاتے تھے۔ خدا کی خدمت کی خاطر آپ نے سب کچھہ چھوڑا اور فقیری اختیار کی۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں دَورہ کیا کرتے تھے۔ کئی مرتبہ پنجاب میں بھی تشریف لائے۔ آپ کی مسیحی روش اور دُعا اور دھیان والی زندگی سے راقم سطور کیطرح بہتوں کو فائدہ ہوا۔ آپ کی منادی کا ڈھنگ بالکل نرالا تھا۔ بازار میں چلتے چلتے مسیح کا نام سنایا کرتے تھے۔ ہمکو معلوم نہیں کہ کتنے لوگوں نے اُنکے ذریعہ مسیحی مذہب کو قبول کیا۔ لیکن یقین ہے کہ اُس روزِ عظیم میں فقیر رابرٹ میکل صاحب کے تاج میں بہت سے روشن ستارے ہونگے۔

موڈی صاحب کا قول ہے کہ میں نے اپنی تمام سیر و سیاحت میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جس نے اپنے والدین کی تحقیر کی ہو اور اپنی زندگی میں کامیاب ہوا ہو۔

سمندر کے عجائبات

۲

اِس عنوان کے گذشتہ مضمون میں ہم نے سمندر کی نسبت سائنس کی چند معلومات کا ذکر کیا جیسا کہ اِس سلسلہ کے ابتدائی مضمون میں یہہ دکھایا گیا تھا کہ خدا نے دو کتابیں نیچر اور الہام کی کھولکر ہمارے سامنے رکھہ دی ہیں۔ اور وہ ایسے ستعلیق حروف میں لکھی گئی ہیں کہ جو شخص چاہے آنکھیں کھول کر اُنکو پڑھہ سکتا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں گویا صانع کے دل کا نقشہ کھینچکر دکھایا گیا ہے۔ کتاب الہام میں نیچر کی ادنی اشیاء کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہہ نہایت تعجب کا مقام ہوتا اگر کرہ زمین کے ایک ایسے بڑے اور عجیب حصہ یعنے سمندر کا کچھہ نہ کچھہ ذکر بائبل میں موجود نہ ہوتا۔

کتاب مقدس کے شروع سے آخر تک سمندر کا بیان پایا جاتا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمندر خدا کی برگزیدہ قوم کی آنکھوں کے سامنے وجود رہتا تھا اور وہ اُسکے عجائبات و حالات کو بخوبی سمجھہ سکتے تھے۔ اوّل عام طور پر سمندر کے عجائبات کا ذکر کر سکتے ہیں۔ مثلاً پیدایش کی کتاب کے باب اوّل میں بحر اور بحری جانوروں کی خلقت کا ذکر ہے۔ خالق نے حکم دیا کہ۔ پھلو اور بڑھو اور سمندر کے پانیوں کو مالا مال کرو۔ اسی بیان کو لیکر زبور نویس نے کیسی خوبصورتی کے ساتھہ ایک سو چوتھے مزمور میں بیان کیا ہے۔ جہاں چھوٹے جانوروں سے لیکر لویاتان تک مخلوقات کی فہرست میں شامل کئے گئے ہیں۔ دوسری قسم کے عجائبات وہ ہیں جو سائنس کے احاطہ سے باہر ہیں لیکن اندرونی آنکھوں کے ساتھہ ہم اُنہیں بھی ویسی ہی صفائی سے دیکھہ سکتے ہیں جیسے نیچر کی مختلف اشیاء کو دیکھا کرتے ہیں۔ ہم اسوقت تھوڑی دیر کے لئے سمندر کی چند اشیاء کا بائبل کے عجائب خانہ میں ملاحظہ کرینگے۔

سب سے پہلے شاہ فرعون کی فوج معہ گھوڑے اور گاڑیوں کے بحیرۂ قلزم کی تہہ میں ہماری توجہ کو کھینچتی ہے۔ یہہ کیسی عظیم الشان اور معجزانہ فتح کی یادگار ہے۔ سچ ہے کوئی شخص خدا کا مقابلہ کرکے سلامت نہیں جا سکتا۔ یہہ عظیم واقع بنی اسرائیل کے لئے ایک ابدی سبق تھا جب وہ خدا پر بھروسا رکھتے تھے خدا اُنکے دشمنوں پر اُنکو فتح بخشتا تھا۔ پھر ہم کو ایک بڑی بھاری مچھلی نظر آتی ہے جسکے نزدیک جا کر نہایت

دردناک اور میٹھی آواز سنائی دیتی ہے۔ گویا کوئی مرد خدا دعا و مناجات میں مصروف ہو۔ یہہ وہی عجیب مچھلی ہے جسکو خدا نے یونس نبی کی حفاظت کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ ہم اُسکے پیٹ میں مفرور نبی کی تلاش کرتے ہیں۔ لیکن اب وہاں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پھر بندوں کی زمین پر نکل کر اُس ابن آدم کا نمونہ ٹھہرا ہے جو تین دن تک زمین کے پیٹ میں رہکر جی اُٹھا اور قبر اور موت کی تنگ و تاریک مسافت طے کر کے ہمارے لئے رستے صاف کر گیا۔ بیبل میں ہم کہیں نہیں پڑھتے۔ کہ کوئی خدا کا مقدس بندہ سمندر کی تہ اور نا اُمیدی کی غار میں چھوڑا گیا ہو کیونکہ خدا صادق القول ہے اور وہ اپنے مقدسوں کو سمندر کے گہراؤ میں سے پھیر لاتا ہے۔ زبور ۶۸: ۲۲ -

علاوہ اِسکے مختلف قسم کی اشیا کا مجموعہ ہمیں نظر آرہا ہے۔ بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ وہی قیمتی اسباب ہے جو یونہ اور پولوس کے جہازوں میں سے سمندر کی تہ میں پھینک دیا گیا تھا۔ جسوقت انسان کی جان پر آبنتی ہے تو اسکی ساری قیمتی چیزیں ہیچ ہوتی ہیں۔ ہاں انسان اپنی جان کے بدلے کونسی چیز دیسکتا ہے؟ -

آگے بڑھکر بعض چھوٹے چھوٹے گول پتھر چکّی کے پاٹ کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ ایک اُنمیں سے بہت بڑا ہے۔ جسکو ایک زور آور فرشتے نے سمندر میں پھینکا تھا۔ یہہ کہتے ہوئے کہ "بابل وُہ بڑا شہر یوں زور سے پھینکا جائیگا۔ اور پھر کبھی پایا نہ جائیگا"۔ (مکاشفات ۱۸: ۲۱) باقی چکّی کے پاٹ انسانی گردنوں میں پڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انکا راز سمجھنے کے لئے ہم کو خداوند کے وُہ کلمات یاد آتے ہیں جو اُس نے ٹھوکر کھلانیوالوں کی بابت فرمائے۔ یہہ وُہ شخص ہیں جنہوں نے خداوند کے چھوٹوں کو ٹھوکر کھلائی۔ اور انکے گلے میں چکّی کا پاٹ ڈالکر دبائے گئے۔ ہم انکی خطرناک حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ لیکن کیا ہم کبھی کسی کی ٹھوکر کا باعث نہیں ہوتے؟ علاوہ ان پتھروں کے چھوٹی بڑی پہاڑیوں کی ایک بڑی بھاری قطار ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ عجائب خانہ کے اس حصہ کے سر پر یہہ الفاظ زریں حروف میں منقش ہیں "ایمان کے معجزے" خداوند نے اپنے شاگردوں کو سکھایا کہ اگر تم یقین کرو اور شک نہ لاؤ تو اگر تم اس پہاڑ سے کہو کہ سمندر میں جا گر تو ویسا ہی ہوگا۔

اور ایماندار بخوبی سمجھتے ہیں کہ خداوند کے یہہ الفاظ اُنکے حق میں کیونکر پُورے ہوئے ہیں۔ یہہ ایمان کے معجزے ہماری روزمرہ کی زندگی کا مشاہدہ اور تجربہ ہیں۔ ان مختلف قسم کی پہاڑیوں کے پیچھے ایک بڑا عجیب پہاڑ سر بفلک ہے۔ جو آگ سے روشن ہے۔ لیکن وُہ اتنی دُور ہے کہ ہم اُسکے حالات سے بخوبی واقف نہیں ہو سکتے۔ یہہ وُہی پہاڑ ہے جو دُوسرے نرسنگے کے پھُونکے جانے پر سمندر میں ڈالا گیا تھا اور مخلوقات کے نمایاں حصہ کی بربادی کا باعث ہُوا تھا۔ (مکاشفات ۸: ۸)

اِن سب چیزوں سے گذر کر بعض نہایت مکروہ چیزیں نظر آتی ہیں۔ اوّل لاشوں کے وُہ انبار ہیں جنکی تعداد کوئی شخص نہیں جانتا۔ جو مختلف اوقات اور حالات میں سمندر کا لقمہ بنے۔ یہہ سب اُس روزِ قیامت کے منتظر ہیں جب کتابیں کھولی جائینگی اور مُردوں کی عدالت اُنکے اعمال کے موافق ہوگی (مکاشفات ۲۰: ۱۳) دُوسری جانب سوروں کا وُہ غول دکھائی دیتا ہے جو کڑاڑے پر سے کودکر سمندر کی تہ میں غرق ہوگیا تھا۔ اور اپنی بربادی سے بدروحوں کی پلیدگی اور شرارت النفس کا ثبوت ٹھہرا۔

ہم بہت سے عجائبات کا ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن ان سب سے ہمکو کیا تسلّی حاصل ہوئی۔ کیا ہماری بھی کوئی ایسی چیز سمندر میں ہے جو کسی وقت بھاری بوجھ کی طرح ہمارے سر پر تھی اور آج وُہ سمندر کی تہ میں ہماری نظروں سے غائب ہے۔ ہاں وُہ ہماری خطائیں ہیں جو خداوند نے سمندر کی گہرائی میں ڈال دی ہیں جہاں سے وُہ کبھی نکل نہ سکینگی اور ہم ابتک اُنکے بوجھ سے سبکدوش ہوگئے ہیں (میکاہ ۷: ۱۹) اس سے بڑھکر اور کونسی عجائبات کا ذکر کر سکتے ہیں۔

اپنے دل کی کھڑکی ہمیشہ آسمان کیطرف کھُلی رکھو۔ اور مسیح کے چہرہ کی مبارک روشنی اندر آنے دو۔ تب تمہارے آنسو قوس قزح کی طرح خوشرنگ ہوکر چمکیں گے۔

بزرگوں کی سوانح عمری کو کس نظر سے دیکھیں

مسیحی بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ کرنا نہایت مفید اور دلچسپ مشغلہ ہے اور جو فوائد اس سے صادر ہوتے ہیں وہ اُس محنت سے جو اسکی تلاوت میں اُٹھانی پڑتی وزن میں کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی بزرگ کی سوانح عمری کو سرسری نظر سے پڑھ جانا اور بڑے بڑے واقعات کو حافظہ پر نقش کر لینا کچھ سودمند نہ ہوگا اگر ہم اُس کتاب کے صفحوں پر جو زیر مطالعہ ہے خُدا اور انسان دونوں کو نہ دیکھیں۔ مسیحی کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک آلہی اور دُوسرا انسانی۔ ایک طرف سے اگر اسکی زندگی پر نظر ڈالیں تو خُدا کی قدرت اور حکمت کا تماشا دیکھینگے۔ اور اگر دُوسری طرف سے نگاہ کریں تو مسیحی کے خواص اور جذبات وغیرہ نظر آئینگے۔ ہمارے غور و فکر کی دو آنکھیں ہونی چاہئیں جو ان دو پہلوؤں کو ایک ہی وقت میں دیکھتی جائیں۔

انتظام موجودات کی کُل خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ اُسکے ہر پُرزہ اور کمانی کو معیّن وقت پر دبانا اور حرکت میں لاتا ہے اور یُوں ہر واقعہ اور حادثہ سے جو منظر گاہ محسوسات پر نمودار ہوتا ہے اپنے ارادوں کو منزل تکمیل کی طرف لئے جاتا ہے۔ مگر عجیب و غریب واقعات پر جو اس دنیا میں سرزد ہوتے رہتے ہیں نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی قدرت کا خاصہ یہہ ہے کہ وہ اکثر اُن وسائل سے بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے جو دیکھنے میں بہت کمزور ہوتے ہیں۔ ہاں وہ بڑی بڑی مہمات کے سرانجام کے لئے ایسے اشخاص کو منتخب کرتا ہے جنکی ناتوانی اور بے سروسامانی کو دیکھکر دُنیا ہنستی ہے کیونکہ وہ بڑی بڑی آندھیوں اور سمندر کی لہروں میں قدرت آلہی کی موجوں کا نظارہ دیکھنے کی خوگر ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے اعلیٰ خدمات اور کارنمایاں کی اُمید نہیں رکھتی کبھی نہ تو باپ دادوں کے نام اور دولت پر کچھ فخر

ہوتا ہے۔ اور نہ اپنی ذاتی لیاقتوں اور قابلیتوں پر کسی طرح کا ناز۔ دنیا بڑے بڑے کاموں کی انجام دہی کے لئے بادشاہی محلوں اور خزانوں کیطرف دیکھتی ہے۔ فتح اور نصرت کی اُمید تلوار سے رکھتی ہے۔ لیکن تواریخی واقعات نے بارہا اُسکے خیال کو باطل ثابت کیا ہے بسا اوقات جولیات کے مقابلہ میں ساؤل کے ساز و سامان بیکار نکلے۔ اور داؤد کے ڈھیلے اور فلاخن وہ کام کر گئے جو اُن جنگی بہادروں سے نہ ہوا جو فن محاربہ میں مشاق اور ماہر سمجھے جاتے تھے کلیسیا کی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے پُر ہے۔ موسیٰ اور یشوع۔ الیاس اور الیسع۔ داؤد اور پولوس کی زندگی اس حقیقت کی شرح ہے۔ اور اگر ہم صفحات تاریخ کی سیر دیکھتے دیکھتے آگے بڑھیں تو قدم قدم پر اس امر کی تمثیلیں ہماری نظر سے گذرینگی۔ اس قدرت کا جو چھوٹے وسائل سے بڑے نتائج پیدا کرتی ہے۔ اظہار ریفارمیشن کے زمانہ میں ایک اعلیٰ درجہ تک نظر آتا ہے۔ وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ زوانگل کوہستان الپنر کی ایک چوپانی جھونپڑی سے نکلکر سٹرزرلنڈ کی اصلاح کا بیڑا اُٹھاتا ہے۔ منکتھان ایک ادنیٰ زرہ سازکی دوکان میں پرورش پاکر علم تھیالوجی میں شہرہ آفاق بن جاتا ہے اور لوتھر کے لئے جو ریفارمیشن کا ہیرو تھا ایک غریب کان کن کی جورو کا پہلو آغوش مادر کا کام دیتا ہے "میں حکیموں کی حکمت کو ہیچ اور سمجھنے والوں کی سمجھ کو نیست کرونگا۔ کہاں حکیم۔ کہاں فقیہہ۔ کہاں اس جہان کا بحث کرنے والا۔ کیا خدا نے اس دنیا کی حکمت کو بے وقوفی نہیں ٹھہرایا...... خُدا نے دنیا کے کمزوروں کو چُن لیا تاکہ زورآوروں کو شرمندہ کرے"۔ حکمت الٰہی ہر ایک شئے سے جو اس دُنیا میں پائی جاتی ہے مترشح ہے۔ مگر اسکی حکمت اور قدرت کسی اور بات سے اس درجہ تک منکشف نہیں ہوتی جیسی اس بات سے کہ وہ ایسے لوگوں کو چُن لیتا ہے جنکی نسبت دنیا پکار پکار کر کہتی ہے کمزور۔ کمزور۔ کمزور۔ ہمارا انتخاب سموئیل کیطرح ہوتا ہے۔ ہم چہرہ کی ملاحت۔ قد و قامت کی بلندی۔ جسم کی چابکی چوبندی کے مطابق اپنی رائے دیتے ہیں۔ ہماری نظر بیرونی سطح پر محدود رہتی ہے لیکن خُدا کی آنکھ تہ تک جاتی ہے۔ اُسکے سامنے ہر ایک طبیعت اپنے مختلف اجزا ترکیبی میں منقسم ہے

سینکڑوں الیاب اور امیداب اورسمہ کو ہم پیش کرتے۔ لیکن اسکی آنکھہ داؤد پر ٹھہرتی ہے۔ وہ لوتھر میں بارود کے ذرات کو دیکھتا اور جان لیتا کہ اگر ان ذرات کی نشو ونما کیجائے تو وقت پر ان سے سخت تعصبات کی دھجیاں بکھیری جائینگی اور دستورات ناواجب کی پہاڑ سی دیواریں جو سچائی کی رفتار کو روکتی ہیں توڑ ڈالی جائینگی۔ اسی لوتھر کو لو۔ اسکی پیدائش اُسکے والدین کی حیثیت۔ اسکی تعلیم وتربیت۔ اُسکے مخالفین کی مخالفت۔ اُسکے رفیقوں کی معاونت پوپوں کی عداوت قلبی۔ اور جان نثاروں کی جان نثاری۔ بادشاہ وقت کا کبھی نظر التفات سے دیکھنا اور کبھی نگاہ عتاب سے خشمگین ہونا۔ زمانہ کا صدیوں کی اسیری سے تنگ آکر دیوانہ وار تڑپنا اور ہاتھہ پاؤں مارنا اور اس آزادی کا متمنی ہونا جو عبودیت کے رشتہ کو بھی توڑنے والی تھی۔ وقت کے اس خاکہ پر نظر ڈالکر کون کہہ سکتا ہے کہ الٰہی حکمت نے لوتھر کو منتخب کرنے میں غلطی کی ؟

اور اسکے مقابل میں اسکی سوانح عمری سے رنگ نکالکر اسکی کیرکٹر کی تصویر کھینچو۔ اور پھر اُسکے زمانہ اور اسکے کیرکٹر کی طرف دیکھو۔ دونوں میں ایسی ضروری مناسبت پاؤگے کہ اس بات کو ماننا کہ لوتھر کو ایسے وقت کی اور وقت کو ایسے لوتھر کی اشد ضرورت تھی کچھہ مشکل نہ ہوگا۔ سوانح عمریوں کی تلاوت سے جو عملی فائدہ ہمارے لئے ماخوذ ہوسکتا ہے۔ ہماری دانست میں یہہ ہے کہ ہر صفحہ میں ہم اُن شخصی صفات اور ذاتی خصائص اور طبعی ملکات کی تلاش کریں جنکی ترکیب سے لوتھر لوتھر۔ کالوں کالوں اور وسلی وسلی بنا۔ ابھی ہم لوتھر کی خاصیتوں کی نسبت کچھہ کہہ رہے تھے۔ اس نامدار بزرگ کو اسکی سخت مشکلات اور آزمایشوں کی حالت میں دیکھو۔ مشاہدہ سے گذریگا کہ مخالفت کے طوفان چاروں طرف سے چل رہے ہیں۔ اور بیچ میں لوتھر کھڑا ہے۔ اسکے استقلال مزاج میں جنبش کو ذرا دخل نہیں۔ وہ اپنے ارادہ میں ایسا مضبوط اور اپنے مقاصد کی انجام دہی کے خیال میں ایسا مستحکم ہے کہ تذبذب اور یاس اسکی طبیعت کے پاس تک نہیں پھٹکتا۔ اسکی آنکھیں آسمان کیطرف لگی ہیں۔ وہ اپنے مشن کو پہچانتا ہے

اور اپنے آقا کی طرح اسبات کو خوب محسوس کرتا ہے کہ میں تو اسی گھڑی کے لئے آیا ہوں۔
میری مدد آسمان سے آئیگی۔ سو جس خدمت کے لئے اُسنے اپنے آپ کو مخصوص کیا ہے
وہ اُسکی بجا آوری کے ارادے کو ایسی مضبوط گرفت سے پکڑے ہے کہ اگر اَور سب کچھ
ہاتھ سے جاتا ہے تو جاتا رہے لیکن اس ارادہ کو وہ ہرگز نہ چھوڑیگا۔ مگر لوتھر کو دُنیا کا لوتھر
بنانا تھا لیکن ہم میں سے ہر ایک چھوٹی چھوٹی دُنیا اپنے ساتھ رکھتا ہے اور بزرگوں کی زندگی
کے احوال کے پڑھنے سے اگر کوئی بکارآمد فائدہ متصور ہو سکتا ہے تو یہی ہے کہ ہم اُنکی خاص
خاص صفتوں کو اپنے ساتھ لیکر اپنی چھوٹی چھوٹی دُنیا میں گھُسیں اور ہم میں لوتھر اور ملنگتھان
اور وسلی اور موڈی اور پیٹسن اور انڈرسن اور ہنری مارٹن اور ڈف وغیرہ بزرگان دین کی خاصیتوں
کا مجموعہ موجود ہو۔ اور ہم اپنی زندگی کے سٹیج پر جب لوتھر کی رُوح کی ضرورت ہو لوتھر کا اور جب
پولوس کی رُوح کی ضرورت ہو پولوس کا ایکٹ کریں۔ ہم نے ابھی عرض کیا تھا کہ ہر ایک شخص اپنے
ساتھ چھوٹی دُنیا رکھتا ہے۔ مملکت دِل۔ اقلیم خانہ داری۔ سوسائٹی کی دُنیا اُسکے سامنے
ہے۔ اور طرح طرح کے پوپ شاہانہ اختیار کے ساتھ انہیں حکم رانی کرتے ہیں۔ کہیں باپ دادوں
کی پاسداری لکیر کا فقیر بنا کر دستوزات بوسیدہ کی زنجیروں کی مرمت کر رہی ہے۔ کہیں عادات کہنہ
کی غلامی مسیحی آزادی کی برکتوں کو روک رہی ہے۔ کسی خدمت کی انجام دہی۔ کسی موجودہ برائی
کی بیخ کنی کا خیال ہمارے دِل میں پیدا ہوتا اور ہم بیٹھکر اپنی تدبیروں اور تجویزوں کے مسودے
بناتے۔ کچھ دیر تک ہم مستغرق رہکر اپنے منصوبوں کی دیواریں کھڑی کرتے مگر عمارت تمام نہیں
ہونے پائی کہ دوسروں کی مخالفت کا خیال ہماری ادھوری عمارت کو مسمار کر جاتا ہے۔ اگر ہم
لوتھر کی رُوح لیکر ان باتوں کو ہاتھ لگائیں تو ہم ضرور کامیاب نکلینگے۔ ہم کسی اہم مہم کو ہاتھ لگاتے
مطلوبہ نتائج کو پیدا کرنے کے لئے جو کچھ ہم کر سکتے ہیں کرتے۔ لیکن نتائج کے ظہور کے نشانات
نمایاں نہیں ہوتے۔ ہماری ہمت پژمردہ ہو جاتی اور ہمارے حوصلے اوسان چھوڑ دیتے۔ بارہا
بحر اُمید کی سطح کو جا کر دیکھتے لیکن مُراد کا بادل اُٹھتا دکھائی نہیں دیتا۔ ہماری بے چینی۔

ہمارے اِضطراب کا بادل البتہ پھیلتے پھیلتے ہم کو بالکل گھیر لیتا ہے - ایسی حالت میں ہم کو جڈسن کے استقلال اور یقین کی ضرورت ہے تاکہ ہم اپنی کوششوں اور محنتوں میں اگر کچھ مدت تک ناکام بھی رہیں تو تو بھی اس بزرگ کی مانند لوگوں کو جب وہ ہم سے سوال کریں یہہ جواب دے سکیں - ہماری اُمید کا شجر اب بھی ویسا ہی سرسبز ہے جیسا اُسوقت تھا جبکہ ہم نے اس کام کو ہاتھ لگایا - علیٰ ہذالقیاس

نت دُعا مانگو

کیا کوئی شخص ہر وقت دُعا مانگنے کے امکان پر شک لاتا ہے ؟ ایک مسیحی عورت کی شہادت کو سُنو - جب میں صبح کے وقت اپنے بستر سے اُٹھتی ہوں تو میں اپنے خالق سے یہہ منت کرتی ہوں تو مجھے توفیق دے کہ میں اُس نگرانی کا جس سے تو نے مجھ کو رات بھر محفوظ رکھا شکریہ ادا کروں - جب میں اپنا منہہ دھوتی اور کپڑے پہنتی ہوں تو میں یسُوع سے یہہ التماس کرتی ہوں تو مجھے اپنے خُون سے پاک اور صاف کر اور اپنی راستبازی کا لباس مجھے پہنا - جب میں کھانا پکاتی ہُوں تو میری یہہ دُعا ہوتی ہے اَے مسیح تو مجھے آسمانی روٹی عطا کر کہ میں طاقت پا کر دُنیا کی آزمائشوں کا مقابلہ کرسکوں - اور جب میں گھر کی چیزوں کو سجاتی ہوں تو اُس سے یہہ التجا کرتی ہوں تو میری رُوح کی قوتوں کو ترتیب دیکر آراستہ کر تاکہ جب تو تشریف لانے میں تیری مہمان نوازی مناسب طور پر کرسکوں -

ایک مقدس کی آخری نصیحت

ان لوگوں میں جو اسکی آخری بیماری کے وقت اسکی خبر لینے آتے سکاٹلنڈ کا مشہور معروف مشنری ڈاکٹر ڈف تھا۔ ڈاکٹر ڈف دیر تک بیٹھے رہے اور ڈاکٹر کیری کی مشنری زندگی اور سرگذشت کا چرچا کرتے رہے۔ آخر کار اس بزرگ مشنری نے دھیمی سی آواز میں کہا کہ دُعا مانگو۔ ڈف نے سجدہ کیا اور دُعا کے چند کلمات کہکر وداع ہوا۔ جبکہ وُہ کمرے سے نکل رہا تھا اُس نے پیچھے سے ایک دبی ہوئی نرم آواز سُنی جو اسکا نام لیتی تھی۔ یہہ آواز سنکر ڈف واپس ہوا۔ اور پلنگ کے پاس آیا۔ اور ذیل کی نصیحت سُنی۔ "مسٹر ڈف تم ڈاکٹر کیری کا بہت ذکر کرتے رہے ہو۔ جب میں مرجاؤں تو ڈاکٹر کیری کی نسبت کچھ نہ کہا کرنا۔ بلکہ ڈاکٹر کیری کے نجات دہندہ کا چرچا کیا کرنا۔"

یہہ وُہ ڈاکٹر کیری تھا جو اٹھایئس ۲۸ برس کی عمر تک انگلنڈ میں جوتیاں گانٹھتا رہا۔ لیکن خدا نے اُسکو بُلایا اور وُہ ہندوستان میں اٹھارہویں صدی کے اخیر میں مشنری ہوکر آیا۔ مدت تک دُکھ تکلیف سہتا اور پست حالت میں رہا۔ لیکن آخر کار اُس نے ایسا عُروج حاصل کیا کہ کلکتہ سول سروس کالج میں زبان سنسکرت کا پروفیسر مقرر ہوا۔ اور ہندوستان کے بڑے بڑے انگریزی عہدیدار اس سے تعلیم پاکر حکومت اور سلطنت کے لیئے تیار ہوتے رہے۔ ہندوستان میں آنے کے چند ہی ماہ بعد اُس نے سوسائٹی سے تنخواہ لینی چھوڑ دی اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرکے روپیہ کماتا اپنے خاندان کو پالتا سکول قائم کرتا بائبل کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرتا اور چھاپتا رہا۔ اس قدیم اور تاریکی کے زمانہ میں اُس نے بائبل کے مختلف اور متفرق

حصّوں کا ترجمہ ۲۸ ہندی زبانوں میں کیا جن میں مُلتانی پنجابی اور پشتو شامل تھیں اُس نے زیادہ تر اپنی کمائی کے روپیہ سے مدری سرامپوُر میں نہایت ہی عالیشان کالج تعمیر کیا اور ڈگریاں عطا کرنے کا استحقاق اور اختیار شاہ ڈنمارک سے حاصل کیا۔

اس بزرگ نے قریبًا پچاس برس کی مشنری محنتوں کے بعد ۱۸۳۴ء میں انتقال کیا۔ ہم ارادہ کرتے ہیں کہ اِس بزرگ کی زندگی مختصرًا رسالہ مسیحی میں شائع کریں تاکہ ثابت ہو کہ معجزوں کی طاقت معدوم نہیں ہوئی۔

لوتھر اور اُسکی خادمہ

لوتھر کے ہاں الزبیتھ نامی ایک عورت ملازم تھی جو ایک روز ایسے طیش میں آئی، کہ بلا اطلاع مکان سے چلدی۔ آخر وُہ نہایت قبیح عادات میں پھنس کر سخت بیمار ہوگئی۔ اور بسترِ مرگ پر التجا کی کہ لوتھر کو دم بھر کے لئے میرے پاس بٹھا دو۔ لوتھر نے چارپائی کے پاس بیٹھکر دریافت کیا کہ "کہو الزبتھ! کیسا حال ہے"۔ اُس نے جواب دیا کہ "میں نے اپنی رُوح شیطان کے حوالہ کر دی ہے"۔ لوتھر نے کہا کہ واہ! یہہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ کچھ اَور بتاؤ" اُس عورت نے کہا کہ "اَور کیا پُوچھتے ہو۔ گناہ تو میں نے بہت کئے ہیں لیکن سب سے زیادہ بوجھ اسی بات کا میرے دِل پر ہے کہ میں نے دیدہ ودانستہ اپنی بیچاری رُوح کو ابلیس کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ کیا یہہ جُرم قابلِ رحم ہے"؟ اُس مردِ خدا نے جواب دیا کہ "الزبیتھ! میری بات ذرا غور سے سُن۔ کہ جب تم میرے گھر میں تھیں اگر میرے

بچوںکو کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دیتیں تو کیا یہہ خرید و فروخت جائز سمجھا جاتا"؟ خادمہ نے جواب دیا کہ "ہرگز نہیں۔ مجھے ایسا کرنے کا کوئی حق نہ تھا"۔ لوتھر نے کہا کہ بہت خوب تو تم کو اپنی رُوح کو بھی ابلیس کے حوالہ کر دینے کا کوئی حق نہ تھا۔ جیسے میرے بچّے ویسے ہی تمہاری رُوح بھی تمہاری اپنی نہیں ہے۔ وہ خُداوند یسُوع مسیح کا مال ہے۔ اُس نے رُوح کو بنایا اور برگشتگی کی حالت میں اُسی نے فدیہ دیکر اُسے چھڑایا۔ اور اب وُہ اپنی تمام طاقتوں اور قوار سمیت اُسی کی ہے۔ اور جو چیز تمہاری اپنی نہیں تم اُسکو دے ڈالنے یا بیچنے کے مجاز نہیں ہو اور اگر تم ایسا کرو تو سارا معاملہ ناجائز اور کالعدم سمجھا جائیگا۔ اب تم خداوند کے حضور جا کر شکستہ دل اور خاکسار رُوح کے ساتھ اپنے جُرم کا اقرار کرو اور اُس سے معافی مانگو اور کہو کہ اے خدا جو کچھ تیرا ہے تو آپ اُسکو لے لے۔ باقی رہا وہ گناہ کہ تم نے خُدا کی ملکیت شیطان کے حوالہ کر دی سو اُسکو شیطان ہی کے سر پر دے مارو کہ یہی اُسکا حق ہے"۔ اُس عورت نے ایسا ہی کیا۔ اور نجات یافتہ ہو کر اُمید کے ساتھ اس دُنیا سے گذر گئی۔

شہر اوبرلن کے پریزیڈنٹ فنی صاحب اپنی نادر تصانیف میں پچاس قاعدے مندرج فرماتے ہیں کہ جنکو مدنظر رکھکر اگر وعظ کیجائے تو کیا مجال ہے کہ کسی کا دِل تبدیل ہوجائے۔ مثلاً "خُدا کی مقدّس شرع جس سے گناہوں کی پہچان حاصل ہوتی ہے گنہگار کی نظروں سے چھپا رکھو مبادا وہ گنہگار اپنی خستہ حالت سے آگاہ ہوکر آنیوالے غضب سے بھاگ نکلے"۔ یہہ ایک دُوسرا قاعدہ اسی قسم کا یہہ ہے کہ "فضل سے نجات پکارتے جاؤ لیکن گنہگار کی مغفرت اور خستہ حالت پر چشم پوشی کرو مبادا وہ فضل کے مُدعا کو سمجھکر اس کی ضرورت کو معلوم کرنے لگے"۔

زمانہ کا آخر

اگرچہ نبوتوں کے تفصیلی اُمور میں بہت کچھ اختلاف رائے ہے تاہم سب لوگ جنہوں نے نبوتوں کا غور سے مطالعہ کیا ہے اس امر میں متفق پائے جاتے ہیں کہ ہم زمانہ کے انجام کے بہت ہی قریب پہنچتے جاتے ہیں۔ رات بہت گذر گئی ہے اور ایک نئے دن کی صبح طلوع ہونیوالی ہے۔

اب اگرچہ ہم اس موقعہ پر اُن تمام دلائل پر بحث نہیں کرسکتے جو محققین اپنے دعوؤں کو ثابت کرنے کے لئے علم ہیئت کے اصُولوں یا تاریخی تحقیقات سے پیش کرتے ہیں تو بھی ہر صورت میں ہم اتنا تو ضرور کرسکتے ہیں کہ خدا کے کلام کے اُس حصے کا جسمیں اس قسم کی نبوتیں مندرج ہیں خاص طور سے مطالعہ کریں اور زمانہ کی علامتوں پر اپنی آنکھیں جماکر جاگتے رہیں۔ اگر یہہ فی الحقیقت آدھی رات کا وقت ہے تو ہمارے خداوند کے اس حکم کو نگاہ رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ جُوں جُوں رات زیادہ ہوتی جاتی ہے نیند کا زور بڑھتا جاتا ہے۔ اور صبح کا ستارہ تو عموماً موندی ہوئی آنکھوں پر اپنی شعاعیں ڈالا کرتا ہے۔ اس بات کا تو خیال کرنا ہی خوفناک ہے کہ اگر اس دن ہم سوتے پائے جائیں تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ اِس لئے ہم کو چاہیئے کہ اس زمانہ کے آخری دنوں میں جاگتے رہیں۔

لیکن جب ہم اس طور پر جاگتے ہیں تو ہم اُس مبارک امید یعنی اپنے خداوند اور نجات دہندہ یسُوع مسیح کے جلال کے ساتھ ظاہر ہونیکا انتظار کرتے ہیں۔ یقیناً یہی بات اس قابل ہے کہ ہم اسکے لئے ہمیشہ چشم براہ رہیں۔ ہم ابھی تصور نہیں باندھ سکتے کہ وُہ خوشی کیسی اعلیٰ درجہ کی ہوگی جبکہ اس تاریک رات کے بعد ہماری آنکھیں اُس منور صبح کے ستارہ کو دیکھینگی۔ اِس لئے ہم کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے خداوند کے منتظر رہیں۔ جو اس زمانہ کے آخر میں بہت جلد آنے کو ہے۔

اور اس بیداری اور انتظار کے زمانہ میں ہم کو چاہیئے کہ اپنے خداوند کے لئے کام بھی کرتے رہیں۔ یہہ زمانہ آخر سُستی کا زمانہ نہیں۔ اس لیئے ساری طاقت سے کام کرتے ہوئے خُداوند کے جلد آنیکا "سامان کریں۔ جب ہم محنت طلب کام میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت سے بیجا شغلوں سے بچے رہتے ہیں۔ جھگڑے اور فساد اور فروعی اُمور میں بحث و اختلاف پر وقت ضائع نہیں کرتے۔ بھلا سخت مشغولی کی حالت میں ایسی باتوں کے لیئے فرصت ہی کہاں ملتی ہے۔ کیا یہہ سخت شرم کا مقام نہ ہوگا اگر خداوند آکر ہمیں نہ صرف سُست ہی پائے بلکہ اپنے ہمخدمت لوگوں کو دُکھ تکلیف دیتے ہوئے بھی۔ اس لیئے آؤ۔ ہم اس زمانہ کے آخر میں برابر اپنے اپنے کام میں مشغول رہیں۔

ایک بات اور بھی۔ پطرس رسُول اس زمانہ کے آخر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "سب سے بڑھکر یہہ کہ ایک دُوسرے کے ساتھہ گرمی سے محبّت رکھو"۔ ہاں۔ دیکھیئو اس سرگرم محبّت کی کتنی سخت ضرورت ہے! ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اسکا سخت حاجتمند نہیں۔ جب ہم سب ملکر جاگتے انتظار کرتے اور کام کرتے ہیں تو کیسا آسان اور دل پسند معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اکیلے ہوں تو کیسا بھاری اور دردناک ہے۔ اسلیئے ہم محبّت میں بخل نہ کریں۔ اب وقت ہی کونسا باقی رہ گیا ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کے لئے اپنے دل کی اچھّی سے اچھّی محبّت کو انڈیلنا کسی اور وقت پر ملتوی رکھہ چھوڑیں۔ کیونکہ خواہ ہم ہوا میں خداوند کو ملنے کے لئے "بلائے جائیں۔ خواہ" پہلے موت کا مزہ چکھیں" ہر صُورت میں ہم میں سے کسی کو عرصہ دراز تک منتظر رہنا نہیں پڑیگا۔ اور فی الحقیقت اس عظیم کام کے لحاظ سے بھی جو ہمیں ابھی سرانجام کرنا ہے ہمارے پاس بہت ہی تھوڑا وقت ہے۔ اس لیئے ہم کو مناسب ہے کہ اپنا سب ابھی دیدیں اور یہہ تھوڑا سا وقت" جو ہم اسوقت اپنے مالک کیلیئے جاگتے منتظر رہنے اور کام کرنے اور محبّت سے ایک دُوسرے کیمدد کرنے" میں صرف کرینگے اسکا نتیجہ نہایت اعلیٰ درجہ کی خوشی و خرمی ہوگی۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کرینگے تو اُسکے فضل سے اُسکے آنے پر مستعد پائے جائینگے۔

چوپانی زبور

گیارھواں باب

آسمانی رفیق

لاکلام مہربانی اور رحمت عُمر بھر میرے ساتھ رہینگی۔ زبور ۲۳: ۶

"عُمر بھر" کیا کیا دن ہمارے پیش نہیں آتے؟ بہار کے دن جبکہ تمام دُنیا عالم شباب میں ہوتی اور سارا جہان نئی زندگی کے نشے سے سرشار ہوتا ہے۔ صحرا و مرغزار میں عیش و طرب کا سماں نظر آتا۔ اُوپر ہوا میں پرند نغمہ سرائی کرتے اور پھول و پتیاں گویا ہمارے پاؤں تلے ہی اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ گرمی کے دن جب موسم اپنی بلوغیت کو پہنچتا اور اپنی پیداوار سے زمین کو مالا مال کرتا ہے۔ خزاں کے دن جب موسم بڑھاپے کے لگ بھگ پہنچتا اور اپنے بال و پر جھاڑنے لگتا ہے۔ جاڑے کے دن۔ دُھند اور مینہ۔ تاریکی اور ظلمات کے دن جب ہم سال کے گذشتہ جلال کے کفن کے گرد کھڑے ہوتے اور اُسے مٹی کے سپرد کرتے ہیں۔ بعض دفعہ تو اکثر ہماری حالت ایسی ہوتی ہے کہ گویا حیرانی سے کسی سردن پر جھکے ہوئے پہاڑ کے کنارے پر کھڑے نیچے کی وادی کو دیکھ کے دل ہی دل میں سوچتے ہیں کہ خدا معلوم یہہ دن کیسے ہیں جو ایسی گہری دُھند میں ملفوف ہیں۔ کہ جو دن وہ ہی چھٹتی ہے جیسے ہم اُس میں آگے کو بڑھیں بیشک سالوں کے دوران میں کیا کیا کچھ چھپا نہیں؟ کیا یہہ دن سنہلے ہاں آسمان کی روشنی سے چمکدار ہونگے؟ یا رنج و مصائب کے نشانوں سے نامدار یا گیا اُداسی مجسم۔ کالا ماتمی رنگ پہنے؟ جنم دن۔ موت کے دن۔ شادی کے دن۔ گذشتہ عُمر کی یادداشتوں کے دن جنہیں ہم کسی طرح بھول نہیں سکتے۔ تنگی کے دن۔ ضیافتوں کے دن۔ مقدس لوگوں کے دن۔ کیونکہ وُہ ہمارے اُن عزیزوں سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں ہم

خدا کے برگزیدہ جانتے تھے۔
وقت کے اِس تھوڑے سے حِصّے میں جسے ہم دِن کہتے کتنا غم یا خوشی۔ دِل شکن یاددا یا خوشی کی اُمّید بھری ہوتی ہے۔ جیسے سمندر میں سخت تاریکی کے بیچ روشنی کی ایک جھلک یا جیسے سیاہ پتّھروں میں ایک ہیرا جڑا ہو۔
لیکن زندگی بھر میں کوئی ایسا دن نہ آئیگا جس میں یہہ دو محافظ فرشتے آسمانی رفیق۔ ہاں خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغام بر مہربانی اور رحمت جنکو یہہ آلٰہی حکم ملا ہے کہ ایماندار کی مسافرت کے تمام دنوں میں اسکے ہمراہ رہیں۔ ہمارے ساتھ نہ ہوں۔
جب سردی کا مارا۔ تھکا ماندہ۔ چکنا چور۔ مسافر لق و دق صحرا میں گر پڑے تو اُسوقت اُسے کیسی خوشی ہوگی۔ اگر بادل کی تاریکی میں سے گڈریا کو اپنے نزدیک آتے دیکھے یا یہہ پائے کہ باپ نے دو خادم بھیجے ہیں کہ گمراہ و گمشدہ کو پہاڑ و جنگل سے ڈھونڈ کر گھر میں لے آئیں۔ اسی طرح ایماندار کی آنکھ بھی تھکاوت اور تنہائی کے وقت خُدا کے ان دو فرشتوں مہربانی اور رحمت کو دیکھ سکتی ہے۔
ہم نے کبھی ایسے دو فرشتے جو صدوم کو گئے نہیں دیکھے نہ ویسے دو فرشتے جو مقدس خیمہ کی اندرونی ہیکل میں صندوق پر پر پھیلائے تھے۔ لیکن ہم اُنکے پاک چہروں اُنکی اچھی صورتوں اُنکے شائستہ رحم آمیز طریقوں کو خیال میں لا سکتے ہیں۔ لیکن یہہ تو فرشتوں کی مد سے بھی بہتر و برتر ہے۔ خُدا کی ذاتی خاصیتیں۔ اسکی رحمت اور اسکی مہربانی یعنی خُدا خود۔
مہربانی اور رحمت صرف مہربانی ہی نہیں۔ کیونکہ ہم گنہگار معافی کے محتاج ہیں۔ صرف رحمت ہی نہیں کیونکہ معافی کے سوا ہمیں بہت اَور چیزوں کی احتیاج ہے۔ لیکن مہربانی اور رحمت ایک دوسری میں منسلک و پیوستہ۔ مہربانی تو ہر ایک ضرورت کے پورا کرنے۔ رحمت ہر گناہ کے معاف کرنیکو۔ مہربانی سب احتیاج کے بہم پہنچانے اور رحمت معافی دینے کو۔ داؤد ان دونوں کو اکثر باہم ملا دیتا ہے۔ جیسے اِس آیت میں کہ "خُدا

مہربان ہے اور اسکی رحمت ابدی ہے"۔

ہم ان پاک صفات کے بارے میں بھلا کیا کہیں ؟ مہربانی ہی کو لو۔ خدا کی ذات میں اسکے خزانوں کے خزانے رکھے ہیں۔ غریبوں کی جائے پناہ ۔ بھوکوں کی خوراک۔ صادقوں کی قیام گاہ۔ سال کا تاج ۔ زندگی کا آفتاب۔ "آؤ چکھو اور دیکھو کہ خدا بھلا ہے"۔ "اسکی بھلائی کتنی بہت ہے اور اسکی خوبصورتی کیسی زیادہ"!

رحمت کو لو۔ وُہ خدا کی بیٹی ہے ہاں اُسکی وُہ خوشی ہے کیونکہ "وہ رحم سے خوش ہوتا ہے"۔ وہ اسکی دوست ہے۔ کیونکہ "وہ رحم سے بھرپور ہے"۔ اُسکا تخت۔ کیونکہ "وُہ رحمت کی چوکی پر بیٹھتا ہے۔ اور وہاں سے ہمارے ساتھ بات چیت کرتا ہے"۔ کون اس نیّر کی چمکدار کرنوں کو گن سکتا ہے! لطیف۔ پُرکثرت یقینی اور دائمی۔ ہمارا خداوند بیشک کہہ سکتا تھا کہ "تمہارا باپ مہربان ہے"۔

اور وہ ہمارے ساتھ ساتھ رہینگی۔ گڈریا ہمیشہ آگے آگے ہی جایا کرتا ہے اور ہمارا اچھا گڈریا ہمارے آگے آگے جائے بغیر ہمیں کسی کام پر نہیں لگاتا اور کسی رستہ پر نہیں ڈالتا اور اسکے چوپانی کُتّے پچھلی بھیڑوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دغاباز دشمن کے حملہ سے ہماری پیچھے سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔ ہمارے ساتھ دو مضبوط مددگار ہیں جو زندگی کے پہاڑ پر ایک چٹان سے اُٹھا کے دُوسرے تک پہنچاتے۔ ہمیں پیچھے گرنے سے بچاتے اور تسلی بخش باتیں سناتے ہیں۔ ہاں مشکل اور پھسلنے کے وقت ہمیں بازوؤں سے تھام لیتے ہیں۔

"ساتھ ساتھ رہینگے" اس لفظ ساتھ ساتھ رہنے سے شائد یہہ مفہوم ہو کہ ہم خدا سے دُور ہو گئے ہیں اور وہ اپنی مہربانی اور رحمت کو ہمارے ساتھ بھیجتا ہے کہ ہمکو واپس لے آئیں۔ شائد یُوں ہی ہو۔ اگر کوئی مسرف بیٹا اپنی بیوہ ماں کو چھوڑ کے سمندر کو چلا جائے تو وہ اُسے کبھی نہیں بھُولتی۔ اُسکی دُعا اسکے آنسو اور اُسکے پُر محبت

خیالات اُس کے ساتھ ہی جاتے ہیں اور اُسے پھیر لانے کے لیے اس کے شکستہ دل سے محبت آمیز آہیں اسکے پیچھے اُٹھتی ہیں ـ اسی طرح خدا اور اُسکے بندوں کا حال ہے ـ وہ اُس سے دُور چلے جائیں تو چلے جائیں ـ لیکن خدا تو اُنکے ساتھ رہتا ہے ـ وُہ اپنی مہربانی اور رحمت کو اُنکے ساتھ ساتھ بھیج دیتا ہے ـ بعض دفعہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدمہ پر صدمہ دُکھ پہ دُکھ مسرف بیٹے پر آرہے ہیں ـ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ـ ہم اکثر واقعات کی ظاہری صورت سے دھوکا کھا جاتے ہیں ـ مہربانی اور رحمت کبھی کبھی اپنا بھیس بدل لیتی ہیں اس ظاہری لباس کے اندر یہہ ملائم اُونی کپڑے ہیں جو دُکھتے سر اور بدن کے لیے تیار کئے گئے ہیں ـ خُدا اپنی مہربانی کا وعدہ نہیں توڑتا ـ نہ اپنی وفاداری کو بھول جاتا نہ اپنے ہاتھ کی کاریگری کو چھوڑ دیتا ـ کیونکہ اسکی رحمت ہمیشہ تک کی ہے ـ

ذرا پیچھے مڑکر دیکھو تو اپنے کو خدا کی مہربانی اور رحمت کے ہاتھوں میں پاؤگے ـ جو سدا تمہارے ساتھ ساتھ رہتی ہیں ـ شاید تم معلوم نہ کرسکو کہ وہ تمہارے نزدیک ہیں اور تم اُداس اور غمگین ـ ناامید اور بے چین ہو ـ لیکن تو بھی وُہ خدا کے دونوں مُبارک ـ پیارے خادم یعنی ـ مہربانی اور رحمت تمہارے آگے پیچھے تبدیل لباس میں کھڑے ہیں ـ وُہ گو تمہاری بے ایمانی کی آنکھ سے پوشیدہ ہیں ـ پر خدا کے فرشتوں پر تو ظاہر ہیں ـ یہہ دونوں تمہارے لئے جنگل میں بھی دسترخوان بچھاتے ہیں ـ جیسا اُنہوں نے ایلیا کے لئے بچھایا ـ وہ تمہارے پاس طوفان میں بھی آکھڑے ہونگے اور جیسے اُنہوں نے پولُس سے کہا کہ نہ ڈر تم سے بھی کہینگے ـ ایسی اُمید میں شک کی کوئی جگہ نہیں ـ زبور نویس کہتا ہے ـ کہ لاکلام ـ اُسکے ایسے مضبوط یقین کی کیا وجہ؟ اس لئے کہ خدا بدلتا نہیں اور ہمیشہ تک رہتا ہے جو اُس نے ایک دفعہ بخشدیا ہے پھر وُہ اُسے واپس نہیں لیتا ـ ہم ایمان نہ لائیں تو نہ لائیں وُہ وفادار رہتا ہے ـ وہ اپنا انکار کر نہیں سکتا ـ وُہ انعام دیکر کبھی پچھتاتا نہیں ـ وُہی سب اچھے اور کامل انعام کا بنانے اور دینے والا ہے ـ وُہی روشنی کا باپ ہے جسمیں کوئی

تبدیلی نہیں ہے۔ نہ اپنی روشنی دُوسروں کو دے دینے سے اس میں کوئی اندھیرا ہوتا ہے۔ اور جب وُہ ایک دفعہ مہربانی اور محبت سے ہمارے ساتھ ہو جائے تو گو ہم اُسکے رستوں سے باہر بھی ہو جائیں۔ اُسکے پیار کو بھلا دیں۔ اُسکے رُوح کی حقارت کریں۔ اُسکے پیغامبروں سے تغافل کریں۔ اور انکو کہیں کہ چلے جاؤ تو بھی رحمت اور مہربانی ہم سے جُدا نہ ہونگے۔ وُہ دُور فاصلہ پر کھڑے ہو کے بھی ہماری پیروی کرینگے اور کرتے ہی رہینگے۔ اور جب تک ہمیں خدا کے پاس لوٹا نہ لائیں اُنہیں چین نہیں آئیگا۔

لاکلام: کیونکہ خدا کبھی بھی اپنے کام میں قاصر نہیں ہے۔ لاکلام: کیونکہ خدا کی خاصیت نہیں کہ کوئی کام اپنے ہاتھ میں لے اور اُسے پُورا نہ کرے۔ لاکلام: کیونکہ اُس نے بہت بڑے اور قیمتی وعدے اپنے مقدس نبیوں کی معرفت ہم سے کئے ہیں۔ لاکلام: کیونکہ اُس کے پاک بندوں کی بالاتفاق گواہی ہے کہ وہ کبھی بھول نہیں جاتا۔ لاکلام: کیونکہ اُس نے اپنا پیار ہمارے لئے ابدیت میں رکھ چھوڑا ہے۔ تو کیا مُمکن ہے کہ ہمیں حال کے زمانہ میں بُھول جائے۔ اس لئے لاکلام ہمارے زمینی سفر میں کوئی دن ایسا نہ ہوگا جسمیں خُدا مہربانی اور رحمت میں ہمارے ساتھ نہ ہو۔

بعض نسخوں میں لاکلام کے عوض لفظ صِرف لکھا ہے۔ صِرف مہربانی اور رحمت میرے ساتھ ساتھ رہینگی۔ جیسے ۷۳، زبور میں ہے۔ "بیشک خُدا نیک ہے اور صِرف نیک ہے۔ اور نیک کے سوا اور کچھ نہیں۔ اسرائیل کے لئے اور اُن کے لئے جو پاک دل ہیں"۔ شائد یہی خیال ٹھیک ہو۔ ہمارا تجربہ بھی اس امر کا شاہد ہے کہ ہمارے ساتھ خدا کا برتاؤ صرف مہربانی اور رحمت کے سوا اور کچھ نہیں۔ شائد ظاہرًا ایسا معلوم نہ ہوتا ہو لیکن بعض دفعہ محبت کا بہتر اظہار اس سے ہوتا ہے کہ دینے کے بجائے نہ دیا جاتے۔ ہاں کی بہ نسبت انکار میں زیادہ محبت پائی جاتی ہے۔ ہاں بخشش کی بجائے اُسکے بھی لے لینے میں جو پہلے عطا کیا گیا ہو۔

اے کمزور اور خوف زدہ دلو! جو تاریک اور اکیلے رستہ سے ڈرتے ہو حوصلہ کرو۔ ہمّت کی کمر باندھو۔ ڈھیلے ہاتھوں کو اُونچے اور کمزور گھٹنوں کو مضبوطی بخشو۔ خدا ہی جانتا ہے کہ زندگی کے کتنے دِن باقی ہیں۔ لیکن وُہ اُن سب دلوں کی ضرورتوں اور امتحان اور اُنکے رنج ومصائب سے بھی واقف ہے۔ اور اُس نے وعدہ کیا ہے کہ "جیسے تمہارے دِن ویسی تمہاری طاقت ہوگی"۔ اور وُہ دِن کبھی نہ آئیگا جو مہربانی اور رحمت سے مبارک نہ کیا گیا ہو۔ اور مسیح خود ہماری زندگی بھر۔ ہاں زمانہ کے آخر تک ہمارے ساتھ رہیگا۔

مشہور فاضل ڈاکٹر جیمس سمپسن صاحب سے کسی شخص نے پوچھا کہ "آپ نے سب سے بڑی بات کونسی دریافت کی ہے"؟ اُس نے جواب دیا یہی کہ میں گنہگار ہوں اور یسُوع مسیح میرا نجات دہندہ ہے۔ حقیقت میں جب تک ہم اپنی گُناہ آلود حالت کو معلوم نہ کریں نجات کی شیرینی کا مزا بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اِس لئے ہماری اوّل دُعا یہ ہونی چاہیے کہ "اَے خدا مجھ پر میری حالت کو ظاہر کر" اور پھر دوسرے یہ کہ "اَے خدا اپنی نجات مجھ پر ظاہر کر"۔

صُوبجات متحدہ امریکہ کے کسی گرجے میں ایک نیا اور قابل تقلید انتظام جاری کیا گیا ہے۔ یعنے ایک خاص کمرہ دُودھ پیتے بچوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے جسمیں دُودھ پلانے کی بوتلیں بستر جھولے وغیرہ رکھے رہینگے اور ہر اتوار عبادت کے وقت ایک خاص کمیٹی کلیسیا کے بچوں کو خاموش رکھنے کی خدمت اپنے ذمہ لے گی۔ تاکہ خادم الدین کے کلام کرتے وقت گرجے میں ہل چل مچنے نہ پائے۔ کیا کوئی اسی قسم کا انتظام ہمارے گرجوں میں ہونا ممکن نہیں ہے؟

وادی میں نور

چوتھا باب

قید خانہ

یہہ ایک تنگ ۔ تاریک ۔ چھوٹا سا زمین دوز کمرہ تھا جہاں ریڈ کو یاں آئے صرف دو ہی دن ہوئے تھے لیکن اسے ایک زمانہ معلوم ہوتا تھا ۔ ایسے شخص کے لئے جو شروع سے دیہات کی تازہ آب و ہوا میں رہتا آیا ہو ۔ یاں کی بند ہوا زہر کا حکم رکھتی تھی ۔ وہ اس کمرے میں اکیلا نہ تھا ۔ اس بارہ فٹ مربع کمرے میں دو مشہور چور بھی اس کے ساتھ بند تھے ۔ ایک ازراہ تمسخر کہنے لگا کہ شائد تمہیں یاں گرمی معلوم ہوتی ہے لیکن کسی دن آپ اسے زیادہ گرم پائینگے ۔ تمہارے جیسوں کے لئے بشپ ابھی آگ تیار رکھتے ہیں ۔ اسپر دوسرے چور نے ذرا ترش رو ہو کر کہا کہ تم اس بدبختی بے ایمان سے کیوں کلام کرتے ہو ۔ اور وہ پھر باہم کھیلتے رہے اور ریڈ کیطرف مطلق توجہ نہ کی

ان واقعات سے بیچارے ریڈ کا دل ٹوٹ ہی تو گیا اور خصوصاً جب اسے اپنی بیوی کی ملاقات کا خیال گذرتا تو اسکے دل پہ کوہ الم ٹوٹ ٹوٹ پڑتا تھا ۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس صدمہ سے اسکے دل پر کیا کچھہ نہ گذرے گا ۔ اور وہ بحر تحیر میں غرق تھا کہ اگر اسکا ایمان قائم نہ رہے اور وہ مجھے ترغیب دے کہ . . . . نہیں ۔ نہیں ۔ میں اپنی بیوی سے اس بات کی کبھی اُمید نہیں رکھہ سکتا کاش کہ وہ کلیرا کی سی دلیر ہو !

اُسے ہراساں ہونے کی کوئی جا نہ تھی ۔ یہہ تو سچ ہے کہ اس سانحہ جانکاہ کے سنتے ہی میری کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے ۔ سلینہ کی گریہ وزاری اور اسکے بیٹوں کے رنج وغم نے اُسے بیچین کردیا اور تھوڑی دیر تک وہ بالکل حواس باختہ حیرت کا پتلا بنی کھڑی رہی ۔ لیکن کلیرا ایک مضبوط فرشتے کی طرح پاس کھڑی اُسے تسلی و دلاسا دیتی رہی ۔

اماں جان۔ کیا جانے وہ آزاد ہو جائیں۔ اور ہمارے دل کی خوشی ہمیں نصیب ہو۔ اور اگر نہیں تو"۔ یاں اسکا دل بھر آیا۔ اور اُسے تھوڑی دیر تک ٹھہرنا پڑا۔ اگر نہیں تو وہ اپنے بادشاہ کے لیئے ایک عُمدہ موت مرینگے۔ اور ہم ان کی پیروی کرینگے۔ اماں جاؤ۔ انہیں تسلّی دو۔ انہیں حوصلہ دلاؤ کہ اگر ضرورت پڑے تو اپنی جان سے بھی دریغ نہ کریں۔

دل شکستہ ماں نے کہا کہ بیٹی۔ مجھ سے یہ نہیں ہونیکا۔

کلیرا "میں سب کچھ مسیح یسُوع کے وسیلے کرسکتی ہوں جو مجھے قوت دیتا ہے"۔

. . . .

اوہو! ہو! چھوکری تم اپنے بھائی کو ملنے آئی ہو۔ نہیں۔ نہیں غلطی ہوئی شیطان کی نانی اپنے خاوند کو ملنے آئی ہے قید خانہ کے دروازے پر سپاہیوں نے بیچاری میری ریڈ کی تو درگت بنائی۔ پیاری کلیرا ابھی اپنی ماں کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن شتہ دار نے اُسے سمجھا بجھا کر روک لیا۔

جین ریڈ نے سپاہیوں کی کچھ باتیں سن لی تھیں۔ اسپر اسکا خون جوش مارنے لگا اور پہلا یہی خیال اُسکے دل میں پیدا ہوا کہ کاش میرے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی۔ لیکن مسیح کی رُوح اسپر آئی اور اُسنے دُعا میں اپنا سر جھکا لیا۔ وُہ اکیلے نہ تھے۔ داروغہ جیل دروازہ پر کھڑا تھا۔ اور دُوسرے قیدی اسپر منہہ بناتے تھے۔ لیکن جین اور اس کی بیوی خدا کی حضوری کی خلوت میں چھپے تھے۔ جہاں لوگوں کے تمسخر کی آواز سُنائی نہیں دیتی۔

میری نے اپنے خاوند سے کئی باتیں کہنی تھیں لیکن اسے سب بھُول گئیں اور وہ چپ چاپ اپنے خاوند کی طرف تاکا کی۔ اور شاید اس ہمدردی اور محبّت کی خاموشی نے اس کے خاوند پر وہ تاثیر کی جو الفاظ نہ کرسکتے۔ وُہ دیگر اُمور پر گفتگو چھیڑنے سے ڈرتا تھا۔

داروغہ نے (دوسرے قیدیوں کی طرف آنکھ سے اشارہ کرکے) میری سے کہا کہ پانچ منٹ اَور۔ اگر تمہارے پاس فالتو روپیہ نہ ہوں۔

میری نے دو روپیہ اُسکے ہاتھ میں دیکر کہا۔ میرے پاس یہی ہے۔

داروغہ۔ بس دو روپیہ ہی۔ اچھا دو منٹ اور۔ میرا وقت قیمتی ہے۔ ایک روپیہ ایک منٹ۔

میری (خاوند سے) پیارے جین۔ صرف سات منٹ اور۔ میں نے تمہیں اتنا کچھ کہنا ہے۔ میں نے ابھی تک بات بھی نہیں کی۔

ریڈ: ہاں۔ میں جانتا ہوں لیکن پیاری بیوی۔ مجھے صرف تمہاری محبت ہی درکار ہے اسی سے مجھے قوت ملیگی۔ اور مسیح کی محبت جو تمام فہم سے باہر ہے۔ میں آگ اور پانی سے بھی گذر سکتا ہوں۔

میری کانپ اٹھی۔ جین خدا کرے کہ تم ہمارے پاس واپس آؤ۔ لیکن اگر نہیں (یہاں کلیرا کا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے تھا) اگر نہیں تم ایک عمدہ موت تو باقی فقرہ اس نے سسکتے سسکتے کہا۔ روح تو راضی تھی لیکن جسم کمزور تھا۔

جین۔ میری عزیز۔ ایسی موت رشک کے قابل ہے۔ اگر مجھے مرنا پڑے۔ جو یقینی امر ہے۔ تو کیسی عجیب بات ہوگی۔ جسوقت میں یا سمر کو اپنے عقیدہ کا خواہ مخواہ جواب نہ دے سکا۔ تو میں نے کہا۔ میں مسیح کے نام کی بشارت نہیں دے سکتا۔ پر اسکی خاطر مر تو سکتا ہوں۔ میں صرف ایک جاہل نادان کسان ہوں۔

میری۔ آہ۔ پیارے خاوند۔ تم خدا کے ایسے نزدیک معلوم ہوتے ہو کہ معلوم ہوتا ہے میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ میں بھی تمہارے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرونگی۔

داروغہ۔ وقت ہو لیا۔

اور وہ دونوں ایک دوسرے سے وداع ہوئے۔ وہ تو آگ کی رتھہ پر سوار ہونیکو۔ اور وہ اُسکے پیچھے آنیکو۔ اسوقت انکا دہات کا گھر پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور بازار میں ایک مطرب سریلی آواز سے بانسلی بجاتا پھرتا تھا۔

مسیحی پیش بینی
اور
ممنوع فکر

اِس لئے کل کی فکر نہ کرو۔ کیونکہ کل کا دن اپنی چیزوں کی فکر آپ ہی کریگا۔ متی ۶ : ۳۴

یہہ ایک نہایت ہی مشکل حکم ہے اور ہر زمانہ میں ہر طبقہ کے لوگوں کو حیرانی اور گھبراہٹ میں ڈالتا رہا ہے اسکا لگاؤ ہماری زندگی کی ہر حالت اور ضرورت کے ساتھ ہے اور یہہ حکم دعویٰ رکھتا ہے کہ ہمارے روزمرہ کے خیالات اور افعال پر حکمرانی کرے۔ لیکن جب ہم اسکے الفاظ پر فکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے ایک ایسی منزل مقصود کو رکھتا ہے جس تک پہنچنا ناممکن ہے علاوہ ازیں دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس منزلِ مقصود پر پہنچنے کی کوشش کیجائے تو انسانی سوسائٹی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ یہہ آیت ہمیں حکم دیتی ہے کہ دُنیوی کاروبار میں پیش بینی اور فکر کو ہم نہ برتیں۔ اور کہ اگر ہم عمدہ زندگی بسر کرنا چاہیں تو مناسب ہے کہ موجودہ گھڑی کے سوا اور کسی وقت کی نسبت دل میں فکر کو آنے نہ دیں۔ کہ زمانہ مستقبل کی نسبت سوچنا گناہ ہے بڑھاپے کی ضروریات اور کمزوریوں کا پہلے سے انتظام کر رکھنا مسیحی شریعت کے خلاف ہے بیوی بچوں کے لئے مال جمع کرنا تقصیر ہے۔

ہم یہاں کوئی فرضی مشکل کا بیان نہیں کر رہے۔ ہم ایسی باتوں کو لکھتے ہیں جو ہم نے دیکھی ہیں بعض سچے ایماندار ہم نے دیکھے ہیں جو ان الفاظ سے درحقیقت از حد حیران اور پریشان تھے۔ انکی زندگی میں یہہ الفاظ ایک بڑی رکاوٹ کی مانند پڑے تھے۔ برخلاف اسکے

ایمان کے بعض سچے مخالف بھی ہم نے دیکھے ہیں جو کمال سادگی اور دیانتداری کے ساتھ کہتے ہیں کہ مسیح کے یہہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ مسیحی تعلیم کامل نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہہ الفاظ تمام انسانی تجربہ کی مخالفت کرتے ہیں اور تمدن تہذیب اور شائستگی کے تمام انتظامات کی جڑھ کاٹتے ہیں۔ ہیتو ادحریص کہتے ہیں کہ آؤ کھائیں اور پئیں کیونکہ کل مرنا ہے۔ مسیحی کہتے ہیں کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنی چیزوں کی فکر خود ہی کر لیگا۔ مخالف پوچھتے ہیں کہ حریصوں اور مسیحیوں کے اصولوں میں کیا فرق ہے۔

جو معنے مخالف اور کمزور سمجھ والے ایماندار خداوند کے ان الفاظ سے نکالتے ہیں اگر وہ سچے ہوں تو وہ تمام انتظامات جو حاکموں اور سخیوں اور گرم دل مسیحیوں نے ہر زمانہ میں دنیا کی مصیبتوں کو کم کرنے کے لئے ایجاد کئے ہیں لاحاصل او بیفائدہ بلکہ دینداری کے خلاف ہیں۔ تمام بنک اور پنشن فنڈ مختلف صورتوں میں خدا کی حکم عدولی کا ذریعہ ہیں۔ یہہ سب گویا پیچ اور حکمتیں ہیں جنکے ذریعہ سے ہم خدا کے حکمونکو ٹالتے ہیں۔

ایسا سمجھنا غلط ہے۔ مسیح کے الفاظ کے یہہ معنے ہرگز نہیں ہیں۔ پیش بینی وہ رشتہ ہے جس نے ایک آدمی کو دوسرے کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔ اور عاقلانہ پیش بینی پر تمام ترقی منحصر ہے۔ پیش بینی وہ ہوا ہے جس سے مسیحی زندگی زندہ ہے۔ انسانی پیش بینی خدا کی حکمت کا عکس ہے۔

پیش بینی کی وجہ سے انسانی سوسائٹی بندھی ہوئی اور قائم ہے۔ ترقی اور شائستگی کی بنیاد بھی اسی پر قائم ہے۔ وہ کیا چیز ہے جو کم عمر اور عمر رسیدہ انسان میں تفاوت کرتی ہے۔ وہ کیا شے ہے جو وحشی اور مہذب میں فرق کرتی ہے۔ وہ شخص جس نے دریافت کر لیا ہے کہ تمام اُمور ایک سلسلہ اور رشتے میں بندھے ہوئے ہیں شائستہ کہلاتا ہے اور اپنے اسی علم کی وجہ سے آئندہ کی ضروریات کے لئے انتظام کر سکتا ہے شخصی اور قومی تعلیم کیا شے ہے۔ وہ صرف ایک وسیلہ ہے جو نتائج کو ہمارے سامنے لاتا ہے

اور انکو پیشتر سے دریافت و معلوم کرنے کی طاقت ہم کو دیتا ہے۔

ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ پیش بینی وہ ہوا ہے جس میں مسیحی زندگی دم لیتی ہے۔ وہ کیا شئے ہے جو ایماندار اور بے ایمان کے درمیان تفاوت پیدا کرتی ہے۔ یہی پیش بینی مسیحی پیش بینی بڑی وسیع ہے اور دونوں جہانوں کو اپنے دائرے میں لاتی ہے۔ مسیحی اور بے ایمان کے درمیان وہی فرق ہے جو شائستہ اور وحشی کے درمیان ہوتا ہے وحشی صرف موجودہ گھڑی کا خیال کرتا ہے۔ وہ زمین کے ان پھلوں کو جمع کرتا ہے جو خود رو ہوتے ہیں۔ وہ کال کے لئے پہلے سے انتظام نہیں کرسکتا۔ وہ زمین نہیں جوتتا۔ بیج نہیں بوتا۔ زراعت کی اُمید نہیں کرتا۔

لیکن جسقدر شائستگی بڑھتی ہے اسیقدر آئندہ کی فکر بھی بڑھتی ہے۔ شائد ابتدا میں یہہ فکر صرف ایک سال کے لئے ہوتی ہے لیکن بعد ازاں بڑھ جاتی اور زیادہ زمانہ اسکے دائرے میں آجاتا ہے۔

ہر شخص کا کسی نہ کسی درجہ کی پیش بینی کو اپنے سامنے رکھنا اس امر کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر شخص زمانہ استقبال کی خوشی یا رنج میں حصہ رکھتا ہے۔ اور یہہ آنیوالا زمانہ صرف اسی دنیا کے ساتھہ تعلق نہیں رکھتا بلکہ موت کے بعد دوسری زندگی کی دلیل ہے۔ بلحاظ پیش بینی کے شائستہ آدمی کا درجہ وحشیوں اور مسیحی حکیموں کے درمیان ہے مسیحی مذہب پیش بینی کو غلط نہیں ٹھہراتا بلکہ پیش بینی کا درست طریقہ سکھا کر اسکو بڑھاتا اور تکمیل کو پہنچاتا ہے۔

پیش بینی خدا کی حکمت کا سایہ ہے۔ خدا کا عجیب انتظام اسکی کامل پیش بینی کا سایہ ہے۔ اگر ہم درست الفاظ استعمال کریں تو لازم ہوگا کہ خدا کے متعلق پیش بینی اور پیش خیالی کا ذکر ہی نہ کریں۔ کیونکہ وقت اور زمانہ اس سے کچھہ تعلق نہیں رکھتا۔ اسکی حالت میں یہہ الفاظ کچھہ ہستی نہیں رکھتے۔ لا انتہا ماضی زمانہ اور لا انتہا زمانہ استقبال

اسکے سامنے اس طرح موجود ہیں جیسے ہمارے لئے موجودہ زمانہ کی ایک گھڑی۔ دُنیا کو شروع سے آخر تک وُہ ایک نظر میں دیکھ رہا ہے۔ وُہ زمان اور مکان میں ہر جگہ موجود ہے۔ ہم اُسکے ازلی اور ابدی ارادے کو پیش بینی کے لفظ سے بیان کرتے ہیں اور اسکی وجہ صرف یہہ ہے کہ ہمارے خیالات محدود ہیں اور ہم اپنے محدود خیالات اور محدود الفاظ میں اس غیر محدود کا بیان صرف اسی طرح کر سکتے ہیں۔

جیسا ہم پیشتر کہہ چکے ہیں آدمی کی پیش بینی خدا کے جلیل انتظام کا سایہ ہے۔ کیونکہ بذریعہ اسکے ہم زمانہ آیندہ کا خیال اس طرح کرتے ہیں کہ گویا وُہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ بذریعہ اسکے ہم ایمان کے ساتھ دنوں اور سالوں پر سے عبور کر جاتے ہیں۔ بذریعہ اسکے جہانتک ہمارے لئے ممکن ہے ہم وقت کو مارتے اور نیست و نابود کر دیتے ہیں۔

فریب نہ کھاؤ۔ تم خُدا کے حُکموں کی مخالفت کر کے بے سزا پائے چھوٹ نہیں سکتے جس طرح کہ جسمانی اُمور میں اسکے قواعد بے تبدیل ہیں اسی طرح رُوحانی اُمور میں بھی وُہ بدل نہیں سکتا۔ ہر امر میں بونے اور کاٹنے کا وقت ہوتا ہے۔ اور پیش بینی صرف اس قاعدے کو پہچان لینے کا نام ہے۔ آدمی جو کچھ بوتا ہے وُہی کاٹیگا۔ اگر تم اسوقت بد پرہیزی اور عیاشی بو رہے ہو تو ضرور ہے کہ بیماری اور دُکھ اخیر میں کاٹو۔ اگر جوانی میں تم نے بے پروائی بوئی ہے تو ضرور ہے کہ بڑھاپے میں کنگالی اور تنگدستی کا پھل کاٹو۔ اگر تم نے جلد بازی کا بیج بویا ہے تو تعجب نہ کرو اگر اخیر میں نا اُمیدی کا پھل تمہارے سامنے آئے۔

اسوقت اگر تم کہو کہ لکھا ہے کہ کل کی فکر نہ کرو اس لئے ہم نے آیندہ کے لئے انتظام نہیں کیا تو یہہ عذر کچھ کام نہ آئیگا۔ مصیبتوں کے طوفان میں تمہارے عذروں کی آواز سُنی نہ جائیگی۔ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاتا۔ اسکا قانون اپنے آپ کو پُورا کریگا۔

لیکن معترض کہیگا کہ یہہ سب خیالات درست ہیں تاہم بیفکری کا حکم بالکل صاف ہے صاف کہا گیا کہ کل کی فکر مطلق نہ کرو۔ اسکے جواب میں مناسب ہے کہ ہم لفظ فکر کے مطلب

کی طرف غور کریں۔ اگر فکر کے معنے محض پیش بینی ہوں تو ممکن نہیں کہ ہم اس حکم کو کسی طرح درست ثابت کریں۔ لیکن فکر سے مراد محض پیش بینی نہیں ہے۔ فکر سے مراد رنج و گھبراہٹ ہے۔ ایسا رنج اور ایسی گھبراہٹ ہاں۔ ایسا رنج اور ایسی گھبراہٹ جو صرف ایمان کی غیر حاضری سے پیدا ہو سکتا ہے۔ پس خداوند کا حکم مناسب پیش بینی کے خلاف نہیں بلکہ نتیجوں کی نسبت رنج و گھبراہٹ کے خلاف ہے۔ مسیح کا حکم ہم سے نہیں کہتا کہ بے پرواہ ہو بیٹھو بلکہ ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی صبر دلجمعی مضبوط ایمان اور بھروسہ کیا شے ہے۔

مسیح ہمیں پیش بینی سے روکتا تو نہیں لیکن ہمیں سکھاتا ہے کہ اس میں اعتدال اور میانہ روی کس طرح مدنظر رکھنی چاہئے۔ ہر امر میں مناسب ہے کہ ہم اعتدال سیکھیں وہ شخص جو موجودہ چھوٹی سی خوشی کی خاطر آئندہ برسوں کی خوشی کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے بڑا ہی بیوقوف ہے۔ اور جو شخص فانی فکروں میں پھنسکر اپنی غیرفانی رُوح کو ہلاک ہوتے دیتا ہے اس سے بڑا بیوقوف کوئی نہیں ہو سکتا۔ دو وجوہات ہیں جنکے باعث ہمارا خداوند گھبراہٹ کو غلط ٹھہراتا ہے۔

(۱) گھبراہٹ اور زیادہ فکر ایک عملی غلطی ہے۔ آج کی فکر کرو کیونکہ کل کے دِن کے ساتھ نئی فکریں مُنہہ دکھائیں گی۔ ہر روز نئی فکریں نئے امتحان نئی لڑائیاں درپیش ہوتی ہیں۔ اور ان سب پر اپنی گھبراہٹ کے ذریعہ سے اور ونکو جمع کر لینا اپنے آپ کو دوچند مشکل میں ڈالتا ہے وہ آدمی سب سے عقلمند ہے جو آتے دنکا انتظام پختہ کر کے آرام سے بیٹھ جاتا ہے اور اپنے دِل اور جسم کو آرام اور اطمینان میں مضبوط کرتا ہے۔ جو کچھ ہونا ہے وہ ضرور ہوگا ہماری فکر و گھبراہٹ اسکو ٹال نہیں سکتی۔ جو ہمت اور فکر آج کے اُمور میں صرف ہونی چاہئے اگر ہم انکو دوسرے دنوں کے اُمور میں صرف کریں تو ظاہر ہے ہمارا کام برابر بگڑا رہیگا۔ پس لازم ہے کہ ایسے خیالوں سے ہم اپنے دِل اور طبیعت کی تعلیم و تربیت کرتے رہیں۔

(۲) مذہبی لحاظ سے بھی اس قسم کی گھبراہٹ غلط ہے۔ جو شخص خدا کو اپنا باپ سمجھتا

ہے اور اس سے محبت رکھتا ہے وُہ تسلی سے رہتا ہے۔ کیا ہمارا ایمان اور بھروسہ صرف لفظی ہونا چاہیئے۔ حقیقی اور فرضی ایمان میں صرف یہی فرق ہے کہ حقیقی ایمان حقیقی تسلی بھی بخشتا ہے۔ خُداوند کی دُعا ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے کہ اے ہمارے باپ۔ علاوہ ازیں انجیل "تمہارے باپ" "تیرے باپ" "میرے باپ" کے الفاظ سے لبریز ہے۔ اگر یہی باپ کا لفظ ایک دفعہ دل میں جگہ کرلے تو تمام شکوک اور خوف دُور ہو جائینگے۔ اگر مجھے فی الحقیقت یقین ہو جائے کہ کامل علم والا کامل طاقت والا۔ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنے والا خُدا۔ میرا باپ ہے تو ممکن نہیں کہ مجھے کسی قسم کا ڈر باقی رہے۔ کوئی غم کوئی خوف کوئی درد ایسا نہیں جس سے میرا آسمانی باپ میری نسبت زیادہ واقف نہیں۔

پس کل کی فکر نہ پالو اپنے باپ کے حضور اپنا دِل کھول دو۔ وُہ رنج جس نے تمہاری زندگی کو اُجاڑ دیا ہے اپنے باپ کے پاس لے جاؤ۔ وُہ آزمائش جو تمہارے دل کو کھا رہی ہے اپنے باپ کے حضور رکھدو۔ وہ تسلی دیگا۔ وہ اُسکے زور کو کم کریگا۔ وُہ تم کو طاقت دیگا +

جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم تمہاری زندگی کے لئے درکار ہے وہ روزمرہ کے معمولی فرائض سے حاصل ہوگی ایک ہی راستے پر روز بروز قدم مارتے رہو اور صبر کرو جب تک کہ تمہارے بال سفید نہ ہو جائیں۔ یہ تعلیم عقاب کی مانند بلند پروازی سے حاصل نہ ہوگی بلکہ بااستقلال قدم بقدم چلنے سے۔ آتشی رتھ پر آسمان کیطرف اُڑ جانا نہیں نہیں بلکہ نبیوں کے مدرسہ میں تعلیم دینے سے۔ ہم خداوند کا پیالہ ایک ایک گھونٹ کرکے پیتے ہیں۔ ہماری سیرت پھلوں کیطرح برسات کی بارش اور گرما کی دھوپ اور تمام موسمی تغیرات کے درمیان کئی سالوں میں پختہ ہوتی ہے۔ ٹیبرا

کسی شخص کو منتخب کرکے دُعا کی آگ اُسکے چاروں طرف روشن کرو۔ پھر اُسکے بڑے بھاری نتائج دیکھوگے۔

غزل

مرضِ عصیاں نے کری میری ہے ازحد تخریب .. تو ہی شافی ہے طبیب
جیسے مفلوج نے پائی تھی شفا تجھ سے ادیب .. ایک موقعہ تھا عجیب
عفو تقصیر یہ فرمایا اُٹھا کر بستر - چلا جا اپنے تو گھر
قُدرتِ حق دیا آپ نے اثباتِ غریب .. سارے حیراں تھے رقیب
کردیا دفن لعاذر کو تھا واں سب نے جب - پاس اُسکے تھا تو کب
چوتھے دِن کر دیا آکر اُسے زندہ اے نجیب .. اُسکے اچھے تھے نصیب
تیرے سایہ میں ہی فردوس بریں ہے اُستاد .. بیشک تجھے سے ہے بہار
گم نہ ہوگا جوکہ وہ مانے گا تیری ترکیب .. سب کے حامی و حبیب
داد رس کوئی نہیں ہوتا ہے بس تیرے سوا . پس یہہ سچ ہے کہا
ظُلمِ شیطاں سے بچا لیجئے مجھکو اے لبیب - جلد ہٹا کر تعذیب
جس نے ایماں سے دروازہ تیرا ہے کھٹکا یا .. اُسکا مطلب نہ رُکا
سارے لوگوں کی دُعاوں کا ہوا تو ہے مجیب - تیری قُدرت ہے عجیب
روزِ محشر کو تو جب آئیگا عالم میں مسیح .. یہہ تو بالکل ہے صحیح
تختِ انصاف پہ شاہ ہوگا تو جبرئیل نقیب .. تو ہی ہے سب کا منیب
یاد رکھیو مجھے میں بندہ ہوں اے شاہِ زماں - مالکِ دونوں جہاں
میں گنہگار ہوں اور تو ہے خُداوندِ مہیب .. سارے عالم کا حسیب
جیسے پطرس پہ مسیحا مرے تو کرتا تھا پیار .. تیری ہے شیریں گفتار
نظرِ شفقت کرو تسکین یہہ تو ہے غریب - دیجے بخشش کا نصیب

The

MASIHI

Voll. II Amritsar *No. 9*

SEPTEMBER

1897.

CONTENTS.

مسیحی

امرتسر

جلد ۲ اکتوبر نمبر ۱۰

۱۸۹۷ء

فہرستِ مضامین

مطبوعہ مشن پریس امرتسر

ضروری گذارش

معزز ناظرین! شائد آپ واقف ہونگے کہ رسالہ مسیحی سوائے مسیحی اصحاب کے غیر مذاہب والوں کی طرف روانہ نہیں کیا جاتا - اور یہی باعث ہے کہ اس کے خریداروں کی تعداد محدود ہے یقین ہے کہ آپ اسکی اشاعت کے دل سے خواہاں ہیں - اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہہ رسالہ آپ کے لئے مفید ثابت ہوا ہے تو اسکی ترقی میں آپ ضرور کوشش کریں -

اوّل - دعا کریں کہ اسکے کارپرداز خدا کی رُوح کی ہدائت سے متحرک ہوکر اس خدمت کو انجام دیں

دوئم - اور مسیحی بھائیوں کو تحریک دیں کہ وہ بھی اس کے خریدار بنیں جس کے دل میں خریدار بننے کا شوق ہو لیکن توفیق نہ ہو اُس کے نام سے بلا توقف اطلاع بخشیں -

سوئم اپنا حساب صاف رکھیں - اب آخری سہ ماہی ہے - "مسیحی" اُمید رکھتا ہے کہ مسیحی ناظرین قیصر کا حق قیصر کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرینگے - لین دین کے معاملہ میں یہہ سنہلا اصول واجب التعمیل ہے کہ "سوائے آپس کی محبت کے ایک دوسرے کے قرضدار نہ رہو" +

خاکسار مینیجر "مسیحی" امرتسر

مسیحی

(۱) ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شائع ہوتا ہے (۲) قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ معہ محصولڈاک (۳) خاص لوگوں سے رعائت بھی کیجاتی ہے (۴) جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں اُنہیں ایکسال کے لئے رسالہ مُفت ملتا ہے (۵) جن اصحاب کو نہ ملے یا دیر بعد ملے تو اُنہیں چاہئے کہ مینیجر کو فوراً اطلاع کردیا کریں (٦) اپنے تبدیل مقام کی اطلاع کردینی ضرور ہے (۷) ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جنکو خریداری منظور نہ ہو - وہ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینیجر کو اطلاع دیں ورنہ دو پرچے تک جواب نہ آنے سے خریداری منظور سمجھی جائیگی اور نام درج رجسٹر کیا جائیگا (۸) ہر طرح کی خط و کتابت و زرچندہ بنام مینیجر مسیحی امرتسر پنجاب ہونی چاہئے +

اکتوبر ۔ ۱۸۹۰ء

نوٹ اور رائیں

دیسی پاسٹروں کی مہیا کرنیمیں ناکامیابی ۔ پنجاب اور سندہ میں چرچ مشنری سوسائٹی کے سکرٹری بزرگ پادری کلارک صاحب کی خدمات نہایت قیمتی ہیں آپ وقتاً فوقتاً سوسائٹی مذکور کے حالات پر دلچسپ ریویو تحریر فرمایا کرتے ہیں سال گذشتہ کا ریویو اِسوقت ہمارے سامنے ہے ۔ ریویو مذکور کو پڑھنے سے بہت سے قابل غور خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں ۔ مثلاً منجملہ کلیسیا کی دیگر ضروریات کے امرت سر اور لاہور اور شملہ اور پشاور اور کوئٹہ کے لئے تعلیم یافتہ انگریزی دان پاسٹروں کی ضرورت بیان کی گئی ہے ۔ مشن نے خواہ دیگر امور میں کیسی خاطرخواہ ترقی کی ہو لیکن یہہ ایک قابل افسوس امر ہے کہ لائق دیسی پاسٹر ہندوستانی کلیسیاؤں کو سنبھالنے کے لئے مہیا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ۔ مشنری سوسائٹی کی خاص توجہ اس طرف درکار ہے ۔ آنریبل کالی چرن بنرجی نے اپنے اُس ایڈریس میں جسکا خلاصہ ماہ گذشتہ میں ناظرین کے پیش کیا گیا تھا ۔ کلکتہ مشنری سوسائٹی کے سامنے اِس امر کا مفصل ذکر کیا ۔ اگر ساٹھ یا اسی سال کی محنت کے بعد مشنری صاحبان دیسی پاسٹر مہیا نہیں کرسکے تو اِس پیچیدہ کل میں کوئی نہ کوئی پُرزہ ضرور درست کرنے کے قابل ہے ۔

نیٹو چرچ کونسل نے کیوں ترقی نہیں کی۔ اسی ریویو میں ایک جدید الرائے مسیحی عہدہ دار کی رائے نیٹو چرچ کونسل کی خستہ حالت کے بارے میں درج کرنے کے قابل ہے۔ جب آپ سے معزز راقم ریویو نے سوال کیا کہ نیٹو چرچ کونسل نے پنجاب میں خاطر خواہ ترقی کیوں نہیں کی تو آپ نے ذرا غور و تامل کے بعد فرمایا کہ انسان بےعزتی میں بوتا ہے لیکن جسم کا بیج کو جلال میں اُگاتا ہے۔ انسان کمزوری میں بوتا ہے لیکن خدا زور میں اُگاتا ہے۔ کیا ہم نے چرچ کونسل کے معاملہ میں اس قاعدہ کو اُلٹ نہیں دیا؟ کیا ہم نے زور میں اور جلال میں نہیں بویا اور اب ہمارا کاشتہ کمزوری اور بےعزتی میں اُگتا ہے۔ اگر ہم زور اور جلال کے طالب ہیں تو چاہئے کہ وہ خدا کا زور اور جلال ہو ہمیں چاہئے کہ کمزوری اور بےعزتی میں بوئیں تاکہ اپنے مدعا کو حاصل کریں۔

گرجا جانے وقت ہماری دلی حالت۔ جسوقت ہم گرجا میں عبادت کے لئے جاتے ہیں چاہئے کہ سب اجنبی خیالات دروازہ کے باہر چھوڑ کر اندر جائیں۔ امریکہ کے بشپ میکل وین صاحب کو علم نباتات کا ازحد شوق تھا۔ عبادت سے پیشتر جب تک گھنٹا بجا کرتا صاحب موصوف اِدھر اُدھر کھیتوں میں پھول اور پتوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ایک روز جلدی میں آپ نے اپنی ٹوپی میں پھول رکھکر اُسکو سر پر دھر لیا جب تیار ہوکر وسٹری میں سے عبادت کرانے کو گئے تو بےخیالی میں چند پھول آپ کے سر پر رہ گئے۔ ایسا ہی ہمارے مختلف خیالات بےپرواہی سے ہمارے ساتھ گرجے کے اندر داخل ہوجاتے ہیں۔ شاید اگر ہم تھوڑی دیر عبادت سے پیشتر گرجے میں جاسکیں تو اپنی دلی حالت کو خدا کی حضوری کے لئے زیادہ تیار کرسکیں گے۔

عبادت کے لئے تیاری۔ کے متعلق ایک اور خیال بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

دستور ہے کہ عبادت کے شروع میں ہر ایک شخص گھٹنے ٹیک کر خاموشی سے دُعا کیا کرتا ہے۔ اِس میں کسی قسم کا اعتراض ہو نہیں سکتا۔ لیکن اندیشہ ہے کہ یہہ ایک معمولی عادت نہ ہو جائے جس سے محض دستور پرستی منصور ہو۔ سر جھکا کر چند سرسری فقرات بول دینے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اِس موقعہ پر کوئی مقررہ الفاظ پڑھنے یا پڑھانے کی نسبت اندرونی خاموشی زیادہ ضروری ہے۔ سب خیالات ہٹا کر گویا دل کو خدا کے کلام اور دُعا کے لیئے خالی کرنا چاہیئے۔ اسوقت ہم دل کے دامن کو برکتیں حاصل کرنے کے لیئے فراخ کرتے ہیں۔ کیسی مبارک وُہ عبادت کی ابتدائی گھڑی ہے جب ہم آنکھیں بند کرتے ہیں گویا ایک پل میں زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرنے لگتے ہیں۔

ھِندوستانی جماعت کی گذشتہ۔ موجُودہ اور آئیندہ حالت ۔ ماہ گذشتہ میں میتھوڈسٹ مشن کے پادری ڈبلیو آر جو نایٔد صاحب نے مدراس میٹو کرسچن اسوسی ایشن میں ہندوستانی مسیحی جماعت کی گذشتہ موجودہ اور آئیندہ حالت پر ایک عمدہ تقریر کی۔ اوّل آپ نے اپنے ملک کے پہلے مسیحوں کی تعریف کی اور مسیحی خوبیوں کا گویا کمال انہیں دکھایا۔ یہہ حصہ مبالغہ آمیز کلمات میں شرابور تھا۔ پھر آپ نے موجودہ حالت کی نسبت فرمایا کہ ایک جانب تو ہمارا تعلّق مغربی اعلیٰ درجہ کی تہذیب کے ساتھہ اور دُوسری طرف ہندوستان کے غیر مذاہب کے ساتھہ ہے۔ ہماری کشتی ان دونوں چٹانوں کے درمیان سے گذر رہی ہے۔ اور دونوں طرف نکتہ چین آنکھیں پھاڑ کر ہماری طرف دیکھہ رہے ہیں۔ لیکن ہماری مُشکلات کا حل اسی میں ہے کہ ہم کامل انسانیت کیطرف بڑھتے چلیں۔ اِس لفظ کی تعریف میں آپ نے فرمایا کہ یہہ تمام مسیحی خوبیوں کا مجموعہ ہے۔

ہمارے دستورالعمل کے لئے چند سنہلی خیال - اس کے بعد پادری صاحب موصوف نے ایسے نصیحت آمیز کلمات فرمائے جو ہم مسیحیوں کے لئے واجب العمل ہیں۔ ہمیشہ کوشش کرو کہ تمہارے دل پورے طور پر ملے رہیں تاکہ تمہارے مدعاؤں میں بھی کامل اتفاق ہو۔ خفیف جھگڑوں اور فرقہ بندی کے تفرقوں کو اُتار پھینکو کیونکہ ان سے مسیحی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور مخالفوں کو طعنہ زنی کا موقعہ ملتا ہے اپنی تمام مسیحی طاقتوں کو جمع کر کے ایک مضبوط جمعیت فراہم کرو اور انکو چاروں طرف مختلف اطراف میں پھیلا کر ضائع نہ کرو جس سے سوائے نااتفاقی اور مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ غیر ضروری امور میں اپنی ہٹ سے باز آؤ۔ یاد رکھو۔ کہ صلح صفائی بہت سی مشکلات کو حل کرتی ہے۔ دشمن قوی اور بلا تفرقہ ہے تو کیا ہم میں پھوٹ ہونی چاہیئے جبتک ہمارے گھر میں اتفاق نہیں تو ہم مخالف کی فوج پر کیونکر فتح حاصل کر سکتے ہیں ہمیں یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم فقط اپنی ذات کی خاطر نہیں بلکہ اوروں کی خاطر بھی مسیحی ہیں۔

ہندوستانی مسیحی اور آزاد مشن - لنکا کے ایک مسیحی بنام مسٹر رتنام جنہوں نے امریکہ میں تعلیم کی آخری ڈگری حاصل کی ہے اپنے وطن میں واپس آکر ایک آزاد مشن قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس تجویز کو انجام دینے کیلئے قریب چالیس ہزار روپیہ امریکہ میں جمع کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔ اسپر لنکا کی دو مشنری لیڈیوں نے مخالفت ظاہر کی ہے انکے خیال میں مناسب تھا کہ مسٹر رتنام لنکا کے پرانے مشنری صاحبان کی صلاح سے ایسا کام شروع کرتے جنمیں کی خط و کتابت مشتہر کیگئی ہے۔ اس مقدمہ پر معاصر کرسچن پٹریٹ کی رائے معقول ہے کہ ایسی بڑی چندہ کی رقم کا اہتمام ایک معتبر اور مستند کمیٹی کے سپرد ہونا چاہئے۔ ایک ہی شخص پر کل دار و مدار ہونے سے کئی قسم کی قباحتیں نکلنے کا احتمال ہے۔ اخبار دیانودیا نے اپنی رائے ایسا ظاہر کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا روپیہ آزاد مشن قائم کرنیمیں صرف کرے تو یہہ صورت قابل تحسین ہے لیکن دیسی اور پردیسی مسیحیوں سے چندہ و خیرات جمع کرکے ایسا مشن چلانیمیں بڑا بھاری خطرہ ہے۔

ہندوستانی کلیسیا کے گیت

جو سامان مجموعہ اشخاص کو قوم بنانے کے لئے ضرور ہیں اُن میں سے گیت ایک بڑا بھاری جزو ہیں۔ بنی اسرائیل کی مکمل اور معتبر تواریخ ہمارے پاس ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیتوں کا دخل اور اثر اس قوم میں کس درجہ کا تھا۔ خوشی کے موقعوں کے گیت شکر گذاری کے گیت کسی عظیم تواریخی واقعہ کی یادگاری کے گیت عبادت کے گیت۔ غرض انکی قومیت کا رگ و ریشہ گیتوں کی تاروں سے پیوستہ اور وابستہ تھا۔ اگر غور کیا جائے تو گیت میں دو باتیں شامل ہیں۔ اول اس کا مضمون اور دوم وزن یا راگ۔ مضامین کے لحاظ سے گیت میں جوش یا رقت پیدا کرنے کا مادہ ہونا چاہئے اور راگ میں وہ جادو کا اثر ہونا چاہئے جو روح کو عالم بالا پر لے اڑے۔ یہہ تو وہ اثر ہیں جو متاثر خود ہی سمجھ سکتا ہے اور بیان نہیں کر سکتا۔ عام طور پر گیتوں کے الفاظ اور محاورات سادہ اور شستہ ہونے چاہئے۔ تک بندی کا خیال مُقدم نہو وزن عمدہ اپنے زاد بوم کے مذاق کے مطابق ہو۔ یہہ وہ معراج ہے جو قومی گیتوں کو حاصل ہونا چاہئے۔

لیکن ہمارے سامنے اسوقت یہہ سوال درپیش ہے کہ کیا ہمارے کوئی قومی گیت ہیں مسیحی ہوکر ہم نے باطل مذاہب کو ترک کیا اور ان مذاہب کے لوازمات بھی ہمکو چھوڑنے پڑے۔ مگر گانا اور رونا انسانی نیچر ہے ہم گیتوں کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مشنری صاحبان کی ابتدائی کوششوں میں سے ایک یہہ تھی کہ اپنے نومریدوں کے لئے گیت مہیا کریں اور اسی خیال سے عبادت اور خوشی کے موقعوں کے لئے انگریزی وزن کے گیت ہمارے لئے ترجمہ یا تصنیف کئے گئے راگین بھی وہی مغربی ہم کو سکھائی گئیں۔ مگر خواہ کوئل چار۔ وزنتک کوٹنے کے ساتھ گائیں گائیں کرے آخر اُس کا گلا میٹھی سروں کے لئے بنا ہے جو باغ کے گھنے درختوں میں کو یا خود بخود کُھل جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ایشیائی طرز پر غزلیں تصنیف ہونے لگیں۔ اور ایک قدم ترقی کا کلیسیا

نے اس میدان میں بڑھایا ۔ اُدھر ہندی بھجن لکھنے والوں کا مادہ بھی جوش زن ہونے لگا اور اس طرز کے گیت خصوصاً ہندوستان میں مروج ہوئے ۔ اب جیسا گڑبڑ ہماری سوشل حالت مین واقع ہُوا اسی قسم کی کھچڑی ہمارے گیتوں میں بھی مچ گئی ۔ مسیحی گیت کی کتابوں میں ان تینوں اقسام کے گیت پائے جاتے ہیں ۔

اس موقعہ پر ہم پرسبی ٹیرین مشن کے پادری اولمن صاحب مرحوم کی قبر پر شکرگذاری کا ایک پھول دھرے بغیر نہیں رہ سکتے صاحب موصوف نے جو کوشش کلیسیا میں گیتوں کو رواج دینے میں ظاہر کی وہ انہیں کا حصہ ہے ۔ سیکڑوں گیت ترجمہ اور تصنیف کئے ۔ سال گذشتہ میں صاحب موصوف آسمانی بربط نوازوں کی جماعت میں جا شریک ہوئے ۔ غزلخوانوں میں حسن علی سفیر اور شنکر دیال فرحت لکھنوی تعریف کے سہرہ کے مستحق ہیں ۔ مُقدّم الذکر شاعر کی مشہور غزل ۔

دریاک سے تیرے میں جاؤں کہاں + کہیں درد گناہ کی دوا ہی نہیں ۔

ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک جہاں ہندوستانی زبان بولی جاتی ہے سُن لیجیئے ۔ ہمارے زندہ شاعروں میں بھی بفضل خدا اچھے اچھے نام ہیں ۔

اب ان گیتوں کے الفاظ اور محاورات کا ملاحظہ کیجیئے ۔ مدّت تک کلیسیا گاتی رہی کہ ۔

خدایا تو نادیدہ ہے ۔

اگرچہ سب حیران تھے کہ خدا نادیدہ کیسے ہوسکتا ہے ۔ پھر ذیل کے شعر میں آخر لفظ کیسا موزوں ہے

رب تیری مہربانیاں + ہیں بندے پر فضول ۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک بزرگ بجائے فضول کے فزود گایا کرتے تھے جس سے قافیہ کا ستیا ناس کرکے مضمون کی صحت ہوتی تھی گیت کی کتاب کے ترمیم کرنے والوں نے اس آخری سطر میں فضول کے بجائے مبذول رکھا ہے جو کڑاہی سے نکل کر چولہے میں پڑنے کا مصداق ہے ۔ سیطن [illegible] کی دم میں کیسا بڑا ابھی باندھ دیا ہے ۔ کسی زبان کا [illegible] ترجمہ [illegible] حالت [illegible] کہ نظم کا ترجمہ نظم میں بمعہ وزن ہو ۔ ہم مترجموں کی تعریف کرتے ہیں اور

انکی محنتوں کے لیئے شکر گذار ہیں لیکن اُنہوں نے ترجمہ میں وزن قایم رکھنے کی خاطر ہندوستانی زبان کی گردن پر چھری پھیر دی ہے ۔ مثلاً اس ترجمہ کو دیکھئے ۔

اُٹھ میری سوح اور آگے چل ۔ ہر عصب بھی پھیلا ۔
آسمانی دوڑ پر قایم تاج ۔ ہر اجر غیرت کا ۔

ایسے ترجموں میں اصلی لطف زایل ہو جاتا ہے ۔ یہہ محض اتفاق ہے کہ بعض ترجمے اصل سے بھی عمدہ ہوتے ہیں ۔ مثلاً جس شعر کا ترجمہ ہے ۔

اور اُن کی آنکھوں سے خُدا سب آنسو پونچھے گا ۔

وہ اصل انگریزی میں ایسا پُر زور نہیں ہے ۔

مسیحی غزلوں میں بھی اسی قسم کی تک بندیاں پائی جاتی ہیں لیکن اُنکا رُخ بہت کچھ صحت اور سادگی کی طرف ہے ۔ اپنے بھجنوں کی نسبت کیا کہیں ۔ یہہ ایسا پودا ہے جو پنجاب کی آب و ہوا میں نشو و نما نہیں پا سکتا ۔ ہندی بھاشا کو بہت تھوڑے مسیحی سمجھ سکتے ہیں ۔ بعض بھجن جنکی زبان سادہ ہے بعض کلیساؤں میں گائے جاتے ہیں ۔ اگرچہ اب پرانا سکہ متروک ہوتا جاتا ہے ہم حیران ہیں کہ ۔

کیوں من بھولا ہے یہہ سنسارا

میں کیا جادو ہے کہ کلیسیا ابتک اسکا پیچھا کیئے جاتی ہے ۔ اور ذیل کے شعر کی طرز پر جو بھجن ہیں اُن کو تو کوئی شاذونادر ہی سمجھتا ہوگا ۔

اٹ پٹی ٹیرن جانک سُنئے
پتت اُدّھارن نامی ۔

جن گیتوں کی ہمنے مثالیں دی ہیں وہ عموماً پنجاب کی کلیسیاؤں میں مروج ہیں یوپی مشن والے انسانی تصنیف گیتوں کو گانا پسند نہیں کرتے بلکہ مزامیر کے الفاظ کو مروڑ کر قافیہ ردیف کی قید میں لے آتے ہیں یہہ تو وہی معاملہ ہے کہ "گڑ کھاؤں اور گلگلوں سے پرہیز"

ہاں اگر مزامیر گانا ہی ضرور ہے تو چرچ مشن والوں کی طرح ترجمہ کو اصلی صورت پر رکھکر گانا چاہیئے۔

انگریزی طرز کے گیتوں کا رواج خصوصاً بڑے شہروں کی کلیسیاؤں میں ہے۔ دیہات میں دیسی اوزان کی تصانیف خصوصاً راحت دل میں سے غزلیں گانا پسند کرتے ہیں مسیحیوں کی بستی کلارک آباد میں تو ان راگوں اور غزلوں کا وہ چرچا ہے کہ گھر گھر ستار طنبورے کی آواز سے گونج رہا ہے۔ یہہ مسیحی کلیسیا کی خوشحالی کی نشانی ہے۔ اور آسمان کی خوشی کا عکس ہے۔ شائید وہ وقت دور ہے کہ جب ہماری شہری اور دیہاتی کلیسیاؤں میں ایک ہی طرز کے دیسی گیت گائے جائینگے۔ فی الحال ہماری دعا ہے کہ خدا اپنی کلیسیا میں سے گیت لکھنے والے پیدا کرے جو روحانی مضامین کو خوبصورتی کے ساتھ باندھیں۔ اور کلیسیا میں گانے کا ایسا شوق ہو کہ سب چھوٹے بڑے داؤد کی طرح دس تار کا ساز بجا بجا کر ہمیشہ خدا کی مدح سرائی کیا کریں۔ اور آخر آسمان میں سب ملکر اُس جلیل نغمہ سرائی میں شریک ہوں۔

ایک شخص جو مسیحی مذہب کو محض حیرت انگیز اسرار کا مجموعہ سمجھتا تھا کسی ضعیف العمر خادم الدین سے یوں ہمکلام ہوا [illegible] کہ خدا کے نوشتہ باب میں وہ آیت عجیب قسم کی ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیسو سے عداوت۔ خادم الدین نے جواب دیا کہ بیشک نہایت عجیب ہے۔ لیکن یہہ تو بتائے کہ آپکو اس آیت میں کونسی بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے" اُس شخص نے متکبر صورت بناکر کہا کہ "عیسو سے عداوت رکھنا حقیقت میں ایک عجیب معاملہ ہے" اُس بزرگ خادم الدین نے جواب دیا کہ" مجھے تو سب سے زیادہ حیرانی یہہ ہے کہ خدا نے یعقوب سے کیونکر محبت رکھی"۔ بلاریب خدا کی محبت کا راز ایک عظیم راز ہے۔۔

کنعان میں تجویز ہو رہی ہے کہ کوہ سینا کے اوپر ریل لیجانے کا انتظام کیا جائے۔۔

جزیرہ مڈغاسکر میں مسیحی مذہب

*

۲

لنڈن مشنری سوسائیٹی نے ۱۸۱۶ء میں اپنے مشنری اس جزیرے میں بھیجے - بادشاہ کا نام رڈاما تھا - یہہ بادشاہ بڑا عقلمند اور اپنے زمانہ اور ملک کے لئے بڑا رحمدل آدمی تھا - اس وقت وہ جوان تھا اور بڑی قابلیت سے سلطنت کر رہا تھا - اس نے بہت زور پیدا کیا اور تمام جزیرے کو اپنے تحت میں لایا - اس نے اپنی فوجکا عمدہ انتظام کر رکھا تھا - اور لوگ اُس کی ذاتی خوبیوں کے باعث اسکی بڑی عزت کرتے تھے - وہ جانتا تھا کہ انگریزوں کے ساتھ صلح کرنے میں ملک کے لئے بڑے بڑے فواید پیدا ہونگے اور یورپ کے علوم کی خوبی کو بھی اچھی طرح سمجھتا تھا - لیکن افسوس کی بات ہے کہ انگریزوں نے اس عہد نامہ میں جو انہوں نے اُس کے ساتھ کیا ایک بڑا نقص باقی رکھا - انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر بادشاہ بردہ فروشی کو موقوف کردے تو سرکار انگریزی ہتھیار اور بارود اُس کو دیا کریگی - اس وعدے نے بعد میں بڑی بڑی قباحتیں پیدا کیں اور ظلم کو ترقی دی -

لنڈن مشنری سوسائیٹی نے ۱۸۱۸ء کے شروع میں ایک مشنری کو مڈاغاسکر بھیجا تاکہ جاکر ملک کو دیکھے اور وہاں کی اصلی حالت کی خبر لادے - اور بعد حالات کے دریافت ہونیکے اس سالکے اکتوبر میں دو مشنری مع اپنی بیویوں اور بچوں کے مڈاغاسکر کو روانہ ہوئے - وہ ایک شہر میں جسکا نام ٹاماٹیو ہے اور جو سمندر کے کنارے پر واقع ہے پہنچے اور وہاں سکونت اختیار کی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں انکو بخار آنا شروع ہوا اور چھہ آدمیوں میں سے جو انگلنڈ سے گئے تھے پانچ فوراً مر گئے - ایک جو باقی رہا اُس کا نام جونس تھا - اُسکا دل ٹوٹ گیا اور ٹاماٹیو سے نکلکر مارِیشس کے جزیرے کو چلا گیا - لیکن اُس کا دل مڈاغاسکر میں لگا ہوا تھا - اور ۱۸۲۰ء میں وہ بہادر دوبارہ مڈاغاسکر میں پہنچا -

---

* - سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو مسیحی بابت فروری ۱۸۹۷ء صفحہ ۵۵ -

ایک اُس نے کنارے پر رہنے پر قناعت نہ کی اور دلیری سے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوا۔ اس شہر کا نام آنٹاناناریوو ہے۔ وہاں پہنچتے ہی بادشاہ نے بڑی عزت سے اُس کو قبول کیا اور آئندہ مدد کا وعدہ کیا۔ دوسرے سال ایک دوسرا مشنری بنام گرفتھ مع اپنی بیوی کے اُس کی مدد کے لئے پہونچگیا۔ اور کام سرگرمی سے شروع ہوا۔ دو مدرسے جاری کئے گئے اور پڑھنے والے بکثرت آنے لگے بادشاہ نے اپنی رعایا میں سے ۲۰ نوجوان چُنے اور انہیں سے دس کو ماریشس کے جزیرے کیطرف اور دس کو انگلینڈ تعلیم کے لئے روانہ کیا تاکہ واپس آکر اپنے ہموطنوں کو علم سکھائیں۔ انمیں ایک شاہزادہ بنام کرلیٹی تھا۔ جب یہہ نوجوان تعلیم پانے کے لئے چلے گئے تو لوگ سمجھنے لگے کہ وہ بہانے سے غلام بنائے جا کر کسی غیر ملک میں فروخت کردیئے گئے ہیں۔ اور ملک میں ایسا ڈر پھیل گیا کہ لوگوں نے اپنے بچوں کو چھپانا شروع کیا بعض بچے ایسے بُری طرح چھپائے گئے کہ ہوا کی کمی کے باعث انکا دم نکل گیا۔

ابتدا میں مشنری مڈاغاسکر کی بولی سے ناواقف تھے اور اُسکے سیکھنے کے لئے کوئی اچھا وسیلہ نہ تھا۔ قوم هوو ا کی زبان کبھی لکھی نہ گئی تھی اس لئے حروف تہجی کے ایجاد کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ہم خیال کرسکتے ہیں کہ بیچارے مشنریوں کے ذمہ میں کتنا بڑا کام تھا۔ انہوں نے پہلے جسطرح ہوسکا زبان کو سیکھا اور پھر اُسکے لکھنے کے لئے حروف بنائے اور قواعد اور لُغت کی کتابیں بنائیں۔ باوجود تمام مشکلات کے وہ استقلال سے اپنے کام میں لگے رہے وہ نوجوان جو تعلیم کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجے گئے تھے واپس آئے اور بادشاہ نے انکو حکم دیا کہ جابجا مدرسے جاری کریں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُستادوں کے طیار ہونیکے لئے ایک ٹریننگ سکول کھولا گیا۔ اور مختلف سکولوں میں پڑھنے والوں کا شمار دو ہزار کو پہنچ گیا۔ عبادت کے وقت گرجوں میں بڑی سرگرمی دکھائی دینے لگی کیونکہ پادری زبان سیکھ گئے تھے اور لوگ انکی باتوں کو سننا پسند کرتے تھے۔

سنہ ۱۸۲۶ء میں مشنریوں نے ایک چھاپہ خانہ قایم کیا - اس کے کھلتے وقت بڑی ہوم دھام اور خوشی ہوئی - کئی اور مشنری انگلنڈ سے آئے - طالبعلموں کا امتحان لیا گیا اور بڑی کامیابی ظاہر ہوئی - جزیرے میں چونتیس سکول اور ہزار پڑھنے والے تھے مسیحی مذہب کی تعلیم کا کوئی موقع چھوڑا نہ جاتا تھا - ۱۸۲۷ء کے پہلے مہینہ میں لوقا کی انجیل کا ترجمہ چھپنا شروع ہوا سب کام بڑی خوشی اور کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا - لیکن ایک ناگہانی آفت نازل ہوئی جولائی ۱۸۲۸ء میں بادشاہ رڈاما مر گیا - اور اس کی آنکھیں بند ہونے نہ پائیں تھیں کہ ساری حالت بدل گئی -

تین روز تک دربار کے لوگوں نے بادشاہ کے مرنے کی خبر پوشیدہ رکھی - مرتے وقت بادشاہ نے اپنے بھتیجے بنام راکوتوبی کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا لیکن اس کی بارہ بیویوں میں سے ایک نے جسکا نام رانا ولونا تھا تخت پر قبضہ کر لیا - یہہ عورت بڑی دلیر اور ظالم تھی - رڈاما لاولد مر گیا تھا اور اس عورت نے تخت کے لینے کا پورا ارادہ کر لیا - کئی درباریوں کو اُسنے رشوت سے اپنے ساتھ ملا لیا - اور کئی خوف سے اسکے حامی ہو گئے - کئی عہدہ دار اور سپاہی بھی اُسکے طرفدار تھے - خبر نکلی کہ بتوں نے حکم دیا ہے کہ رانا ولونا ملکہ ہوگی - محل پر قبضہ کر لیا گیا اور سارے درباریوں کو حکم ہوا کہ صحن میں جمع ہوں - جب وہ جمع ہوئے تو انکو حکم ہوا کہ رانا ولونا کی تابعداری کریں - سب نے اس حکم کو مانا لیکن چار درباریوں نے کہا کہ بادشاہ رڈاما نے مرتے وقت راکوتوبی کو ولیعہد مقرر کیا تھا - یہہ چار وفادار آدمی اسیوقت قتل کئے گئے -

اور تمام مخالفت کا خاتمہ ہو گیا - اب رانا ولونا نے ارادہ کیا کہ تمام شاہی نسل کو قتل کرے تاکہ کوئی تخت کا دعویدار باقی نہ رہے - شاہزادہ راکوتوبی جو درحقیقت تخت کا مستحق تھا پہلے قتل کیا گیا - روایت ہے کہ وہ مسیحی مذہب کا اقرار کرتا ہوا موا - اسکا باپ رتیفی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے گرفتار کیا گیا اور نیزہ دل سے چھید اگیا - رڈاما کی ماں اور بہن قید کی گئی اور بھوک سے ہلاک ہوئیں - اور انکے اور رشتہ دار بھی اسی طرح ہلاک ہوئے - رڈاما کے دو چچیرے بھائی بھی بڑے فریب سے قتل کئے گئے - رانا ولونا کے مددگاروں میں ایک شخص تھا جو مشنریوں کا کسیقدر دوست تھا - اُسپر ملکہ کو کچھ شک ہو گیا اور وہ بھی مار اگیا - (باقی آئندہ)

چوپانی زبور

بارھوان باب

خداوند کا گھر

میں ہمیشہ تک خداوند کے گھر میں رہونگا زبور ۲۳: ۶

جیوں جیوں زندگی کے دن گذرتے جاتیں ہمارے دل میں پایداری کی خواہش پیدا ہوتی جاتی ہے ہماری طبیعت گذشتنی اور گذاشتنی چیزوں سے مسرور نہیں ہوسکتی بلکہ ابدیت کی طرف مائل ہے جبکہ ہم موسم خزان کو دیکھتے ہیں یا جاڑے کے دنوں میں جنگل میں سے گذرتے تو یہہ نیچیر کی تبدیلیاں ہمیں اور بڑی تبدیلیوں کی یاد دلاتی ہیں جو ہمیں اس ہماری دنیا سے آہستہ آہستہ نکالکے اس نئی اور عجیب دنیا کی طرف لئے جاتی ہیں جس سے ہم ایسے ہی ناواقف و بےخبر ہیں جیسے لوگ اُس نئی دنیا سے تھے جسے کلمبس نے دریافت کیا ان واقعات سے ہمارے دل میں ایک بڑی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہمارا ایسا گھر ہو جس میں موت نہ پہنچ سکے جسکی دوستی میں وقت سے نقصان نہ آئے جس کے پھول کبھی نہ کُملائیں اور جسکی ہستی تبدیلی سے مبرا ہو۔

ہم جس پائیداری کے منتظر و خواہاں ہیں اُس کا اس زبور کے آخری لفظوں میں وعدہ پایا جاتا ہے۔ اور ایسے سادہ عام فہم لفظوں میں جیسے "گھر" اور "ماں" لیکن توبھی وہ مطالب و معانی کے خزانے ہیں۔ یہہ زبور ایسی تبدیلیوں سے

بھرا ہے جیسے زندگی ہر دم تمہارے زمینی سفر کی ایک نئی تصویر بڑے شوخ رنگوں
اور صاف خاکہ میں کھچی ہے - آخری آیت میں تو تکلیفوں کا دریا جو کنی چٹانوں سے
ٹکراکر جوش مارتا پھرتا تھا آخر اَبدِیّت کے گہرے سمندر میں جا گرتا معلوم ہوتا ہے -
اور اُس کی لہروں سے جب وہ زمانہ کے کناروں پر موج زن ہوں ہمیشہ یہی نغمہ نکلتا
رہتا ہے کہ ''ہمیشہ تک'' -

اس میں شک نہیں کہ ہماری اس زندگی کی تبدیلیاں ضرور ہیں کہ اُس
نا تبدیل زندگی کیلئے ہمیں تیار کریں - زمانہ ابدیّت کے لئے تیار ہونے کو ایک
پوشاک بدلنے کا کمرہ ہے - زمین اُس حقیقی زندگی کے لئے تربیت گاہ ہے جو
ابدیّت شروع ہوگی - جب یہاں ہمارا آخری سبق ہوئے گا اور سکول کا آخری
گھنٹہ بج چکے گا - جو کہ اب واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ
سب ہمارے کیرکٹر (سیرت وچلن) کے کامل کرنے کا سامان ہے اور جب ہم ایک
دفعہ ابدیّت میں پہنچ گئے تو یہہ سب کچھ رات کے خواب کی مانند بھول جائینگے -
یہہ ابدیّت اِن معنوں میں پائیدار ہے کہ وہ ہمارے اصلی حال میں سے کچھ لے نہیں
لیتی پر اُسے کامل کرتی ہے - جیسے بیج تب ہی مرتا ہے جبکہ اُس میں سے ایک
اعلےٰ زندگی پیدا ہو -

لیکن پائیداری کے خیال سے یہ خیال بہتر ہے کہ آسمان ایک گھر ہے'' یہہ خدا
کا گھر ہے'' نئے عہد نامہ میں مسیح کے اِن لفظوں کا کہ ''میرے باپ کے گھر میں
بہت سے مکان ہیں'' صاف اور سیدھا مطلب یہہ ہے کہ خُدا کا گھر -
اس لفظ گھر میں کیسا سحر ہے! وہ گمراہ کو دنیا کے کناروں سے کھینچ لاتا ملاح
سپاہی اور سیاح سے بڑے بڑے کار نمایاں کراتا ہے - ماں کی پیاری یادوں سے
بڑے سخت ملزم کا دل بھی نرم ہو جاتا ہے - زندہ دلی آنکھوں میں آنسو کی بیچتے

آنسو بھر آتے ہیں۔ ایک غریب عورت کیا کچھ نہ کریگی اگر وہ اپنے لڑکوں کو صرف اپنے گھر میں رکھ سکے چاہے کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو گھر کے موافق کوئی جگہہ نہیں ہے ہمارے بڑے دن کی عید گھر کی عید نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ گھر جو ایک بے گھر شخص کے ذریعہ سے برپا ہو گئے اُس کی سالگرہ کی خوشیاں مناتے ہیں۔

بھلا وہ کیا چیز ہے جو گھر کے خیال کو ایسا عزیز بناتی ہے۔ وہ جگہہ تو نہیں۔ یا انیٹ چونہ یا وہ باغ جہاں ہم بچپن میں کھیلا کرتے تھے نہ وہ اسباب جو عزیزوں کی یاد دلاتا ہے۔ نہیں یہہ چیزیں گھر نہیں بناتیں۔ یہہ سب کچھ اُن پیارے شخصوں کے بغیر جو اُن میں رہتے تھے کچھ بھی نہیں۔ ایسے گھر میں رہنا تو وبال جان ہو جائے۔ اور ہمارا گھر وہی ہے جہاں باپ ماں۔ بھائی بہن۔ بیوی بچے۔ ہوں جہاں غیر شخص کی حاضری سے ہماری روزمرہ کی زندگی میں کچھ فرق نہ پڑے۔

اب ہم اُس آسمانی گھر کی طرف توجہ کریں جسکی بابت ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہمارا اچھا گڈریا واں آگے گیا ہے۔ غور کر کے دیکھیں کہ اس دنیا کے گھر سے اُسے تمثیل دینے سے ہمیں اور کیا حال معلوم ہوتا ہے۔ وہ سوشیل تعلقات کی زندگی کے معنے میں ایک گھر ہے۔ ہم خُدا کی حضوری میں ایسے بے تکلیف ہونگے جیسے بچے اپنے ماں باپ کے گھر میں جنہیں وہ بدل پیار کرتے ہیں۔ واں ہم ایک دوسرے کو پیار کرینگے اور ایسی آزادی سے بات چیت کرینگے جیسے ہم ہم عمر بچپن کے دنوں میں ملکر جنگلوں میں پھول توڑنے کو جاتے اور باہم خوشی خوشی باتیں کیا کرتے تھے۔ یا جیسے بڑے دن کو روشن آگ کے گرد بیٹھے خوشی کرتے تھے۔ اس تصویر کو خیال میں لاؤ کہ ایک بڑے خاندان کے سب عمر کے لڑکے چھہ برس کی عمر سے لیکے جوان آدمی تک جو اپنی زندگی بڑے شہر میں شروع کرنے پر ہے سب اپنے خاندانی گھر میں ضیافت کیلئے جمع ہوں۔ اس تصور سے ہم اس آنے گھر کا کچھہ سمان خیال میں لا سکتے ہیں جب فرشتے

کے گیت اور مہربانی کے درمیان آخری بچہ باپ کے گھر میں داخل ہوگا اور تمام مخلوقات آسمان اور زمین پر باپ کے گھر میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائیگا جہاں کبھی جدائی نہیں ہے کبھی باہر جانا نہیں اور کبھی اُس بڑی خوشی کی ضیافت کا آخر نہیں -

یہہ لفظ اُن غمزدہ لوگوں کے لئے سحر کا کام کرینگے جو دنیا کے سب اطراف میں ہیں اور جنکے دل اس گھر کی آرزو میں غم آگین ہو جاتے ہیں - ہاں جنکے دل میں اکثر یہہ آتا ہے کہ کاش ہم پھر چھوٹے بچے ہو جائیں کہ دوسرے ہماری خوشی اور آرام کا فکر کریں اور ہمیں اپنے اور دوسروں کے لئے فکر کرنا نہ پڑے اور ان خیالوں کے ساتھ شاید تازہ ہونیکے آنسو بھی ملے ہوں - اور اُن قبروں کے خیال آتے ہوں جو ایسی نئی ہیں کہ اُنپر ابھی پھولوں کے اُگنے کا موقع بھی نہیں ملا -

چلو ایسے خیال چھوڑ دو ہمیں دنیا کی سختی کے سامنے کمزور کرتے ہیں وہ ہم کو ڈھیلے کر دیتے ہیں - اُنپر دل لگانا اچھا نہیں - اگر پہلا فردوس ہمسے چھینا گیا ایسا کہ فرشتہ تلوار کھینچے کھڑا ہے کہ ہمیں اُس میں داخل نہ ہونے دے - تو ایک اور بہتر فردوس ہمارے آگے ہے جس کے دروازوں پر فرشتے کھڑے ہمیں بلا رہے ہیں - وہ ہمارے باپ کا گھر ہے اب جدائی کا خیال نکرو بلکہ پھر ملنے کا - پہلے زمانہ میں جب لوگ جہاز پر جاتے تھے تو حد پر پہنچنے تک اُن دوستوں کی صحت کا جام نوش کرتے تھے جو پیچھے چھوڑ گئے لیکن جیسے وہ حد کے پار ہو جاتے وہ اُن دوستوں کی صحت کا جام پیتے جو آنیوالے تھے ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے خیال اُن دوستوں پر لگائیں جو آگے ہیں اور شکر ہے خدا کا یہہ وہی ہیں جنکو ہم ہمیشہ پیار کرتے ہیں اور تھوڑی دیر سے کھو بیٹھے ہیں مبارک وہ ہیں جنکے لئے آسمانی گھر کی یاد تسکین کرتی ہے کیونکہ وہ گھر پہنچیں گے -

اِن لفظوں میں بڑا یقین پایا جاتا ہے - اور یسوع کو ذرا بھی شک نہیں کہ وہ اُس گھر میں ہوگا - وہ بھی گمراہ بھیڑ تھا - اُس کی زندگی بے سبب نہیں

اُسکا مزاج آسمانی باشندوں کی مانند محبتی اور صلح پسند نہیں بلکہ تیز اور جنگ جُو۔ تو بھلا وہ کس طرح وہاں پہونچیگا؟ اور ایسا بڑا یقین اُسے کیسے آگیا؟ اُسے یقین تھا کہ جب تک بھیڑیں باہر میدان میں رہیں۔ اچھا گڈریا کبھی اندر آرام سے نہیں رہ سکتا۔ "جہاں میں وہاں تم بھی ہوگے" اور ہمارے پاس ایک اور بھی بڑا وعدہ ہے جسکو ہم خوشی سے اپنا بنا سکتے ہیں۔

چونکہ ہمنے مسیح پر بھروسہ رکھا اور اُس کے ساتھ ایک ہو گئے۔ چونکہ ہمنے اپنے دلوں میں ہمیشہ کی زندگی کا بیج بویا جس کی اصل ہی آسمان ہے۔ چونکہ ہمیں اُس آسمانی حصہ کا وعدہ حاصل ہے جسکا کہ روح القدس گواہ ہے۔ چونکہ خدا کا وعدہ اور قسم ہم کو ہمیشہ کی برکت کا یقین دلاتی ہے اور اِن دونوں میں نااُمیدی ناممکن ہے ہاں جب یہہ سب وعدے اور دلائیل ہمارے پاس موجود ہیں تو سب سے غریب اور کمزور اور نا اُمید اور چھوٹا ایماندار جو اِن لفظوں کو پڑھے یقین سے کہہ سکتا ہے۔ "میں خُدا کے گھر میں ہمیشہ تک رہونگا۔"

داؤد کو ایک معنے سے فردوس میں داخل ہونے سے پیشتر اُس کا لُطف حاصل تھا۔ اُس کے نزدیک خدا کا گھر کوئی ایسی چیز نہ تھی جو زمانہ آئیندہ میں حاصل ہو بلکہ اِس زمانہ حال میں اُسکی تحصیل ممکن تھی۔ ایک اَور زبور میں وہ القادر کی پوشیدہ جگہہ میں ساتھ رہنے کا ذکر کرتا ہے پھر ایک اور مقام میں وہ یہہ کہتا ہے "میںنے خُدا سے ایک ہی بات مانگی ہے اور اُس کو ڈھونڈونگا۔ کہ میں خُدا کے گھر میں اپنی زندگی کے تمام دن رہوں اور خدا کا جلال دیکھوں" زبور ۲۷: ۴۔ لیکن یہہ شخص بادشاہت کے کاموں میں ایسا مشغول تھا کہ وہ پاک محلوں میں رہ نہیں سکتا تھا اگرچہ وہ اُنکے لئے ایسے تڑپتا تھا جیسے ہرنی پانی کے سوتوں کے لئے تڑپتی ہے۔

تو بھی کیا ہم شک لا سکتے ہیں کہ اُنکی دلی دعا ضرور پوری ہوگئی اور اُسکا دلی ارادہ

کام کیا ہوگا؟ ایک طرح سے جیسے وہ اپنے گھر میں تھا یا زیتون کے پہاڑوں میں
یا یردن کے پار جنگلوں میں وہ ہمیشہ خدا کے گھر میں تھا اُس کی خوبصورتی کو دیکھتا
اور اُسکی مرضی کو دریافت کرتا تھا۔ خدا کا گھر کیا ہے خدا کی حضوری جیسے پُرایمان اور
پیار [illegible] ہمیشہ محسوس کرتی ہے ہم بھی کیوں خدا کے گھر میں اس پاک اور مبارک طور سے
نہ رہیں ہمارا بہشت اُس دن سے شروع نہ ہو جس دن کہ ہم آسمانی شہر کے پھاٹک
میں داخل ہوں گے لیکن اُس دن سے کہ ہم اپنے لباس کو برے کے خون سے دھوکے
سفید کرتے ہیں ہم ہر وقت اور ہر جگہہ اُس خدائی حفاظت گاہ کو پا سکتے ہیں جو کہ ہر زمانہ
میں اپنے لوگوں کا گھر اور پناہ اور چھپنے کی جگہہ رہا ہے۔ ہر جگہہ اور ہر وقت ہم اُس
پاس طوفان اور آندھی سے پناہ لے سکتے ہیں۔ ہر وقت اور ہر جگہہ ہم اُسکی نیچر کو نہ صرف
اپنا قلعہ اور پناہ گاہ بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی ہیکل۔ کاشکہ روح القدس ہر ایک کو یہہ
طاقت دے کہ خدا کے گھر میں ہر گھنٹہ رہنا ہم ممکن سمجھیں۔ جہاں کہ تمام آنسو جیسے
وہ بہتے ہیں پونچھے جاتے ہیں۔ جہاں فکر خلل نہیں ڈالتی۔ جہاں اچھا گڈریا اپنے
جھنڈ کو ایسی ہری ہری چراگاہوں میں لے جاتا ہے کہ وہ کبھی بھوکی نہیں ہوتیں اور ایسے
پانیوں کے پاس لیجاتا ہے جہاں وہ کبھی پیاسی نہیں ہوتیں اور ایسے ٹھنڈے گہرے
سایہ میں جہاں کہ سورج انکو تکلیف نہیں دیتا اور نہ چاند راتکو۔ آسمان میں پہونچنے سے پیشتر
ہمیں آسمان مل جاتا ہے۔

کیا ہم اس آسمانی حالت میں رہتے ہیں بہت سی حالتیں ہیں جنہیں رہنا ہم اپنے
لئے چن سکتے ہیں۔ جیسے کہ گرجہ کی حالت جس کے ہم ممبر ہیں یا اُس مسیحی جماعت کی طرح
جسمیں کہ ہم ملتے ہیں یا وہ عام حالت جسمیں عام لوگ رہتے ہیں اور جو وہ کرتے ہیں ہم
بھی کریں لیکن یہہ اُنکے واسطے جو اُس چیز کے ڈھونڈھنے کی پیروی کرتے ہیں جو کہ
مسیح نے اُنکے واسطے خریدی ہے مناسب نہیں۔

خاص دو حالتیں ہیں جنپر ہمکو غور کرنا چاہیے اور جن دو میں سے ایک کا چن لینا ضرور ہے ایک یسوع مسیح میں قائم ہونے [illegible] ہے پہلے تجربہ کی حالت پہلے کے مطابق تو ہم موت سے گذر کے قیامت اور صعود کیطرف پہونچگئے اور اُس جلال کی بیشنی میں بیٹھے ہیں جو مسیح کے تخت سے جھلکتی ہے۔ دوسری کے مطابق ہمارے حالات کے موافق بدلتی رہتی ہے ہم کبھی تو اُبھرے ذریعہ سے ہوا کے اوپر پہونچ [illegible] اور دل شکستہ یت یاس سے [illegible] پیچھے [illegible] [illegible] جاتے ہیں۔

پہلی وہ حالت ہے جس میں ہم [illegible] خدا [illegible] [illegible] جو ہم آپ اپنے واسطے چنتے [illegible] اپنے واسطے [illegible] [illegible] تعجب کی بات ہے کہ ہم مایوس و دل شکستہ [illegible] میں [illegible] اپنے لئے [illegible] کی جاں کاہ پستی اور ابدیت کی بجائے [illegible] پیدا [illegible] تبدیل اور اونچی نیچی ہونیوالی ہونیوالی ہاور ایسے خدا کی مضبوط اور نہ بدلنے والی ہونے سے بدل لیا ہے۔

ہر ایک کو اپنے سے یہہ سوال کرنا واجب ہے کہ میری زندگی کیحالت کیا ہے؟ کیا میں اپنی مرضی کی زندگی یا خدا کی مرضی کی زندگی بسر کرتا ہوں؟ کیا میں ایک زندہ اور صعود یافتہ شخص کیطرح زندگی بسر کرتا ہوں کہ گناہ اور موت جسکے پیچھے رہ گئے ہوں اور جسکے آگے ہمیشہ کی زندگی ہو۔ افسوس کہ ہم میں سے بہت اپنی زندگی کی اونچائی کو اپنے تجربہ کی نیچائی سے ناپتے ہیں بہ نسبت اُس کے کہ اپنے تجربہ کو اپنے خداوندکی زندگی کی اونچائی کی طرف اُٹھائیں

ایمان جب پوری طرح کام میں لایا جانے تو دو باتیں کرتا ہے۔ پہلے یہہ کہ اُس کا حق ہے جو اگرچہ ہم کو معلوم نہیں لیکن خدا کے کلام کے پڑہنے سے ہم دعوے کر سکتے ہیں۔ دوسرا یہہ کہ خدا کی طاقت سے اُس حق کو روزمرہ کے تجربہ میں ایک سچائی بنالیں۔

ہم اکثر یہہ دیکھتے ہیں کہ ہم اُس جگہہ جہاں کہ رسول کے مؤثر لفظ کہتے ہیں کہ ہونا چاہئے ہم نہیں ہیں۔ رومی ۶ باب۔ افسی ۲ باب۔ کلسی ۳ باب میں رسول کہتا ہے کہ ہم زندہ کئے گئے اور

مسیح کے ساتھ سلطنت کرتے ہیں اور مسیح کے دشمن اور ہمارے دشمن ہمارے پاؤں کے نیچے کئے گئے۔ لیکن ایمان کلام اللہ کی نصیحتوں کو اپنا بنا لیتا اور اپنے خیال و تجربہ کو جھوٹا سمجھکر خدا کے کلام کو برحق مانتا ہے۔ ہاں بلکہ اس سے بھی آگے جاتا ہے۔ اگر وہ خدا کی طاقت اور قدرت کو تھام لیتا ہے اُس قدرت کو جس نے مسیح کو یوسف کی قبر سے اُٹھا کر اپنے باپ کے جلال کے دہنے جا بٹھایا اُس قدرت کو پکڑ کے ایمان سمندر کی لہروں پر چل سکتا ہوا کی بلندی پر چڑھ جاتا۔ اور اپنے آپ کو ایسا قائم رکھ سکتا ہے جیسا بادشاہ تخت پر اور جہنم کے تمام حملوں سے بچا رہ سکتا ہے صعود اور الٰہی طاقت کے بغیر۔ آسمانی اور صعودی زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔ اور یہہ ہر ایک ایماندار کی پہونچ میں ہے۔ فلپیوں ۱: ۱۹۔ اس تسلیم اور ایمان کی حالت میں رہنے کیلئے روح القدس کی مدد درکار ہے تاکہ ہماری زندگی میں خدا کا ہمیشہ کا فضل ڈالتی رہے۔ وہ یادداشت کی روح ہے جو ہمکو ہمیشہ یادداشت کی حالت میں رکھتی ہے اور ہر ایک امتحان کی گھڑی میں ہمیں یاد دلاتی اور تمام چیزوں کو ہماری یاد میں لاتی ہے۔

اگر ہم صرف اسی طرح رہ سکیں تو ہماری زندگی خوشی اور خدمت میں گذر جائیگی۔ اور ہماری زندگی کی کہانی اس داؤد کے زبور کی مانند ایک زبور بن جائیگی۔ شاید وہ بھی ایک کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے گڈریا کی خبرداری کے بیان سے شروع ہو۔ لیکن وہ ہمیشہ اسی ایک حالت میں ٹھہری نہ رہیگی۔ وہ آسمان کے پھاٹکوں تک پہونچ جائے گی خوشی کے گیت گائے گی وہ اپنی زندگی کے دن ان چمکتی ہوئی چراگاہوں میں جنکا سورج خدا آپ ہے گذاریگی وہ آخر کو اس پاک اور جلالی خاندان میں پہنچ جائیگی جسکا ہر ایک شخص بغیر ڈر اور بغیر شیخی کے یہہ کہہ سکتا ہے کہ "میں ہمیشہ تک خدا کے گھر میں رہونگا۔ (خاتمہ)

لوینا

وادی میں نور

پانچواں باب

آگ سے پرکھا گیا

چند ہفتے بعد شہر ریلیس میں ایک غیر معمولی شورش پھیلی ہوئی تھی - ایک فربہ صورت پریسٹ - رومن کیتھولک گرجا کے جنگلے پر سہارا لئے بڑی دلچسپی سے ایک طرف بغور دیکھ رہا تھا اتنے میں ایک غریب شخص نے لٹے سلام کیا :-

واجب العزت باپ! کیا آپ مہربانی سے اگر میرے بیٹے کو دفن کرینگے - ریورنڈ فادر نے جسے فادر بارتلیمو بھی کہا کرتے تھے - آہستہ سے آنکھیں اٹھا کر اس شخص کی طرف دیکھا -

جیک یہ دوسری بار ہے کہ تم یہاں آئے ہو - تمہیں تو معلوم ہے کہ میری فیس کیا ہے تیئیس فرانک - ایک کوڑی کم نہیں - اور فادر بارتلیمو پھر منڈی کی طرف دیکھنے لگا -

لیکن هولی فادر! میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے اپنے لخت جگر کی بیماری پر لگا دیا - اور بیالہ اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے -

میری فیس تیئیس فرانک ہے - اس کے بغیر میں یہاں سے ہلنے تک کا نہیں - ہر ایک لفظ بڑے صاف طور پر کہا گیا -

فادر! میں تمہاری منت کرتا ہوں -

جیکو! دور رہو -

ہاں - آج تم اس دلچسپ نظارہ سے غیر حاضر ہونا نہیں چاہتے - فیس ملے یا نہ ملے اور ایک اور خندہ رو پریسٹ فادر تلیمو کے پاس آکھڑا ہوا -

میں تو ایسے نظارے کے لئے خوشیں فرانک بخوشی دوں بدعتوں کا جلانا ایک صاف کرنے والی آگ ہے جو ہماری کلیسیا کو پاک رکھتی ہے - آؤ اس بینچ پر بیٹھ جائیں - وہاں سے نظارہ خوب دکھائی دیگا اور میں بھی آرام سے بیٹھونگا -

اچھا - (دوسرے پریسٹ نے کہا) میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جلنا کیسا ہوتا ہے - اوہ - شکر ہے - میں بدعتی نہیں اور جلنے کی کہو تو میں کسی چیز کی خاطر جلنا گوارا نہ کروں - اپنے مادر چرچ کے لئے بھی نہیں -

ہوش کی تو - فادر تلیمو نے کہا -

.. ..

ادھر سورج طلوع ہوا - پرند چہچہانے لگے - تماشائیوں کا ایک ہجوم لگا تھا کہ جین برنیڈ کو مقتل کی طرف لیگئے -

کئی لوگ تو ایسے رنگیلے کپڑے پہنے اور خوش وخرم نظر آتے تھے کہ گویا کسی میلے پر جا رہے ہیں لیکن بعض آبدیدہ بھی تھے - چند سرگرم رومن کیتھولک اپنے تمام مقدسوں سے دعا کر رہے تھے کہ یہہ بیچارہ شخص اب بھی تائب ہو - اور پھر وہ یہہ دعا کرتے تھے - کہ ہم پر کوئی ایسی مصیبت نازل نہ ہو بعض اپنی تسبیحوں پر دعائیں پڑھتے تھے - لکڑیوں کے انبار کے پاس ایک جوان لڑکی یوں رعب داب سے کھڑی تھی کہ گویا کوئی ملکہ کھڑی ہے - ایک شخص پاس سے اسے طرح طرح کی باتیں کہتا اور اُسے ستا رہا تھا لیکن وہ کسی کی چشم براہ معلوم ہوتی تھی اور اُس کے دل میں ایک اور صرف ایک ہی خیال تھا - آخر کار قیدی سپاہیوں کے درمیان آپہنچا - اُس کے ہاتھ بندھے تھے - کلیرانے - (یہہ وہی لڑکی تھی) فوراً آگے بڑھکر اپنے باپ کے گلے میں ہاتھ

ڈالدے۔ جبین کے چہرے پر ایک ایسا نور چمک رہا تھا جس کی نظیر خشکی یا تری میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ اور اُس نے اُسے اپنے بازوؤں میں لینا چاہا۔

ایک شخص نے جو پاس کھڑا تھا از راہِ ترحم کہا کہ اسکے ہاتھ تو کھول کہ دو آخری بار اپنی بیٹی سے بغلگیر ہولے۔ وہ سنٹ کا ممبر تھا اور ایک سپاہی اُس کے حکم کی تعمیل کرنے ہی کو تھا کہ آواز آئی۔ خبردار۔ اچھا کھولو تو۔

بہت اچھا فادر بارتلیمو۔ اور بیچارے جبین کو اُسی طرح آگ کی طرف لیگئے۔

آگ سے دھواں اُٹھا جس نے جبین اور اُس کے آس پاس کے لوگوں کو ملفوف کرلیا۔ اس دھوئیں میں سے کلیرا۔ بڈّ کا چہرہ روشن ستارے کیطرح درخشاں تھا۔ ایک لڑکی پھول لئے پاس کھڑی تھی اور جنبیلی کی خوشبو سے ساری ہوا مہک رہی تھی۔ شعلوں کے درمیان سے ایک مضبوط صاف آواز آئی کہ گو میں سایہ کی وادی میں سے گذروں۔

کلیرا نے دھیمے سے کہا۔ میں تجھے ہرگز ترک نہ کرونگا۔ اور نہ تجھے فراموش کرونگا۔ آگ سے پھر ایک دھیمی آواز آئی .. .. وادی میں نور ہے۔ اور یوں وہ آگ کی رتھ میں اوپر اُٹھا یا گیا۔ حالانکہ پس ماندے کہتے رہگئے۔ میرے باپ! میرے باپ!۔

.. ..

چند رحم دل لوگ پکار اُٹھے کہ آہ بیچاری بیہوش ہوگئی۔ کلیرا کی حالت پر اُنہیں رحم آگیا اور کہنے لگے کہ ہم اسے اپنے گھر لیجاتے ہیں۔ پاس سے ایک رشتہ دار نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں اور اُسے بیہوش اُٹھالے گیا۔ کلیرا کو رنج و ماتم کیلئے وقت نہ تھا۔ اُسکی بیچاری شکستہ دل ماں اُس کی تسلی کی محتاج تھی۔ اور اُس دن سے گھرانے کا بڑا بوجھ اُس کے کاندھوں پر ڈالا گیا۔ اور اسی میں خدا کی رحمت تھی۔ دوسروں کی خدمت کرنے میں اپنا غم بھول جاتا ہے۔

مسیحی

حقیقی برکت

لیکن اُس نے کہا کہ زیادہ مبارک ہیں وہ جو خُدا کا کلام سُنتے اور اُسکو بجا لاتے ہیں لوقا ۔۱۱: ۲۸

مسیح کا یہہ قول جسکی طرف اب ہم متوجہ ہوتے ہیں انجیل کی تعلیم کی ایک خاص صفت اور حقیقت کو بیان کرتا ہے بھیڑ میں سے کسی شخص نے جسکا نام اور پتہ ہم تک نہیں پہنچا جوش میں آنکر کچھ پکارا ۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خُداوند نے بھی بے ساختہ پرداختہ اُس کے جواب میں کچھ کہدیا ۔ تاہم اس جواب میں ایک لاانتہا اور پاتال سے زیادہ گہری تعلیم ہے ۔

ہر زمانہ میں آدمی کا خاصہ رہا ہے کہ وہ بیرونی نشانات کو اندرونی شہادت اور حقیقت کی نسبت زیادہ پسند کرتے اور ڈھونڈھتے ہیں ۔ یعنے وہ اندرونی روحانی حالت کی طرف اسقدر غور نہیں کرتے جسقدر کہ آدمی کے ظاہری کاموں کو دیکھتے ہیں ۔ اسطرح مذہب اور اعمال میں ایک غلط اور فرضی فرق پیدا کر لیتے ہیں ۔ خداوند کا مذکورہ بالا قول اس عظیم غلطی کی جڑھ کو کاٹتا ہے ۔

مناسب ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے ہم اس حالت کو جسکے درمیان یہہ الفاظ کہے گئے بغور دیکھیں ۔

خداوند اپنے قاعدے کے مطابق کلام کرتا رہا ہے ۔ ایک وقت اُس کے مُنہہ سے دھمکی کے الفاظ نکلتے ہیں پھر فوراً وہ تسلی فضل اور سچائی کی مرہم زخمی دلوں پر لگاتا ہے ۔ اسکے تیر سُننے والوں کے دلوں میں گہرے چبھتے ہیں ۔ مغرور فریسی کی بے آب آنکھہ اب اُسکی آنکھہ سے دوچار ہونے کی تاب نہیں رکھتی ۔ لیکن تایب اور فروتن دل اس کے الفاظ سے راحت اور تشفی پاتے ہیں ۔ اس نئے ربی کے کلام میں ایک سیدھائی گہرائی حیات زندگی معلوم ہوتی ہیں ۔ اس کے چہرے میں زور اور قوت ہے ۔ اسکے کلام کا مقابلہ فریسیوں کے

کلام سے کرو تو ایک عجیب فرق نظر آتا ہے فریسی بے حقیقت اور بے جان اور منطق چھانٹتے
ہیں وہ مصنوعی باریکیاں بیان کرتے ہیں۔ وہ سفید کو سیاہ اور لال کو سبز کر دکھاتے
ہیں۔ وہ عجیب عجیب حکمتیں ایجاد کرتے ہیں جنکے وسیلہ سے آدمی خدا کے صاف و صریح
احکام سے گریز کرسکے اور مذہب کے پردہ میں حرامکاری خون اور چوری کیا کرے۔ کسی
نے سچ کہا ہے کہ اسلام بگڑی ہوئی یہودیت ہے۔ دیکھو کس حکمت سے محمدی کشتار اور لوٹ
جہاد اور غنیمت کے پیرائے میں حرامکاری خون اور چوری کو جائز بنا لیتے ہیں اور پھر دیندار
کے دیندار بنے رہتے ہیں۔ یہہ فریسیوں کے نمونے محمد عربی کی کوشش سے ابتک زندہ
اور موجود ہیں) لیکن مسیح کے الفاظ کی اور ہی کیفیت ہے۔ لوگ اس کا کلام سنتے
تھے۔ شاید اُن میں کوئی عورت بھی تھی جسکو خدا نے اولاد عنایت کی تھی۔ مسیح کے الفاظ
سنکر اس عورت کا دل بھر آیا اور وہ دفعتاً پکار اُٹھی کہ اُس عورت کا بڑا فخر ہے جسنے تجھسا
بچہ جنا۔ کونسی ماں ہے جو آرزو نہیں کرتی کہ اُس کے بچے تیری مانند ہوویں تیری مانند
حلیم۔ تیری مانند شہزور۔ تیری مانند پاکدل نیک اور عقلمند۔ اور مبارک ہے وہ
پیٹ جس میں تُو رہا اور وہ چھاتیاں جو تونے چوسیں۔

اس عورت کا یوں پکارنا بالکل ایک فطرتی معاملہ ہے۔ وہ رہ نہ سکی اس لئے یوں بول اُٹھی
اور ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اس بھیڑ کی بھی جسکے بیچ میں وہ عورت تھی یہی رائے ہوگی۔
اور درحقیقت مسیح کی ماں مبارک تھی۔ وہ عورتوں میں سب سے زیادہ مبارک کہلاتی
ہے۔ الہامی آواز نے اُس کو یہہ لقب دیا ہے۔ اور اس وقت سے لیکر ہر مسیحی کی زبان نے
اس پاک کنواری کو مبارک کہا ہے۔ روح سے معمور ہوکر اُسنے خود بھی اپنے جلال پر گواہی
دی جب کہا کہ دیکھ اسوقت سے ہر زمانہ کے لوگ مجھے مبارک کہینگے۔ اور زمانہ نے اُسکے
الفاظ کو جھٹلانے کی جرأت نہیں کی۔ اس امر میں انجیل اور روایت کی گواہی یکساں ہے۔ البتہ
کلیسیا کے بعض حصوں نے اسکی پرستش کرکے اسکی توہین کی ہے۔ تاہم باوجود تمام انسانی غلطیوں کے

مریم آج تک مُبارک ہے۔

اس عورت نے سچ کہا۔ اس کے الفاظ میں نہ جھوٹ کی آمیزش تھی اور نہ مبالغہ کی۔ تاہم خداوند نے اسمیں ایک نقص پایا۔ اُس کا کلام نا کامل اور یکطرفہ تھا۔ اس نے ایک ادنیٰ سچائی کو بیان کیا لیکن اُس کے قریب کی اعلیٰ سچائی کو چھوڑ دیا۔

جواب میں ہمارا خداوند اس کے قول کو غلط نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ وہ تو بالکل سچ تھا۔ لیکن گویا اس ادنیٰ بلندی پر قدم رکھکر اس سے بڑی اعلیٰ بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پہلے اس کو پھر اس کے ذریعے سے ہمکو اور ہر زمانہ کی کلیسا کو وہ یُوں فرماتا ہے:۔

کیا تم اس کو برکت کا باعث سمجھتے ہو کہ تم قومیت یا رشتہ میں میرے قرابتی ہو۔ کیا ظاہری تعلقات کو۔ اکٹھے کھانے پینے کو ہمراہ سفر کرنے کو تم برکت سمجھتے ہو۔ اگر برکت کی نسبت تمہارا صرف اتنا ہی خیال ہے تو تمہاری برکت افلاس ہے۔ تمنے ابھی تک مجھے اور میری انجیل کو ذرا بھی نہیں سمجھا۔ یقین جانو حقیقی برکت ان باتوں میں نہیں ہے۔ رشتہ داری اور جسمانی تعلقات اعلےٰ برکات کے باعث نہیں ہیں۔ ان بیرونی اشیاء میں کوئی بڑی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ یہہ سب چند روزہ اور گذرنے والی ہیں۔ لیکن مَیں اور مِیں نے بندے ہمیشہ کے لئے اور آسمانی ہیں۔ جسمانی تعلقات کبھی برکت ہوتے ہیں لیکن اکثر اوقات وہ لعنت کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر تم حقیقی برکت کو ڈھونڈو تو مِیرے نئے وسیلے سے پاکیزگی ساتھ رفاقت حاصل کرو۔ اپنے دل کو مِیرے نئے دلکے ساتھ ملا دو۔ مِیری مانند خیالات پیدا کرو۔ میری سی زندگی سے زندہ ہوجاؤ۔ تب تمہارا میرے ساتھ ایک ایسا رشتہ پیدا ہوگا جو تمام جسمانی رشتوں سے اعلیٰ ہے۔ تم ماں بھائی اور بہن کی نسبت میرے زیادہ نزدیکی رشتہ دار بن جاؤگے۔ کیونکہ اس حالت میں تم میرے ساتھ ایک ہوجاؤ گے۔ تم میری ہڈیوں میں سے ہڈی میرے گوشت میں سے گوشت ہوجاؤ گے۔ تم مجھے اس طرح ملجاؤگے جسطرح میرے اعضاء مجھسے ملے ہوئے ہیں۔ پھر کوئی چیز ہم کو جُدا نہ کرسکے گی۔ ابدالآباد کے

لئے بذریعہ میرے تم باپ پاس ملجاؤگے ۔

تم میری والدہ کو مبارک کہتے ہو۔ البتہ وہ مبارک ہے ۔ لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کس لئے مبارک ہے ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اُس کی برکت کوئی جسمانی برکت نہیں بلکہ روحانی ہے۔ وہ اس واسطے مبارک ہے کہ اس کا دل مجھسے ملا ہؤا ہے ۔ اُس میں وہی ایمان ہے جو مجھ میں ہے ۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں داخل ہو چکی ہے ۔ اس میں اسکی برکت ہے کہ بباعث اپنی پاکدامنی اور عصمت کے بباعث اپنے حلیم ایمان اور خدا پر کامل بھروسے کے وہ آدم اور حوا کی بیٹیوں میں سب سے اعلےٰ ٹھہری یہانتک کہ جہان کا منجی اس سے پیدا ہوا ۔ اُس کے مبارک کہلانے کی یہی وجہ تھی کہ جب اس اعلیٰ رتبہ کی خبر اسکو پہونچی تو اُس نے آسمانی پیغام لانے والے کی خبر کو یقین کر لیا ۔ کہ جب آسمان سے ہدایت پاکر گڈریئے اُس کے بچے کی زیارت کے لئے آئے تو اُس نے خاموشی کے ساتھ اِن باتوں کو یاد رکھا اور اُنپر غور کرتی رہی کہ وہ اس عجیب لڑکے کو دن بدن بڑھتا دیکھتی تھی اور اُس کی عجیب آسمانی باتوں کو سُنکر دلمیں اُنپر سوچا کرتی تھی ۔ ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ بچہ محض اپنے بچپن کے باعث اسکے ایمان کے لئے ایک بھاری آزمائش تھا ۔ ہاں اس والدہ کی برکت ایک عظیم الشان برکت تھی اور کون اُس کے نزدیک پہونچ سکتا ہے ۔ لیکن اُنے سُننے والو مریم کی برکت تم میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کو مل سکتی ہے ۔ کیونکہ جو کوئی خدا کی مرضی کو بجالاتا ہے میری ماں میرا بھائی اور میری بہن وہی شخص ہے ۔

مذکورہ بالا خیالات مسیح کے الفاظ سے پیدا ہوتے ہیں ۔ وہ سچائی جو ہم اُنسے سیکھتے ہیں انجیل کی جڑھ اور بنیاد ہے ۔ وہ ایک عام سچائی ہے لیکن کوئی دن نہیں گذرتا جس میں ہم اسکو نہیں بھولتے ۔ اور صرف اسی میں وہ زندگی ہے جس سے اشخاص اور کلیسیائیں زندہ ہو سکتی ہیں ۔ خدا روح ہے اور چاہیئے کہ روح اور راستی سے اُس کی پرستش کی جائے۔ [illegible] نمود کے ساتھ نہیں آتی ۔ آسمان کی بادشاہت آسمان کی سلطنت [illegible]

بادشاہی کھانا اور پینا نہیں بلکہ روح القدس کے وسیلہ سے راستبازی صلح اور خوشی ہے۔
خدا کسی شخص کی رعایت نہیں کرتا۔ اب سے کسی کو جسمانی طور پر نہ پہچانو۔ اگرچہ ہمنے مسیح کو
جسمانی طور پر جانا تاہم آیندہ کو ہم اُسے اسطرح نہ جانینگے"۔

نبیوں مُنادوں اور رسولوں نے بار بار اس اصول پر زور دیا ہے۔ اور اس کا ذکر کرنے
سے کبھی تھکتے نہ تھے۔ تاہم کلیسیا کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر غور کرنے سے صاف معلوم
ہو جاتا ہے کہ اس عام بات کی نسبت کلیسیا نے کیسی کیسی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اُسنے کتنی
دفعہ اُس کو فراموش کیا ہے اور پھر کیسی کوششوں سے اُس کو ڈھونڈنے کی خواہش کی ہے۔
روحانی باتوں کو جسمانی طرز سے ڈھونڈنا۔ جسمانی چیزوں کو روحانی چیزوں کے بدلے قبول
کر لینا۔ جتنے فتور کلیسیا میں اس غلطی کے باعث پڑے ہیں اتنے کسی اور بڑی بات کے باعث
کبھی نہیں پڑے۔

کیا ہم اس پر تعجب کرتے ہیں۔ اپنے دلوں اور اپنے اندرونی تجربے کی طرف غور
سے دیکھو۔ کیا ہر شخص کے سامنے یہی خطرہ نہیں ہے۔ چند ایسے آدمیوں کو چُن لو جو مذہب کا
دعوےٰ رکھتے ہوں۔ اُنمیں سے زیادہ ایسے نکلیں گے جنکا مذہب صرف لفظی ہے یا اُسکا
خاتمہ اسی پر ہے کہ انہوں نے چند مسائل کو سمجھ رکھا ہے اور اتنے ہی پر قناعت کئے بیٹھے
ہیں۔ مسائل کو سمجھنا بہت اچھا اور مناسب ہے۔ لیکن انکی سمجھ محض ایک بیرونی امر
ہے۔ ضرور نہیں کہ اسسے ہمارا دل پاک ہو گیا ہو۔ مسائل کے سمجھ لینے سے زندگی نئی
نہیں ہو جاتی۔

ہمارے خداوند کے زمانہ میں یہودیوں کی روحانی حالت ازحد بگڑی ہوئی اور افتادہ
تھی۔ وہ لوگ اپنا پیٹ محض الفاظ و مسائل سے بھرتے تھے۔ اکثر جب لوگ سمجھتے ہیں کہ
مذہب اور دینداری ترقی پر ہیں تو گہری نظر ڈالنے والے جانتے ہیں کہ یہہ ترقی محض لفظی
اور آواز دہل کی مانند کھوکھلے پن پر گواہی دیتی ہے۔ یوحنا اصطباغی کے دل میں یہی دیو

کے مذہب کے بودے پن کا خیال تھا جب اس نے منادی کی کہ گمان نہ کرو کہ ابراہام ہمارا
باپ ہے کیونکہ خدا انہیں پتھروں سے ابراہام کے لئے نسل پیدا کر سکتا ہے۔ گویا خدا
کی نظر میں بیجان اور بےحس و حرکت پتھر تمہارے تمام فخر پر ترجیح رکھتے ہیں۔ علاوہ
اسکے ہمارا خداوند بھی بار بار انکے فخر کو جھٹلاتا اور انکی مغرور گردن کو جھکانے کے لئے جلتے
اور آتشی الفاظ اپنی زبان سے نکالتا تھا۔ اور وہ متعصب اُسکی باتیں سُنکر اپنے دلوں
میں جلتے بھنتے اور آگ بگولا ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھے بیٹھے تھے کہ جنت صرف ہمارے
لئے بنی ہے۔ ہم ضرور کسی روز تمام دنیا کے بادشاہ ہو جائینگے۔ ابراہام کے فرزند ہونا
ہی ہمارے لئے کافی ہے خدا کی کیا مجال ہے کہ ہم سے ہمارے گناہوں کی بازپرس کرے۔
جبکہ اُنکے دلمیں ایسے خیالات بھرے ہوئے تھے مسیح نے انسے کہا کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے
آئینگے اور ابراہام اور اضحاق کے ساتھ آسمان کی بادشاہت میں بیٹھیں گے لیکن بادشاہت
کے فرزند باہر اندھیرے میں پھینک دے جاوینگے۔ یعنی فلستی حقیر ادومی موابی اموری
اصوری اور مصری ظالم رومیوں میں سے بہت۔ کفر بکنے والے اور ٹھٹھا کرنے والے
یونانیوں میں سے ہزارہا جنکو یہودی کُتے سے بُرا سمجھتے تھے۔ ایسے ایسے لاکھوں کروڑوں
غیر قوم ابراہام کے ورثہ اور مسیح موعود کی بادشاہت میں حصہ پاوینگے۔ درحالیکہ ابراہام
کے فرزند دعوت کے وارث شریعت کے معین خارج کیے جاوینگے۔ اور باہر کی
تاریکی انکا حصہ ہوگی جہاں پڑے وہ روئینگے اور دانت پیسیں گے۔ متعصب بیرونی
پرہیزوں کے غلام اور مغرور فریسی سے کہا گیا کہ تیری نسبت دروازوں پر بیٹھنے والے
محصول لینے والے اور گلیوں میں بیٹھنے والی فاحشہ عورتیں اچھی ہیں۔ ایسے الفاظ کو سُنکر
وہ کیوں دانت نہ پیستے ہونگے۔

مبارک ہیں وہ جنکا باپ ابراہام ہے۔ مبارک ہیں وہ جو بادشاہوں نبیوں اور بزرگوں
کے رشتہ دار ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنکے سپرد خدا نے اپنا کلام کیا ہے۔ مبارک ہیں وہ

جنکو خدا نے متبنّیٰ کرکے جلال کا وعدہ دیا ہے ۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کے عہد اور وعدے کے وارث ہیں ۔ جنکو خدا نے کوہِ سینا پر بجلیوں اور گرج کے ساتھہ شریعت بخشی تھی مبارک ہیں وہ جنکے کاہن بنی ہارون ہیں جو ہیکل میں عبادت کرتے ہر روز قربانی چڑہاتے اور بلاناغہ خدا کی تعریف اور حمد کرتے ہیں ۔

یہہ یہودیوں کے خیالات تھے ۔ لیکن اُن کے خیالات سے ایک اور اعلےٰ الہامی خیال نازل ہوا جسنے انکے فخر کو خاک میں ملا دیا ۔ جسنے انکے درمیان ایک عجیب ہلچل ڈال دی ۔ " ہاں زیادہ مبارک ہیں وہ ۔ گو وہ گنہگار غیر قوم ہی کیوں نہ ہوں ۔ جو خدا کا کلام سنتے اور اُسپر عمل کرتے ہیں ۔

مگر کا دن پڑا نا خمیر فریسیوں میں سے نکلکر کلیسا میں بھی گھس گیا ۔ اور پولوس ساری عمر اُس کے خلاف جنگ کرتا رہا جسم کو روح پر ترجیح دینے کی روح کلیسیا میں بھی ظاہر ہوئی اُس کے دشمن اسکی رسالت کو قبول نہ کرتے تھے ۔ اور اُسکی تعلیم پر غور کرنے سے انکار کرتے تھے ۔ وہ اُس کی نسبت کہتے تھے کہ اُسکا نام حواریوں کی فہرست میں پایا نہیں جاتا ۔ اُس نے خداوند مسیح سے تعلیم نہیں پائی ۔ اس نے خداوند کے ساتھہ سفر نہیں کیے ۔ اس نے اُسکے ساتھہ عبادت نہیں کی ۔ اس نے اسکے ہاتھوں سے آخری نسخ نہیں لی ۔ وہ اس کے ساتھہ کائفا کے محل میں داخل نہیں ہوا ۔ وہ کلوری پر صلیب کے نزدیک موجود نہ تھا ۔ وہ خداوند کے وداع ہونے کے وقت کوہ زیتون پر نہ تھا ۔

جب وہ کہتا تھا کہ مین نے باقی تمام شاگردوں کی نسبت زیادہ محنت کی ہے تو وہ اس کے دکھوں کا اور اس کی صلیب کا مطلق لحاظ نہ کرتے تھے ۔ جب وہ کہتا تھا کہ میرے کلام کی تاثیر اور اُسکے زور کو دیکھو تو وہ لوگ شک سے سر ہلاتے تھے ۔ وہ کہتا تھا کہ رسالت کے تمام نشانات میرے پاس موجود ہیں تو بھی وہ لوگ اُسکی نہ مانتے تھے ۔ اُسکے کوڑوں اسکی قیدوں اُس کی محنتوں اسکی تھکان اُسکے درد اس کی بیداریوں

اس کی بھوک اور پیاس اسکے روزوں اسکی ٹھنڈ اور ننگاپن کا انکو ذرا بھی لحاظ نہ تھا۔ وہ کہتے تھے تو بارہ کے شمار میں نہیں ہے۔ ہم تو اسی کو مانینگے جو مسیح کے ساتھ جسمانی طور پر رہا ہو۔

مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے تجھکو دیکھا۔ مبارک وہ کان جنہوں نے تیری آواز سنی۔ مبارک وہ ہاتھ جنہوں نے تجھکو چھوا۔ مبارک وہ جنہوں نے تجھسے باتیں کیں تیرے ساتھ کھایا پیا اور تیرے ساتھ سفر کیے۔ یہہ ان لوگوں کے خیالات تھے جو ہنوز جسم کی قید سے رہا نہ ہوئے تھے۔

لیکن پولوس کی زندگی ان لوگوں کی مغروری کو ایک عجیب دندان شکن جواب دیتی تھی۔ ہاں زیادہ مبارک ہے وہ جس نے مسیح کی خاطر اپنی زندگی کھو دی ہے جس نے مسیح کی خاطر محنت کی ہے۔ جس نے مسیح کے نام پر اپنی جان دیدی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کا کلام سنتے اور اس کو قبول کرتے ہیں۔ یہہ پولوس کا جواب تھا۔

جب ہم بعد کے زمانوں میں آتے ہیں تو وہی پرانی لکیر پھر پیٹتی دکھائی دیتی ہے۔ ڈھی کلیسیا تمام روحانی اختیار کا دعوے کرتی ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں کہتی ہے کہ میں پطرس کی جانشین ہوں۔ کوئی اور کلیسیا ہے جو کہتی ہے کہ میرے پاس لکڑی کی صلیب کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس لئے میں زیادہ تعظیم کی مستحق ہوں۔ کوئی اور کلیسیا ہے جسکی زیارت کے لئے دور دور سے گروہیں چلی آتی ہیں۔ صرف اس لئے کہ کسی زمانہ میں کوئی بزرگ وہاں رہتا تھا۔ یا اسکی ہڈیاں وہاں مدفون ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہاں دعائیں خاصکر سنی جاتی ہیں۔ گویا خدا کو اسجگہہ سے کوئی خاص محبت ہے۔

ایسے تمام خیالات اس عورت کے خیالات کی مانند ہیں جو پکاری کہ مبارک ہیں وہ پیٹ جس میں تو رہا اور وہ چھاتیاں جو تو نے چوسیں۔

یہہ خیال بار بار جاگتا اور عود کرتا رہتا ہے کہ مسیح کی برکت کوئی بیرونی یا مرئی شئے

ہے۔ ہر زمانہ میں آدمی کی نفسانی عقل پکارتی چلی آئی ہے کہ مبارک وہ ہیں جو اپنا شجرہ اس رسول تک پہنچا سکتے ہیں جسکے سپرد مسیح نے آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں کی تھیں۔ مبارک وہ ہیں جنکے درمیان مسیح کے وفادار بندوں کی ہڈیاں اپنا آخری آرام لے رہی ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنکے پاس مسیح کے بدلے کرتے کا ایک تاگا ہے۔ مبارک ہیں وہ جنکے پاس اس کے کانٹوں کے تاج کا ایک کانٹا ہے۔ مبارک ہیں وہ جنکے پاس صلیب کا ایک پرزہ ہے۔ ان سبکے جواب میں خداوند کی آواز دوہزار برس کے عرصہ سے پکارتی ہے کہ ہاں زیادہ مبارک ہیں وہ جو خدا کے کلام کو سنکر مانتے ہیں۔

اخیر میں اس عظیم غلطی کی ایک عجیب مثال پر ہم غور کرینگے۔ وہ زمانہ تھا کہ یروشلم کی زیارت کرنا مسیحیوں کے نزدیک سب سے بڑا ثواب تھا۔ بڑے سے بڑے دیندار اس میں اپنی بڑی سعادت سمجھتے تھے کہ وہاں قدم رکھیں جہاں خداوند چلتا پھرتا تھا۔ یردن میں جہاں اس نے بپتسمہ پایا غوطہ لگانا بیت اللحم کو دیکھنا جہاں وہ پیدا ہوا۔ مبارکبادیوں کے پہاڑ کو دور سے دیکھ لینا۔ گتسمنی میں رات گذارنا جہاں اس کا پسینا لہو ہو کر ٹپکتا تھا۔ قیامت اور صعود کی جگہوں پر کھڑا ہونا۔ بادشاہوں مقدسوں اور دولتمندوں کے نزدیک اسسے اور کوئی بڑی خوشی نہ تھی۔ وہ بھی ایک زمانہ تھا۔

جو لوگ یروشلم کا حج کر کے آتے تھے عجیب تعظیم کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ لوگوں کا اعتقاد تھا کہ بڑے سے بڑا گناہ اس ترکیب سے دھل سکتا ہے۔ ہر سال مسیحیوں کے بڑے بڑے گروہ اس دشوار حج کا قصد کرتے تھے۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ وہ جنگ شروع ہوئے جو کروسیڈ یعنے صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہیں۔ بادشاہو نے اپنے ملک اور تخت و تاج گروی رکھنے شروع کیے تاکہ روپیہ جمع کر کے فوجیں مرتب کریں اور مسلمانوں سے لڑ کر کنعان پر قبضہ کرلیں۔ ہزارہا مسیحی اپنے وطن چھوڑ کر ہر سال

روانہ ہوتے تھے تاکہ کنعان میں جاکر لڑیں۔

اس تمام دھوم دھام اور شدّ و مدّ کا جو صدیوں تک جاری رہی کیا مقصد تھا۔ مخالفوں کو مارنا اور زمین کے ایک حقیر ٹکڑے کو اُنسے چھیننا۔

وہ زمانہ بڑی جہالت کا تھا۔ کسی کو یہہ خیال نہ تھا کہ جہالت کے خلاف لڑنا مسلمانوں سے لڑنے کی نسبت بہتر جہاد ہے۔ مسیحیوں کی جان کی نسبت وہ جگہ جس میں خداوند پیدا ہوا تھا زیادہ قابل تعظیم سمجھی جاتی تھی۔ مسیح کی قبر مسیح کے زندہ کلام کی نسبت زیادہ توجہ کے لایق ٹھہری۔ ہر جگہہ واعظین پکارتے تھے کہ "مبارک وہ ہیں جو اس مُقدّس جنگ میں شریک ہوتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے گھروں کو لوٹکر اُنکو خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔ جو مسیح کی قبر کو ناپاک قوم سے چھین لیتے ہیں۔ مبارک وہ جو تیرے وطن کی خاطر لڑتے ہوئے شہید ہوتے ہیں"۔

ہم نہیں چاہتے کہ اس روشنی کے زمانہ میں کوئی ان پُرانی غلطیوں کو جگا دے لیکن جہانتک ممکن ہے ہم اس زمانہ کے لوگوں کی دینداری بہادری اور سیدہائی کی تعریف ضرور کرتے ہیں۔ شاید خدا کی نظر میں صلیبی لڑائیوں کا دیانتدار جوش موجودہ زمانہ کی بے مہری اور طمع امیز تجارت سے کہیں بہتر ہے۔ باوجود اسکے بھی وہ جوش نامناسب اور بے فایدہ تھا۔ انلوگوں کی بھیڑ بھاڑ اور دوڑ دھوپ میں خداوند کی دھیمی آواز کوئی نہ سُنتا تھا کہ زیادہ مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا کا کلام سُنتے اور اُسپر عمل کرتے ہیں۔

خدا ہمیشہ ہم سے کلام کرتا رہتا ہے۔ لیکن ہمارے اندرونی اور بیرونی شور اُسکی آواز سُننے نہیں دیتے۔ چاہیئے کہ پوری خاموشی ہو۔ ہمیں ہمہ گوش ہوکر متوجہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کی آواز نہایت دھیمی اور نرم ہے۔

غزل

خداوندا تیرا مسیح ہے لقب
تو ہے ابن انسان اور ابن رب

تیری ذات رحمت سے بھرپور ہے
نہیں تجھ میں بیجا ہے رنج و تعب

تیری حمد ہے قدسیاں میں فلک پر
توئی موجب خلق ہے اور سبب

توئی کلمہ اللہ ہے اے پسر مریم
تو ہے نور حق اور والا نسب

گنہ تھا جو انساں میں میراث آدم
تیرے سایہ سے دور ہوتا ہے اب

تجھے اپنوں نے کردیا رد۔ ہے ہے
پڑا انکی عقلوں پہ کیسا غضب

ہوئے غیر اپنے۔ تیرے فضل سے ہیں
کوئی حق یہہ رکھتا تھا ان میں سے کب

یہہ چرچا تھا اولاد یعقوب میں سے
ضرور ہوگا یک سرور منتخب

ہوئے مدعی اس کے ہیں اسماعیلی
تعجب کہ مصداق فخر عرب

یہہ سچ ہے کہ دنیا میں نور الہ آیا
نہ پہچانا لوگوں نے ہے یہہ غضب

مسیحا تو کر فضل تسکین پہ ہر دم
یہہ معروض خدمت ہے باصد ادب

دیگر

میرے آقا۔ میرے مولا۔ سرور عالیجناب
اے مسیح ابن خدا و اے شافع یوم الحساب

موجب فضل خدا اور موجد کون و مکاں
تو ہے فرمان خدا اور رحمت حق لاجواب

عرش تیرا تخت ہے اور کرسی پاے زمیں
چارسو جلوہ تیرا آتا نظر ہے باصواب

حلم و علم و فضل و حکم ایسا ہے تیرا بیکراں
تیرے ہی عرفاں میں ہر جانب ہے عالم کی کتاب

ہے تیرے گلزار اوصاف سے گلچیں کو گلہ
تنگی داماں کا اپنے۔ اے گلستان عجاب

از نسیم روح اقدس شد شگفتہ ایں چمن
عکس رونق تازہ گرداند حدیقہ جان آب

زندہ ہوتے مردہ صد عالم میں تو سے تیرے
تربت آب حیات ہے تیرا حکم اے فتحیاب

پیروان یسوع ہونگے بر فلک مثل نجوم
نور بخشیگا مسیحوں کو حقیقی آفتاب

کیا تعجب ہے ہیں تسکین روز بازپرس
جنکو مولا نے کیا زیر یسوع ہے انتخاب

The

MASIHI

Vol. II Amritsar *No.* 10

OCTOBER

1897.

CONTENTS.

Annual subscription ... 1 8 0

All communications to be addressed to The Manager, The *Masihi*, Amritsar (Punjab).

مسیحی

امرتسر

جلد ۲ نومبر نمبر ۱۱

۱۸۹۷ء

فہرستِ مضامین

مسیحی

(۱) ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرتسر سے شایع ہوتا ہے (۲) قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ معہ محصولڈاک (۳) خاص لوگوں سے رعایت بھی کیجاتی ہے (۴) جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ انہیں ایک سال کیلیے رسالہ مفت ملتا ہے (۵) جن صاحبوں کو نہ ملے یا دیر بعد ملے تو انہیں چاہیئے کہ مینجر کو فوراً اطلاع کر دیا کریں (۶) اپنے تبدیل مقام کی اطلاع دینی ضرور ہے (۷) ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمتیں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جنکو خریداری منظور نہ ہو وہ بذریعہ پوسٹ کارڈ مینجر کو اطلاع دیں ورنہ دو پرچے تک جواب نہ آنے سے خریداری منظور سمجھی جائیگی اور نام درج رجسٹر کیا جائیگا (۸) ہر طرح کی خط و کتابت و زرچندہ بنام مینجر **مسیحی** امرتسر پنجاب ہونی چاہیئے +

غزل

حال جو اُلفتِ عیسیٰ میں ہو حال اچھا ہے
قال جو وصف میں ہو اُسکے وہ قال اچھا ہے

وقت کو ضایع کریں وصف میں کیوں غیر کے ہم
مدحِ عیسیٰ کریں بے شک یہ خیال اچھا ہے

سیم و زر پہ نہ لگا دل کہ یہہ جاتا نہیں ساتھ
جمع کر دولتِ دیں کیونکہ یہہ مال اچھا ہے

حُسنِ حق صورتِ انساں میں ہوا جلوہ نما
بُت پرستو ذرا دیکھو یہہ جمال اچھا ہے

شبِ تولید میں عیسیٰ کے فرشتے بولے
مجد اللہ کو رضا۔ دنیا کا سال اچھا ہے

زندگی عیسیٰ میں پاؤ آؤ سب مُردہ دلو
تم کو اچھی ہے فلاح نہ کہ وبال اچھا ہے۔

جبکہ اندھے نے کہا مجھکو۔ تو بینائی دے
تب مسیحا نے کہا تیرا یہہ سوال اچھا ہے۔

شربتِ کبر سے ہے ظرف نہ رہی گرم مدام
سر دبانی کے لئے جام سفال اچھا ہے

دامِ تزویر سے ابلیس کے کرتا ہی رہا۔
تجھے یہہ کہتا ہے انجیل کا جال اچھا ہے

گل و گلزار چمن دنیا کے دیکھے تسکیں
پر دو عالم میں مسیح تازہ نہال اچھا ہے

نوٹ اور رائیں

آوارہ گرد مسیحیوں کا علاج - بعض آوارہ گرد مسیحیوں (؟) نے یہہ شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ شہر بشہر سیر کرتے پھرتے ہیں اور پادری صاحبان یا دیگر معزز مسیحیوں سے خیرات مانگ کر گذارہ چلاتے ہیں - اس قسم کی دریوزہ گری مسیحی جماعت کے لئے باعث شرم ہے - لیکن اس کا تدارک کیا ہے؟ ہمعصر پنجاب مشن نیوز کی رائے میں ایسے "شریف فاتون" کے لئے یا غریب خانے قایم کرنا چاہیے جہاں ان کو معقول عرصہ تک رکھکر انکے رشتہ داروں یا دوستوں سے انکے حالات کا پتہ لگایا جائے - اور پھر اگر وہ قابل امداد ثابت ہوں تو انکی مدد کیجائے اور کسی ایسی سمت میں روانہ کئے جائیں جہاں اپنی روٹی کمانے کا مستقل انتظام کر سکیں ورنہ کسی ورک ہاؤس میں دھکیل دئے جائیں جہاں محنت اور مشقت کے ذریعہ اپنا پیٹ پالیں - صلاح تو معقول ہے لیکن علاوہ ایک ورک ہاؤس کے ہر ایک مشن میں ایک سرائے بھی چاہیے جہاں کھانے پینے کا انتظام ہو فاقہ مستوں کے لئے تو چار روز کی دال روٹی بھی غنیمت ہے - پھر پائے گدا لنگ نیست - ہندوستان بھر کے مشنوں میں ایک چکر لگانے سے کئی سال گذر سکتے ہیں - یہہ بھی عمدہ تجویز ہے کہ ایسے آوارہ گردوں کا خرچ اُس کلیسیا سے وصول کیا جائے جہاں انہوں نے بپتسمہ پایا تھا - کیونکہ ہر ایک کلیسیا کا فرض ہے کہ اپنے مثر کاٹ کے دو چار محتاجوں کی پرورش کرے اور آوارہ گردوں کو انکی آوارگی سے روکے - ہم یہہ بھی صلاح دینگے کہ ہر ایک بڑے اسٹیشن میں ایک رجسٹر ایسے اشخاص کا رکھا جائے اور سال میں دو چار دفعہ

آوارہ گروہوں کی فہرست مشتہر کیا کرے۔ تاکہ باقی کلیسیائیں مطلع ہوکر خبردار رہیں۔

حقیقی بہادری۔ کچھ عرصہ ہوا جب ملک چین میں بہت سے مسیحی لوگ اور مشنری قتل کئے گئے۔ دو مشنری لیڈیاں جو حقیقی بہنیں تھیں مقتولوں میں شامل تھیں۔ جب اس واقعہ کی خبر اُنکی والدہ مسز سانڈرس کو پہنچی بجائے نا اُمیدی کے ماتم یا غصہ کے اُس نے کہا کہ "اگر میری دو اور بیٹیاں ہوتیں تو میں اُن کو بھی چین میں بھیجدیتی۔ اور جب میں جانیکے قابل ہوں خود بھی جاؤنگی"۔ مسیح کے پیرووں کے بغیر اس قسم کی خودنثاری کہاں پائی جاتی ہے؟

مشن سکولوں کا اثر۔ اگرچہ سرکاری امداد کے لالچ نے ہمارے مشن سکولوں کی دینی حالت کو بہت پست کر دیا ہے تو بھی اُنکی ہستی بالکل بے فائدہ نہیں ہے۔ کلکتہ کی چرچ مشنری کانفرس کے گذشتہ اجلاس میں انریبل کالی چرن بینرجی نے اسی ضمن میں حیرت سے فرمایا کہ ان سکولوں کی ہوا میں ضرور کچھ ہے جسکے باعث والدین اپنے بچوں کو انمیں تعلیم دلانا پسند کرتے ہیں۔ ہمیں بخوبی یاد ہے کہ اسی پنجاب کے ایک بڑے شہر میں جو برائے نام مشن کا سٹیشن ہے لیکن جہاں شائد ایک بھی مسیحی نہیں ایک ہندو معزز عہدہ دار نے اثنائے گفتگو میں ہم کو کہا کہ اس شہر کی بداخلاقی اور بدچلنی کا باعث یہی ہے کہ یہاں کوئی مشن سکول نہیں یہہ شخص بڑا کٹر ہندو اور اپنے مذہب کا سخت پابند تھا لیکن بظاہر اپنے مذہب کو عوام کے اخلاق درست کرنے کے قابل نہ سمجھتا تھا۔

مشن کے شفاخانوں کا انتظام قابل اصلاح۔ یورپین مشنریوں کا اس ملک میں کچھ عرصہ رہ کر ہر سال پہاڑ پر جانا ضروریات میں سے سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس سالانہ ہوا تبدیلی سے حقیقت میں صحت درست اور اپنی خدمات کو پورا کرنے کی طاقت بحال ہوجائے تو اسمیں کونسا عیب

لیکن مشنریوں کی عدم موجودگی میں ایسا کافی اور قابلِ اطمینان انتظام ہونا چاہئے جس سے
اُن کے کام کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے - اسوقت خصوصاً مشن کے شفاخانوں کے لحاظ سے
یہہ سطور لکھ رہے ہیں - کیونکہ عموماً میڈیکل مشنری یا تو شفاخانہ کو قفل لگاکر ایک یا دو ماہ کے
لئے پہاڑ کی ٹھنڈی ہوائیں کھاتا ہے اور یا ایسے ادنیٰ درجہ کے مددگاروں کے سرپر سارے
کام کا دارمدار چھوڑ جاتا ہے جو میڈیکل مشنری صاحب ہی کے سایۂ عاطفت میں ہنگ
پھٹکڑی لگانا جانتے ہیں - بہرصورت جہاں میڈیکل مشن قایم ہیں وہاں کے لوگوں پر
بڑا بھاری ظلم ہے - کیونکہ عین انہیں ایام میں وبائی اور موسمی امراض کا زور ہوتا ہے -
اس سے یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے موسم میں مہتمم صاحب کی رخصت سے شفاخانہ
کا مدعا کہانتک پورا ہوتا ہے - پھر بعض مشن کے شفاخانوں میں ہفتہ میں ایک یا دو روز
کی تعطیل ہوا کرتی ہے - یہہ بھی عوام کی تکلیف کا باعث ہے - اگر میڈیکل مشن سے خلق اللہ کا
فایدہ منصور ہے تو یقین ہے کہ اس قسم کی قباحتوں کی بہت جلد اصلاح کیجائیگی -

---

بائبل ایک معمولی کتاب نہیں ہے - ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ لوگ خواہ بائبل کو نہ مانیں
لیکن اُس کی عظمت اور فضیلت کے قائل ضرور ہیں - ملک کی حالت میں بڑا بھاری تغیر و تبدل
واقع ہو رہا ہے - اب بائبل ایک ہلکے درجہ کی کتاب نہیں سمجھی جاتی - علم ادب میں اسکا
اثر غیر فانی ہے - مہذب اقوام کے سلاطین اسکو اپنا دستور العمل سمجھتے ہیں چین اور
جاپان میں اس کا چرچا ہو رہا ہے - چین کا مشہور مدبر اور وائسرائے لی ہنگ چنگ
اس کا مطالعہ کیا کرتا ہے -

یلشتیر و دزنشانئز - البا ما کی کلیسیا نے اخراجات کے لئے روپیہ جمع کرنے کی ایک
ترکیب ایجاد کی ہے یعنی کلیسیا میں جو لوگ تمباکو استعمال کرتے ہیں اُن پر سالانہ ٹیکس لگایا جاتا

جس سے معقول آمدنی ہوجاتی ہے۔ کیا ہماری کلیسیا کوئی اس قسم کا انتظام نہیں کرسکتی۔ اس سے ایک تو تمباکو کے استعمال کی مکروہ عادت کلیسیا میں کم ہوجائیگی اور دوسرا مشن کے خزانہ میں حسب ضرورت روپیہ جمع ہوجائیگا۔

ھندوستانی پاسٹر کیونکر مہیا کئے جائیں۔ امریکن آرکٹ مشن کے تجربہ کار مشنری پادری ویکوف صاحب نے ایک عمدہ مضمون اس عنوان کا اخبار ھارویسٹ فیلڈ میں تحریر فرمایا ہے۔ اوّل وہ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ غیر ممالک کے مشنری ہندوستانی کلیسیا کے مستقل پاسٹر نہیں ہو سکتے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ لائق پاسٹر ملتے نہیں۔ صاحب موصوف کی صلاح ہے کہ جو سامان مل سکے اسکو کام میں لاؤ۔ رفتہ رفتہ سب درست ہو جائیگا۔ آپ کی رائے میں سب ہندوستان کی کلیسیا پر پاسٹر عہدہ کی فضیلت ظاہر کرنا چاہیے۔ نیز یہ کہ اپنے پاسٹروں کی پرورش خود کرنا موجب فخر اور عزت ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ پاسٹروں کی تنخواہ اُس حد تک مقرر کرنی چاہیئے جہانتک ہندوستانی کلیسیا خود اُسکی متحمل ہوسکتی ہے۔ آئیندہ کلیسیا کی توفیق سے بڑھکر مشاہرہ ہرگز مقرر نہیں کرنا چاہیئے۔ آخر میں آپ مشنریوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ کوئی ایسا کام اپنے ذمہ نہ لو جو ہندوستانی آدمی خود کرنا سیکھ سکتا ہے۔ آئیندہ پاسٹر تیار کرنے کے لئے ضرور ہے کہ کلیسیا کے انتظام کی ذمہ واری میں ہندوستانی مسیحیوں کو حصہ دیا جائے۔

جسطرح مریم نے مسیح کے قدموں کے پاس عطردان توڑا اور اُسمیں سے خوشبو نکلی اسی طرح مسیح کی موت کے وزریعہ اُس کی تمام برکات بنی آدم تک پہنچتی ہیں۔ زندگی مسیح کی موت سے مترشح ہوتی ہے۔

ہندوستان کب بیدار ہوگا ؟

یہہ صدا چاروں طرف سے آرہی ہے۔ مُلکی معاملات پر بحث کرنے والے ہندوستان کو جگا رہے ہیں۔ اخلاقی اصلاح کرنے والے اپنے گلے پھاڑ رہے ہین۔ قومی جان نثار گذشتہ زمانوں کے سوانح سُنا سُنا کر مُلک کو بیدار کر رہے ہیں۔ مگر یہاں کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ دوسری طرف صلیب کے سپاہی ملک کو صدیوں کی خواب خرگوش سے ہوش میں لانے کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں۔ مگر یہہ کمبہ کرن اپنی میٹھی لیکن مہلک نیند میں مستغرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طرف سے بے صبر آوازیں پکار رہی ہیں کہ "ہندوستان کب بیدار ہوگا؟" ہمکو اس وقت اور قسم کی آوازوں سے سروکار نہیں۔ مسیحی واعظوں اور مشنریوں کی آواز سب سے زیادہ دردناک اور نہایت پُر رحم ہے۔ کیا حقیقت میں ہندوستان بیدار نہیں ہوگا؟ کیوں نہیں۔ خدا کے فضل سے ایسے نشانات موجود ہیں جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دیو کروٹ بدل رہا ہے اور جلد بیدار ہوگا۔ دیکھو یہہ سب سماج اور مذہبی جوش اور ولولے کیا ہیں؟ برہمو سماج اگرچہ درختوں سے آدمیوں کو چلتے دیکھتا ہے لیکن اُسی دیو کی حرکت کا ثبوت ہے۔ آریہ سماج اگر بت شکنی پر کمر بستہ ہے سوامی ویویکانند اگر ذات پات کا فرق نیست کرنے کے درپے ہے یا اگر محمدی لوگ جہاد جیسے مسائل کو بالائے طاق رکھکر صلح و امن کو تیغ و تبر پر ترجیح دیتے ہیں تو انجیل کے خدمت گذاروں کے لئے یہہ امید افزا نشانات ہیں۔ لیکن یہہ کافی نہیں ہے۔ یہہ نفی نشانات ہیں۔ ہمیں ان کے لئے بھی شکر گذار ہونا چاہیے لیکن ہم ہندوستان کو اُس شخص کی طرح جسمیں سے دیو نکل گیا تھا مسیح کے قدموں میں بیٹھا ہوا دیکھنا چاہتے ہین۔ اور یہہ کب ہوگا؟ آجکل بعض مشنری صاحبان نے روح القدس کی ہدایت سے مختلف مسیحی اخبارات میں اس مضمون پر اپنے اپنے خیالات ظاہر کرنے شروع کئے ہیں۔

خواہ الفاظ متفرق ہوں لیکن اُنکا خلاصہ یہی ہے کہ پیشتر اس کے کہ ہم ہندوستان کو بیدار کریں ضرور ہے کہ ہم خود بیدار ہوں - کیونکہ ظاہر ہے کہ ع - خفتہ را خفتہ کے کند بیدار - سب اس امر میں متفق ہیں کہ ہمیں خود دعا اور دھیان کے وزریعہ مسیح کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہیئے - ہم مختصر طور پر چند اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں -

پادری واکر صاحب اپنے ہم خدمت مشنریوں کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ ہم نے اس معرکہ میں دعا پر پوری توجہ نہیں کی - مدارس میں دیہات میں دفتر میں زنانہ میں ہم نے بہت سا وقت صرف کیا ہے اور اپنی پوشیدہ کوٹھڑی میں بہت ہی تھوڑا - ہم غیر فانی روحوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت قسم کی طاقتوں کو کام میں لائے ہیں اور روح القدس کی طاقت کو ہم نے گویا بھلا دیا ہے - .. .. .. ہم کبھی اس ملک میں مسیحی کارندوں کے لشکروں کے ذریعہ انجیل کی بشارت نہیں پھیلا سکتے لیکن فقط زندہ گواہوں کے ذریعہ سے - ایسے کارندے چاہئیں جو خود بیدار ہوں جو اپنے ذاتی تجربہ سے جانتے ہیں کہ مقدس تیل کہاں ملتا ہے اور اسے کیونکر استعمال کرنا چاہیئے " وہ اپنے مضمون کو ان الفاظ سے ختم کرتے ہیں کہ " اگر ضرورت ہو تو بہتر ہے کہ ہم زیادہ دعا کریں اور کام کم کریں - کیونکہ جو کام انسانی تنہی سے کیا جاتا ہے وہ ایک روح کو بھی بچا نہیں سکتا - لیکن جو کام زندہ خدا کے ساتھ زندہ اور مضبوط قربت رکھکر کیا جاتا ہے اُس کا اثر ابدالآباد زائل نہ ہوگا "

اسیطرح پادری بوگس صاحب فرماتے ہیں کہ " جیسا جدعون اور اُس کے ساتھیوں نے گھڑوں کو توڑکر روشن مشعلوں کو اُنہیں سے نکالا اسیطرح ضرور ہے کہ ہماری خودی ٹوٹی جائے تاکہ مسیح اور اُس کی سچائی ہمارے اندر سے دنیا پر چمکے " اُنکی رائے میں مناسب ہے کہ جابجا مسیحی میلے منعقد ہوں - جہاں کئی روز تک خوب زور شور سے انجیل کی بشارت دیجائے - آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ " جب ہندوستان کے اپنے بچے

دلمیں ہندوستان کی نجات کا شوق شعلہ زن ہوگا تو اُسوقت نئی اور عجیب باتیں واقع ہونگی۔ جب وہ ہندوستانی مسیحی جوشن سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے اپنے ملک اور قوم کی نجات کی خاطر کمرِ ہمت باندہیں گے تب یہہ کام نہایت زور و شور سے چلیگا؛

مسٹر للکشمن راؤ نے ایک دوسرے پہلو کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ "میں نے ہندوستان کے مختلف مقامات میں سیر و سفر کرتے وقت اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ جس علاقہ میں کوئی دیندار اور مقدس اور دعا کرنے والا مشنری موجود ہے اُس علاقہ میں اُس کی تاثیر سے کارندے بھی دیندار اور مقدس ہیں۔ اس کے مقابلہ میں جہاں کہیں کوئی ایسا مشنری ہے جو روحانی مسیحی نہیں اور اپنے کارندوں کے ساتھ معمولی درجہ کی زندگی بسر کرتا ہے وہاں ایک قسم کی مُردنی چھائی ہوئی ہے"۔

بشپ تھوبرن صاحب نے اپنے اڑتیس ۳۸ سال کے تجربہ سے امید افزا اور ہمت بڑھانے والے کلمات کا استعمال کیا ہے۔ انہوں نے گذشتہ اور حال کے ہندوستان کا مقابلہ کر کے دکھایا ہے کہ آجکل یہاں کے لوگ اپنے مذاہب کو چھوڑ کر مسیح کے جھنڈے کے نیچے آنے کے لئے تیار ہیں۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوستانیوں کا (خواہ وہ اعلےٰ اور رذیل ذاتوں میں سے ہوں) بپتسمہ لینا کم از کم یہہ ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کا مذہب اب عوام کے لئے اندیشہ اور نفرت کا باعث نہیں رہا جیسا کہ چند سال بیشتر تھا۔

مسٹر فلر صاحبہ اسی ضمن میں فرماتی ہیں کہ "ہندوستان کو آدمیوں اور روپیہ کی ایسی ضرورت نہیں جیسی عظیم اور گہری روحانی بیداری کی ... لازم ہے کہ ہم اپنی ضرورت معلوم کرنے کے لئے خدا کی طرف متوجہ ہوں۔ لیکن بجائے اس کے ہم ہوم کمیٹیوں کی طرف لکھتے ہیں کہ ہمیں آدمی اور زر دو۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ "کاش ہم یہاں مدرسہ جاری کر سکتے" یا "وہاں ایک ہوم قایم ہوتا" یا کاش لوگوں کے دل قابو کرنے کے لئے کوئی میڈیکل مشنری ہوتا وغیرہ وغیرہ"۔ لیکن خدا کے نزدیک

بہتوں سے یا اُن سے جنکا زور نہ ہو کسی کی مدد کرنا دشوار نہیں (۲ تواریخ ۱۴:۱۱)۔ خلاصہ
یہی ہے کہ جبتک روح القدس کثرت سے انڈیلی نہ جائے ہندوستان کبھی بیدار
نہ ہوگا ہماری کلیسیاؤں کو ابتک یہہ سیکھنا باقی ہے کہ خدا کی خدمت کے لیے اپنے
آپ کو نذر کر دینا کسکو کہتے ہیں۔ بلکہ افسس کے مسیحیوں کی طرح بعض نے سُنا بھی
نہیں کہ روح القدس ہے (اعمال ۲:۱۹)۔

ہم ایسے قیمتی مضامین کے اس زرین سلسلہ کے لئے خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اُس
نے اپنے بندوں کے دل میں یہہ شوق ڈالا ہے کہ وہ اپنے ہمخدمت کارندوں کو دعا اور
تقدیس کی طرف اُبھاریں اور اُمید کرتے ہیں کہ خدا کے فضل سے بہت سے مسیحی انکے
ذریعہ اپنی حالت سے آگاہ ہوکر ہندوستان کی نسبت اپنے فرایض کو معلوم کرینگے۔
اور روح القدس کی طاقت سے اپنے اپنے محدود حلقہ کے سونیوالوں کو بیدار کرینگے۔

ہماری لڑکیاں کیا کرینگی؟ بفضل خدا ہمارے مسیحی بھائیوں کی روز افزوں ترقی ہو رہی ہے خصوصاً لڑکیوں کے سکول کی کلیسیا نوخیز بیٹیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ اور والدین کے سامنے یہہ ایک بڑا نازک سوال ہے کہ ہماری لڑکیاں کیا کرینگی؟ یہہ تو ظاہر ہے کہ سب لڑکیوں کے لیے شادی کرنا ناممکن ہے۔ شاید بہترین صورت یہی ہے کہ وہ ایسے کام پر لگائی جائیں جسمیں وہ سب سے زیادہ مفید ہو سکیں اور اگر ضرورت ہو تو اپنا معقول گذارہ بھی چلا سکیں۔ فی الحال صیغہ ڈاکٹری میں جوان مستورات کی ازحد ضرورت ہے لاہور کے میڈیکل سکول یا کالج میں لڑکیوں کو طبی تعلیم دلانا عموماً قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ امرتسر کے زنانہ مشن کے شفاخانہ میں اگرچہ عمدہ انتظام ہے لیکن بباعث چند وجوہات زیادہ تعداد لڑکیوں کی اس سے مستفید نہیں ہو سکتی۔ اور یہاں کی تعلیم بھی چند خاص مضامین پر محدود ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لودیانہ میں مسیحی لڑکیوں کیلئے ایک طبی مدرسہ کھولا گیا ہے جسمیں چار لائق ڈاکٹر لیڈیوں کی خدمات مستقل طور پر تعلیم کیلئے وقف کی گئی ہیں جب اُستادوں کی تعداد آٹھ تک ہوگی اور عملی تعلیم کیلئے شفاخانہ میں ایک سو اندرونی بیماروں کی گنجائش ہوگی تو پنجاب یونیورسٹی اس مدرسہ کے طلبا کی سندات کو مستند قرار دیگی۔ اس تجویز کو پورا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے مسیحی والدین کو چاہئے کہ اس موقعہ کو غنیمت سمجھیں۔

نکات عشق

نکتہ اوّل

عشق الٰہی کے مختلف اقسام ہیں - یا یوں کہو کہ مختلف جذبات اس نام سے پکارے جاتے ہیں -

۱ وہ محبّت ہے جسکی بنا خود غرضی پر ہے - یعنے ہم خدا کو صرف اس لئے پیار کرتے ہیں کہ ہم کو اُس سے راحت و آرام میسّر ہوتا ہے جنکی محبت خدا کے ساتھ صرف اسی وجہ سے ہے وہ بخیل کی طرح ہیں جو اپنے روپیہ کو عزیز رکھتا ہے یا عیّاش کی طرح جو عیش و عشرت کو پیار کرتا ہے - اُنکی نظر میں خدا کی قدرت صرف اسقدر ہے کہ وہ اُنکے بعض مقاصد کے حاصل کرنیکا ذریعہ ہے - اور وہ مقصد صرف انکی نفسانی خواہشات کا پورا کرنا ہے - یہہ محبت اگر اسکو ہم اس نام سے پکارنا جایز بھی سمجھیں ہرگز خدا کے لایق نہیں - وہ ایسی محبت کا خواہشمند نہیں اور نہ وہ اسکو قبول ہی کریگا - ایک بزرگ کا قول ہے کہ ایسی محبت سراسر کفر اور بے ادبی ہے -

۲ ایک اور قسم کی محبت ہے جسمیں اگرچہ اصلی مقصد ہمارا ذاتی راحت و آرام ہوتا ہے - لیکن وہ اس کو اُس سے ایک اعلےٰ مقصد کے تابع کر دیتی ہے یعنی وہ ہر بات میں خدا کا جلال و بزرگی ڈھونڈھتی ہے - یہہ حالت ایک مخلوط سی حالت ہوتی ہے - کیونکہ اسمیں ہم خدا اور اپنی ذات دونوں کا لحاظ رکھتے ہیں کچھ ضرور نہیں کہ یہہ محبت خود غرضانہ یا معیوب ہو - بلکہ برخلاف اسکے جبکہ محبت کے دونوں مدعا یعنے خدا اور نفس ٹھیک اپنی اپنی جگہہ پر ہوں یا یوں کہو کہ جب ہم خدا کو ایسا پیار کریں جیسا کہ پیار کرنا لازم ہے اور اپنے نفس کو جس قدر کہ اُسے پیار

کرنا واجب ہے اُس سے زیادہ پیار نہ کریں تو ایسی محبت جبکہ مناسب طور سے محکوم ومطیع کی جائے بالکل بے غرضانہ اور صحیح ہوتی ہے۔

نکتہ دوم

۱ اس مخلوط محبت کے رکھنے والے سب یکساں درجہ پر نہیں ہوتے۔

۲ مخلوط محبت خالص محبت ہو جاتی ہے جبکہ نفس کی محبت اگرچہ مطلقاً نہیں مگر نسبتاً رضائے الٰہی کے خیال میں غرق ہو جائے۔ یہہ حالت ہمیشہ اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ دونوں مدعاؤں سے حد مناسب تک محبت رکھی جائے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خالص محبت مخلوط محبت ہے جب کہ اُسکی صحیح طور پر ترکیب دیجائے۔

۳ خالص محبت مخلوط محبت کی متضاد نہیں بلکہ وہ در اصل مخلوط محبت ہے جب کہ وہ مذکورہ بالا صحیح نتیجہ (درجہ) تک پہنچائی جاتی ہے۔ جبکہ یہہ درجہ حاصل ہوجاتا ہے تو خدا کے جلال کی نیت اور غرض ایسی وسعت حاصل کر لیتی ہے اور دل پر ایسی محیط ہو جاتی ہے کہ دوسری غرض یعنی اپنے ذاتی راحت و آرام کی طلب ایسی کم ہو جاتی اور ہمارے باطنی حس سے ایسی دور ہو جاتی ہے کہ عملی طور پر بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ اُسوقت خدا جیسا کہ ہونا بھی چاہئے ہماری روح کا مرکز ہو جاتا ہے اور اُسی کی طرف ہماری تمام رغبتوں کا میلان ہوتا ہے۔ اور وہ روح کی اخلاقی دنیا کیلئے ایک آفتاب کا کام دیتا ہے جس سے اُس کی تمام روشنی اور حرارت حاصل ہوتی ہے۔ اس درجہ پر پہونچکر انسان اپنے نفس کا خیال ترک کر دیتا ہے کیونکہ اب وہ یکسو ہو جاتا ہے۔ اُسکا اپنا راحت و آرام اور ہر ایک چیز جو اُسکی ذات سے واسطہ رکھتی ہے بالکل نظر انداز ہو جاتی ہے اور اُسکی نگاہ بالکل رضاء الٰہی اور جلال الٰہی پر جم جاتی ہے۔

(۴) ہم اپنے تئیں اُنکے قدموں پر ڈالتے ہیں۔ خودی کا خیال چلا جاتا ہے نہ اسلئے کہ اپنی بہتری کا خیال رکھنا یا اُس کی خواہش کرنا بُرا ہے بلکہ اسلئے کہ اس قسم کی خواہش کا مُدعا اب ہمارے خیال سے دور ہو گیا ہے۔ جب کہ آفتاب نکلتا ہے تو ستارے غائب ہو جاتے ہیں جب کہ خُداخانہ روح میں رونق افروز ہو تو کون ہے جو اُسوقت اپنا خیال کریگا۔ اسوقت ہم خُدا کو اور صرف خُدا ہی کو پیار کرتے ہیں۔ اور باقی سب چیزوں کو خُدا میں اور خدا کے واسطے۔

نکتہ سوم

مذہبی تجربے کے ابتدائی دنوں میں ایسی اغراض جنکا واسطہ ہماری ذاتی خوشی و آرام سے ہوتا ہے بعد کے زمانے کی نسبت زیادہ زبردست اور بالا ہوتے ہیں۔ اور یہہ بات معیوب اور قابل الزام بھی نہیں۔ خود دیندار آدمیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بھی یہہ بالکل مناسب ہے کہ اُن سے موت کا خوف آنیوالے روز عدالت اور دوزخ کے عذاب اور بہشت کے نعمائے کا ذکر کیا جائے۔ کتب مقدسہ میں بھی لوگونکی توجہہ کو پھیرنیکے لئے اِسی قسم کی باتیں استعمال کی گئی ہیں اور دنیا کے ہر ایک زمانہ کے نیک لوگونکے خیالات اور جذبات کے بالکل مطابق ہیں۔ جو اغراض اِن میں پائی جاتی ہیں اُنسے مبتدیان دین کو بہت کچھہ مدد حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اِن سے نفسانی خواہشیں بہت کچھہ دب جاتی ہیں اور نیک خصلتیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اسلئے ہمیں خدا کے فضل کو جیسا کہ وہ دین کی اس ادنی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جو خالص محبت کی جلالی اور زیادہ کامل صورت تک نہین پہنچا حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ ہم کو خُدا کے فضل کی پیروی کرنی ہے نہ اُسکی رہنمائی۔ خالص محبت کی اعلےٰ حالت تک ہم درجہ بدرجہ پہونچیں گے۔ اس طور سے بڑی ہشیاری

اور خبرداری سے خدا کے اندرونی و بیرونی انتظام قدرت کو نگاہ رکھتے ہوئے۔
اور جو فضل کہ ہم کو مل چکا ہے اسکو ترقی دیکر زیادہ زیادہ فضل حاصل کرتے ہوئے
یہانتک کہ پو پھٹنے کی دھندلی روشنی آخر تک کامل روز کی روشنی میں بدل جائے۔

نکتہ چہارم

وہ جو خالص اور کامل محبت کی حالت کو پہنچ چکا ہے تمام اخلاقی اور مسیحی خوبیاں اپنے میں رکھتا ہے۔ اگر اعتدال۔ تحمل۔ عفت۔ صداقت۔ تلطف۔ معافی۔ عدل۔ خوبیاں شمار کی جاتی ہیں تو اس میں کچھ شک نہین کہ یہہ سب پاک محبت میں داخل ہیں۔ جس سے ہماری مراد یہہ ہے کہ محبت کا اصول ان خوبیوں کی ہر ایک صورت میں ظاہر ہونے سے قاصر نہیں رہیگا۔ سنٹ اگستین کا قول ہے کہ محبت تمام خوبیوں کی بنیاد منبع اور اصل ہے۔ اور دیگر بزرگان دین بھی اس قول کی تائید کرتے ہیں۔

خالص محبت کی حالت سے وہ ذہنی حالت جو مسیحی امید کے نام سے کہلاتی ہے خارج نہیں ہے۔ اُس اُمید کو جو مسیحی کو ہے جب ہم اُس کے اجزا کو الگ الگ کرتے ہیں تو اُس کو یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ وہ آسمان میں خدا کے ساتھ وصل ہونے کی خواہش ہے معہ اس اُمید یا اعتقاد کے کہ یہہ بات ایسی ہی ہوگی۔

نکتہ پنجم

وہ ارواح جو محبت میں کامل ہوکر سچ مچ پاکیزگی کو حاصل کر لیتے ہیں تاہم فضل میں ترقی کرنے سے رُک نہین جاتے۔ پاکیزگی کے مدارج کی تخصیص و تشریح

کرنا آسان کام نہیں ہے مگر جو آدمی اس درجہ کو حاصل کر لیتے ہیں کم سے کم وہ دو باتوں کا تجربہ ضرور کرتے ہیں۔

۱ پہلے کو پاک توکل کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں۔ اس حالت میں روح زمانہ مابعد کی نسبت اپنے ذاتی عیش و آرام کا زیادہ دفعہ خیال کرتا ہے۔

۲ دوسری حالت پاک بے پرواہی کی حالت ہے۔ اس حالت میں روح خداوند کی ہدایت کی مدد کے سوا کسی چیز کی خواہش یا ارادہ کرنا مطلقاً چھوڑ دیتا ہے۔ جوں جوں روشنی بڑہتی جاتی ہے اس کی اپنے نفس کی خواہش کلی اور مستقل طور پر خدا کے جلال کے اعلےٰ اور زیادہ جاذب طاقتور خواہش میں غرق ہو جاتی ہے۔ تجربہ کی اس حالت میں جب کہ ہم وہ کام کرنا غالباً جو ہم ادنیٰ حالت میں کرتے اور جسکا کرنا اُس وقت بالکل مناسب بھی ہوتا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اب ہم اپنی نجات صرف اس لئے نہیں چاہتے کہ ہم ہمیشہ کے لئے خلاصی حاصل کر لیں یا اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ہماری ذات کو نہایت اعلےٰ خوشی و آرام حاصل ہوگا۔ بلکہ ہم اُس کو زیادہ تر اسواسطے چاہتے ہیں کہ اس سے خدا کی رضا و خوشی پوری ہوتی ہے اور اس سے اُس کی بزرگی جلال ہوتا ہے اور اس لئے کہ وہ خود اسکی خواہش اور ارادہ رکھتا ہے کہ ہم وہی خواہش اور ارادہ رکھیں۔

۳ یہہ پاک بے پرواہی یہہ نہیں کہ ہم بالکل حرکت چھوڑ دیں۔ ایسا خیال اُس آشنا سے بالکل دور ہے۔ بلکہ اُس کی غرض یہہ ہے کہ ہر ایک چیز سے جو خدا کی رضا کے باہر ہو اُس سے بالکل بے پروا ہو جائیں مگر ہر ایک چیز کے لئے جو اُس کی رضا میں شامل ہے نہایت جانفشانی اور سرگرمی سے کوشش کرتے رہیں + (باقی داشتہ)۔

جزیرہ مڈغاسکر میں مسیحی مذہب

۳

ممکن نہ تھا کہ ایسی گنہگار اور ظالم ملکہ مشنریوں کی مدد کرے۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی رعایا کو حکم دیا کہ مدرسوں میں جانا موقوف کریں۔ اس حکم کے نکلتے ہی مشنریوں کا کام بند ہو گیا۔ لیکن وہ سست نہ رہے۔ انکے کام کے بند ہونے سے جو فرصت انکو ملی اُسکو انہوں نے ترجمہ کے کام میں صرف کرنا شروع کیا۔ چھاپہ خانہ قایم ہو چکا تھا اور بائیبل کا ترجمہ بکثرت چھپنے لگا۔ ۱۸۳۰ء میں تئیس ہزار انجیلیں چھاپی گئیں۔ اور ان کے سوا کئی اور کتابیں بھی تیار ہوئیں۔ مئی ۱۸۳۱ء میں ۲۸ آدمیوں کو بپتسمہ دیا گیا۔ انمیں ایک پجاری تھا جسکا نام یونس رکھا گیا +

یہہ ۲۸ - آدمی بڑا جوش رکھتے تھے اور ان کے ذریعہ سے کلیسیا پھیلنے لگی۔ اور ملکہ کو دوبارہ فکر ہونے لگی۔ اُسنے حکم دیا کہ آئیندہ کسی کو بپتسمہ یا عشاء ربانی نہ دی جائے۔ کچھ عرصہ بعد حکم نکلا کہ کوئی غلام تعلیم نہ پاوے۔ لیکن باوجود ان حکموں کے مشنری تعلیم دینے اور کتابیں بانٹنے سے باز نہ آئے۔ ۱۸۳۲ء میں تخمیناً تیس ہزار آدمی پڑہنا سیکھ چکے تھے۔ اور بائیبل کے زیادہ حصہ کا ترجمہ ہو چکا تھا۔ چونکہ بائیبل کے سوا اس ملک میں اور کوئی کتاب نہ تھی اِسلئے اکثر آدمی اس کو پڑہتے تھے۔ اور دن رات اسی کا چرچا رہتا تھا۔

ان دنوں میں ایک عجیب بات وقوع میں آئی۔ ایک شخص نے جو بڑا ہشیار اور دلیر تھا کچھ عرصہ تک مسیحی مذہب کی تعلیم پائی۔ اس تعلیم کو اُسنے اپنے پرانے خیالات اور بُت پرستی کے ساتھ ملا کر یہہ کوشش کرنی شروع کی کہ ایک نیا مذہب بنا دے۔ قریباً دوسو آدمی اُس کے مرید ہو گئے ملکہ کو خوش کرنے کے لئے اُسنے پیشینگوئی کی

کہ دانا و لونا کل دنیا کی مالک ہو جائیگی۔ اور تمام مردے زندہ ہو جائینگے۔ اور جو زندہ ہیں وہ کبھی نہ مرینگے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں سب بنی آدم صلح اور امن سے رہنا شروع کر دینگے۔ یہہ لوگ بڑی دلیری سے کہتے تھے کہ ہم اپنی جان دے دینگے اگر یہہ باتیں سچ نہ نکلیں۔ ان باتوں سے ملکہ اور درباری بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب اس نئے نبی نے یہہ کہا کہ کل بنی آدم ایک باپکی اولاد ہیں تو ملکہ اور سب امیر لوگ بڑے ناراض ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے جوش اور جھوٹی پیشین گوئیوں سے بڑا سخت عذاب کمایا۔ ملکہ نے حکم دیا کہ نبی اپنے تین بڑے شاگردوں کے ساتھ ایک گڑہے میں اُلٹا لٹکایا جائے اور پھر وہ گڑھا گرم پانی سے بھر دیا جائے۔ اسکے باقی شاگرد بڑی سختیوں سے مارے گئے اور کئی قید ہوکر غلامی میں بیچے گئے۔ اسطرح اس نئے مذہب کا خاتمہ ہؤا۔ لیکن افسوس کی بات یہہ ہے اس فرقے کے برپا ہونیکا الزام مسیحیوں پر لگایا گیا۔ اور جب امیروں نے دیکھا کہ یہہ نیا مذہب کس آسانی سے مٹ گیا تو وہ سمجھنے لگے کہ ہم مسیحی مذہب کو بھی آسانی سے مٹا دینگے۔

رفتہ رفتہ مسیحیوں کے خلاف قسم قسم کے غلط الزام لگنے لگے چونکہ وہ لوگ اپنی بت پرستی کی رسمیں ترک کر دیتے تھے اس لئے ملکہ کو خوف ہؤا کہ کہیں یہہ لوگ بغاوت نہ کریں۔ ملکہ نے خفیہ تحقیقات کرنی شروع کی اور ایک نوجوان مسیحی کو بیوفائی کے الزام میں گرفتار کیا۔ حکم ہؤا کہ اُس کو زہر پلایا جاوے تاکہ اُس کی آزمائش ہو۔ اتفاق سے زہر پیکر وہ آدمی جیتا رہا۔ اور اس کے ساتھیوں نے بڑی خوشی سے دھوم دھام کے ساتھ علانیہ اُسکا استقبال کیا۔ ملکہ کو جب اُسکی خبر پہنچی تو وہ بڑی ناراض ہوئی اور کہنے لگی کہ یہہ دھوم دھام صرف میرے چڑانے کے لئے ہے۔ کیا میرے مُلک میں ایسی باتیں ہؤا کرینگی۔ کیا میں نے اِس شخص کو زہر پینے کا حکم نہ دیا تھا۔ پھر کیوں یہہ لوگ ایسی خوشی کر رہے ہیں۔ ملکہ کے صلاحکاروں

میں کئی اشخاص تھے جو کہ مسیحی مذہب کے دشمن تھے اور اُس کا خاتمہ کیا چاہتے تھے۔ اور ایسے موقعوں پر وہ لوگ اسکو زیادہ اشتعال دیتے تھے۔ انہیں سے ایک شخص جو بڑا عقلمند سمجھا جاتا تھا ایکدفعہ عبادت کے وقت گرجا میں گیا۔ تاکہ ملکہ کے لئے مسیحیوں کے خیالات کی خبر لاوے۔ اُس نے آکر اُس سے کہا کہ مشنری لوگونکو تعلیم دیتے ہیں کہ یہوواہ اور مسیح کی تابعداری کریں۔ اور یہوواہ انگلنڈ کا پہلا بادشاہ تھا اور مسیح دوسرا ہے۔ اس بیہودہ اور غلط خبر کو ملکہ نے فوراً یقین کر لیا۔ اور قسم کھائی کہ میں ان مسیحیوں سے ضرور انتقام لونگی۔ پھر اُسنے اپنے تمام اہلکاروں کو حکم دیا کہ یکم مارچ ۱۸۳۵ء کے روز دار السلطنت میں تمام لوگوں کو جمع کریں۔ اس خبر کے سنتے ہی تمام مسیحی گھبرائے کیونکہ پہلے سے افواہیں اڑ رہیں تھیں کہ مسیحیوں کے لئے کوئی بڑی آفت طیار ہو رہی ہے۔ ملکہ کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے مسیحی اپنے گرجا میں جمع ہوئے۔ انہیں سے ایک نے ان الفاظ پر وعظ کیا اے خدا وند ہمیں بچا کہ ہم ہلاک ہوتے ہیں۔ اتوار کے روز شہر کے تمام لوگ ایک بڑے میدان میں جمع ہوئے۔ ملکہ کے حکم سے پندرہ ہزار سپاہی بھی وہاں خیمہ زن تھے۔ اور توپیں چل رہی تھیں۔ جب سب لوگ جمع ہو چکے تھے ملکہ کی طرف سے شہر کا بڑا منصف آتا ہوا دکھائی دیا۔ اُس نے آکر ایک لمبی تقریر کی جسمیں اس نے کہا کہ قدیم دستورات کو چھوڑنا یا بدلنا بڑا گناہ ہے۔ آخیر میں اُس نے سب مسیحیوں کی طرف مخاطب ہو کر اُن کو حکم دیا کہ ایک مہینے کے اندر اہلکاروں کے پاس آکر اپنے مذہب کا اقرار کریں اور جو کوئی اقرار نہ کرے اور پکڑا جاے اُس کے لئے موت کی سزا مقرر ہوئی۔ یہہ حکم سنکر سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔

دوسرے روز اس حکم کی ترمیم کی گئی اور ایک مہینے کے بدلے ایک ہفتہ کی میعاد مقرر ہوئی۔

اب ایمانداروں کے ایمان کی آزمائش شروع ہوئی - بہتوں نے مسیح کا انکار کیا - کئی جو مسیح کی پیروی کرتے اور صلیب اٹھانے کا دم بھرتے تھے طرح طرح کی بد ذاتیوں میں مشغول ہوئے تاکہ اہلکاروں پر ثابت کریں کہ ہم کبھی مسیحی نہ ہوئے تھے - لیکن بہتوں نے بڑا استقلال ظاہر کیا - چند جوانمرد تھے جو اس مہلک ہفتہ میں رات کے وقت گرجا میں جاکر خدا سے مدد اور مضبوطی مانگتے تھے - انہوں نے دلیری سے جاکر اہلکاروں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم مسیحی ہیں اور مسیحی رہینگے - ہفتہ گذر گیا اور کئی آدمی مسیح کا دلیرانہ اقرار کر چکے تھے - لیکن یہہ معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاوے گا - سات روز کے بعد حکم نکلا کہ جن لوگوں نے مسیحی ہونیکا اقرار کیا ہے وہ جرمانہ وغیرہ کے ذریعہ سے شرمندہ اور ذلیل کئے جاوینگے - اور ان میں جو عہدہ دار ہیں بے عزتی کے ساتھ موقوف کیئے جاوینگے - اور اگر کوئی شخص باوجود اس خفیف سزا کے مسیحی رہے تو وہ جان سے مارا جاوے گا -

اس حکم کا مقصد یہہ تھا کہ مسیحی ذلیل اور حقیر ہو جاویں - ایسا کہ انکی بری حالت کو دیکھکر کسی کے دل میں مسیحی ہونے کی خواہش باقی نہ رہے - ایک اور حکم نکلا جسکا خلاصہ یہہ تھا کہ تمام کتابیں اور رسالے جلا دیئے جائیں ایسا کہ ایک ورق بھی باقی نہ رہے - باوجود ان تمام سختیوں کے روزمرہ لوگ آکر اپنے تئیں مسیحی ظاہر کرتے تھے اور چھپ چھپ کر انجیل کو پڑھا کرتے تھے - بلکہ دور دور سے پاک کلام کی تلاش میں آتے تھے اور اس کے ڈھونڈھنے سے نہ ڈرتے تھے - مشنری ترجمہ کرنے میں مشغول تھے چنانچہ ان دنوں میں پرانے عہدنامے کا ترجمہ اختتام کو پہنچا - اور مسیحی کے سفر کا ترجمہ بھی طیار ہو گیا -

سختیاں اور ظلم دن بدن زیادہ ہوتے جاتے تھے - اور مشنریوں نے

دیکھا کہ ہمارے یہاں رہنے سے دیسی مسیحیوں پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں - ملکہ بھی
انہیں شک کرتی تھی - اس لئے اُنہوں نے ارادہ کیا کہ کچھ عرصہ کے لئے مڈغاسکر
سے نکل جائیں - جون ۱۸۳۵ء میں چھ مشنریوں میں سے چار روانہ ہوئے اور
مارشیس کے جزیرے میں جا رہے - باقی دو ایک سال اور ٹھہر کر روانہ ہوئے -
ملکہ انہیر ظاہرا کوئی ظلم نہ کرتی تھی - لیکن اُنکے نوکر گرفتار کئے گئے اور اُن کو زہر
پلایا گیا - اِن میں سے دو اُسیوقت مر گئے - ان دنوں میں وہ تھوڑے سے مسیحی جو جنگلوں
اور غاروں میں پنہاں تھے رات کے وقت پوشیدگی کے ساتھ جمع ہو کر خُدا کا
کلام پڑہتے اور اپنے دلکو تقویت دیتے تھے - ایک دوسرے کی پہچان کے لئے
انہوں نے خاص الفاظ ٹھہرائے ہوئے تھے - جولائی ۱۸۳۶ء میں جب باقی دو
مشنریوں نے دیکھا کہ ہم دیسی مسیحیوں کی کسی طرح مدد نہیں کر سکتے تو اُنہوں
نے بھی روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا - روانہ ہونے سے پیشتر اُنہوں نے تمام
انجیلیں گیت کی کتابیں اور دینی رسالے جو باقی رہے تھے جمع کئے اور اُن
کو زمین میں دفن کر دیا اور مڈغاسکر کو چھوڑ کر چلے گئے - انکے چلے جانے
سے دیسی مسیحی بالکل اکیلے رہگئے اور ہم آئندہ دیکھیں گے کہ اُنہوں نے اس
تنہائی اور ظلم میں کیسی مضبوطی دکھائی -

مشنریوں کے روانہ ہوتے ہی مصیبت کا طوفان بڑے زور سے انکے
مریدوں کے سروں پر وارد ہؤا - ایک مسیحی عورت جو بڑی دولتمند اور اعلے
خاندان میں سے تھی ملکہ کے حکم سے گرفتار کی گئی - اس کے باپ نے اُسکو
اُسے سمجھایا اور کہا کہ مسیح کا انکار کرے لیکن اُس نے مطلق انکار کیا - ملکہ یہہ
سُنکر نہایت ہی خفا ہوئی اور حکم دیا کہ اس کا سر کاٹا جائے - لیکن اُس کے دوستوں
کی سفارش سے اس کی جان بخشی گئی - ملکہ نے اُس سے بھاری جرمانہ لیکر اُسے

رہا کیا۔ قید سے چھوٹکر اس عورت نے اپنا سارا مال و اسباب بیچ ڈالا اور کسی دور کے شہر میں رہائش اختیار کی۔ یہاں پر روپوش مسیحی اس کے پاس آتے اور اس کے گھر میں عبادت کرتے تھے۔ ان دنوں میں چند مسیحیوں نے مشنریوں کے پاس خط بھیجے اور اپنی بُری حالت کی خبر ان کو پہنچائی۔ انہوں نے لکھا کہ ہمارے پاس چند انجیلیں ہیں اور مسیحی کے سفر کی کتاب کی ہمنے چند نقلیں اپنے پڑھنے کے لئے طیار کر لیں ہیں۔

ان دنوں میں دس مسیحی گرفتار ہوئے اور سزا کے لئے حاضر کئے گئے۔

لکھا ھے کہ یروسلم میں حاضرین مجلس نے استیفان پر غور سے نظر کی۔ انہیں اُسکا چہرہ فرشتہ کا سا چہرہ نظر آیا"۔ اس چہرہ کی نسبت عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ نہائیت سنجیدگی اور آسمانی عظمت کا چہرہ ہوگا لیکن ایک عالم کا خیال ہے کہ یہہ اسی قسم کا غضبناک چہرہ ہوگا جسکو مسیح کے جی اٹھنے کے وقت قبر کے نگہبان دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ یعنے یہہ پاکیزہ غصہ اور پُر عظمت سختی کا چہرہ تھا۔

سکاٹلنڈ کے پادری جان ولیمن صاحب کا ذکر ہے کہ رات کیوقت بستر سے اُٹھکر اپنی کلیسیا کے لئے صدق دل سے دعا کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھی اُس کی بیوی اُس کو باز رکھنے کے لئے سمجھایا کرتی تھی جس کے جواب میں وہ کہا کرتا کہ" اے نیکبخت! میں تین ہزار اشخاص کی روحوں کے لئے جوابدہ ہوں مجھے معلوم نہیں ان میں سے اکثر کس حالت میں ہیں"۔

صلیب پر کھینچا جانا موجب شرم وحقارت ہے۔ اسکے یہہ معنے ہیں کہ جب دنیا ہمارے لئے صلیب پر کھینچی گئی اور ہم دنیا کے لئے تو گویا دنیا ہمارے لئے باعث شرم ہے اور ہم دنیا کے لئے شرم اور تحقیر کا باعث ہیں۔

دینی خادموں اور خدمت کے اُمیدواروں کیلئے سوالات

(یہہ سوالات ملک جرمنی اور انگلستان میں کثرت سے مشتہر کئے گئے ہیں)

(۱) کیا تمہیں اپنی ہر ایک وعظ اور ایڈریس اور ملاقات کا حساب دینا پڑیگا؟ اگر پڑیگا تو اس خیال کا اثر تم پر کیا ہو رہا ہے؟

(۲) کیا دینی خدمت کو پھولوں کی سیج سمجھہ لینا آسان بات نہیں ہے؟ اگر ہے تو کیا اس آسان خدمت کا سبب بتانا بھی آسان بات ہے؟

(۳) کیا تمہاری وعظ یا درس کسی گنہگار روح کیلئے آخری پیغام نہیں ہے؟

(۴) کیا تمہیں سب جانوں کا جو تمہارے سپرد ہیں حساب دینا پڑیگا یا فقط چند کا؟۔

(۵) اگر تم لوگوں کو یہہ یقین دلاؤ کہ وہ نجات یافتہ ہیں حالانکہ وہ اس برکت سے محروم ہیں۔ تو اس کے نتایج کیا ہونگے؟

(۶) کیا لوگ منتظر ہونے کا حق نہیں رکھتے کہ اگر وہ خطرہ میں ہیں تو تم اُن کو آگاہ کردگے؟

(۷) اگر تم کسی شخص کو جسنے نجات نہیں پائی بغیر آگاہ کئے ابدی ہلاکت میں چلا جانے دو تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

(۸) کیا تمہاری خاموشی سے تمہاری جماعت کے لوگ یہہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ ہم محفوظ ہیں؟

(۹) مسیح گناہ کے خطرناک نتایج کا بار بار ذکر کیا کرتا تھا۔ کیا تم بھی ایسا ہی کرتے ہو؟

(۱۰) تمہیں کن لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیئے۔ کیا اُن سے جنکی ملاقات تمہارے

لئے فرحت بخش ہے یا اُن سے جو تمہاری نظر تلطف اور ملاقات کے محتاج ہیں؟

(۱۱) کیا تمہاری دعائیں ایسی نہیں ہونی چاہئیں کہ جس سے لوگ دعا کی حقیقت کے قائل ہوں؟ کیا وہ ایسی ہیں؟

(۱۲) کیا دینی خادم کو مسیح کے ساتھ دلی رفاقت رکھنا نہیں چاہیئے؟ کیا تم رکھتے ہو؟

(۱۳) کیا کوئی ایسی تباہ حال روح تمہارے علاقہ میں ہے جسکو روح القدس بچا نہیں سکتا یا بچانے کے لئے تمہیں استعمال نہیں کر سکتا؟ اس خیال کا کیا اثر تم پر ہوگا؟

(۱۴) تمہاری ناکامیابیوں کا کیا باعث ہے۔ جنگ کا سامان نہیں ہے یا تمہارا کوئی ہدف نہیں ہے؟

(۱۵) کیا تمہاری تمام خدمت کا انجام مسیح کے ساتھ تمہارے شخصی تعلق پر منحصر نہیں ہے؟ اگر ہے تو اس صداقت کا کیا اثر تمہاری زندگی پر ہے؟

(۱۶) کیا تمہاری میل ملاقاتوں سے تمہاری وعظوں کا اثر زیادہ گہرا نہیں ہونا چاہیئے؟ کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

(۱۷) کیا مسیح نہیں جانتا کہ تم کہاں سب سے زیادہ مفید ہو سکتے ہو؟ اگر تم اسپر بھروسہ رکھو تو کیا وہ تم کو ایسی جگہہ میں نہ رکھیگا؟

(۱۸) جہاں مسیح تم کو رکھنا چاہتا ہے اگر تم وہاں جانے پر راضی نہ ہو تو اسکا کیا انجام ہوگا؟

(۱۹) کیا بائبل کے مطالعہ سے غفلت کرنا ہمیشہ روح کو ضعیف اور خدمت کو کمزور نہیں کر دیتا؟ کیا تم اس فرض سے غافل رہو گے؟

(۲۰) کیا خدا نے گنہگاروں کو بچانیکے لئے سب سے بڑی قربانی نہیں دی؟ کیا تمہیں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیئے؟

(۲۱) کیا کوئی شخص ایک کتاب عاریت دینے یا ایک رسالہ دینے کے نتائج کا حساب کر سکتا ہے؟ کیا جو کتاب یا رسالہ خود تمہارے لئے مفید ثابت ہوا ہے اوروں کو پڑھنے کے لئے نہ دو گے؟

(۲۲) کیا تمہارے ہمیشہ تک مسیح کے ساتھ جاری رہنے میں بہت عرصہ ہے؟ کیا تمہیں اسوقت ایسی زندگی بسر نہیں کرنا چاہیئے جیسی تم اسوقت کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم ایسا کرو گے؟

وادی میں نور

چھٹا باب

وہ بھی خدمت پہ لگے ہیں جو کھڑے ہیں منتظر۔

اڈلین ٹڑسلٹ اوپر کے کمرے میں جہاں سے وادی سنٹ مارٹن کا نظارہ خوب دکھائی دیتا تھا دم واپسین کی حالت میں پڑی تھی۔لیکن اس کا باپ ابھی تک نہ مانتا تھا کہ اُس کی حالت سچ مچ ایسی خطرناک ہے۔

میں ابھی جاکر کسی اور ڈاکٹر کو بُلالاتا ہوں۔ یہہ کندہ ناتراش کچھ نہیں جانتا اور یہہ کہتے ہی وہ کمرے سے کھٹ کھٹ کرتا نیچے اُتر آیا گو بستر مرگ پر سے ایک نرم شیریں آواز آئی کہ ابا جان اب کچھ فایدہ نہیں۔ آپ میرے پاس ٹھہرئے لیکن اُس نے مطلق پرواہ نہ کی۔

خالہ جان!

کونٹس اڈلین کے بستر پر جُھکی۔

کیا تمہیں اُمید ہے کہ میں صبح تک جیتی رہوں گی۔

ہاں عزیزہ۔ ہم سبھوں کو امید ہے۔لیکن ڈاکٹر کہتا ہے کہ اب شک کا مقام ہے۔

کیا آپ نے کلیرا کو بلا بھیجا ہے؟

ہاں وہ ابھی آتی ہی ہوگی۔

پیاری خالا جان مجھے کچھ پڑھکر تو سُناؤ۔

کونٹس نے میز کے ایک خانہ سے بیبل کو نکالا۔ اُسے کھولنے میں اُسے

کچھ تامل ہوا کرتا تھا۔ وہ ڈرتی تھی کہ کہیں پریسٹ ناراض نہ ہوجائے۔ لیکن اب اس نے اپنے کاندھوں کو ذرا ہلا کر کہا۔ مجھے پریسٹ کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ تاہم اس نے احتیاط سے کتاب کو چھپا کر ہی رکھا۔

بائبل خود بخود اس پیارے مزمور المزامیر۔ چوپانی زبور پر کھل گئی اور اس نے اس کو پڑھکر سنایا۔

کسی خادم نے دروازہ پر آکر دستک دی کہ جناب کلیر ارڈ آگئی ہے۔ کوئنٹس نے خادم کی آہٹ سنتے ہی بائبل کو چھپا لیا تھا اڈلین جو اس وقت اونگھتی معلوم ہوتی تھی تبسم سے کہنے لگی "آخر کار .... کلیرا"

اگر اڈلین بالکل بیدار ہوتی تو شاید مشکل سے اپنی کوکی بہن کو پہچانتی۔ لیکن وہ ابھی تک نیم بیہوشی کی حالت میں تھی اور کمرے کے پردے بھی کھڑکیوں پر گرے تھے۔

کلیرا نے پلنگ کے پاس دوزانو کھڑے ہوکے اڈلین کے ایک پیارے سفید ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

یہہ واقعہ بیشک حیرت افزا اور تعجب انگیز تھا کہ وہ بہادر لڑکی جو آگ کے سامنے بڑے استقلال سے جوں کی توں کھڑی رہی۔ کیونکر اس خاموش بستر مرگ کے پاس آنسو بہانے لگی۔ شاید پچھلے واقعات نے اس کے دل کو شکستہ کردیا تھا لیکن یہہ ہمارا صرف خیال ہی ہے۔

اسپر اڈلین جو کلیرا کی طرف ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ بیدار ہوگئی

کلیرا! تیرے باپ کا کیا حال ہے۔

بہن۔ وہ تو خوبصورت موت مر چکا۔

اڈلین کی آنکھوں سے اس وقت آنسو نہ بہتے تھے لیکن وہ ستارے کیطرح

درخشاں تھیں بیشک خوبصورت! کاش کہ ایسی موت مرنا میرا بھی نصیب ہوتا لیکن یہہ عزت میری حیثیت سے بڑھکر تھی۔

کلیرا کی آنکھوں سے آنسو چھما چھم برس رہے تھے۔ لیکن جب اُس نے یہہ کہا کہ بہن جب میرے ابا جان وادی میں سے گذرے تو واں نور ہی نور تھا۔ کیا آپکی بھی یہی حالت ہے۔ تو اس کی آواز سے ویسی ہی مستقل مزاجی پائی جاتی تھی۔

کلیرا۔ ہاں نور ابدی نور۔

آفتاب غروب ہو رہا تھا کہ شام کا ستارہ طلوع ہوا۔ کمرے میں ابھی تک روشنی کی کچھ کرنیں تھیں لیکن اس مریض پر آفتاب صداقت طلوع ہوا جس کے پنکھوں میں شفا تھی۔ اور جدہر کو وہ گئی واں کبھی رات نہیں ہوتی۔

کونٹس اور کلیرا اس خاموش مُردہ چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں اور اُسپر خوشی اور اطمینان کے آثار دیکھکر کبھی یہہ خواہش نہیں رکھہ سکتی تھیں کہ وہ واپس آجائے۔

کونٹس نے کلیرا سے پوچھا کہ تمہیں قبر سے پرے بھی اُمید ہے۔

ہاں جناب۔ ہمیشہ تک اُمید

اور اب جس حال کہ خدا کا نور وادی میں جلوہ گر ہوا۔ اُس کی حضوری کا نور اُس کے بندوں کے دلوں میں چمکا اور اُن کی موت تک ہدایت و رہنمائی کرتا رہا۔

اگر کوئی روحانی پہاڑ ہمارے سامنے آپڑے تو اسکو کسطرح عبور کرنا چاہئے۔ بعض لوگ کھود کر اُسمیں سے راستہ نکالتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو پہاڑ کے ارد گرد پھر کر دوسری طرف جاتے ہیں۔ لیکن تیسری قسم کے لوگ اپنے پر پھیلا کر پہاڑ پر سے پرواز کرکے گذر جاتے ہیں۔ اور یہی درست طریق ہے۔

مسیحی کارندوں کی ضرورت

رسولوں کے اعمال کے پہلے باب اور اُس کی آٹھویں آیت میں یوں لکھا ہے " لیکن جب روح قدس تم پر آئے گی۔ تم قوت پاؤگے اور یروسلم اور سارے یہودیہ وسامریہ میں بلکہ زمین کی حد تک میرے گواہ ہوگے "۔

نیز لوقا۔ باب ۲۴۔ آیت ۴۹ " اور دیکھو میں اپنے باپ کے اُس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن تم جبتک عالم بالا کی قوت سے ملبس نہ ہو یروسلم شہر میں ٹھہرو "۔ جب ہمارا نجات دہندہ آسمان پر جانے کو تھا اُس نے اپنے شاگردوں سے روح قدس کا وعدہ کیا۔ اُس سے پہلے شاگرد خداوند یسوع سے ایک بڑا حکم پا چکے تھے (متی ۲۸۔ باب آیات ۱۹ و ۲۰)" اس لئے تم جاکر سب قوموں کو شاگرد کرو۔ اور انہیں باپ۔ اور بیٹے۔ اور روح قدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور انہیں سکھاؤ۔ کہ اُن سب باتوں پر جنکا میں نے تم کو حکم دیا ہے عمل کریں "۔ اس حکم میں انجیل کی منادی اور جماعتوں کی نگہبانی کا ذکر ہے۔ خدمتِ الٰہی جو شاگردوں کو سونپی گئی بڑی بھاری۔ اور شاگرد بڑے کمزور تھے اس لئے انہیں حکم ہوا۔ کہ روح قدس کی طاقت پائے بغیر وہ ہرگز اپنی خدمت شروع نہ کریں +

اگرچہ منادی کا کام فوراً شروع کرنا بڑا ضروری تھا۔ لیکن شاگرد بخوبی جانتے تھے۔ کہ ہم اس کارِعظیم کے لئے نہایت کمزور ہیں۔ اگرچہ انہیں بخوبی نظر آتا تھا کہ دنیا چاروں طرف انجیل کی خوشخبری کے بغیر ہلاک ہو رہی ہے۔ تو بھی وہ خوب آگاہ تھے کہ ہم کچھ کر نہیں سکتے جب تک عالمِ بالا کی قوت سے ملبس نہوں۔ شاگرد خداوند یسوع کے حکم کے مطابق فوراً یروسلم کو گئے۔ وہاں گیارہ رسول اور چند عورتیں معہ دیگر مسیحیوں کے یکدل ہوکر دعا و مناجات میں لگے۔ جیسا کہ اعمال کے پہلے باب اور اُس کی چودھویں آیت میں لکھا ہے " یے سب عورتوں اور یسوع کی ماں مریم اور اُس کے بھائیوں کے ساتھ ایک دل ہو کے دعا اور منت کرتے رہے

تھے۔ غرض چند دنوں تک وہ نہایت سرگرمی سے دعا مانگتے رہے ۔ انہیں خوب موقعہ ملا۔ کہ اچھی طرح اپنے دل کی کمزوریوں سے واقف ہوں ۔ اور غالباً اُن مشکلات کی بابت سوچ دھیان میں رہیں جو انجیل کی منادی میں درپیش آنے والی تھیں ۔ انہوں نے متھیاس کو چنا تھا ۔ کہ یہودا کے عہدہ رسول مقرر ہو +

اب ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ روح قدس شاگردوں پر پنتیکوست کے دن نازل ہوئی ۔ جیسے اعمال کے دوسرے باب کی پہلی چار آئیتوں میں لکھا ہے " اور جب پنتیکست کا دن آیا تھا وہ سب ایکدل ہو کے اکٹھے ہوئے ۔ اور ایکبارگی آسمان سے ایک آواز آئی جیسی بڑی آندھی چلی ۔ اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے بھر گیا ۔ اور اُنہیں جُدی جُدی آگ کی سی زبانیں دکھائی دیں ۔ اور اُن میں سے ہر ایک پر بیٹھیں ۔ تب وہ سب روح قدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں جیسے روح نے انہیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے "۔

عالم بالا کی قوت سے ملبس ہو کر شاگرد بڑے مضبوط اور دلاور ہو گئے ۔ ان میں سے رسول پطرس کی حالت دیکھیں خداوند یسوع جس رات گرفتار ہوا ۔ پطرس نے ڈر کے مارے اسے چھوڑ دیا ۔ اور سردار کاہن کے گھر میں اپنے خداوند اور مالک سے نہ ایک بار ۔ نہ دو بار ۔ بلکہ تین بار منکر ہوا ۔ یہاں تک کہ لعنت کی قسم کھا کر کہا ۔ کہ میں اس کو جانتا بھی نہیں " یہی پطرس آسمان سے روح قدس پا کر اور کمر میں الہی قوت کا پٹکہ پہنکر پنتیکوست کے دن ایسی بڑی جماعت کے سامنے شیر سے دلیر نظر آتا ہے ۔ رسول کی اس حالت ۔ اور پہلی حالت کا مقابلہ کر کے ہمیں آسمان اور زمین کا فرق دکھائی دیتا ہے + روح قدس نے رسولوں پر نازل ہو کر سامعین پر اول درجہ کا طاقتور اثر پیدا کیا ۔ وہ مسیحی لوگوں کی حالت دیکھکر حیران و پریشان ہو گئے ۔ اپنے گناہوں سے قایل ہوئے ۔ یہانتک کہ انکے دل چھد گئے ۔ اور پطرس اور باقی رسولوں سے کہا ۔ کہ " اے بھائیو ہم کیا کریں ؟ اور اسی دن بپتسمہ پا کر تین ہزار آدمی کے قریب کلیسیا میں شامل ہو گئے +

اگر رسول روح قدس کے پانے کی قدر نہ کرتے - اور ایک دل ہوکر دعا و مناجات میں نہ لگے رہتے - تو اس جم غفیر گنہگاروں کی جماعت کے سامنے جو ڈاہ - حسد - دشمنی اور تعصب سے بھرے ہوئے تھے - جنہوں نے یسوع کی بابت کہا - کہ "لے جا - لے جا - اسے صلیب دے - صلیب دے" یقیناً ایسی جماعت کے سامنے اگر رسول عالم بالا کی قوت سے ملبس نہ ہوتے - تو ضرور تمسخر کا باعث ہوتے - اور انکی بات ایسی جماعت پر کبھی موثر نہ ہوتی +

ہم ابتدائی کلیسیا کے موافق کمزور ہیں - ابتدائی کلیسیا بہت کمزور اور لاچار تھی - کیونکہ روح قدس ابتک نہ اتری تھی - اسلئے کہ یسوع ہنوز اپنے جلال کو نہ پہنچا تھا" یوحنا ۷ ب ۳۹ - جس وقت ہمارا منجی صعود کے بعد اپنے باپ کے دھنے ہاتھ پر جا بیٹھا - اور اسنے آسمان پر جلال پایا - اور شاگردوں نے اپنے دلوں میں اُسے اول درجہ کی عزت دی - اُسے سب سے مقدم جانا - روح قدس اُنپر نازل ہوئی - اور وہ آسمانی طاقت سے بھر گئے :: ہماری کلیسیا ابتدائی کلیسیا کے موافق کمزور و لاچار ہے :: خداوند یسوع تو خدا کے دہنے ہاتھ پر سرفراز ہوا ہے - اور ہماری کمزوری کا سبب یہہ ہے - کہ ہم اپنے منجی کو اپنے دلوں میں وہ عزت نہیں دیتے جو اُس کا حق ہے :: ہماری کمزوری کا یہی سبب ہے - کہ ہم کلیہ طور پر اپنا دل خداوند یسوع کو نہیں دیتے :: وہ ہمارا سارا دل مانگتا ہے - اور اُسپر پورا تسلط چاہتا ہے - ہم کچھ دل اُسکو دیتے - اور کچھہ دنیا کے لئے رکھہ لیتے ہیں :: ہم اپنا بدن - اور زبان اُس کے لئے دیتے - ہم اپنی طاقتیں اور لیاقتیں بھی اس کے لئے خرچ کرتے - لیکن سارا دل اُسکو نہیں دیتے - اسلئے روح قدس ہمپر نازل نہیں ہوتی - کیونکہ ہمارا خداوند ہمارے دلوں میں جلال نہیں پاتا - جیسے اس نے ممبران ابتدائی کلیسیا کے دلوں میں جلال پایا +

کیا روح قدس کا وعدہ فقط ابتدائی کلیسیا کے لئے تھا اور بس ؟ ہرگز نہیں :: یہہ بابرکت وعدہ سب ایمانداروں کے لئے ہے - روح قدس اور آگ سے بپتسمہ دینا ہمارے خداوند کی خاص خدمت ہے :: متی باب ۳ - آیت گیارہ میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کا قول اسطرح

وح ہے" میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں - لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے - مجھ سے زور آور ہے - کہ میں اُس کی جوتیاں اُٹھانے کے لائق نہیں - وہ تمہیں روح قدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا" اور رسول پطرس نے پنتیکوست کے دن صاف صاف اُس کا بیان کیا - کہ "یہہ وعدہ سب مومنوں کے لئے ہے" اعمال ۲ ۳۹ " اس لئے کہ یہہ وعدہ تم سے - اور تمہارے لڑکوں سے ہے اور اُن سب سے جو دور ہیں جتنوں کو ہمارا خدا وندخدا بلائے" یقیناً مسیح آج - اور کل - اور ہمیشہ روح قدس اور آگ سے بپتسمہ دینے کو تیار اور یکساں ہے +

ہمارے درمیان اکثر بات چیت ہوتی ہے - کہ ہم دیسی مسیحی بہت غریب ہیں - ہمارے پاس روپیہ پیسہ نہیں - کیا یہی سبب ناکامیابی کا ہے ؟ ہرگز نہیں - ہرگز نہیں :: کیا ابتدائی کلیسیا بہت غریب و مُفلس نہ تھی اُن کی کامیابی کا سبب یقیناً روپیہ پیسہ نہ تھا بلکہ عالم بالا کی قوت و قدرت تھی - جس سے ملبس ہوئے :: ہم یہہ یقین جانتے ہیں - کہ کوئی دوسری لیاقت روح قدس کی عوضی نہیں ہو سکتی :: ذاتی لیاقتیں - یا ذہنی قوا اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور دوسری تمام اچھی صفات جو بذاتہٖ ہر ایک اپنے اپنے موقع پر نہایت بیش قیمت - اور مفید ہیں - روح قدس کی جگہہ کام نہیں دیسکتیں - جیسا سورج نظام شمسی میں - اور زندگی انسانی جسم میں اعلےٰ اور اوّل درجہ پر ہے - اور کوئی چیز ان کی جگہہ عوضی نہیں ہو سکتی - اسی طرح روح قدس اعلےٰ اور اوّل درجہ کی برکت کلیسیا کے لئے ہے - اور کوئی دوسری چیز اُس کی جگہہ پر عوضی نہیں ہو سکتی +

اگر ریل کی سڑک عمدہ اور درست ہو - اور گاڑیاں پختہ اور خوبصورت ہوں سٹیشن جابجا موجود ہوں - اور انجن بھی ہوں - مگر بھاپ نہو - تو ریل کا کام - اور مقصد کب پورا ہو سکے گا ؟ روح قدس کلیسیا کے لئے بھاپ کے موافق ہے - جس کے بغیر کلیسیا کا انجن چل نہیں سکتا +

تار کے انتظام میں قوّت برقی نہ ہو۔ تو تار کے انتظام سے کیا حاصل؟ خُداوند روح قدس کلیسیا کے لئے قوّت برقی ہے جسکے بغیر کلیسیا کی محنت اور کوشش مطلقاً عبث ہے +

سپرجن صاحب کلیسیاؤں میں روح قدس کی اشد ضرورت پر اس طرح کہتے ہیں "اگر ہم میں روح قدّس نہیں۔ تو بہتر ہے۔ کہ گرجے بند کریں۔ اور سنگلیاں لگاویں اور دروازوں پر سیاہ صلیبیں کھنچیں۔ اور ہم یوں کہیں۔ اے خُدا ہم پر رحم کر" +

اے خادمان دین اگر تم میں خُدا کی روح نہیں۔ تو تم وعظ نہ کرو۔ اور اے سامعین وعظ تم اپنے گھروں میں بیٹھو۔ یہہ بات مجھے کہنی بہت سخت معلوم نہیں ہوتی۔ کہ کلیسیا ملک میں بغیر روح قدس کے۔ برکت کیا۔ بلکہ لعنت ہے +

اے مسیحی کارندے اگر تجھہ میں روح قدّس نہو۔ تو یاد کر۔ کہ تو دوسرے شخص کی جگہہ روکے ہُوئے ہے۔ اور اُس درخت کے موافق ہے۔ جو پھل نہیں دیتا۔ اور ایسی جگہہ روکے ہُوئے ہے جہاں پھلدار درخت ہو سکے۔ واویلا اور ہلاکت اُس کلیسیا پر ہوگی جو روح قدس کے لئے بھوکی و پیاسی ہوکر گریہ وزاری نہ کرے۔ تاوقتیکہ روح کا کام قدرت سے اُس کے ممبروں میں ظاہر نہ ہو۔ روح قدّس یہاں حاضر ہے۔ اور پنتیکوست پر نازل ہونے کے بعد کبھی واپس نہیں چلی گئی۔ ہاں اکثر مسیحی اُس کو رنجیدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ روح بڑی غیور ہے۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ ہم اُس کے حضور ادب۔ اور حلیمی سے چلیں۔ اور سرگرمی سے اُس کے انتظار میں رہیں۔ اور پختہ ارادہ کریں۔ کہ ہر ایک گناہ جو اُس کی غیور طبیعت کو رنجیدہ کرتا ہے۔ ہم میں سے دفع ہو۔ تاکہ وہ ہم میں بسے۔ اور اب سے ہمیشہ تک ہمارے ساتھ رہے +

اے عزیزو روح قدّس کا پانا ہمارے لئے اشد ضروری ہے۔ عالم بالا کی قوّت کے بغیر ہم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آلہی طاقت کو پاکر ہم زندہ ہونگے۔ ہماری دعائیں جناب باری میں غالب ہونگی۔ ہمارا ایمان پختہ۔ ہماری محبت زندہ۔ اور بےریا۔ روز

بروز بڑھنے والی اور ہماری اُمید جلالی ہوگی ؛ ہم دلاور اور مضبوط ہونگے ۔ انسان کا ڈر اور اندیشہ خدا کے خوف سے ہم پر بہت کم اثر کریگا ۔ روح قدس کے حاصل کرنے میں ہمارے سامنے رسولی کلیسیا کا نمونہ موجود ہے ؛ اوّلاً صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی کلیسیا کے ممبروں نے اپنے آپ کو خدمات الٰہی کے لئے مخصوص کیا ۔ ثانیاً مرد و عورت ایکدل ہوئے اور سرگرمی اور استقلال سے دعا و مناجات میں لگے رہے +

بہت عرصہ گذرا ہے کہ ملک انگلستان میں پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان ملکی جنگ ہوا ۔ بادشاہ کی بہ نسبت پارلیمنٹ کی طرف زیادہ لوگ تھے ۔ اسلئے بادشاہ پر بہت مصیبت آئی ؛ اُس وقت ملک کے کسی شریف اور مالدار آدمی کے لئے یہہ عام بات تھی ۔ کہ بادشاہ کو آکر یوں کہے ۔ کہ اے بادشاہ سلامت مجھے رنج و افسوس ہے ۔ کہ آنحضور سے تخت چھینا گیا ۔ اور لوگ بڑی بے ادبی اور بے شرمی سے پیش آئے ہیں ؛ میں چاہتا ہوں کہ آنحضور کے تخت حاصل کرنے میں مدد دوں ؛ میں اپنے بیٹے اور نوکر ساتھ لایا ہوں کہ ہم سب کے سب اپنی جانیں اور ہتھیار آپ کے قدموں پر رکھیں ؛ مینے نیز اپنی زمین گروی کردی ہے ۔ اور گھر بار سب فروخت کیا ہے ۔ اور میں حاضر ہوں تاکہ بادشاہ کے ساتھ جنگ میں مدد دوں ؛ یہہ جان اور مال کا بادشاہ کے قدموں پر رکھنا ایک عمدہ صدقہ ہے ۔ ہاں اس قسم کی جان نثاری ہے جو خدا ہم سے طلب کرتا ہے ۔ بلکہ اس سے زیادہ تر گہری +

ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کی پارلیمنٹ ہے ؛ کنزرویٹو فرقہ ہندو اور محمدی وغیرہ ہیں اور باقی فرقے لبرل ۔ نیچری ۔ محمدی ۔ برہمو سماج ۔ و آریہ ہیں ؛ اُنہوں نے خدا کو اپنے دلوں کے تخت سے اتار دیا ہے ۔ اور نہیں چاہتے ۔ کہ خدا اُنپر بادشاہت کرے ۔ اب یسوع مسیح چاہتا ہے کہ خدا کی بادشاہت ہو جائے ۔ اور خدا باپ لوگوں کے دلوں کے تخت پر بیٹھے ؛ اب وہ ایسے اشخاص چاہتا ہے ۔ جو خیمہ سے اُس کے ساتھ باہر

لشٹ اُٹھانے کو نکل جاویں" وہ چاہتا ہے کہ ہم میں سے ہرایک اسی طرح اُس پاس آوے - جیسے کہ دولتمند اور مالدار اشخاص انگلستان میں بادشاہ کے پاس ملکی جنگ کے وقت آتے تھے - اور یوں کہے کہ اے خُدا میں اپنا سب کچھ - بلکہ اپنی جان اور خاندان بھی تیرے پاس لاتا ہوں - تیری عزت میں میری عزت - اور تیری بے عزتی میں میری بے عزتی :: میں کلیہ طور پر تیرے ساتھ شریک ہوں - تاکہ میرا بادشاہ اپنے تخت کو حاصل کرے اور تیری بادشاہت پنجاب بھر میں پھیل جاوے :: یہی بات ہے جو خداوند یسوع نے سکھائی ہے کہ "آسمان کی بادشاہت - اور اُس کی راستبازی ڈھونڈو" یہی خداوند یسوع نے اپنی موت اور زندگی سے ظاہر کیا :: یہی طریقہ رسُولوں کے اعمال میں پایا جاتا ہے :: اگر ہم پختہ اور زندہ مسیحی ہونا چاہتے ہیں تو ہم بھی ایسا ہی کریں :: ثانیاً ضرور ہے کہ ہم بھی دعا مانگیں :: یسوع نے خود فرمایا ہے (لوقا ۱۱ باب ۹ سے ۱۳ آیات تک) سو میں بھی تمہیں کہتا ہوں مانگو تو تمہیں دیا جائیگا - ڈھونڈو تو پاؤ گے کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائیگا - کیونکہ ہرایک جو مانگتا ہے لیتا ہے - اور جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے - اور جو کھٹکھٹاتا ہے - اُس کے لئے کھولا جائیگا :: تم میں سے کون ایسا باپ ہے - کہ جب اُس کا بیٹا روٹی مانگے اُسے پتھر دے - یا مچھلی مانگے - مچھلی کے بدلے اُسے سانپ دے - یا اگر انڈا مانگے اُسے بچھو دے ؟ پس جب تم بُرے ہو کر اپنے لڑکوں کو اچھی چیزیں دینی جانتے ہو - تو وہ باپ جو آسمان پر ہے - کتنا زیادہ اُن کو جو اُس سے مانگتے ہیں روح قدس دیگا +

ہماری دعائیں ضرور ہے کہ سرگرمی سے ہوں :: پیاسے ہو کر آب حیات کی شفاف ندی میں پینے کو تیار رہوں اور داؤد کے ساتھ ہم آواز ہو کر یوں کہیں "جس طرح سے کہ ہرنی پانی کے سوتوں کی نہایت پیاسی ہوتی ہے - ویسے ہی میری روح اے خُدا تیری نہایت پیاسی ہے :: میری روح خُدا کے لئے زندہ خُدا کے لئے ترستی ہے

کب میں جاؤں۔ اور خدا کے حضور حاضر ہوں زبور ۴۲ ۲ہمارے دعاؤں میں نہ فقط سرگرمی۔ بلکہ استقلال ہونا ضرور ہے۔ ابتدائی کلیسیا نے استقلال سے خدا کے آگے آہ وزاری کی۔ نہ ایک دن نہ دو دن۔ بلکہ دس دن دعا و مناجات میں کاٹے +

ہم خدا سے یعقوب کی سی کشتی کریں۔ جبتک ہمارا نام اسرائیل نہ ہوجائے تاکہ خدا اور انسان کے ساتھ غالب آویں +

ضرور ہے کہ مرد اور عورت ابتدائی کلیسیا کی طرح ایکدل ہوکر دعا میں لگیں۔ تاکہ خدا اپنی روح کلیسیا پر انڈیلے۔ اور ہم میں ہر ایک کی دعا یہہ ہو۔ اے بے حد قدرت والے آسمانی شعلے رحم کرکے میرے دل کے کوڑے کو جلا۔ اور گناہ اور خودغرضی کی نجاست وخباثت سے مجھے پاک کر: اور اے روح قدس آسمانی آگ تو میرے اندر اور میری ہڈیوں میں ایسی رچ جا کہ۔ میں ہلاک ہونے والی دنیا کے آگے تیرا سچا اور زندہ گواہ بنوں۔ اور نجات کی خبروں کو ظاہر کرنے سے رک نہ سکوں۔ خدا کے جلال کے لئے۔ آمین۔ (پادری احسان اللہ صاحب)

ذکر ہے کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور سب مسافر جان بچانے کے لئے کشتیوں کی طرف بھاگے۔ فقط ایک آدمی باقی رہگیا اُس نے یہہ کہکر کہ "دم بھر کے لئے ٹھہر جاؤ" اپنی ڈوبتی ہوئی کوٹھری میں غوطہ لگایا۔ لیکن وقت نہایت تنگ تھا جہاز سمندر کے تلاطم کے نیچے غائب ہوگیا اور مسافر اپنی کشتیوں کو ہٹا لے گئے چند روز کے بعد اُس شخص کی لاش دستیاب ہوئی اور اُس ہاتھ میں ایک تھیلی مضبوطی سے پکڑے ہوئی تھی جسمیں قریب ایک روپیہ کے ٹکے تھے اس تھیلی کی خاطر اُس نے اپنی جان کو ضایع کیا۔ آجکل بھی کتنے لوگ ایک روپیہ سے کم قیمت پر اپنی جانکو بیچ ڈالتے ہیں۔ دوزخ کیا ہے۔ راستی کا ایسے موقعہ پر یاد آنا جب اُس کو قبول نہیں کرسکتے۔

رسید زر

مسٹر جان کینڈل صاحب - واگا ایک روپیہ آٹھ آنہ
مسنز ولس صاحبہ - پٹھان کوٹ ״
پادری آر کلارک صاحب - امرتسر ״
منشی عزیز الدین خان صاحب - ہری پور ״
مسٹر پریم مسیح صاحب - میرٹھ ״
مسٹر سلطان احمد صاحب انبالہ چھاونی ״
مس مبین صاحبہ - بٹالہ ״
ملک روشن خاں صاحب - جہلم ״
پادری تاراچند صاحب - اجمیر ״
پادری صاحبدیال صاحب - جنڈیالہ ״
مسٹر غلام مسیح صاحب - شاہ آباد ״
ڈاکٹر نجم الدین صاحب - ڈیرہ غازیخان ״
لیڈی سپرنٹنڈنٹ صاحبہ گرلس مڈل سکول - امرتسر ״
پادری جے رڈمن صاحب - حیدرآباد سندھ ״
پادری منور خاں صاحب - ٹانڈگڑھ ״
مسنز نیوٹن صاحبہ - اللہ آباد ״
رائے بہادر رائے میاداس صاحب - فیروزپور ״
لیڈی ہرنام سنگھ صاحبہ - جالندھر ״
پادری یونس صاحب - کشمیر ״
مس ایس کے برخوردار صاحبہ - ترنتارن ״

مس اے نورڈیل صاحبہ - کشمیر ایک روپیہ آٹھ آنہ
مس واٹن صاحبہ امرت سر ״
مس وہنہ مولر صاحبہ - پشاور ״
پادری ایچ ڈی گرسولڈ صاحب - لاہور ״
مسٹر انڈور محی الدین صاحب - گوڑگاؤں ״
بابو ملوچند صاحب - ڈھوڈہ ״
بابو لبھو مل صاحب - بدوملی ״
مس الف ریڈ صاحبہ - تھوہوکھی ״
مسٹر مہدی خاں صاحب پشاور ״
پادری ٹامس ہاول صاحب - کلارک آباد ״
پادری کاسٹن صاحب - لاہور ״
ڈاکٹر ایچ ایم کلارک صاحب - امرتسر - تین روپیہ
ڈاکٹر اے پی تاتا صاحب - ہوشیارپور ״
مسٹر اکبر مسیح صاحب - باندہ ״
مس تھوبرن صاحبہ - لکھنو ״
پادری سنتھومل صاحب ڈسکہ ״
مس کے ایم بوس صاحبہ - بھڑوال دو روپیہ
مسٹر لے سموئیل ملائم الدین صاحب لیہ چودہ آنہ
مسٹر عبدالحمید صاحب - ریواڑی بارہ آنہ
بابو کشن داس صاحب - بٹالہ ڈیڑھ روپیہ

The MASIHI

Vol. II Amritsar *No.* 11
NOVEMBER.
1897.

CONTENTS.

Annual subscription ... 1 8 0

مسیحی

امرتسر

جلد ۲ — دسمبر — نمبر ۱۲

۱۱۹۷ء

فہرست مضامین

نوٹس وغیرہ سرورق کی پشت پر۔

مطبوعہ مشن پریس امرتسر

کرسمس پرزنٹ

احباب کو پڑھنے اور سال کا تحفہ دینے کے لئے ذیل کی کتابیں بڑی اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اوّل **یادِ محبوب** یہ کتاب تعریف کی محتاج نہیں۔ مسیحی اخباروں میں اس پر عمدہ ریویو نکل چکے ہیں اور کئی احباب نے پرائیویٹ خطوط میں اس کی خوبی کا اقرار کیا ہے۔ قیمت ۸/ و ۱۰/ و ۱۲/۔ **دوسری** کتاب **طریق التسلیم** ہے۔ یہ پادری [illegible] صاحب کے ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے پچھلے سال انگلینڈ و سکاٹلینڈ میں دئے۔ ہم ذیل میں اس کی فہرست مضامین درج کئے دیتے ہیں۔ (۱) روح سے بھر جاؤ۔ (۲) روح القدس کی بھرپوری کی برکت۔ (۳) آسمانی اور روحانی۔ (۴) خدا سب میں سب کچھ ہو۔ (۵) روح القدس کے لئے الگ کئے ہوئے۔ (۶) پطرس کی توجہ (۷) تسلیم مطلق۔ (۸) مسیح ہماری زندگی۔ (۹) ہم ان پر فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ (۱۰) انسان کے نزدیک ناممکن لیکن خدا کے نزدیک ممکن۔ (۱۱) میں کیسا بدبخت آدمی ہوں۔ (۱۲) روح سے شروع کرکے۔ (۱۳) خدا کی قدرت سے محفوظ۔ (۱۴) تم ڈالیاں ہو۔ قیمت ۶/ سے ۱۲/ تک۔ درخواستیں بنام سیکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی لاہور۔ آنی چاہئیں +

کرسمس نمبر

مسیحی کا کرسمس نمبر ۲۲ دسمبر کو شائع ہوگا۔ اور صرف انہیں احباب کے نام بھیجا جائے گا جو اپنا حساب بیباق کر چکے ہیں +

خاکسار

[illegible] مینیجر

نوٹ اور رائیں

ہندوستان کیوں بیدار نہیں ہوتا؟ - ماہ گذشتہ میں مقام دارجیلنگ پادری پارسنس صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ چرچ مشنری سوسائیٹی کے متعلق ہندوستان میں قریب تین ہزار دوسو[۳۲۰۰] کارندے ہیں اور گذشتہ سال میں قریب بائیس سو[۲۲۰۰] اشخاص نے بذریعہ اس سوسائیٹی کے بپتسمہ پایا - صاحب موصوف کی رائے میں باوجود سی - ایم - ایس کے ایسی کثیر التعداد گروہ کارندوں اور پیچیدہ انتظام کے یہہ نتایج خاطر خواہ نہیں - باعث اسکا کیا ہے؟ یہی کہ "یہہ کام روح القدس کی قدرت سے نہیں کیا جاتا" - خداوند نے فرمایا کہ تمام اختیار مجھے دیا گیا ہے پھر کیا باعث ہے کہ گذرے سال میں فی کارندہ ایک شخص نے بھی بپتسمہ نہیں پایا ...... اسکا ایک ہی جواب ہے کہ سی - ایم - ایس کا کام ہندوستان میں بحیثیت مجموعی روح القدس کی قادر مطلق طاقت سے متاثر اور متحرک نہیں ہے اس نتیجہ سے گریز کی کوئی راہ نہیں اور بہتر ہے کہ ہم جلد اسکو قبول کرلیں ...... عموماً بہت سے عذرات پیش کئے جاتے ہیں لیکن یہہ سب بہانے ہیں - اسمیں کچھہ شک نہیں کہ قصور ہم میں ہے ..... آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ یہہ ضرور نہیں بہت وقت جنگ گاہ میں صرف کیا جائے لیکن بادشاہ کی حضوری میں زیادہ رہنے کی ضرورت ہے +

آؤ بھائی ہند کو بیدار کریں - ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی بیداری پر مضامین کا ایک زرین سلسلہ مسیحی اخباروں میں شایع ہوا ہے - اب

ان کا خلاصہ ایک اپیل کی صورت میں آتا ہے ہند کی تمام مشنری سپاہ سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ بارہویں دسمبر ۱۹۶۰ کو ہند کی بیداری کے لئے عالمگیر متحدہ دعا کریں۔ ہاں تخت فضل کا محاصرہ کریں۔ خدا کو اس کے وعدے یاد دلائیں اور اس امر کے طالب و خواستگار ہوں کہ وہ جلد پورے کئے جائیں۔

اگر خدا کے تمام خادم یک دل و یک زبان ہو کر اسکی بڑی قدرت کے اظہار کے لئے پایۂ تخت پاس منتظر رہیں تو وہ کیسی بڑی برکت نازل ہو۔ روحانی بینائی تیز۔ ایمان مضبوط شوق و سرگرمی زیادہ اور روحیں پاک و تصدق ہوں۔ بھائی! بہن! ذرا سوچو۔ یہ متحدہ دعا کا دن ہند کے ایک لاکھ دیسی مسیحیوں کے لئے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ دیکھو۔ تمہاری ذمہ واری کیسی بھاری ہے۔ اٹھو۔ بارہویں دسمبر کو ہند کی روحانی فتوحات کی تاریخ میں ایک سنہلا اور قابل یادگار دن بناؤ۔ کاش کہ ہم میں ذکریاہ (۸: ۲۰-۲۱) کی پیش خبری بڑے جلالی طور پر پوری ہو۔ کہ: رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ آگے کو ایسا ہوگا کہ قومیں اور بہتیرے شہروں کے رہنے والے آئیں گے اور ایک شہر کے باشندے دوسرے شہر میں جا کر کہیں گے آؤ جلدی سے کہ ہم خداوند سے دعا کریں اور رب الافواج کو ڈھونڈیں: میں بھی جاؤں گا۔

ہند کی بیداری کے لئے مضامین مفصلہ ذیل دعا کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر حسب موقعہ و ضرورت خاص زور دیا جائے اور باقی بھی خدا کے حضور پیش کئے جائیں۔

۱۔ ہند کی مسیحی کلیسیا۔ ایمان میں مضبوط۔ قول و فعل میں مطابق و پھلدار ہو۔

۲۔ مشنری ایجنسیاں۔ دانائی۔ اتحاد۔ قوت پائیں۔

۳۔ مسیحی کارندے۔ ایمان۔ دعا۔ روح القدس سے بھرپور ہوں۔

۴۔ ہند کے بچے۔ اور جو مجالس انکے لئے کام کرتی ہیں۔

۵ ۔ ہند کے جوان خصوصاً طالب علم ۔

۶ ۔ ہند کی مستورات ۔

۷ ۔ محمدی ۔

۸ ۔ جو یورپین ہند میں ہیں ۔ خصوصاً ستی ہزار گورے ۔ سپاہی ۔

۹ ۔ وہ ہزاروں لوگ جنہیں اب تک انجیل کی خوشخبری نہیں ملی ۔

۱۰ ۔ ہندوستان کی بیداری :

کہ مسیحی دعا کرنا ۔ اور خدا کا انتظار کرنا سیکھیں ۔ نئی زندگی پائیں ۔ اپنے کو زندہ قربانی دیں ۔ فتح کی روح ۔ اور سب سے بڑھکر خدا کی روح پائیں ۔

وسائل فضل ۔ زکی ناٹا تھا اس لئے خداوند کے دیدار کے لئے گولر کے پیڑ پر چڑھ گیا ۔ لیکن خداوند نے اُس کے اشتیاق کو اندرونی نگاہ سے دیکھ لیا ۔ اور اسکو اترنے کا حکم دیا اور اسکے گھر میں جاکر رہا ۔ اسیطرح خداوند نہیں چاہتا کہ ہم محفلوں اور کنونشنوں اور عبادتوں اور عشائے ربانی اور دینی کتابوں کے ذریعہ اُس کو دیکھیں ۔ ہاں یہہ سب اپنی جگہہ پر اچھے سامان ہیں لیکن جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے وہ یہی ہے کہ خداوند ہمارے اندر آ ئے اور کھائے پیئے ۔ اگر ہم ناٹے ہیں تو خداوند بھیڑ میں خود نکل کر اپنا دیدار ہمکو دیگا ۔ کون مسیح کے دیدار کا بھوکا ہے ؟

یہہ بہت چیزیں ۔ جب کوئی شاعر یا نقاش کھیت میں سے گذرتا ہے تو وہ ایک ایسی چیز اپنے ساتھ لے جاتا ہے جو زمیندار کی ملکیت سے کہیں بڑھکر ہے ۔ اور جس سے مزارع کا کوئی ہرج یا نقصان نہیں ہوتا ۔ شاید ہمارے خداوند کا یہی مطلب تھا جب اُس نے فرمایا کہ "تم پہلے خدا کی بادشاہت اور اسکی راستبازی کو ڈھونڈہو تو یہہ سب چیزیں بھی تمہیں ملینگی" ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ زمین یا مکانات عارضی ملکیت ہیں لیکن جو حظ ہم

مسیح میں ہوکر مخلوقات میں سے حاصل کرتے ہیں وہ مستقل اور ابد تک قایم رہنے والی دولت ہے -

---

انڈین کرسچن اسوسی ایشن - سوائے احاطہ بمبئی کے ہندوستان کے تمام صوبجات سے اس قسم کی انجمنوں کی خبر ملتی ہے - ابھی حال میں بنگال کی اسوسی ایشن کا بیسواں اجلاس بڑے جوش وخروش کے ساتھ کلکتہ میں منعقد ہوا - اضلاع شمالی ومغربی کے مسیحیوں میں بھی حرکت کے نشان نمودار ہیں - لیکن سب سے بھاری اور محنت کش اسوسی ایشن مدراس کے مسیحیوں کی ہے - جسکے شرکا کی تعداد روز بروز ترقی کررہی ہے اور جسکی شاخیں مختلف مقامات میں کھل رہی ہیں - ایک نشان اس انجمن کی زندگی اور ہمت کا یہ ہے کہ اس کے ممبر دل کھولکر چندہ دینے کے لیے تیار ہیں - چنانچہ ڈائمنڈ جوبلی کے موقعہ پر چار سو روپیہ اسوسی ایشن نے ہندوستانی مسیحیوں کے مجموعی اڈریس کے لیے منظور کیا - چندہ کے لیے درخواست کرنے پر ضرورت سے زیادہ سوا تین سو روپیہ جمع ہو گئے ہیں - اسوسی ایشن نے اپنے فنڈ میں سے تین سو روپیہ اور ملائے اور باقی قریب نو سو روپیہ اور جمع کرکے جوبلی کی یادگار میں ایک تمغہ یونیورسٹی کے اعلے سند یافتہ کو ہر سال دیا جائیگا - چنانچہ ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہو چکا ہے - اور یقین ہے کہ باقی رقم بھی جلد وصول کیجائیگی - سب سے آخر ہماری پنجاب کی اسوسی ایشن (یادش بخیر) ہے جسکی تیزی اور محنت کشی کے ثبوت میں یہی لکھنا کافی ہے کہ معزز سکرٹری صاحب کو سال گذشتہ کی رپورٹ شایع کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی - اس پر شکایت کیجاتی ہے کہ مسیحی چندہ نہیں دیتے - ہم پنجاب میں کرسچن اسوسی ایشن کی ضرورت اور اغراض پر کسی دوسرے موقعہ پر مفصل بحث کرینگے -

---

جب ہم اپنی ہمت ہار بیٹھتے ہیں اسوقت خداوند کا ہاتھ ظاہر ہوتا ہے ٭

مجمع مبشران

قریب تیس ۳۰ سال کا عرصہ گذرا کہ ہمارے صوبہ پنجاب میں ایک انجمن بنام مجمع مبشر پنجاب جاری کی گئی ۔ جسمیں ہر قسم اور ہر فرقہ کے ہندوستانی مسیحی شامل تھے اور جسکا مدعا مسیح کی بشارت ملک میں پھیلانا تھا ۔ افسوس ہے کہ یہہ ابتدائی اُمنگ کسی نہ کسی باعث سے کامیاب نہ ہوئی ۔ آج اُس کے کھنڈرات کا نشان بھی باقی نہیں ہے ۔ اور جہانتک ہم کو علم ہے پھر دوبارہ اس قسم کی انجمن قایم کرنے کی کوئی تجویز پنجاب میں نہیں کی گئی شہر مدراس کے مسیحیوں میں ایک اسوسی ایشن اسی قسم اور اغراض کی جاری ہے جسکا مختصر بیان فایدہ اور دلچسپی سے خالی نہوگا ۔

پادری سیتاندہان صاحب مرحوم نے ۱۸۹۰ء میں بہت سی مشکلات اور رکاوٹوں کے درمیان اس اسوسی ایشن کی بنیاد رکھی ۔ اول اول خاص شہر مدراس میں ہفتہ میں فقط دو گھنٹے منادی کیجاتی تھی ۔ بعد ازاں اس انجمن کی دو شاخیں ہوگئیں جو دو مختلف مقامات میں انجیل کی بشارت دیا کرتی ہیں اور ہر آخری شنبہ کو شہر کے کسی بارونق مقام پر ملکر منادی کرتے ہیں ۔ تین سال کے عرصہ میں ایک سالانہ دورہ دیہات میں انجیل سنانے کا مقرر کیا گیا ۔ ۱۸۹۴ء تک یہہ سلسلہ برابر اسی طرح جاری رہا ۔ پھر بجائے ایک کے دو سالانہ دورے تجویز کئے گئے کیونکہ سال بھر میں ایک دورہ دیہات کے لئے کافی نہ تھا ۔ اور اب بھی اسی قاعدہ کے مطابق عملدرآمد کیا جاتا ہے ۔ گذشتہ دو دوروں کا حال مختصراً درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ یہہ اسوسی ایشن اپنے ملک کو بیدار کرنے کے لئے کیسی سرگرمی سے کام کرتی ہے ۔

دسواں دیہاتی دورہ ۲۱ ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو قرار پایا اور اسکی اطلاع ممبران اور دیگر صاحبان کے درمیان مشتہر کیگئی ۔ چنانچہ چھیالیس اشخاص گاؤں میں منادی کرنے کے لئے تیار

ہوئے۔ عموماً اتنا بڑا مجمع مناد وں کا فراہم نہیں ہوا کرتا تھا لیکن ایام تعطیل تھے اور سفر بھی ریل گاڑی کے ذریعہ تھا۔ اس لئے سب کاروبار سے فارغ تھے اور سفر کی مشکلات کا احتمال نہ تھا۔ اس مجمع مبشران میں نیٹو چرچ کونسل کے کارندے اور سرکاری عہدہ دار اور ڈگری یافتہ اور دیگر سند یافتہ مسیحی لور پادری صاحبان اور واعظین شامل تھے۔ متوالہ مختلف رنگوں کی جھنڈیاں اُنکے سروں پر لہرا رہی تھیں جنپر جلی حروف میں آیات منقش تھیں۔ قسم قسم کے دیسی اور انگریزی موسیقی سازوں نے اس مجمع کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ جہاں زور شور سے منادی کیجاتی در و دیوار لرزاں ہوجاتے تھے ان چھیالیس واعظوں کا حال ابتدائی مسیحی صدیوں کی تواریخ یاد دلاتا ہے۔ وہ ایک جگہ رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے تھے۔ صبح منادی پر جانے سے پیشتر کلام اللہ کی تلاوت اور دعا کی محفل ہوا کرتی تھی۔ اور پھر چھ گروہوں میں تقسیم ہوکر مختلف دیہات میں انجیل سُنانے کو جاتے تھے۔ اُنکا واپس آکر اپنے اپنے تجربے اور مشکلات اور ہمت افزا نشانات کا بیان کرنا نہایت شیریں ہوا کرتا تھا اور بہت سا وقت دعا بندگی میں صرف ہوتا تھا۔ خوراک وغیرہ کے اخراجات ممبران آپس میں چندہ جمع کرکے خود ادا کرتے رہے۔ اور وہ فقط وعظ منادی سے خداوند کی بشارت دینا کافی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ دینی رسالے تقسیم کرتے تھے اور میجک لینٹرن کی تصاویر کے ذریعہ کلام سُناتے تھے۔ خواہ دیہاتی لوگوں میں اس انجیلی معرکہ کا چنداں نمایاں فائدہ نظر نہ آیا ہو لیکن خود سنانے والے روح القدس کی تاثیر سے مگن اور مسرور تھے۔

منادی کا گیارہواں دورہ سال حال کے ۲۸ ماہ جون سے ۲ جولائی تک ہوا۔ آمین اُنتیس ۲۹ ممبران شریک تھے۔ اور کام نہایت جوش اور سرگرمی سے ہوا۔ ہر ایک دورے کے اختتام پر واعظوں کی ایک محفل ہوا کرتی ہے جسمیں علاوہ شکرگذاری کے روحانی زندگی پر گفتگو اور دھیان کیا جاتا ہے۔ غرض یہ اسوسی ایشن اپنے علاقہ کے غیر مسیحیوں اور خود مبشروں کے لئے ایک برکت کا باعث ہے۔ بعض نے اپنی زندگی میں اوّل دفعہ خدا کی حضوری کو

محسوس کیا - اور بعض پہلی مرتبہ انجیل کی منادی کے فواید کے قائل ہوئے -

ہم اپنے مدراسی بھائیوں کی ہمت اور سرگرمی کے لیے خدا کا شکر کرتے ہیں - ہم سب کا ایک ہی خداوند ہے - اور جو کامیابی ایک مسیحی حاصل کرتا ہے اسکی خوشی میں سب مسیحی شریک ہیں - ایک زمانہ میں کلکتہ کا کرسٹو سماج بھی دعا اور وعظ میں سرگرم تھا - شاید اب بھی ہو - لیکن کیا ہم ملکر اس قسم کی کوئی اسوسی ایشن قایم نہیں کرسکتے ؟ یہہ سوال غور کے لایق ہے - ہم خود ان لوگوں کے ساتھہ متفق نہیں ہیں جو ہر ایک ملکے معاملہ اور خدمت کے لیے ایک انجمن بنانا چاہتے ہیں - ایسے مجمعوں کا قایم ہونا کلیسیا کی پختگی اور کاروبار کی کثرت کا ایک نشان ہے - لیکن جماعت کی کوئی مستقل صورت قایم ہونے سے پیشتر بہت سی انجمنیں قایم کرنا اپنی جمعیت کو کمزور کرنا ہے - اسوقت مناسب ہے کہ ہم آہستہ اور تھوڑا شروع کریں لیکن جو کچھہ کریں مصمم ارادہ اور مضبوط ہاتھہ سے کریں - یہہ ضرور نہیں کہ مجمع مبشران ایک علیحدہ انجمن ہو - موجودہ پنجاب کرسچن اسوسی ایشن کے مقاصد کو ترمیم اور وسیع کرکے اس قسم کی بہت سی شاخیں اس کے زیر انتظام قایم ہوسکتی ہیں - اگر فی الحال یہہ صورت ممکن نہ ہو تو جو کچھہ ہم کرسکتے ہیں کریں - کیا یہہ ممکن نہیں کہ ہمارے کالجوں اور سکولوں کے مسیحی معلّم اور نوجوان طالب علم اور دفتروں کے ملازم تعطیلوں کے ایام میں انجیلی دوروں کا انتظام کرلیا کریں - اگر تیس سال پیشتر یہہ ممکن تھا تو آج اس قسم کا انتظام کیوں نہیں ہوسکتا ؟ کیا غیر ممالک کے لوگ ہندوستان کو بیدار کرنے کے لیے جان و تن سے کوشش کریں اور ہم ہندوستانی مسیحی ہاتھہ پر ہاتھہ رکھکر سست بیٹھے رہیں - ؟ نہیں مسیحی برادران ! آؤ ہم جو کچھہ خداوند کے لئے کرسکتے ہیں کریں - وقت تنگ ہے - اور خدا ہماری حقیر سے حقیر کوششوں میں بھی برکت دیگا -

نکات عشق

نکتہ ششم

پاکیزگی یا تقدس کا نہائیت واضح اور نہائیت مستحکم اور مسلمہ اصول یہہ ہے کہ پاک روح جب دوسرے درجہ کو جسکا اوپر ذکر ہوا حاصل کرلیتا ہے تو وہ رضائے آلہی کے سوا کسی اور چیز کی خواہش کرنا مطلقاً ترک کر دیتا ہے۔

پاک روح جب فی الواقع اُس حالت کو جسکو ہم ناخواہشی کے نام سے پکارتے ہیں پہنچ جاتے تو بھی ہر ایک ایسی چیز کی خواہش کرسکتا ہے جو اُسکے نقصوں اور کمزوریوں۔ اُس کی مذہبی حالت کے قیام اور استحکام۔ اور اُس کی آخر نجات حاصل کرنے سے تعلق رکھتی ہوں اور جسکا علم اسکو کتب مقدسہ کے وزریعہ سے یا کسی اور طور سے جیساکہ خدا بندوبست کرے حاصل ہو۔ اسکے علاوہ وہ دنیاوی اشیا مثل مکان زمین طعام ولباس و رفقا و کتب وغیرہ کی بھی خواہش رکھہ سکتا ہے اور جسمانی تکلیفات اور دوسری ایسی باتوں سے تربیت ڈہونڈ سکتا ہے۔ اُس حد تک اور صرف اُسی حد تک جہانتک کہ ایسی خواہش آلہی مرضی کے عین مطابق معلوم ہو۔ مقدس روح نہ صرف اُن خاص خاص اشیا کی جنکی نسبت آلہی مرضی معلوم ہو خواہش کرتا ہے بلکہ وہ ہر ایک بات میں خواہ معلوم ہو یا نہ معلوم اُسیکی مرضی پورا کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ اور تاریکی کی حالت ہو یا روشنی کی۔ وہ ایمان کے وزریعہ اپنے تئیں بالکل خدا کے حوالہ کر کے سب کچھہ اُسی پر چھوڑ دیتا ہے اُس کی ناخواہشی صرف اِس بات میں ہے کہ وہ خدا سے علیحدہ کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا۔

نکتہ ہفتم

باطنی تجربہ کی تاریخ میں ہم اکثر ایسے اشخاص کا حال پڑہتے ہیں جنکی باطنی زندگی

بالکل خلاف معمول یا عجیب وغریب کہیں تو بجا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انکو ایک عجیب طریق سے خبر ملتی ہے مثلاً خواب یا رویا یا کشف سے۔ بغیر اس امر کی تحقیقات کرنے کے آیا اس قسم کے نتایج انکی بیمانی تواء کی مضطرب اور پراگندہ حالت سے یا درحقیقت خدا کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت ہم اس موقعہ پر صرف اتنا کہتے ہیں کہ یہہ باتیں خواہ کسی حد تک موجود کیوں نہ ہوں تقدس کی خاصیت یا اس کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں رکھتیں۔

وہی اصول جو عام مسیحیوں کی زندگی میں انکی عام مخلوط حالت میں پایا جاتا ہے ان اشخاص کی زندگی کی جڑ اور قوت وہ پائیداری ہے جو فی الحقیقت دل کے پاک و صاف ہیں یعنی اصول ایمان جو محبت کے ساتھ ملکر کام کرتا ہے۔ البتہ یہہ اصول انکی زندگی میں اوروں کی نسبت زیادہ مقدار میں ہوتا ہے۔ یوحنا [illegible] کی تحریر سے یہی تعلیم معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ یہہ کہتا ہے کہ ہم کو [illegible] ایمان [illegible] چلنا چاہئے جس سے اس کی یہہ مراد ہے کہ تاریکی میں جو ہماری جہالت اور انجانی کے سبب پیدا ہوتی ہے کہ ہمکو آگے کیا پیش آئے گا۔ اور صرف ایمان کو یعنی خدا اور اسکے کلام اور اس کی تقدیر پر ایمان لاکر اسیکو اپنی روح کا رہنما ٹھہراتے ہیں۔ اس کے علاوہ۔ وہ لوگ جنکو ایسی رویا یا اسی قسم کی دوسری حالتیں حاصل ہوں یا انکا گمان ہے کہ انکو حاصل ہیں۔ اکثر اوقات صرف اپنے ذاتی تجربہ کو۔ باوجودیکہ وہ نہائیت ناکامل ہوتا ہے اپنی زندگی کا رہنما ٹھہراتے ہیں گویا کہ وہ تجربہ تحریری شریعت سے علیحدہ یا اس سے بالا ہے۔ اس قسم کی غلطی سے بہت احتیاط کرنی واجب ہے۔ کیونکہ صرف خدا کا کلام ہی ہمارا حقیقی قاعدہ و قانون ہے۔

تاہم ایک پاک دل کے برابر خدا کی شریعت اور کوئی نہیں سمجھتا۔ یا یوں کہو کہ روح القدس کے برابر جو ایسے دل میں سکونت پذیر ہے۔ اگر ہم اپنے تئیں بالکل خدا کے

حوالہ کردیں تو تسلی دینے والا ہمارے دل میں رہایش اختیار کریگا اور ہم کو تمام سچائی میں جو ہمارے لئے ضروری ہو ہدایت کریگا۔ اس لیے تمام ارواح جو حقیقی تقدس کو حاصل کرچکے ہیں اور جو خدا کے پاک کلام کے مطالب کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ہمیشہ اُسی کی ہدایت طلب کرتے ہیں اعتقاد و یقین کے ساتھہ یہہ اُمید کرسکتے ہیں کہ وہ اُنکی صراط مستقیم پر رہنمائی کریگا۔ ایک مقدس روح اپنی جایز طاقتوں کے استعمال سے خدا کے کلام سے ایسے گراں اور بیش قیمت معانی دریافت کرسکتا ہے جو کسی اور طرح سے معلوم نہیں ہو سکتے۔ لیکن وہ اسمیں ہرگز کچھہ بڑھا نہیں سکتا۔

مزید براں۔ خدا نہ صرف انسان کی اندرونی رغبتوں کی بلکہ اُسکے بیرونی افعال کی بھی اصلاح و تربیت کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ حالت جو وہ ہمارے اندر پیدا کرتا ہے پاک محبت کی ہوتی ہے۔

بعض اوقات وہ ایسی رغبتیں پیدا کردیتا ہے جنکی بنیاد تو ایمان و محبت پر ہوتی ہے مگر انکی صورت ایسی خاص ہوتی ہے کہ اُن کو خاص خاص ناموں مثل انکسار معانی شکرگذاری سے پکارتے ہیں۔ مگر کسی صورت میں کوئی چیز پاک یا مقدس نہیں ہوسکتی سوائے اس کے کہ وہ خدا کے فضل پر جو اُس سے مقدم تھا مبنی ہو۔ تمام عالم میں صرف ایک ہی جایز اور حق دار خالق اور بانی ہے آدمی کا کام صرف اُس کے ساتھہ اتحاد و موافقت کرنا ہے۔ اور یہہ قاعدہ یا اصول مسیحی تجربہ کے تمام درجوں پر ادنیٰ سے اعلےٰ تک برابر حاوی و مسلط ہے۔

نکتہ ہشتم

کتابوں میں اکثر لفظ ترک دیکھا جاتا ہے۔ مگر یہہ لفظ خاص معنے رکھتا ہے۔

روح اس حالت میں ہر ایک چیز کو ترک نہیں کر دیتا اور نہ اسطور سے بالکل ایک حیوان کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے بلکہ وہ ہر ایک چیز کو سوائے رضا الٰہی کے ترک کر دیتا ہے +

اس درجہ میں روح صرف بیرونی اشیا ہی کو ترک نہیں کر دیتا بلکہ جو سب سے زیادہ ضروری ہے اپنے تئیں بھی بھول جاتا ہے -

ترک نفس یا خود انکاری سے مراد ایمان یا محبت یا کسی اور چیز کو ترک کرنا نہیں بلکہ صرف خودی کو ترک نفس یا کامل خود انکاری کے درجہ میں عموماً کم وبیش سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے - بلکہ ہم یہہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ سے اُسکا اتمام وتکمیل ہوتی ہے - ہم کبھی اچھی طرح نہیں جان سکتے کہ ہم نے اپنے تئیں ترک کر دیا ہے سوائے اس کے کہ ہم انہیں باتوں میں جنسے ہماری حقیقی یا فرضی خود انکاری تعلق رکھتی ہے آزمائے جائیں - سب سے سخت اندرونی آزمائش وہ ہے جبکہ ہم تمام باطنی محسوس سہارے سے جُدا کئے جاتے ہیں اور ہم کو صرف ایمان کے ذریعہ سے چلنا اور زندگی بسر کرنی پڑتی ہے -

مقدس اور زاہد اشخاص جنکو اس قسم کی باطنی صلیب کی برداشت کرنی پڑی ہے اکثر ان آزمائشون کا جو اُنکے تجربے میں آئیں ذکر کرتے ہیں - بعض اوقات وہ اس کو ایک طرح کی باطنی اور خوفناک اعراف (اعرافی حالت) کے نام سے پکارتے ہیں - کارڈینل بونا فرماتا ہے کہ صرف دیوانے اور شریر لوگ ہی ان عجیب تجربات کے وجود سے انکار کرینگے - کیونکہ یہہ باتیں نہایت بزرگ اور نیک طینت اصحاب کی شہادت سے ثابت ہیں جنہوں نے خود اپنے واقعی حالات کا جو انپر وارد ہوئے بیان کیا ہے -

یہہ آزمائشیں ہمیشہ ایک ہی میعاد نہیں رکھتیں - جسقدر ہم زیادہ خوشی و

خرمی اور وفا کے ساتھ اپنے تئیں خدا کے حوالہ کرتے ہیں کہ وہ جب اور جہاں مناسب سمجھے ہمارے دل کے بعض یا تمام اصنام کو دور کرنے سے ہمکو دکھہ دے - اُسیقدر یہہ میعاد قلیل اور مختصر ہوگی - خدا ہم کو صرف اُسیقدر تکلیف پہونچنے دیتا ہے جسقدر کہ ہمارے فایدہ کے لئے ضروری ہوتی ہے -

ہمکو اِس کا فیصلہ کرنے میں بہت جلدی نہیں کرنی چاہیئے کہ اب ہماری باطنی صلیب کامل ہوگئی اور کہ ہمنے بالکل بغیر کچھہ اُٹھا رکھنے کے اپنے تئیں خدا کے حوالہ کردیا ہے - ہوسکتا ہے کہ تخصیص جو ایک طرح سے ابتدائی زینہ ہے خلوص نیت سے کی گئی ہو مگر تخصیص کی اصلی حقیقت صرف اسیوقت کھُلتی ہے جب خداتعالےٰ خاص امتحانوں کی کسوٹی سے اُسکو پرکھہ لیتا ہے - اور صرف آزمایش سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیا ہم فی الحقیقت تمام وکمال خدا ہی کے ہیں - اور وہ لوگ جو پیش از وقت یہہ فیصلہ کر بیٹھتے ہیں کہ وہ درحقیقت ایسی ہی ہیں آخر کار سخت دھوکا اور نقصان اُٹھاتے ہیں -

---

ایک عجیب گرجا - ملک ناروے کے شہر برجن میں ایک گرجا گھر جسمیں ایک ہزار اشخاص کی گنجائش ہے کاغذ سے بنایا گیا ہے - اور اُسپر چونہ دہی اور انڈے کی سفیدی کا پاستر کیا گیا جس سے پانی کی تاثیر اُسپر مطلق نہیں ہوتی +

یوگنڈا مشن میں ترقی افریقہ کی سخت تاریکی میں نور چمک رہا ہے جسکی تیزی ہمارے ہندوستان کی کلیسیاؤں کی دھندلی روشنی کو ماند کرتی ہے - ۱۸۹۰ء میں وہاں ۲ یورپین مشنری تھے - اب انکی تعداد چالیس ہے جنمیں ۸ لیڈیاں ہیں - لیکن سب سے بڑی ترقی یہہ ہے کہ وہاں اب چار سو گرجے ہیں جنمیں قریب ساٹھہ ہزار آدمی عبادت میں شریک ہوتے ہیں اور آٹھہ سو دیسی منادمیں جنکی پرورش خود کلیسیا کرتی

ابن رعد

گلیل کی جھیل کے کنارے ایک کشتی میں چند مچھوے بیٹھے اپنے جالوں کی مرمت کر رہے ہیں ۔ انہیں ایک بزرگ سفید ریش شخص زبدی نام اور اُسکے دو بیٹے یعقوب اور یوحنا اپنے نوکروں کے ہمراہ کام میں لگے ہیں ۔ تھوڑی دیر میں ایک اور جماعت ادھر کو آنکلتی ہے اور یہہ دونوں بھائی اپنے ہموطن یسوع ناصری کی آواز سنتے ہیں کہ میرے پیچھے چلے آؤ ۔ وہ اس سے بخوبی واقف اور اس بُلاہٹ کے لئے بالکل تیار ہیں ۔ سو وہ فوراً زبدی سے رُخصت لے یسوع کے پیچھے ہو لیتے ہیں ۔

یہہ دونوں بھائی مقدس پطرس کے ساتھ یسوع کے بارہ رسولوں میں سب سے برگزیدے اور اُسے عزیز تھے کئی خاص موقعوں پر جب اُس کے کاموں کے لئے شاہد درکار تھے لیکن عام بھیڑ مطلوب نہ تھی اُس نے اُنہیں الگ بلایا ۔ انہوں نے کئی دفعہ اس حیات کے شاہزادے کو مُردوں کو جلاتے دیکھا جب مقدس پہاڑ پر یسوع کی صورت بدل گئی اور ایک آلہی آواز نے بھی اعتراف کیا کہ یہہ میرا پیارا بیٹا ہے تو یہہ حاضر تھے اور جب یسوع صلیب پانے سے پہلی شام کو رنج و غم کے باغ میں دعا مانگتا تھا تو یہہ بھی اُس کے ساتھ تھے ۔

وہ اُس سے بخوبی واقف تھے لیکن وہ جوانان کے خیالوں کو جانچتا اور پہچانتا تھا ۔ اُنکی ایک ایک بات سے آگاہ تھا جیسے اس نے شمعون پطرس کو اُسکے ایمان کی مضبوطی کے باعث چٹان کا نام دیا ۔ ویسے ہی اُس نے ان دو بھائیوں یعقوب اور یوحنا کو بونرجیس یعنے ابن رعد کے لقب سے ملقب فرمایا ان وفادار شاگردوں کو اپنے اُستاد کی عزت کا بڑا پاس تھا جب یسوع یروشلم کو جا رہا تھا اور سامریہ کے ایک گاؤں کے لوگوں نے اُسے قبول نہ کیا تو یہہ دونوں بھائی چلا اُٹھے کہ خداوند

کیا تو چاہتا ہے کہ ہم حکم کریں کہ آسمان سے آگ نازل ہو اور انہیں جلائے ؟ -
اس نے اُنہیں فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ تم کیسی رُوح کے ہو - کیونکہ ابن آدم لوگوں
کی جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا - اُن شخصوں نے بھی جو مسیح سے جب وہ اِس
دنیا میں تھا بخوبی واقف تھے - دیکھو کیسی غلطی کھائی وہ یہہ تو جانتے تھے کہ یہہ کوئی
بڑا بھاری فاتح ہونے کو ہے حالانکہ وہ اُس کی آلہی قدرت کو دیکھتے اور پہچانتے تھے -
ہاں وہ مانتے تھے کہ اِس شخص میں کوئی ایسی بات ہے جو انسانی فہم سے باہر ہے -
اِن دنوں بھی کتنے لوگوں کے کچھ ایسے ہی خیال ہیں - وہ اُس کی الوہیت کے قائل
نہیں تو بھی وہ اُس کی کامل انسانیت کے مدّاح اور گرویدہ ہیں - وہ اِس امر کے
بھی معترف و شناسا ہیں کہ اُس میں ایک ایسی مُحبت ہے جو انسانی محبت سے
بدرجہا اعلےٰ اور افضل ہے اور ایک ایسی قدرت جو اُنہیں دنیوی الجھنوں سے
نکالتی اور عالمِ بالا میں لیجاتی ہے

اِسی رُوح میں یہہ ابن عدا اپنی ماں کے ہمراہ یسُوع کے پاس آئے - جب اُنے
یہہ درخواست کی خداوند بخش کہ تیری بادشاہت میں میرے یہہ دونوں بیٹے ایک
تیرے دہنے اور دوسرا تیرے بائیں ہاتھ بیٹھے - وہ اُنہیں جواب دیتا ہے کہ تم نہیں
جانتے کہ کیا مانگتے ہو اور پھر اپنی بڑی رحمت سے ایک معیار اُنکے پیش کرتا ہے -
کہ کہیں اُنکے دماغ میں دنیوی بادشاہت کی دھن تو نہیں سمائی ؟ - کیا تم وہ پیالہ
جو میں پینے پر ہوں پی سکتے اور وہ بپتسمہ جو میں پاتا ہوں پا سکتے ہو ؟ دونوں بھائی
بڑی سرگرمی سے جواب دیتے ہیں کہ ہاں ہم سکتے ہیں - اُنہوں نے اُس کی خود انکاری
اور خود قربانی کی روح کو پا لیا اور صعود کے بعد اُس کی پیروی کی - انہوں نے مصیبت
کے پیالے کو پیا اور بپتسمہ بھی پایا - مقدّس یعقوب نے تو خون کا بپتسمہ پایا اور
ایمان کی خاطر جام شہادت پیا - مقدّس یوحنا نے شہید وار مصیبتوں اور آزمائشوں

میں زندگی کاٹی ۔

صعود سے چودہ برس بعد ہیرود یاس بادشاہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کلیسیاؤں کو ستائے اور یوحنا کے بھائی یعقوب کو تلوار سے مروایا اور یہہ یہودیوں کو خوش آیا۔ یہہ بھائی رسُولوں میں سے پہلا تھا جو ہُوا۔ اور دوسرے نے بڑی سلامتی سے طبعی موت سے جان دی۔ اُس کی رعد کی سی سرگرمی بڑے انتظار سے درست اور تربیت پذیر ہو گئی تھی ۔

یہہ دونو بھائی ہمارے سامنے سچّی اور حقیقی شجاعت کے شریف نمونے ہیں ان دونوں کی سیرتیں الگ الگ ہیں ۔ پہلے میں جسمانی اور دوسرے میں رُوحانی جزو غالب و نمایاں ہے ۔ ہم میں ان دونوں صفات کا ہونا ضرور ہے۔ دوسری صفت تو بیشک عالی ۔ شریف اور فوق الخلقت ہے ۔ پہلی کو ہم اکثر شجاعت کے نام سے پکارتے ہیں ۔ پُرانے عہدنامے کے سپاہی مقدس یشوع داؤد اور مکابیز کی سیرت میں ہم اس کے نشان پاتے ہیں یہہ وہ شخص ہیں جنہیں دنیا ہیرو (بہادر) اور کلیسیا سنیٹ (مقدس) کے نام سے پکارتی ہے کلیسیا کی تاریخ میں ایسے سیکڑوں بہادر گذرے ہیں ۔ جنہوں نے بڑی بڑی فوج کشیاں کیں مشقتیں اُٹھائیں مصیبتیں جھیلیں اور پھر بھی پاکیزگی فروتنی اور محبت میں خُدا کے ساتھ ساتھ چلا کئے ۔

بہادری کی کاملیت حملہ کرنے میں نہیں بلکہ بچاؤ اور برداشت میں ہے۔ ابن اللہ جس نے سوائے برکت دینے کے کبھی کسی کے خلاف ہاتھ نہ اٹھایا ۔ اور جس نے صلیب اُٹھائی حقیقی بہادری کا کامل نمونہ ہے ۔ ایسی بہادری کے بغیر آدمی کا ارادہ کامل نہیں ہو سکتا ۔ محض خدا کا خوف تمہیں بزدل بنا دیگا ۔ محض دینی خیالات جذبۂ دل کا درجہ پائیں گے اُنپر پُرصبر تحمل و برداشت کی صفت بڑھا دو جو زمانوں کی چٹان یسوع

سے پیوستہ و پیوستہ رہتی ہے تو روح کی کشتی بڑے سے بڑے طوفان کو بھی باتوں میں اُڑا دیگی۔

آزمایش کے وقت ہمیں بہت صبر بہادری درکار ہے اس سے ہم اُن بُری قوتوں کا جو ہمارے مخالف ہوں بخوبی اندازہ کر سکتے اور روح کے اُن ہتھیاروں کو یعنی توکل علی النفس کی بجائے توکل علی اللہ پا لیتے ہیں۔ بہادر سپاہی کبھی بھی اپنے دشمن کو حقیر و ناچیز نہیں سمجھتا۔

پھر ہمیں صفات سفلی پر غالب آنے اور نیز جائز باتوں میں خود انکاری سے اُسکی ہدایت کرنے کے لئے بہادری درکار ہے۔ اسی لئے کلیسیا روزہ داری کی تاکید کرتی ہے۔ صحت افراط کی مخالف اور اعتدال کی معاون ہے لیکن کتنے کم ہیں جن میں یہ بہادری ہو کہ جسم کی اصلاح کے لئے عشرتوں کو ترک کریں۔ اگر طبیب فرمایش کرے کہ فلاں نعمت کا استعمال کرو تو تم کیسے اُسکی بات مانتے ہو۔ لیکن اگر وہ کہے کہ فلان فلان آرام اور رحت کو چھوڑ دو تو پھر۔

مخالفت کا سامنا کرنے کے لئے بھی ہمیں بہادری درکار ہے ہا میرے نام کی خاطر لوگ تمسے نفرت کرینگے" اور "افسوس تم پر جب لوگ تمہارے خلاف گوئی کریں"۔ اکثر انسان خدا کی نسبت انسان سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ ہم خدا اور اُس کے فرشتوں کی نظر میں بڑے ہونے کی کوشش نہیں کرتے تا نہ ہو کہ لوگوں کی نظر میں حقیر ٹھہریں ایک علامۂ دہر رحلت کر جاتا اور دنیا اُس کی سو سو یادگاریں قایم کرتی ہے۔ لیکن چند سال بھی گذرنے نہیں پاتے کہ دنیا اپنے بڑوں کو چھوٹوں کے ہمراہ بالکل فراموش کر دیتی ہے۔ لیکن کیا خدا بھی کبھی فراموش کرتا ہے؟ تو کیا بہتر نہیں کہ ہم ابھی سے اُسکی طرف ہولیں۔

اپنے فرض کے لئے بلا تاسف شہید ہونے ملں خاندانی زندگی کے آرام رحت

سے بے پرواہ ہو کر اپنے تئیں بالکل خدا کو تسلیم کر دینے کے لئے بھی آلہی بہادری درکار ہے۔ لیکن افسوس ہم اپنے تئیں ایک ہاتھ سے دیتے اور دوسرے سے اس نذر کو واپس لے لیتے ہیں۔ اس کا یہی باعث ہے کہ ہم نے اپنی قوت پر بھروسہ رکھا اور دعا نہ کی کہ خدا کی روح القدس ہمیں یہی شجاعت عنایت فرمائے۔

روح کے بغیر ہم ناچیز ہیں۔ یہہ تو ہو سکتا ہے کہ دانش کی آلہی روح سے ہماری آنکھیں کھل گئی ہوں کہ ہم خدا کی بہتر پہچان پا سکیں اور اس کی روشنی میں اپنی اندرونی اور بیرونی تاریکی کو بھی دیکھیں۔ لیکن دل میں تو گناہ ہمیشہ جوش مارتا رہتا ہے اور باہر دنیا اپنے برے منصوبوں کی انجام دہی پر لگی ہے تو پھر کیا ہمیں خدا کی بزرگی کے لئے غیرت اور گناہ کے خلاف غصہ ظاہر کرنے کے لئے لوتھر جیسی کی روح اور رعد کی زیادہ ضرورت نہیں ہاں مقدم یہی ہے اور پھر ہمیں تو صبر تحمل کی اعلی بہادری درکار ہے۔ جو ہماری غیرت اور سرگرمی کے شعلے کو دور کئے بغیر اسے ایسا صاف درست کر دے کہ ہم انتظار کرنا۔ تعلیم پانا اور کام کرنا سیکھیں۔ یہہ وہ روح ہے جو اعلے و شریف آرزوں کے لئے درکار ہے ہاں اس خواہش و آرزو کے لئے جو خدا کی مرضی کو جاننا اور اس کے مطابق کام کرنا چاہتی ہے۔

پروفیسر ھکسلی صاحب مشہور عالم و فاضل سائینس دان فرماتے ہیں۔ کہ "مسیحی عقاید ناموں پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مسیحی مذہب کی مشکلات نیچر کے رازوں کے سامنے بچوں کا کھیل ہیں تثلیث کا مسئلہ مادی عالم کے دقایق سے زیادہ پیچیدہ نہیں۔ کنواری کا حاملہ ہونا اور مردے کا زندہ ہو جانا علم طبیعات کے مطالعہ کرنیوالوں کے سامنے معمولی واقعات ہیں۔ قابل لحاظ ہے پروفیسر ہکسلی صاحب خود مسیحی مذہب کے قائل نہیں ہیں

شخصی مذہب کی ماہیت

(از ڈین گولبرن)

شخصی مذہب دین کی بابت مروجہ خیالات یا عام اشتیاق سے بڑھکر ہے اور اُن نیک تاثیروں سے جو دل پر عارضی تسلط رکھتی فرق رکھتا ہے - لیکن یہہ ایک قسم کی نفی صفات ہیں - اگر کوئی سوال کرے کہ شخصی مذہب ہے کیا - تو اسکو اسکی ایک بڑی خصوصیت بتا دینا کافی ہوگا کہ یہہ انسانی روح کی بڑہتی ہے جبتک کہ وہ مسیح کے پورے قد کے اندازہ تک نہ پہنچ جائے - شخصی مذہب فضل میں ترقی کرنا ہے - یعنے جہان ترقی ہے وہاں شخصی مذہب بھی ہے - اور جہاں یہ صفت موجود نہیں وہاں ہرچند مذہبی معاملات کی نسبت شوق دکھایا جائے اور مباحثہ میں تیزی ظاہر کی جائے اور الٰہی صداقت کی ضرورت کا احساس ہو اور صحیح عقیدہ کی گرمجوشی کے ساتھہ حمایت بھی کی جائے لیکن شخصی مذہب کو وہاں دخل نہیں -

جب ہم کہتے ہیں کہ بڑہنا شخصی مذہب کی خصوصیت ہے تو دوسرے الفاظ میں اسکا یہی مطلب ہے کہ جو شخص اس قسم کا مذہب رکھتا ہے وہ روحانی طور پر زندہ ہے - حیوانات اور نباتات کے عالم میں پختگی سے پیشتر بڑہتی ہی زندگی کا یقینی نشان ہے جو شاخ موسم بہار میں سرسبز اور شگفتہ نہیں ہوتی اور اپنے وقت پر میوہ نہیں لاتی وہ مردہ ہے - درخت کی رطوبت اسمیں دوران نہیں کرتی - علی ہذ القیاس زندہ بچہ میں بھی بڑہتی کا ہونا ضرور ہے - وہ رفتہ رفتہ اپنی پختہ صورت کی طرف ترقی کرتا جاتا ہے - عالم فطرت یہ کہیں عالم فضل کا عکس ہے -

اسی بنا پر ہمارے خداوند نے اپنی نہائیت عمدہ تمثیلیں قائم کیں - اور ہمارے
مضمون کے متعلق عالم فطرت میں مذہبی سچائی کی نہایت اعلےٰ درجہ کی تمثیل پائی
جاتی ہے ہماری روح جبتک اس گناہ آلودہ دنیا میں سفر کرتی ہے وہ اپنی پختگی کی
حالت تک نہیں پہنچ سکتی - یہہ پختگی نئے آسمان اور نئی زمین میں جہاں بُرائی کا
میلان جاتا رہیگا نصیب ہوگی - اور جبتک وہ مبارک زمانہ شروع نہو روح کبھی مسیح
کے پورے قد کے اندازہ تک نہیں پہنچے گی - بلا ریب وہ ابد تک فضل اور معرفت
میں کمال کی طرف ترقی کرتی جائیگی اور سیدہا نشان کی طرف بڑہتی رہیگی -

روحانی زندگی سے ہماری مراد زندگی کی ہموار حالت سے ہے روحانی
جوش بھی اکثر ہوا کرتے ہیں - ان سے زندگی کا آغاز یا بحالی تو ہوسکتی ہے مگر یہہ خود
زندگی نہیں ہیں - جیسا کہ ہوائی بجلی عالم فطرت میں مفلوج اعضا کے لئے ضروری
ہے ویسے ہی روحانی جوش بھی نام کے مسیحیوں کے لئے جو مسیح کے بدن کے مفلوج
اعضا ہیں مفید ہیں - گاہ بگاہ روح القدس خدا کے مقررہ وسائل کے ذریعہ
مسیحی جماعت کے مفلوج شرکا میں تشنج پیدا کر دیتا ہے - لیکن یہہ ضرور نہیں
کہ ایسے اعضا اپنی اصلی حالت پر بحال ہوجائیں شاید ہوں شاید نہ بھی ہوں - بہر
صورت کسی عضو میں ایسی تشنج نما حرکت کا ہونا اور ہے اور اس کی دایمی زندگی
اور - ممکن ہے کہ جو زبردست تاثیر کسی وعظ یا عبرتناک واقعہ یا کسی کی موت
سے تمہارے دل پر ہوئی تھوڑے عرصہ تک پر بالکل جاتی رہے اور تم پھر روحانی
فالج میں گرفتار ہوجاؤ - یہہ بھی ممکن ہے کہ تمہارے دل میں زندگی کا آغاز ہوجائے
اور تمہارے اندرونی قوا یعنے فہم اور خیالات اور ارادہ مسیح کی خدمت کے
لئے مستعد ہوجائیں - خدا کے فضل اور اسکی تاثیرات کو روحانی زندگی سے
امتیاز کرنا چاہئے بہتیرے لوگ سادگی سے نیک تاثیروں پر قناعت کر بیٹھتے ہیں

وراس غلطی میں پڑ کر دھوکا کھاجاتے ہیں۔ خدا کا فضل بڑی شے ہے جو ہمارے
لوں میں زندگی پیدا کرتا ہے لیکن زندگی اندرونی حالت کا نام ہے۔ فضل اُس فرشتہ
سے مشابہ ہے جو بیت حسدا کے حوض میں پانی کو جنبش دیکر گھڑی بھر کے لئے اُس کو
صحت بخش بنا دیتا تھا۔ اگر یہہ تاثیر مستقل ہوتی تو اُس پانی میں زندگی ہوتی۔

یہہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اصلی سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کیا ہم
میں شخصی مذہب ہے؟ ۔ دوسرے الفاظ میں یوں پوچھہ سکتے ہیں کہ کیا ہم میں
روحانی بڑہتی کا اصول قایم ہوا ہے یا نہیں ؟ کیونکہ روحانی بڑہتی میں روحانی ترقی
شامل ہے۔ اور اِس سوال کی ضرورت تو ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ آخری دن میں یہی
شخصی مذہب ہر انسان کے کام آئیگا۔ خدا اُس روز ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ
پرکھے گا۔ جماعت کے ہر فرد کا دل کھول کھول کر دیکھا جائیگا۔ عام جماعت کی دینداری
یا خیالات کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ ہمارے خداوند نے شاہی ضیافت کی تمثیل میں
فرمایا کہ جب بادشاہ مہمانوں کو دیکھنے اندر آیا تو وہاں اُس نے ایک شخص کو دیکھا
جو شادی کا لباس پہنے نہ تھا۔ اس سے یہہ مراد نہیں کہ اُس آخری روز میں لاکھوں
روحیں اُس بیچارے شخص کی مانند ہونگی بلکہ ہمیں یہہ سکھانا اُس کی غرض تھی
کہ جماعت میں سے کوئی ایک شخص بھی خدا کی نظر سے نہیں بچ سکیگا۔ ہر ایک
اپنے اپنے لئے حساب دیگا۔ اس لئے ہم اپنے آپ سے یہہ سوال پوچھیں کہ
کیا ہمارا مذہب شخصی مذہب ہے ؟ کیا اُس میں روز بروز ترقی ہوتی ہے ؟ ۔
کیا ہم میں بڑہتی کا اصول قایم ہوا ہے ؟ کیا ہمارا مذہب سال بسال آزمائشوں کے
مقابلہ میں زیادہ مضبوط ایمان میں زیادہ پایدار اور دعا میں زیادہ سرگرم ہوتا
جاتا ہے ؟ ۔ کیا خدا اور مسیح کی بابت ہمارے خیالات زیادہ وسیع اور صاف اور
درست ہوتے جاتے ہیں ؟ کیا اُنکے دل میں ہونے سے ہم میں زیادہ خاکساری اور

ہمارے قلب میں زیادہ تسلی اور اطمینان پیدا ہوتی ہے؟ کیا ہم پیشتر کی نسبت اپنے الجھانے والے گناہوں پر زیادہ مصمم ارادہ سے غالب ہوتے ہیں؟ کہیں ہماری روحیں بیت حسدا کے حوض کی مانند تو نہیں؟ کیا روح القدس نے اپنا گھر اور ابدی کام اُن میں جاری کیا ہے؟ -

اِن سوالات پر سب کچھ منحصر ہے اسلئے ضرور ہے کہ نہایت غور و فکر سے انکا جواب دیا جائے۔ کیا میرا مذہب بڑھنے والا ہے؟ سارے سوال کا خلاصہ لفظ بڑھنے میں ہے اور اسی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ سوال یہہ نہیں کہ کیا مذہب کی نسبت میرے خیالات پرجوش اور سرگرم ہیں یا نہیں (اکثر اوقات یہہ خیالات جسمانی حالت یا طبعیت کا نتیجہ ہیں) لیکن یہہ کہ کیا میں ترقی کر رہا ہوں؟ سوال یہہ نہیں کہ کیا میں باقاعدہ اور بلا ناغہ اخلاقی اور مذہبی رسُوم ادا کرتا ہوں یا نہیں (اپنے اپنے موقعہ پر یہہ بھی اچھے ہیں) لیکن یہہ کہ کیا میں بڑھ رہا ہوں؟ اور آخر الامر سوال یہہ نہیں کہ (معاذ اللہ) جو پیمانہ چال وچلن کا مینے خود اپنے سامنے کھڑا کر لیا ہے اُس تک پہنچا ہوں یا نہیں آیا میں مسیح کی صورت پر بن چلا ہوں یا نہیں۔ آیا میں کاملیت کی حد تک آپہنچا ہوں یا نہیں۔ نہیں نہیں حاشا و کلا سوال صرف یہہ ہے کہ کیا میں بڑھ رہا ہوں؟ لیکن اس کا اطلاق اپنے اوپر کیونکر کیا جائے ہم کیسے جانیں کہ اسکا درست جواب کیونکر دیا جائے۔ شاید کوئی شخص سوال کریگا کہ میں اکثر اوقات اپنی رفتار میں گر پڑتا اور پیچھے ہٹ جاتا ہوں کیا اسکو بڑھنا کہوگے یا نہیں؟ اس کا جواب ہمارے خیال میں یہہ ہے کہ "ہاں! اگر تمہارا گرنا کمزوری کے باعث ہوا ہے۔ اور تمہارے زخمی اور گھائل ارادہ نے کھڑا ہو کر اور دلیرانہ آگے بڑھکر خداوند مسیح کے ہاتھ کو پھر پکڑ لیا ہے کہ اے خداوند میں اپنے دل سے تیری ہدایت اور رہنمائی کا آرزومند ہوں جیسا کہ میں پیشتر تھا"۔ بیماری کے باعث کمزور جسم میں صحت اور زندگی تو ہو سکتی ہے اور یہہ زندگی جسم میں ہمت پیدا کر سکتی ہے۔ ہم ہرگز گناہ پر پردہ ڈالنا نہیں چاہتے۔ لیکن خدا

کے بندونکی تسلی کی خاطر یہہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ خدا کے فضل کی سلطنت میں یہہ ایک
نہایت عجیب انتظام ہے کہ خدا ہمارے گر پڑنے کے ذریعہ سے ہماری تائب محبت اور ہمت میں جوش
پیدا کرتا ہے (جیسا پطرس کے واقعہ میں ہوا) جس سے ہماری روح کو دق پھاندتی آگے کو
بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پطرس رسول کمزوری کے باعث گر پڑا اور اپنے خداوند کا انکار کیا۔ لیکن وہ
فوراً اُٹھا اور جب مسیح کی آنکھ نے اُسکو اپنی طرف کھینچا وہ باہر جاکے زار زار رویا۔ اس سے تھوڑے
ہی عرصہ کے بعد وہ فضل میں بڑھ گیا۔ اسکی ایک عمدہ نظیر مدوجزر میں پائی جاتی ہے۔ یہاں
پانی کی رفتار بالآخر ترقی کی رفتار ہے۔ دو یا تین گھنٹونکے عرصہ میں سمندر اُس خشک کنارے پر
ہوگا اور گھاس پھوس کو اپنی سطح پر سوار کرکے لے جائیگا۔ لیکن اس بڑھنے میں پیچھے کو ہٹنا بھی
شامل ہے ہر ایک موج کچھ تھوڑا پیچھے کو ہٹتی ہے پھر آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اسی طور پر مسیحی زندگی میں
گرتے پڑتے آگے کو بڑھتے جانا ممکن ہے۔ لیکن ضرور ہے کہ یہہ گرنا کمزوری کے باعث ہو نہ کہ دلکی
بُری حالت کے باعث۔ ممکن نہیں کہ جہاں جان بوجھ کر ارادتاً گناہ کیا جاتا ہے وہاں روحانی
ترقی ہو۔ مگر جہاں آزمائش کا طوفان دفعتاً سر پر لوٹ پڑے وہاں ایسی ترقی ممکن ہے۔ بڑی
بھاری غور طلب بات یہہ ہے کہ گر پڑنے کے بعد ارادہ سرگرم دعا اور ہمت کے ساتھ پھر اُٹھ کھڑا
ہوتا ہے یا نہیں سچ پوچھو تو کمزوری کے باعث گرتے ہٹتے آگے کو بڑھتے جانا ترقی کا نشان ہے۔
روحانی ترقی کا کوئی درجہ حاصل کرنے کے لئے ضرور ہے کہ شکست اور ناکامیابیوں کے
باوجود آگے بڑھتے جانے کا مصمم ارادہ ہو۔ آپ نے موسم بہار میں ڈالیوں کی شگفتگی کا ملاحظہ
کیا ہوگا۔ اسی طرح اُس شخص کی روح کا حال ہے جو کہہ سکتا ہے کہ "میں افسوس کرتا
ہوں کہ کل میری طبیعت کی عنان میرے ہاتھ سے جاتی رہی لیکن مجھے یقین ہے
کہ میرے مصلوب خداوند نے میرے سب گناہ اُٹھائے ہیں آج میں اُس کی روح
کی مدد سے اُن پر غالب ہونے کے لئے دل سے کوشش کرونگا" + (باقی داشتہ)

جزیرہ مڈغاسکر میں مسیحی مذہب

چند ماہ کے بعد خبر آئی کہ ظلم پھر شروع ہوا - ایک عورت نے سرکار میں مخبری کی کہ دس مسیحی ایک جگہہ چھپکر رہتے ہیں - یہہ دس آدمی گرفتار کئے گئے - اُنسے دریافت کیا کہ اوروں کے چھپنے کی جگہہ ظاہر کریں - اور اُنسے اقرار کروانے کے لئے انپر بڑے بڑے ظلم اور بے رحمیاں کی گئیں - لیکن اِن مظلوموں نے مطلق ایک بات نہ بتائی - آخرکار چند مکاروں نے بڑے فریب سے بعض مسیحیوں کا پتا نکال لیا - ان سب پر بڑا تشدد ہوا - اور ایک روز انکے قتل کے لئے مقرر ہوا - لیکن اسی دن کی رات کو شور مچا کہ شہر جل رہا ہے - اور تمام دارالسلطنت میں ہلچل اور ابتری دفعتاً پھیل گئی - اس حادثہ کا لوگوں کے دل پر جو فطرت سے وہمی تھے بڑا اثر ہوا - وہ آپس میں کہنے لگے کہ کبھی کسی مجرم کی سزا آجتک ملتوی نہیں ہوئی - ان مسیحیوں کے پاس ضرور کوئی غیبی مدد ہے -

آخرکار حکم ہوا کہ تمام گرفتار شدہ مسیحی غلامی میں فروخت کئے جائیں - صرف ایک عورت جو بہت ہی دلیری سے اپنے ایمان کا اظہار کرتی تھی کتوں سے پھڑوائی گئی - جو ابتک گرفتار نہوئے تھے جگہہ جگہہ چھپ گئے اور کئی اپنا وطن چھوڑکر روپوش ہو گئے - لیکن تمام جزیرے میں سپاہی انکی تلاش میں پھرا کرتے تھے -

مشنریوں میں سے ایک بنام مسٹر جالنس جرأت کر کے ساحل کے شہر ٹاماٹیو میں پہنچا تاکہ مسیحیوں کی کچھہ خبر پائے - کیونکہ باہر کے لوگوں کو مطلق خبر نہ تھی کہ جزیرے میں کیا کچھہ ہو رہا ہے - اُسکو خبر ملی کہ مسیحی فلاں فلاں جگہہ میں چھپے ہوئے ہیں - اور اُس نے بڑی کوشش کی کہ انکو جزیرے میں سے نکال بیجا ئے - اُس نے ایک جہاز کے کپتان کے ساتھہ ملکر یہہ انتظام کیا کہ جہاز ایک پوشیدہ کونے

پر ٹھہرا رہے اور رات کے وقت چند مسیحی اُس میں سوار ہوکر بھاگ جائیں - یہہ حکمت کامیاب ہوئی اور ۱۸۳۹ء میں ان بہادروں میں سے چند انگلینڈ پہنچ گئے اور اسی سال اکسیٹر ہال کی بڑی مشنری میٹنگ میں انگریزوں کی انبوہ کثیر کے سامنے بولے - اور اپنی مصیبتوں کا حال سنایا جسکو سُنکر اُنکے لئے بڑی ہمدردی پیدا ہوئی -

یہہ لوگ خاص دارالسلطنت میں سے آئے تھے اور جب جزیرے میں اُنکے بھاگ جانے کی خبر پہنچی تو ملکہ زیادہ ناراض ہوئی - یعنی ۱۸۴۰ء میں سولہ مسیحی ٹاماٹیو کی طرف بھاگے جاتے تھے - لیکن یہہ غریب سپاہیوں کے ہاتھ پڑ گئے - ایک اُنمیں سے بھاگ گیا لیکن باقی قتل کئے گئے -

۱۸۴۲ء میں ایک عجیب واقع ہوا - ایک دن صبح کے وقت ایک دیوار پر گلی میں کوئی شخص بڑے موٹے حروف میں یہہ لکھہ گیا "اے فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ تم آسمان کی بادشاہت کو لوگوں پر بند کرتے ہو اور انکو جو اس میں داخل ہوا چاہتے ہیں منع کرتے ہو" اس اشتہار کی خبر سُنکر ملکہ کے غصہ کی انتہا نہ رہی اس نے بڑی کوشش سے تحقیقات کی کہ یہہ اشتہار کس نے لکھا ہے - لیکن کچھہ پتہ نہ ملا - آخر ایک شخص پر شک ہوا جسکو آزمائش کے لئے زہر پلایا گیا جسکے اثر سے وہ مرگیا -

۱۸۴۳ء میں مسٹر جانس نے انتقال کیا - اُن کو مڈغاسکر کے مسیحیوں سے عجیب محبت تھی - لیکن اب ظلم کا طوفان بھی کسیقدر کم ہوگیا - اس کی وجہ یہہ تھی کہ مسیحی ایمان کا اثر حکام و شاہی خاندان تک پہنچگیا تھا - ملکہ رانا ولونا کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جسکا نام رڈاما تھا - یہہ نوجوان بڑا نیک اور رحمدل تھا - ذکر ہے کہ اُسکے دل پر مسیحی مذہب کا بڑا اثر ہوا اور وہ دل میں اُنکا حامی بنگیا - وزیر اعظم کا بیٹا بھی اُنکا مددگار تھا - اس سے ظلم اندنوں میں کسی قدر کم ہوگیا +

اگر وہ نہ مرے

جو کچھ کہ تو بوتا ہے اگر وہ نہ مرے تو زندہ نہیں ہوتا ۔ اکرنتیوں ۱۵۔۳۶۔

اس وعظ کے پڑہنے والوں میں شاید کوئی ہی شخص ایسا ہوگا جو ان الفاظ کو پڑھکر زندگی کے سب سے سنجیدہ موقعے کا خیال نہ کرتا ہو۔ ان لفظوں کو پڑہنے سے غمناک جنازے کی تصویر آنکھوں کے سامنے آتی ہے ۔ زندگی ایک فریب اور حباب معلوم ہونے لگتی ہے۔ قبر ہمارے سامنے کھلی ہے اور اس میں صندوق رکھا گیا ہے ۔ مٹی ڈالی جا رہی ہے اور اسکے گرنے سے ایک عجیب سخت آواز ہوتی ہے ۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ہمارا گذر اسی قبر کے پاس سے ہوتا ہے تو ہم ایک پتھر دیکھتے ہیں جسپر صرف مُردے کا نام عمر اور چند تاریخیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں جو کچھ زندگی میں سے بچتا ہے سو یہی ہے ۔

جب اس بربادی کو دیکھ کر ہم روانہ ہونے لگتے ہیں تو ہمارے سامنے مردہ دوست کی صورت آتی ہے ۔ اس کے دل کی گرمی اس کی چمکدار مبتی ۔ اسکی ہمدردی جو پھر کبھی اپنا راحت بخش اثر ہمپر نہ ڈالے گی ۔

پس کیا زندگی کا انجام نیستی اور غم ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ دفن کی نماز کے پہلے الفاظ تو غمگین کرنے والے ہیں لیکن فوراً اون کے بعد خوشی جلال اور فتح کی خوشخبری آتی ہے ۔ اٹھارہ سو برس ہوئے کہ اس بزرگ پولوس نے ایک گیت گایا جس میں اس نے موت پر فتح کا بیان کیا ۔ جس میں اس نے بیان کیا کہ آخری دشمن موت ہے لیکن اس کو بھی آدمی مغلوب کر سکتا ہے ۔ کلیسیا جب کبھی کسی کے بیٹے یا بیٹی یا دوسرے عزیز کو زمین کے سپرد کرتی ہے تو پولوس کے گیت سے اسکے دل کو تسلی دیتی ہے اور قیامت کی امید کو مضبوط کرتی ہے ۔ شکر ہے خدا کا جو

یسوع مسیح کے وسیلے ہمکو فتح بخشتا ہے۔

"ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے"۔ انجیل کی اس فتح پر جو ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے ہم اس وقت غور کرینگے۔ ایک رسول مسیح کے کام کا یوں بیان کرتا ہے کہ اُس نے ظاہر ہوکر موت کو موقوف کیا ہے اور زندگی اور بقا کو ظاہر کیا ہے۔ دوسرا رسول مسیح کے کام کے لئے خدا کا ان لفظوں میں شکریہ ادا کرتا ہے "اُس نے اپنے رحم کی کثرت کے موافق مسیح کو مردوں میں سے زندہ کرکے ہمیں زندہ اُمید میں پیدا کیا ہے"۔ موت مغلوب ہوئی ہے۔ یہ یقینی ہے۔ پطرس اور پولوس دونوں اس امر پر گواہی دیتے ہیں۔ مسیح کے ظاہر ہونے سے دُنیا نے یہہ پھل پایا ہے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ رسولوں کے ان الفاظ کا مطلب دریافت کریں۔ اس غرض کے لیئے وہ الفاظ جو اس مضمون کے شروع میں ہیں ایک عمدہ کنجی ہیں۔ وہ جو تو بوتا ہے اگر نہ مرے تو کبھی زندہ نہ ہوگا۔ دو قسم کی موتیں ہیں۔ ایک وہ جو مسیح میں ہوتی ہے اور دوسری وہ جو مسیح کے باہر اور اس سے علیحدگی میں ہوتی ہے۔ ان دونوں کا فرق مذکورہ بالا لفظ خوب بتاتے ہیں۔ رسول نہیں کہتا کہ موت فتح ہو جاتی ہے یا موت نیست ہو جاتی ہے یا ہماری نظروں سے غائب کیجاتی ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ موت تو رہتی ہے لیکن اُس کی حالت بدل جاتی ہے۔ وہ خدا کی قدرت کے ہاتھ میں ایک اوزار بن جاتی ہے جس سے وہ اپنے رحم کے ارادے کو پورا کرتا ہے۔ موت اب ایک اجنبی خوف نہیں بلکہ خوشی کا ثبوت ہے۔ ایک اعلےٰ زندگی ہے اور ایک ادنیٰ۔ لیکن اعلےٰ کو پانیکے لیئے ضرور ہے کہ آدمی موت میں سے ہوکے گذر جائے۔ میں تمسے سچ سچ کہتا ہوں کہ گیہوں کا دانہ اگر زمین میں گرکر نہ مرے تو اکیلا رہتا ہے۔ لیکن اگر وہ گرکر مرے

تو بہت پھل لاتا ہے۔ مسیح کی موت کا کیا پھل تھا۔ صرف یہہ کہ دنیا نے زندگی پائی اور ہر شخص کی موت ضرور اس کے لئے پھل دار ہوگی۔ تاہم ہر ایک کی حالت میں خدائی قانون یکساں ہے۔ "ضرور ہے کہ وہ مرے" جہاں موت نہیں وہاں زندگی بھی نہیں ہو سکتی۔

تمام فطرت تمام انسانی انتظامات ہر شخص۔ ہر شخص کی محبت۔ ہر شخص کی شہرت۔ ہماری تمام حکمتیں اور پالسیاں۔ ہمارے تمام مضبوط کام اس قانون کے مطیع ہیں۔ کبھی یہہ قانون ایک ہی دن میں پورا ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کو پورا ہوتے صدیاں لگ جاتی ہیں۔ تاہم انجام ایک ہی ہے۔ موت۔ انتشار۔ بوسیدگی۔ اُن سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ تمام خلقت چیختی ہے اور ایسے پیڑیں لگ رہی ہیں۔ ہر شئے بدی اور خرابی کے تحت سے چھوٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔ شاید کوئی کہے کہ ایسے خیالات دماغ کی گرمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں لوپس سچ کہتا ہے۔ اس کا تجربہ سچا تھا۔ اور ہمارا ہر روز کا تجربہ اُسکی صداقت پر شاہد ہے۔

لیکن گو یہہ بات سچ ہے اور ہمارا دل پکارتا ہے کہ یہہ سچ ہے تاہم بنی آدم ہر گھڑی اس سے چھوٹنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ دل نہیں چاہتا کہ اسکو منظور کر کے تسلی اور خوشی سے بیٹھ رہے۔ کون موت سے خوش ہے۔ کون اپنی کوششوں کو فوت ہوتے دیکھ سکتا ہے۔ ہر شخص زندگی اور لاانتہا زندگی چاہتا ہے۔ اور نہ فقط بنی آدم شخصی طور پر زندگی چاہتے ہیں بلکہ وہ تہ دل سے خواہشمند ہیں کہ ہر عمدہ چیز ہر خوبصورت چیز بھی اُنکے ساتھ بقا میں شریک ہو۔ کون کسی اچھی چیز کو خراب ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔ عمدہ چیز اور پھر اُس کو بقا نہ ہو۔ کیا یہہ اُس کی عمدگی پر دھبا نہیں ہے۔ خدا ہمارے کسی عزیز کو حسن بخشے لیکن ساتھ ہی اُسکی عمر کو تاہ کرے۔ کیا ایسے خیالات سے دل رنجیدہ نہیں ہوتا۔

پس صاف ظاہر ہے کہ حقیقت اور انسان کی طبعی خواہشوں کے درمیان ایک بھاری تناقض ہے۔ ہم چاہتے کچھ ہیں لیکن ہوتا کچھ اور ہے۔ اور اس تناقض کے دور کرنے کا کوئی رستہ دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن جب ہم "بشرطیکہ وہ مرے" پر غور کرتے ہیں تو تھوڑی سی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ اور خدا کے بھید میں کسیقدر دخل ہمیں عنایت ہوتا ہے۔ دنیا برابر تباہ ہو رہی ہے۔ وہ ہمیشہ سے بدلتی چلی آئی ہے۔ ہر طرف کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس تمام تباہی اور ردوبدل کا بھید ان چند الفاظ میں ہے "اگر وہ نہ مرے تو اکیلا رہتا ہے"۔ اندرونی خواہش اور بیرونی واقعات کی یہاں آن کر صلح ہو جاتی ہے۔

لیکن تعجب کی بات ہے کہ خدا نے اپنی حکمت و قدرت و محبت میں یہہ انتظام کیا ہے کہ جوانی ساتھ اپنی تازگی اور چالاکی اور جذبات کے بڑھاپے کی سردی اور ناامیدی سے بدل جایا کرے۔ جب آدمی اپنی طاقتوں کے اصلی عروج پر پہنچتا ہے اور کچھ کرنے کے لایق ہوتا ہے تو موت آنکر اپنا منہہ دکھاتی ہے گویا ظاہری طور پہ پکا پھل سڑ جاتا ہے۔ اور اسکو زمین نگل جاتی ہے۔ جو پھول اور پھل کا حال ہے وہی حال انسان کا بھی دکھائی دیتا ہے۔ ہر کمال زوال کا قاصد ہوتا ہے۔ جوانی کی آزادی بڑہاپے کے پھندوں میں غایب ہو جاتی ہے۔ جوانی کی امنگیں بڑہاپے کی ناامیدیوں میں ڈوب جاتی ہیں۔ ہر جگہہ یہی حال ہے۔ لیکن جب ہم ان لفظوں کو دیکھتے ہیں کہ بشرطیکہ وہ مرے تو دلکو تسلی ہوتی ہے اور ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہر زندگی کسی گذشتہ موت کا نتیجہ ہے۔ جب تک جوانی دور نہ ہو عمر کا تجربہ ہاتھ نہیں آتا۔ جب تک ہماری خودی نہ مرے خدائی زندگی ہم میں نمودار نہیں ہو سکتی۔ صرف موت میں سے زندگی اگتی ہے۔

انسانی انتظامات کا بھی یہی حال ہے۔ خدا یا انسان کی خدمت کے لئے طرح طرح کے انتظام کئے جاتے ہیں۔ لیکن زمانہ ان کو بھی بوسیدہ کر دیتا ہے۔ وہ مرجاتے ہیں

ایک کے بعد دوسرا قایم و برپا ہوتا ہے لیکن بہتے پانی کے حبابوں کی مانند وہ نیست و نابود ہوجاتے ہیں۔ اور اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اچھے انتظام بُرونکی نسبت جلد بوسیدہ ہوتے ہیں۔ اور یہاں کونسا خیال ہے جو ہمکو تسلّی دیتا ہے۔ صرف یہی "بشرطیکہ وہ مرے"۔ انتظام ٹوٹ جاتا ہے لیکن جس کام کے کرنے کے لیئے وہ انتظام مرتب کیا گیا تھا باقی رہتا ہے اور خُدا اُس کو اپنے طریقے کے مطابق کرواتا ہے۔ خُدا کا خیال اور اس کا ارادہ نیا جسم لیکر اُن موجود ہوتا ہے۔ اور پہلا جسم (یعنے اس ارادے کو پورا کرنے والا کوئی خاص طریقہ یا انتظام) خاک میں مل جاتا ہے جس میں سے وہ نکلا تھا۔ چند خاندان پیدا ہوتے ہیں جو خُدا کے ارادوں کو کسی خاص زمانہ میں پورا کرتے ہیں۔ اور اسوجہ سے شرافت پاتے اور ممتاز متصور ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ میں نئے خاندان نئے طریقوں کو لیکر پیدا ہوتے ہیں اور زمانہ کی نئی ضروریات کے مطابق انہیں پہلے اور پُرانے اصولوں کو پورا کرتے ہیں اور ان نئے خاندانوں کی روشنی و حشمت کے سامنے پرانوں کی عزّت کا کوئی خیال بھی نہیں کرتا۔ پچھلے پہلے ہوجاتے ہیں اور پہلے پچھلے۔

یہہ مثالیں نہایت ہی دلسوز ہیں۔ لیکن صرف مثالیں ہیں اور اس موت کی کیفیت کو جسکا ذکر آیت میں ہے پوری طرح بیان نہیں کرتیں۔ انسان کی زندگی کے منتشر ہوجانے کو یہہ نہیں پہنچتیں۔

موت ایک عام معاملہ کہلاتی ہے۔ البتہ ایکطرح پر یہہ سچ ہے۔ شاعروں اور واعظوں نے اسپر بہت کچھ کہا ہے۔ بیشک موت ایک عام معاملہ ہے۔ کوئی پل ایسا نہیں گذرتا جس میں ایک یا کئی روحیں زمانہ کی قیود سے رہا ہوکر بقا میں نہیں پہنچتیں۔ لیکن اس عام معاملہ کی دلچسپی ہنوز ختم نہیں ہوئی۔ جسقدر ہم زیادہ اسپر غور کرتے ہیں اُسیقدر اُسکے معنے زیادہ گہرے ہوتے جاتے ہیں۔ جسقدر زیادہ وہ ہمارے سامنے آتی ہے اسیقدر وہ زیادہ اجنبی معلوم ہوتی ہے۔ کیا کسی جوان نے کبھی اس زمانہ کی طرف خیال کیا ہے جبکہ اُس کی تمام خوشیاں

اور پیاری چیزیں پیچھے رہ جائینگی اور وہ اکیلا اور تنہا اس تاریک سفر پر قدم مارنا شروع کریگا۔ موت کی دلچسپی ختم نہیں ہوتی۔ اس میں ایک عجیب جادو اور طلسم ہے۔ اور ہم اس کے خیال سے گریز نہیں کرسکتے۔

جب ہمیں خبر ملتی ہے کہ کوئی عالم یا طاقتور شخص گذر گیا ہے تو اُسکے سُننے سے ہمیں کیا خیال آتا ہے۔ کیا ہم صرف اتنا کہدیتے ہیں کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ البتہ بُت پرست یا خدا کے ناواقف اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جنکو مسیح نے منور کیا ہے جنپر اس مصلوب کی قیامت کی روشنی چمکی ہے وہ ایسی بات کبھی نہ کہینگے۔ کیونکہ اُن کے کانوں میں رسُول کے الفاظ گونجتے ہیں "بشرطیکہ وہ مرے"۔

پس ہم خدا کا شکر کریں کہ اُس نے مسیح کے وسیلے سے ہمیں بتایا ہے کہ موت کے اصلی معنی کیا ہیں۔ اسنے موت کو ایک خوبصورتی ایک اطمینان ایک امید بخشی ہے جب اس کے تیز ڈنک کو نکال لیا ہے۔ ایسی تاریک کوٹھڑی کو اس طرح نور سے بھر دینا ایک بڑا کام ہے۔ پس ہم مسیح اور باپ کا شکر کریں۔

نوع انسانی مسیح کی مقروض ہے۔ اور یہہ قرض لاانتہا ہے۔ کوئی اُسکا انکار نہیں کرسکتا۔ آیندہ زندگی کو ثابت کرنا کوئی چھوٹا کام نہیں ہے۔ البتہ مسیح سے پہلے لوگوں کے دل میں بڑی بڑی جلیل اُمیدیں جڑ پکڑ چکی تھیں۔ لیکن اُمید کو یقین اور ثبوت کے ساتھ مبدل کردینا صرف مسیح کا کام ہے۔ اس تاریکی اور مایوسی کو جو قدیم دنیا پر موت کے خوف کے باعث طاری ہو رہی تھی مسیح نے دُور کیا۔ اور اگر اُسکا ثبوت چاہو تو ان آیات اور الفاظ کو پڑھو جو مسیحی قبروں پر لکھے جاتے ہیں اور انکا مقابلہ دیگر مذاہب کے لوگوں کی قبروں کے کتبوں سے کرو۔ ساری تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسیح نے موت کو دور کیا ہے اور زندگی اور بقا کو ظاہر کیا ہے۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ مسیح سے پیشتر صدہا ایسے بہادر گذرے تھے جو موت سے خوف کھانے کے خیال کو بھی بزدلی سمجھتے تھے اور جنہوں نے اپنے اپنے خیالات اور عقاید پر کامل دلیری

سے اپنی جانوں کو نثار کر دیا۔ ایسے بہادر اس وقت تھے اور اب بھی مسیح کے نہ ماننے والوں میں بہادر موجود ہیں۔ لیکن اس سے ہمارا دعوے اور رسول کا دعوے غلط ثابت نہیں ہوتا اگرچہ وہ لوگ دلیری سے موت کا مقابلہ کرتے اور کرنیکو تیار رہتے تاہم وہ موت کے معنے نہ سمجھتے تھے۔ موت اُنکے لئے محض ایک دشمن تھی۔ فتح ناممکن تھی۔ موت پر کوئی غالب نہ آسکتا تھا وہ سبکو نگل جاتی تھی۔ انسانکی طاقت میں صرف اتنا تھا کہ بغیر ڈر کے اور بغیر افسوس کئے اپنی جان دے دے اور جو لوگ موت سے خوش ہونیکا دعوے کرتے تھے وہ صرف اتنا کہتے تھے کہ اس جسم کے سبب ہم ایذا سے چھوٹ جائیں گے یا شرم سے رہائی پائینگے لیکن موت میں اُنکے لئے کوئی امید یا خوشی نہ تھی۔ موت انکے لئے ایک انجام تھی جسکے بعد خاتمہ تھا۔

لیکن شاید کوئی پوچھے کہ کیا وجہ تھی کہ متقدمین موت کے معنے دریافت نہ کر سکے۔ کیا انہوں نے بیج اُگتے نہ دیکھے تھے۔ کیا وہ پیڑوں کی مثال سے سمجھ نہ سکے کہ انسان بھی ایک بیج ہے۔ کیا کُل دنیا کے چہرے پر نہیں لکھا ہوا کہ موت کے بغیر زندگی اور ترقی نہیں ہے۔

لیکن یاد رہے کہ پولوس بیج کی مثال سے اپنا مسئلہ ثابت نہیں کرتا۔ مثالوں سے کبھی کچھ ثبوت تک نہیں پہنچتا۔ تاہم بقا اور قیامت کو وہ دو باتوں سے ثابت کرتا ہے۔ اول مسیح کی قیامت اور دوم وہ ہمت جو مسیح کے شاگردوں کو اُسکی قیامت کے باعث ملی ہے اور جسکے باعث وہ خود انکا سی ذریت کو خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ مسیحیوں کی ہمت اور خوشی مسیح کی قیامت پر منحصر اور اُسکا ثبوت ہے اور مسیح کی قیامت بقا اور قیامت کا ثبوت ہے۔

پس جب رسول اپنے مسئلہ کو پوری طرح ثابت کر چکا ہے تو بیج کی مثال سے ایک باقیماندہ سوال کا جواب دیتا ہے شاید کوئی پوچھے کہ مُردے کس طرح جلائے جاتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک پودا بیج سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح آسمانی زندگی زمینی زندگی میں سے برآمد ہوتی ہے۔

ہر زمانہ میں مسیحی مصنفوں کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ قطرت میں ایک شئے کے مرنے اور

دوسری کے پیدا ہونے میں انسان کے بقا کی تمثیل پاتے رہے ہیں۔ لیکن یہہ تمثیلیں دونوں اسی حالت میں کچھہ زور رکھتی ہیں جبکہ بقا کی امید اور اُس کا یقین مسیح کی قیامت کے باعث سے مضبوط ہوچکا ہے۔ مسیح سے پہلے بھی آفتاب غروب ہوکر طلوع ہوتا تھا اور بیج اُگا کرتے تھے۔ لیکن متقدمین انکو بجائے بقا کی تمثیل سمجھنے کے انکو دیکھکر رشک کھاتے اور کہتے تھے کہ کاش ہم بھی ایسے ہوتے۔ ہم بھی غروب ہوکر طلوع کرتے وہ دیکھکر کہتے تھے کہ سب چیزیں نئی ہوجاتی ہیں لیکن انسان پرانا اور بوسیدہ ہوکر رہ جاتا ہے انمیں سے ایک بڑے درد دل سے لکھتا ہے کہ آفتاب غروب ہوکر طلوع کریگا لیکن ہم ہمیشہ تک غروب رہیں گے۔ ہمارے لئے سدا رات رہے گی۔

لیکن مسیح کی قیامت نے اس اندھیری شبکو صبح سے مبدل کیا ہے۔ اسوقت سے ابتک جو حالتیں انسان کو پہلے غمگین کرتی تھیں اس کے لئے خوشی اور ایمان کی تمثیلیں بن گئی ہیں۔

عجیب ہے انسان کی کمبختی۔ بعض لوگ ہمسے کہتے ہیں کہ مسیحی مذہب میں سے اعجازی حصہ خارج کردو کیونکہ وہ ناممکن اور مصنوعی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پرانی تاریکی میں پھر داخل ہوجاؤ اور اپنی عقل سے خدا کو ڈھونڈنا شروع کرو۔ لیکن ہم یہہ صلاح کیونکر منظور کرسکتے ہیں۔ مسیح نے ہم کو فتح بخشی ہے۔ ہم کیوں اُس کے نتایج کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ موت نیستی نہیں ہے۔ بلکہ اعلےٰ ہستی کا شروع ہے۔ موت کا ڈنگ گناہ ہے اور مسیح نے اس ڈنگ کو نکالا ہے۔ اس نے گناہ کو شکست دی اور اُس کی طاقت سے ہم بھی گناہ کو شکست دے سکتے ہیں۔ فتح کامل ہے۔ فتح نے موت کو نگل لیا ہے۔ شکر خدا کا جو یسوع مسیح کے وسیلے ہمکو فتح بخشتا ہے۔

مسیحی

(۱) ہر مہینے کی پہلی تاریخ امرت سر سے شایع ہوتا ہے۔ (۲) قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ معہ محصول ڈاک (۳) خاص لوگوں سے رعایت بھی کیجاتی ہے (۴) جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ انہیں ایک سال کیلئے رسالہ مفت ملتا ہے (۵) جن اصحاب کو نمونے یا ویلیو پے ۔۔ تو انہیں چاہئے کہ منیجر کو فوراً اطلاع کر دیا کریں (۶) اپنے تبدیل مقام کی اطلاع دینی ضرور ہے (۷) ہر مہینے مسیحی اصحاب کی خدمت میں نمونے کے پرچے بھیجے جاتے ہیں جنکو خریداری منظور نہ ہو۔ وہ بذریعہ پوسٹ کارڈ منیجر کو اطلاع دیں۔ ورنہ دو پرچے تک جواب نہ آنے سے خریداری منظور سمجھی جائیگی۔ اور نام درج رجسٹر کیا جائیگا (۸) ہر طرح کی خط و کتابت و زرچندہ بنام منیجر مسیحی امرت سر پنجاب ہونی چاہئے ٭

غزل

صبح دم نسیم سحر نے جب مجھے بستر سے جگا دیا
میرا مرغ وہم بہ باغ مدح مسیح اوسنے اڑا دیا۔

ہلا عندلیب بیاں کو جب کرے چہچہا تا بشکر رب
کہا مینے اسکا ہے کیا سبب مجھے نام مسیحی بتا دیا

تو مسام جان میں آئی جاں تیرے گلستاں سے باغباں
ہوئے جب سے ہیں تیرے جانفشاں۔ گل زخم جب سے کہا دو

تیرا روئے جلد برگ حنا۔ جو ہے آفتاب رہ ہدای
تیری چشم نرگس حق نما۔ جیسا تونے خود ہے بتا دیا۔

تیرے سرو قد سے قیام ہے۔ تیرا باغ حسن میں نام ہے
یہہ جو بوستان انام ہے۔ تیرا وصف اسنے جتا دیا۔

بنا شاخ جو کہ شجر کی ہاں۔ لیا رس انگور سے گر ہاں
جو نہ لائے شاخ ثمر وہاں۔ انہے باغباں نے کٹا دیا

ذرا آسمانی جلال کا مجھے ٹک نظارہ مسیحی دکھا
ترے در کا تسکیں ہوا گدیہہ ہے اپنے دل نے جتا دیا

The MASIHI

Vol. II Amritsar *No.* 12

DECEMBER

1897.

CONTENTS.

Annual subscription .. 1 8 0

All communications to be addressed to The Manager, The *Masihi*, Amritsar (*Punjab*)